رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان!

الخلافة ثلاثون سنة

کی روشنی میں خلافتِ راشدہ کی مکمل و مدلل تاریخ بنامِ!

خلافتِ راشدہ کے تیس سال

جمع وترتیب

مفتی ابوصہیب ثنار عفی عنہ

امام وخطیب؛ جامع مسجد بیت المکرم (لانڈھی کراچی)

مدرس؛ جامعہ تدریس القرآن بنوریہ

فہرستِ موضوعات

تقدیم وابتدائیہ

خلافت کے تیس سال!

میں نے مشکوۃ شریف: جلد چہارم: حدیث نمبر 1327 کی مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ کو کتاب کا موضوعِ سخن بنایا ہے۔

وعن سفينة قال سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول الخلافة ثلاثون سنة ثم تكون ملكا. ثم يقول سفينة أمسك خلافة أبي بكر سنتين وخلافة عمر عشرة وعثمان اثنتي عشرة وعلي ستة. رواه أحمد والترمذي وأبو داود.

حضرت سفینہ (رض) جو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے آزاد کردہ غلام تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ خلافت کا زمانہ تیس سال کا ہوگا۔ اس کے بعد وہ خلافت بادشاہت میں بدل جائے گی حضرت سفینہ (رض) نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد راوی سے یا عام لوگوں کو خطاب کر کے کہا کہ حساب کر کے دیکھو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جو تیس سال کی مدت بیان فرمائی ہے وہ اس طرح ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکر (رض) کی خلافت کا زمانہ دو سال۔ حضرت عمر (رض) کی خلافت کا زمانہ دس سال، حضرت عثمان کی خلافت کا زمانہ بارہ سال اور حضرت علی کی خلافت کا زمانہ چھ سال (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ)۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، بحوالہ مشکوۃ)

تشریح "خلافت" سے مراد خلافت حق ہے یا وہ خلافت مراد ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک پسندیدہ اور جس کی بنیاد قرآن وسنت کی ہدایت اور رہنمائی اور دین وشریعت کے آئین حکمرانی کی اتباع پر ہو، چنانچہ اس خلافت کا صحیح مصداق حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد اول کی خلافت ہے جس کو خلافت راشدہ کہا جاتا ہے اور جس کی مدت تیس سال ہوئی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق دہلوی نے اپنی شرح مشکوۃ میں اس روایت کو نقل کرتے ہوئے "ملکا" کے بعد "عضوضا" کا لفظ بھی نقل کیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ وہ خلافت کٹ کھنی بادشاہت میں بدل جائے گی، یعنی خلافت کا دور ختم ہو جانے کے بعد بادشاہت کا دور شروع ہو جائے گا اور بادشاہت بھی ایسی کہ لوگ اس کی سختیوں اور ظالمانہ کاروائیوں سے امن نہیں پائیں گے اور عدل وانصاف کا نظام اور دین پروری کا ماحول جیسا کہ ہونا چاہیے، جاری نہیں ہوگا، یہ اور بات ہے کہ اس دور کے حکمران گزرے ہوئے خلفاء کی جانشینی کا دعویٰ رکھنے کی وجہ سے اور مجازا اس بادشاہت پر خلافت ہی کا اطلاق کریں اور اپنے کو خلیفہ کہلائیں اور گو ان کو امیر المومنین کہنا کوئی خلاف حقیقت بات بھی نہ ہو کیونکہ نظم مملکت اور ظاہری قانون کے مطابق وہ مسلمانوں کے امیر وحاکم بہرحال ہوں گے لیکن حقیقی خلافت کہ جس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے بس تیس سال تک رہے گی، چنانہ خلفاء راشدین کہ جن کا دور خلافت حقیقی خلافت کا واقعی مصداق تھا، تیس ہی سال پر مشتمل ہے۔ شرح عقائد میں اس حدیث کے تعلق سے ایک اشکال وارد کیا گیا ہے اور وہ یہ کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے خلافت کا دور صرف تیس سال فرمایا ہے جب کہ خلفاء راشدین کے بعد کے زمانے میں خلفاء عباسیہ بلکہ بنو امیہ میں سے بعض خلفاء جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت پر مسلمانوں کے تقریبا تمام ہی علماء اور اہل علم وعقد کا اتفاق رہا ہے تو کیا ان کے دور خلافت کو خلافت نہیں کہا جاسکتا اس کا جواب یہ ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم) نے جس خلافت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ خلافت کاملہ کہ جس میں دین وشریعت اور عدل وانصاف کی ذرا سی بھی آمیزش نہ ہو، تیس سال رہے گی، اس کے بعد کی خلافت کی شکل وصورت میں تبدیلی آئے گی، ہاں کچھ دور ایسے بھی آئیں گے جس میں اس خلافت کے طرز کو اختیار کیا جائے گا ورنہ عام طور پر جو بھی خلافت قائم ہوگی وہ بس نام ہی کی خلافت ہوگی، اصل کے اعتبار سے بادشاہت ہوگی، واضح رہے کہ خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور حکمرانی شروع ہوا جس کو انھوں نے اگرچہ خلافت ہی کا نام دیا مگر حقیقت میں وہ بادشاہت تھی، حضرت امیر معاویہ (رض) اس دور کے سب سے پہلے حکمران ہیں ان کا دور حکمرانی اگرچہ خلافت راشدہ کی طرح دین وملت کے حق میں حقیقی خلافت کا نمونہ نہیں رہا مگر ان کی خلافت وحکومت میں بادشاہت کی وہ تمام خرابیاں بھی نہیں تھیں جو ان کے جانشینوں کے دور حکومت میں پیدا ہوئی نیز انھوں نے اپنے دور حکمرانی کو کسی نہ کسی حد تک خلافت راشدہ کے نہج پر رکھنے کی کوشش کی۔لیکن ان کے بعد بنو امیہ کا اکثر دور حکمرانی مسلمانوں کی باہمی آویزش وخلفشار قتل وغارت گری، دین وشریعت کی صریح خلاف ورزی اور ظلم وناانصافی کی بہت زیادہ مثالوں سے بھرا ہوا تھا، اس دور کی ابتداء یزید بن معاویہ کے دور سے ہوتی ہے، یزید کے بعد اس کا بیٹا معاویہ بن یزید حکمران ہوا، اس کے بعد ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، حضرت عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک، ولید بن یزید بن عبدالملک، ابراہیم بن ولید بن عبدالملک اور مروان بن محمد بن مروان بالترتیب یکے بعد دیگرے خلیفہ وحکمران ہوتے رہے مروان بن محمد بن مروان، بنو امیہ میں سے آخری حکمران تھا، اس کے بعد خلافت بنو امیہ سے نکل کر بنو عباس میں پہنچ گئی۔حدیث کے راوی حضرت سفینہ (رض) نے تیس سال کا جو حساب بیان کیا ہے وہ تخمینا ہے اور اس بات پر مبنی ہے کہ انھوں نے کسور کو بیان نہیں کیا، چنانچہ صحیح روایات اور مستند تاریخی کتابوں میں خلافت راشدہ کی تیس سالہ مدت کو اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق (رض) کی خلافت کا زمانہ دو سال چار ماہ، حضرت عمر فاروق (رض) کی خلافت کا زمانہ دس سال چھ ماہ، حضرت عثمان غنی کی خلافت کا زمانہ چند روز کم بارہ سال اور حضرت علی مرتضی (رض) کی خلافت کا زمانہ چار سال نو ماہ رہا ہے۔اس طرح چاروں خلفاء کی مجموع مدت خلافت انتیس سال سات ماہ ہوتی ہے اور پانچ مہینے جو باقی رہے وہ حضرت امام حسن مجتبی (رض) کی خلافت کا زمانہ ہے، پس حضرت امام حسن (رض) بھی خلفاء راشدین میں سے ہوئے (رضی اللہ عنہم) (مظاہر حق)

اسی طرح پیارے آقا ﷺ کا فرمان ہے!

وعن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "الخلافة بالمدينة والملك بالشام"

مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 975

"حضرت ابوہریرہ (رض) کہتے ہیں کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا" خلافت مدینہ میں ہے اور ملوکیت یعنی بادشاہت شام میں۔

"تشریح: "خلافت مدینہ میں ہے" کا مطلب یہ ہے کہ خلافت کا پایۂ تخت غالب عرصہ تک مدینہ میں رہے گا" غالب عرصہ" کی قید اس لیے ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنا پایہ تخت کوفہ کو بنا رکھا تھا، یا پھر اس جملہ کی مراد یہ ہے کہ خلافت مستقرہ مدینہ

میں ہے۔" ملوکیت یعنی بادشاہت شام میں ہے" اس جملہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسن (رض) نے جب خلافت سے دست کشی اختیار کرلی اور امور مملکت امیر معاویہ (رض) کے سپرد کر آئے تو بھی امیر معاویہ (رض) خلیفہ نہیں ہوئے۔اس کی تائید میں اس روایت کو پیش کیا جاسکتا ہے جو احمد، ترمذی، ابویعلی اور ابن حبان نے نقل کی ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تھا : میرے بعد میری امت میں خلافت کا زمانہ بس تیس سال تک رہے گا اس کے بعد پھر ملوکیت و بادشاہت آجائے گی، بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت اور حضرت امیر معاویہ کی ملوکیت و بادشاہت کی طرف اشارہ ہے۔

یا اللہ تبارک وتعالی موضوع بہت پیچیدہ اور پر خطر ہے، آپ کی توفیق اور دستگیری کے بغیر لغزش اور خطاء کا عادی انسان ایک لفظ لکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

یا اللہ تبارک وتعالی قدم قدم پر راہنمائی اور توفیق عطاء فرمائیے اور بغیر کسی خوف وملامت کے حق وسچ لکھنے کی طاقت عطاء کیجئے۔

مفتی ابوصہیب ثارعفی عنہ

1446ھ 2024ء

خلافت راشدہ

خلافت اور خلیفۃ

خلیفہ کے معنی جانشیں اور خلافت کے معنی جانشینی ہیں' لیکن اصطلاح شرع اور اصطلاح مؤرخین میں خلیفہ کے معنی بادشاہ یا شہنشاہ کے قریب قریب مراد لیے جاتے ہیں' چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا مسئلہ ایک اختلافی مسئلہ بن کر دو قوموں میں مخالفت کا باعث بن گیا ہے' اور اس مخالفت نے مؤرخین' تاریخی روایات' تاریخی تصانیف اور مورخین کے ادائے بیان پر بھی اپنا اثر ڈالا ہے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک واقعہ نگار کا کام کسی قدر دشوار ہوگیا' نیز تاریخ اسلام لکھنے والے کے لیے ضروری ہوگیا کہ وہ قارئین تاریخ کو کسی غلط فہمی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے مسئلہ خلافت کے متعلق اپنا مسلک اور عقیدہ پہلے بیان کر دے' اس کے بعد خلافت راشدہ کے حالات و واقعات بیان کرے۔

قرآن کریم میں جہاں جہاں خلیفہ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کے ساتھ الارض کا لفظ بھی ضرور آیا ہے اور {اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً} سے ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام یعنی بنی آدم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے' بنی آدم کا اشرف المخلوقات ہونا ظاہر اور نوع انسان کا زمینی مخلوقات پر حکمراں ہونا عیاں ہے' پس یہ انسان کی خلافت جو زمین کے ساتھ مخصوص ہے یقیناً خلافت الٰہیہ ہے اور نوع انسان خلیفۃ اللہ' لیکن خدائے تعالیٰ کی ذات بے ہمتا جو سب کی خالق و مالک ہے اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے کہ من کل الوجوہ کوئی مخلوق چاہے وہ اشرف المخلوقات ہی کیوں نہ ہو اس کی جانشیں یعنی خلیفہ ہو سکے' پس نوع انسان کی خلافت الٰہیہ من وجہ تسلیم کرنی پڑے گی اور وہ بجز اس کے اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ جس طرح اللہ تعالیٰ تعالیٰ تمام موجودات' مخلوقات کا حقیقی حکمران اور شہنشاہ ہے اسی طرح زمین میں صرف نوع انسان ہی تمام دوسری مخلوقات پر بظاہر حکمراں نظر آتی ہے۔ اور ہر چیز اور ہر زمینی مخلوق سے اپنی فرمانبرداری انسان کرا لیتا ہے ہے پس ثابت ہوا کہ {اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً} میں خلیفہ سے مراد حکمراں ہے کچھ اور نہیں۔

ایک جگہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ {هُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَکُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ} (الانعام: ۶/ ۱۶۵) یہاں نوع انسان کی اس عام خلافت میں تخصیص موجود ہے' مدعا یہ ہے کہ تمہاری قوم کو حکمراں قوم بنایا' یعنی دوسری انسانی قومیں تمہاری محکوم ہیں اور تم حکمراں قوم ہو' یہاں بھی وہی خلیفہ کا لفظ موجود ہے جس کے معنی بجز حکمرانی کے اور کچھ نہیں' پھر ایک جگہ فرمایا کہ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ یہاں سیدنا داوٗد علیہ السلام کی حکومت و سلطنت کا ذکر ہے' یہاں بھی خلیفہ کا لفظ موجود ہے جس کے معنی بادشاہ یا سلطان کے سوا اور کچھ نہیں' سیدنا داوٗد علیہ السلام کی اسی حکومت و سلطنت کے متعلق دوسری جگہ فرمایا وَشَدَدْنَا مُلْکَهٗ (ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کیا) پھر خاص مسلمانوں اور بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی نسبت فرمایا {وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ} (النور ۲۴ :/ ۵۵) یعنی جس طرح زمین میں ہم نے دوسرے لوگوں کو حکمراں بنایا تھا اسی طرح تم میں سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطبین میں سے) جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے ان کو زمین میں حکمرانی عطا کی جائے گی۔

استحقاق خلافت:

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ بات بھی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ زمین پر حکومت و سلطنت یعنی خلافت کا عطا کرنا یا حکومت و سلطنت کا کسی سے چھین لینا خدائے تعالیٰ ہی کا خاص کام ہے' اگر چہ ہر ایک کام کا فاعل حقیقی خدائے تعالیٰ ہی ہے' لیکن اس نے خلافت و سلطنت کے عطا کرنے کا فاعل ہر جگہ اپنے آپ ہی کو ظاہر فرمایا ہے اور اس فعل کو استعارۃً بھی کسی دوسرے کی طرف نسبت نہیں کیا' ایک جگہ صاف طور پر فرمایا:

{قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ} (آل عمران :۳/۲۶)

اب دیکھنے اور غور کرنے کے قابل بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کن لوگوں کو خلافت یا حکومت عطا فرماتا ہے' یعنی جو لوگ خلافت حاصل کرتے ہیں ان کے امتیازی نشانات کیا ہیں آدم علیہ السلام یا بنی آدم کو جو زمینی مخلوقات پر حکمرانی حاصل ہے اس کا سبب قرآن کریم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم ہے {وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا} (البقرۃ ۲ :/۳۱) فرشتوں نے سفک دم اور فساد کو خلافت الٰہیہ کے منافی سمجھا اور خدائے تعالیٰ کی تحمید و تقدیس بیان کرنے کو خلافت کا استحقاق اور علامت قرار دیا۔

ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ نوع انسان کو محض وسعت علم ہی کے سبب تمام دوسری مخلوقات پر حکمرانی و فرمانروائی حاصل ہے اگر انسان کو دوسری مخلوقات پر فضیلت علم حاصل نہ ہو تو ہوا کا ایک جھونکا' پانی کی ایک لہر' درخت کا ایک پتہ اور جمادات کا ایک ذرہ انسان کو عاجز کر سکتا اور اس کو فنا کے گھاٹ اتار سکتا ہے' مگر علم کی بدولت شیر' ہاتھی' دریا' پہاڑ' ہوا' آگ' بجلی وغیرہ سب انسان کی خدمت گذاری و فرمانبرداری اور راحت رسانی پر مستعد اور غلاموں کی طرح فرماں بردار نظر آتے ہیں قرآن کریم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب طالوت کی بادشاہت پر لوگوں نے اعتراض کیا تو خدائے تعالے نے اپنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت معترضین کو جواب دیا کہ {اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ} (البقرۃ : ۲/ ۲۴۷) یعنی طالوت کو خدائے تعالیٰ نے بادشاہت کے لیے منتخب فرمالیا اور علم اور جسم میں وسعت عطا کی اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور حکومت عطا فرماتا ہے اور اللہ ہی صاحب وسعت اور صاحب علم ہے۔

سیدنا داؤد علیہ السلام کو حکومت و خلافت عطا فرما کر خدائے تعالیٰ نے حکم دیا کہ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

پھر ایک جگہ فرمایا:

{وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ} (یونس :۱۰/۱۳-۱۴)

قرآن کریم سے اسی قسم کی شاید سینکڑوں آیات تلاش کی جا سکتی ہیں' کہ خلیفہ سے مراد حکمران اور خلافت سے مراد سلطنت ہے اور سلطنت و حکمرانی کے لیے علم' عدل' اصلاح' قوت اور رفاہ خلائق کی شرطیں لازمی ہیں جن کی ہمیشہ بادشاہوں اور خلیفوں کو ضرورت رہی ہے اور بغیر ان شرائط و صفات کے کوئی بادشاہ یا کوئی سلطان اپنی بادشاہت اور سلطنت کو قائم نہیں رکھ سکتا' یہ تمام صفات حسنہ پیغمبروں اور رسولوں کی تعلیمات سے ہی

حاصل ہوسکتی ہیں، لیکن یہ لازمی نہیں ہے کہ ہر ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر ایک پیغمبر علیہ السلام بادشاہ بھی ضرور ہو، خلافت کے لیے اگر محض عبادت اور خدائے تعالیٰ کی تحمید وتقدیس کا بجالانا ہی ضروری ہوتا تو صرف پیغمبر علیہ السلام یا فرشتے ہی دنیا میں حکمراں نظر آتے اور ان کے سوا کسی کو سلطنت وحکمرانی میسر نہ آتی مگر مشاہدہ اس کی تردید کررہا ہے، پس نتیجہ اس تمام تحقیق کا یہ نکلا کہ خلافت درحقیقت حکمرانی وسلطنت ہے، نہ کچھ اور، خلیفہ یا بادشاہ خدائے تعالیٰ خود جس کو چاہتا ہے بناتا ہے اور جب کوئی حکمراں قوم من حیث القوم ظلم وفساد پر اتر آتی ہے تو اس سے خدائے تعالیٰ حکومت یا خلافت چھین لیتا ہے اور جس دوسری قوم کو چاہتا ہے عطا فرمادیتا ہے، کما قال تعالیٰ: قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ۔ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ۔ بِيَدِكَ الْخَيْرُ۔ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران 26) ترجمہ : کہدیجئے، اے اللہ! مُلک کے مالک! تو جسے چاہتا ہے سلطنت عطا فرماتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے، تمام بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے، بیشک تو ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔۔

اسلامی خلافت:

نوع انسان کی تمام ترقیات اور انسان کی تمام علمی و اخلاقی فضیلتیں درحقیقت نتیجہ ہیں تعلیمات انبیاء علیہ السلام کا، نبی دنیا میں کبھی بحیثیت معلم تشریف لائے ہیں، مثلاً سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور کبھی بحیثیت بادشاہ تشریف لائے ہیں مثلاً سیدنا داؤد علیہ السلام ' بادشاہ نبی کی شریعت بمقابلہ معلم نبی کی شریعت کے زیادہ کامل اور زیادہ عظیم الشان ہوا کرتی ہے، معلم نبی اپنی امت کے ہر فرد کی زندگی کے لیے ایک نمونہ پیش کرتا ہے، لیکن بادشاہ نبی علاوہ نمونہ پیش کرنے کے اس نمونہ پر لوگوں کو عامل بناجاتا ہے یعنی اپنی لائی ہوئی شریعت کو نافذ الفرمان قانون کا مرتبہ دے جاتا ہے۔

معلم نبی جب اپنا کام ختم کرکے اس دنیا سے جاتا ہے تو امر نبوت میں کوئی اس کا جانشیں نہیں ہوتا، نہ ہوسکتا ہے، کیونکہ نبی خدائے تعالیٰ سے حکم پاکر بندوں کو خبر پہنچاتا ہے یعنی اس پر وحی نازل ہوتی ہے، اب اگر اس کام میں کوئی اس کا جانشیں ہو تو اس پر وحی نازل ہونی چاہیے اور جو کام نبی کرتا تھا وہی وہ بھی کرے، اندریں صورت وہ جانشیں بجائے خود نبی کہلائے گا اور اس میں اور اس کے پیش رو میں کوئی فرق نہ ہوگا، پہلا نبی دنیا سے اسی وقت رخصت ہوتا ہے جب نبوت کے کام کو ختم کرجاتا ہے، پس اس کے لیے جانشیں یعنی دوسرے نبی کی مطلق ضرورت نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ جو نبی صرف معلم نبی تھے ان کا کوئی جانشیں نہیں سنا گیا، لیکن بادشاہ نبی چونکہ نبی ہونے کے علاوہ بادشاہ بھی ہوتے ہیں اس لیے ان کے فوت ہونے پر امر نبوت میں تو کوئی ان کا جانشیں نہیں ہوتا، لیکن امر سلطنت میں ضرور ان کا جانشیں ہوتا ہے، بادشاہ نبی کا جانشیں بادشاہ ہوتا ہے اور چونکہ اس نبی کا تربیت کردہ اور پورے طور پر تعلیم یافتہ ہوتا ہے لہذا اس کی سلطنت وحکومت کا نمونہ اور بہترین حکومت وسلطنت ہوتی ہے، یہ جانشین یا خلیفہ نبی کی لائی ہوئی شریعت میں ایک رتی برابر بھی تغیر وتبدل نہیں کرسکتا، کیونکہ امر نبوت یعنی شریعت کا کام تو نبی ختم کرگیا، اس خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ حکومت وسلطنت کا کام بالکل اپنے رسول کے نمونے پر چلائے، اسی لیے اس کی حکومت وسلطنت جو حکومتوں کا اعلیٰ نمونہ ہوتی ہے دوسری حکومتوں سے زیادہ اچھی اور بزرگ وقابل تکریم

حکومت سمجھی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کامل و مکمل اور آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کامل و مکمل ہدایت نامہ لے آئے تھے' لہٰذا بادشاہ نبی تھے' ان کی حکومت و بادشاہت دنیا کی تمام حکومتوں اور بادشاہتوں کے لیے قیامت تک بہترین نمونہ ہے' جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قیامت تک ہر انسان کے لیے بہترین نمونہ زندگی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے جانشیں یا خلیفہ کا ہونا ضروری تھا' چنانچہ امر سلطنت میں ان کے جانشیں ہوئے' ان جانشینوں میں جو لوگ براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت کردہ' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض یافتہ یعنی صحابہ رضی اللہ عنھم کرام تھے' وہ خلیفہ سلطنت تھے' وہ سلطنت و حکومت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت و سلطنت سے زیادہ مشابہ رکھنے کی قابلیت و اہلیت زیادہ رکھتے تھے' لہٰذا ان کی سلطنت و حکومت یعنی خلافت' خلافت راشدہ کے نام سے موسوم ہو گئی' اس کے بعد جوں جوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد ہوتا گیا خلافت کی حالت و حیثیت میں بھی فرق پیدا ہوتا گیا۔

مسئلہ خلافت میں اختلاف:

مسلمانوں میں بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہوئے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء رضی اللہ عنھم یعنی جانشینوں کے متعلق عجیب عجیب قسم کے اعتراضات کا ایک طومار باندھ دیا ہے اور کسی کو مجرم اور ظالم' اور کسی کو بے گناہ و مظلوم ٹھہرایا ہے' حالانکہ کسی انسان کو خلافت کے متعلق دم مارنے' یا اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل ہی نہیں ہے' خدائے تعالیٰ نے زمین کی بادشاہت اور خلافت کا کسی کو عطا کرنا یا کسی سے چھین لینا صرف اپنی ہی طرف منسوب رکھا ہے' بحسب ظاہر یا استعارہ کے طور پر بھی خلافت عطا کرنے یا خلافت چھین لینے کے کام کو کسی انسان کی طرف منسوب نہیں فرمایا' یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خلیفہ کے انتخاب' خلیفہ کے تعین و تقرر کی نسبت خود کوئی حکم نہیں دیا۔

قرآن کریم نے یہ بتایا کہ خلیفہ کو کیا کام کرنے چاہئیں' کن باتوں سے بچنا اور ڈرنا چاہیے یہ بھی بتا دیا کہ کون کون سے اعمال صالح ہیں جو مستحق خلافت بنا دیتے ہیں' لیکن یہ نہیں بتایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ یعنی ان کے بعد مسلمانوں پر حکمران کون شخص ہو گا' روزہ' نماز' حج' زکوۃ اور حقوق العباد و حقوق اللہ کی ذرا ذرا سی تفصیل بھی شریعت اسلام نے واضح اور مبرہن طریق پر بیان فرما دی' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کا تعین نہ فرمایا' اس میں یہی حکمت تھی کہ خدائے تعالیٰ جس کو چاہتا ہے خلافت عطا فرماتا ہے' اور وہی خود ایسے سامان مہیا فرما دیتا ہے کہ مستحق خلافت کو خلافت مل جائے' خلافت کے حاصل کرنے کا کام چونکہ انسانی کوششوں اور انسانی تدبیروں سے بالاتر ہے' لہٰذا خدائے تعالیٰ نے خود اپنے فعل سے بتا دیا کہ ان سب سے پہلے مسلمانوں میں کون مستحق خلافت تھا اور کون اس کے بعد لہٰذا اس مسئلہ میں لڑنا' جھگڑنا اور اعتراض کرنا بالکل فضول اور گویا خدائے تعالیٰ پر معترض ہونا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کس شخص کو خلیفہ بننا چاہیے تھا؟ اس کا جواب صاف ہے کہ اس کو جو خلیفہ بن سکا' اور یہ کہنا کہ جو خلیفہ بن گیا وہ خلیفہ بننے کا مستحق نہ تھا دوسرے لفظوں میں یہ کہنا ہے کہ خلیفہ خود خدائے تعالیٰ نہیں بناتا' یا یہ کہ اللہ تعالیٰ جس کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا اس کو نہیں بنا سکا

اور انسانی تدبیروں سے نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ تعالیٰ شکست کھا گیا۔
پس ان لوگوں کی حالت جو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر معترض ہیں اس شخص سے بہت مشابہ ہے جو کسی جج کی عدالت سے اپنے منشا کے خلاف فیصلہ سن کر کچہری سے نکلتا اور باہر آ کر جج کو برا بھلا کہتا ہے' لیکن جج پھر بھی جج ہے اور یہ مجرم' مجرم ہے' جج کا حکم اس ناراض ہونے والے شخص کو بڑبڑانے سے رک نہیں سکتا' اسی طرح خدائے تعالیٰ نے اپنا فیصلہ خلافت کے متعلق صادر فرما دیا اور جس کو خلیفہ بنانا چاہا اس کو خلیفہ بنا دیا' اب خدائی فیصلے کے خلاف اگر کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ {وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ}(البقرۃ : ۲/۲۴۷)

دینی خلافت اور دینوی سلطنت کا فرق

خلافت کے متعلق جو کچھ اوپر مذکور ہو چکا ہے اس سے یہ شبہ گذر سکتا ہے کہ خلافت محض بادشاہت اور سلطنت کا نام ہے تو ہر ایک بادشاہ کو خلیفہ کہا جا سکتا ہے' اور خلافت کو مذہب سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے' لیکن معلوم ہونا چاہیے کہ مسلمانوں میں خلیفہ صرف اس بادشاہ یا حکمران کو کہا جا سکتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کردہ حکومت وسلطنت کا وارث اور امر سلطنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین ہو اور اعمال دینیہ یعنی نماز' فتویٰ' قضا' عدالت' احتساب' جہاد وغیرہ کا مہتمم اور تکالیف شرعیہ پر عوام الناس کو آمادہ اور عمل کرنے کی ہدایت کرے' شریعت اسلام مصالح دینوی اور مصالح اخروی دونوں پر مشتمل ہے' ایک غیر مسلم اور دینوی بادشاہ کے ذریعے جو نوع انسان کی خدمت اور رفاہ عامہ کا کام انجام پذیر ہوتا ہے اس سے بدرجہا بہتر یہ کام خلیفہ یعنی احکام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق حکومت کرنے والے کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔
شریعت اسلام چونکہ اپنے پیرو کو ہر دینوی خوبی کا بھی وارث بناتی ہے' اس لیے وہ حکومت جو شرع اسلام کے موافق ہو گی بنی نوع انسانی کے لیے زیادہ مفید اور زیادہ اچھی حکومت ہو گی۔
شریعت اسلام یہ بھی چاہتی ہے کہ مسلمان بنی نوع انسان اسی حکومت وسلطنت کے ماتحت زندگی بسر کریں جو شریعت اسلام کے موافق قائم ہو' لہٰذا خلافت کو شریعت اسلام سے خصوصی تعلق ہے اور یہ کہنا کہ خلافت کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں سراسر غلط اور نادرست ہے' ایسی حکومت وسلطنت جو احکام شرع کے موافق قائم نہ ہو اور قہر وجبر نیز انسانی تدبیروں کی بنا پر اس کا قیام واستحکام ہو ہرگز بنی نوع انسان کے لیے اس قدر مفید و بابرکت ثابت نہیں ہو سکی جیسی کہ قانون شرع کے موافق قائم شدہ حکومت نوع انسان کے لیے موجب فلاح ثابت ہوئی ہے۔
پس ایسی حکومت جو قانون شرع کے موافق دنیا میں قائم رہی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی حکومت تھی اور دنیا میں اس سے پہلے یا اس کے بعد کوئی ایسی حکومت نظر نہیں آتی جو اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت سے بہتر اور بنی نوع انسان کے لیے زیادہ مفید ثابت کی جا سکے' اسی حکومت وسلطنت کا نام خلافت راشدہ ہے' اس کے بعد اگرچہ خلافت کے نام سے حکومت اسلامی کا سلسلہ آج تک قائم ہے مگر اس میں تھوڑا یا بہت دینوی سلاطین کا طرز و انداز شامل ہوتا رہا ہے اور اسی نسبت سے شرعی

حکومت اور قانون شرع کا رنگ ہلکا ہوتا رہا۔

کسی قوم قبیلہ یا خاندان سے خلافت کا تعلق :

قرآن کریم میں صاف طور پر ارشاد الٰہی ہے کہ۔ :

{يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَا كُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنَا كُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ} (الحجرات :۴۹/۱۳)

(اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے اس لیے بنائے کہ ایک دوسرے کی تمیز ہو سکے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں بہت بزرگ وہ ہے جو بہت متقی ہے اللہ خوب جاننے والا اور خبردار ہے)

اسلام نے دنیا میں لوگوں کے خاندانی مفاخر اور قومی بڑائیوں اور فضیلتوں کو مٹا کر ایک ہی قوم بنانی چاہی ہے {اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ} (الحجرات ۴۹ :/۱۰) فرما کر تمام برادریوں کی ایک برادری اور تمام قوموں کی ایک قوم بنادی ہے اور اس قوم کا نام مسلمان یا مومن قوم ہے۔

ساری دنیا میں قومیں اور خاندان تعلیم اسلام کے موافق اگر ہو سکتے ہیں تو دو ہی ہو سکتے ہیں ایک مومن و مسلم دوسرے کافر و مشرک توحید کے دائرہ میں داخل ہو کر تفریق قومی بے حقیقت سی ہو جاتی ہے قوموں اور قبیلوں کی تفریق اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی کہ ہم ایک دوسرے میں تمیز کرنے اور ایک دوسرے کا پتہ دینے میں سہولت بہم پہنچا سکتے ہیں اور بس عزت و تکریم اور حکومت و برتری خدائے تعالیٰ کی جانب سے ہمیشہ مستحق عزت اور مستحق تکریم لوگوں کو عطا ہوا کرتی ہے خواہ وہ کسی قبیلہ اور کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں استحقاق تکریم کے لیے تقوی اور ایمان شرط ہے حکومت و خلافت کے لیے بھی خدائے تعالیٰ نے علم صحت و قوت جسمانی (کیونکہ صحیح عقل ہمیشہ صحیح جسموں میں ہوتی ہے تقوی عدل اصلاح وغیرہ شرائط کو ضروری قرار دیا ہے کسی قوم قبیلے کی شرط ہر گز نہیں لگائی۔

اسلام نے انصار کو مہاجرین کا بھائی بنادیا اسلام نے ابو جہل جیسے قریش کو باشندگان مدینہ کے نوجوانوں کا مقتول بنایا اسلام نے بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اشراف عرب پر فضیلت دی اسلام نے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سردار بنادیا اسلام نے بادشاہ اور غلام کو پہلو بہ پہلو ایک صف میں کھڑا کیا۔

اسلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرایا کہ اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ سے بھی خدانخواستہ چوری کا ارتکاب ہوگا اس کا ہاتھ بالکل اسی طرح کاٹا جائے گا جس طرح کسی دوسری چور عورت کا۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّتْهُمُ الْمَرْأَةُ الْمَخْزُومِيَّةُ الَّتِي سَرَقَتْ فَقَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ إِلَّا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ ثُمَّ قَامَ فَخَطَبَ قَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا ضَلَّ مَنْ قَبْلَكُمْ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا سَرَقَ الشَّرِيفُ تَرَكُوهُ وَإِذَا سَرَقَ الضَّعِيفُ

فِيهِمْ أَقَامُوا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَايْمُ اللَّهِ لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَرَقَتْ لَقَطَعَ مُحَمَّدٌ يَدَهَا (صحیح البخاری 6788)

اسلام ہی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرایا کہ لوگو! اگر تمہارے اوپر کوئی اونیٰ حبشی غلام بھی حکمران یعنی خلیفہ ہو جائے تو تم اس کی فرمانبرداری کرؤ اسلام ہی نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اپنی زندگی کی آخری ساعتوں میں یہ کہلوایا کہ اگر آج ابوحذیفہ کا غلام سالم زندہ ہوتا تو میں اس کو اپنا جانشیں بنا دیتا۔

غرض یہ کہ اسلام نے خاندانی اور نسبی مفاخر کے بت کو پاش پاش اور ریزہ ریزہ کر دیا' یہ نہایت ہی عظیم اور گراں قدر خدمت تھی جو اسلام نے بنی نوع انسان کے لیے انجام دی' اور آج اسلام کو دنیا کے تمام مذاہب اور قوانین پر فخر حاصل ہے کہ کسی سے بھی خاندانی فخر و تکبر کا مہیب بت اپنی جگہ سے نہ ہلایا گیا' لیکن اسلام نے اس کو ریزہ ریزہ کر کے اس کا غبار ہوا میں اڑا دیا۔

کس قدر حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ آج بہت سے مسلمان جو اسلام اور آئین اسلام کی پابندی کا دعوی کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ اسلام نے حکم دیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اور منشاء تھا کہ خلافت صرف قبائل قریش یا قبیلہ بنو ہاشم یا سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اولاد علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مخصوص و مختص رہے اور دوسرے قبیلے کا کوئی شخص کسی حالت میں بھی خلافت کا مستحق نہ ہو سکے' اگر ایسا ہوتا تو سب سے پہلے خدائے تعالیٰ قرآن مجید میں اس کی صاف طور پر ہدایت فرماتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے متعلق صاف صاف احکام صادر فرما جاتے' اگر یہ کہا جائے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے احکام نازل فرما دیئے تھے اور وہ احکام چالاکی سے غاصبان خلافت نے چھپا لیے تھے تو پھر خدائے تعالیٰ نعوذ باللہ جھوٹا ٹھہرتا ہے جس نے وعدہ فرمایا تھا کہ {إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ} (الحجر ۱۵: /۹) اور نعوذ باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرض تبلیغ کو ہرگز ہرگز پورے طور پر انجام نہیں دیا کہ حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی اپنے جانشیں اور خلافت کے بنو ہاشم میں مخصوص طور پر رہنے کی نسبت کچھ نہ فرمایا' حالانکہ اس خطبہ کے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریباً سوا لاکھ آدمیوں کے مجمع میں اپنی تبلیغ کے مکمل کر دینے کا اعلان فرما دیا اور لوگوں سے اس کی تصدیق چاہی' پھر مرض الموت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا ذرا سی باتوں کے متعلق بھی جن کو ضروری سمجھا وصیت فرمائی' اگر کسی کا ایک درہم یا دینار آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرض تھا تو اس کو ادا فرمایا' لیکن خلافت کے متعلق اس عظیم الشان قرضہ خلافت کو ادا نہ فرمایا!

بات وہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ خلیفہ بنانے کا کام خدائے تعالیٰ کا ہے اور اس کام کے لیے اس نے نبی کو مطلق تکلیف نہیں دی' ہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائے تعالیٰ سے علم پا کر اس بات کو ضرور معلوم کر لیا تھا کہ میرے بعد خدائے تعالیٰ کس کو خلیفہ بنانے والا ہے' اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نمازوں کی امامت کے لیے اپنا قائم مقام بنایا اور وصیت میں مہاجرین کو فرمایا کہ تم انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ مہاجرین سے انصار کی اس طرح سفارش کرنا دلیل اس امر کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہو چکا تھا کہ میرے بعد خلافت انصار کو نہیں بلکہ مہاجرین کو ملنے والی،

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَبُو عَلِيٍّ حَدَّثَنَا شَاذَانُ أَخُو عَبْدَانَ حَدَّثَنَا أَبِي أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ بْنُ الْحَجَّاجِ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ

سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ مَرَّ أَبُو بَكْرٍ وَالْعَبَّاسُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا بِمَجْلِسٍ مِنْ مَجَالِسِ الْأَنْصَارِ وَهُمْ يَبْكُونَ فَقَالَ مَا يُبْكِيكُمْ قَالُوا ذَكَرْنَا مَجْلِسَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَّا فَدَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ بِذَلِكَ قَالَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ عَصَبَ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ قَالَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ وَلَمْ يَصْعَدْهُ بَعْدَ ذَلِكَ الْيَوْمِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أُوصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ فَإِنَّهُمْ كَرِشِي وَعَيْبَتِي وَقَدْ قَضَوْا الَّذِي عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِي لَهُمْ فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ (بخاری 3799)

مجھ سے ابوعلی محمد بن یحییٰ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدان کے بھائی شاذان نے بیان کیا، کہا مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا، ہمیں شعبہ بن حجاج نے خبر دی، ان سے ہشام بن زید نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما انصار کی ایک مجلس سے گزرے، دیکھا کہ تمام اہل مجلس رو رہے ہیں، پوچھا آپ لوگ کیوں رو رہے ہیں؟ مجلس والوں نے کہا کہ ابھی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کو یاد کر رہے تھے جس میں ہم بیٹھا کرتے تھے (یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات کا واقعہ ہے) اس کے بعد یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو واقعہ کی اطلاع دی، بیان کیا کہ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے، سر مبارک پر کپڑے کی پٹی بندھی ہوئی تھی، راوی نے بیان کیا کہ پھر آپ منبر پر تشریف لائے اور اس کے بعد پھر کبھی منبر پر آپ تشریف نہ لا سکے، آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ میرے جسم و جان ہیں، انہوں نے اپنی تمام ذمہ داریاں پوری کی ہیں لیکن اس کا بدلہ جو انہیں ملنا چاہیے تھا، وہ ملنا ابھی باقی ہے، اس لیے تم لوگ بھی ان کے نیک لوگوں کی نیکیوں کی قدر کرنا اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرتے رہنا۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ مِلْحَفَةٌ مُتَعَطِّفًا بِهَا عَلَى مَنْكِبَيْهِ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ حَتَّى جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ فَإِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُونَ وَتَقِلُّ الْأَنْصَارُ حَتَّى يَكُونُوا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ أَمْرًا يَضُرُّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعُهُ فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ (صحیح بخاری -حدیث 3800)

ہم سے احمد بن یعقوب نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابن غسیل نے بیان کیا، انہوں نے کہا میں نے عکرمہ سے سنا، کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں شانوں پر چادر اوڑھے ہوئے تھے، اور (سر مبارک پر) ایک سیاہ پٹی (بندھی ہوئی تھی) آپ منبر پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اما بعد اے لوگو! دوسروں کی تو بہت کثرت ہو جائے گی لیکن انصار کم ہو جائیں گے اور وہ ایسے ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک ہوتا ہے، پس تم میں سے جو شخص بھی کسی ایسے محکمہ میں حاکم ہو جس کے ذریعہ کسی کو نقصان و نفع پہنچا سکتا ہو تو اسے انصار کے نیکوکاروں کی پذیرائی کرنی چاہیے۔ اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرنا چاہیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذلك' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خدائے تعالیٰ سے علم پا کر یہ بھی معلوم کیا الائمۃ من قریش (امام قریش میں سے ہوں گے)
یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش آئندہ واقعات کے متعلق پیش گوئیاں تھیں احکام نہ تھے، اب اگر کوئی شخص الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذلک (میرے بعد خلافت تیس سال رہے گی پھر سلطنت ہو جائے گی) کو حکم قرار دے تو ظاہر ہے کہ یہ ایک مغالطہ ہوگا جو وہ لوگوں کو دینا چاہتا ہے نہ کہ اصل حقیقت، بالکل یہی کیفیت الائمۃ من قریش کی ہے، اس میں کیا شک وشبہ ہے کہ اس زمانہ میں قریش ہی کے اندر اعلیٰ قسم کا دماغ اور اعلیٰ درجہ کا علم وتقوی موجود تھا اور ان صفات حسنہ میں ان کو دوسروں پر فضیلت تھی اور خدائے تعالیٰ نے ان کو خلافت کے لیے منتخب فرمایا، پھر جب ان کی وہ حالت نہ رہی تو دوسرے لوگوں میں سے جو منصب خلافت کے متعلق بہترین معلوم ہوتے خدائے تعالیٰ نے ان کو خلافت وحکومت عطا فرمائی۔
بہر حال خلافت یا حکومت وسلطنت کسی خاندان کے لیے مخصوص نہیں ہے، یہ خدائے تعالیٰ کا ایک انعام ہے اور ہمیشہ ان لوگوں کو ملتا ہے جو اپنے آپ کو اس کا اہل ثابت کریں، جب وہ نااہل اور نالائق ہو جاتے ہیں تو خدائے تعالیٰ ان سے اس انعام کو چھین لیتا اور دوسروں کو عطا فرما دیتا ہے، اور یہی الٰہی انصاف سے ہم کو توقع ہونی چاہیے تھی۔
مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر معارف القرآن میں وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً کے تحت فرماتے ہیں؛

خلافت ارض کا مسئلہ:

زمین کا انتظام اور اس میں خدا کا قانون نافذ کرنے کے لیے اس کی طرف سے کسی نائب کا مقرر ہونا جو ان آیات سے معلوم ہوا اس سے دستور مملکت اہم باب نکل آیا کہ اقتدار اعلیٰ تمام کائنات اور پوری زمین پر صرف اللہ تعالیٰ کا ہے جیسا کہ قرآن مجید کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ (٦: ٥٧) اور لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (٢: ١٠٧) اور أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ (٧: ٥٤) وغیرہ زمین کے انتظام کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نائب آتے ہیں جو باذن خداوندی زمین پر سیاست وحکومت اور بندگان خدا تعالیٰ کی تعلیم وتربیت کا کام کرتے اور احکام الہیہ کو نافذ کرتے ہیں اس خلیفہ ونائب کا تقرر بلا واسطہ خود حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اس میں کسی کے کسب وعمل کا کوئی دخل نہیں اسی لیے پوری امت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ نبوت کسبی چیز نہیں جس کو کوئی اپنی سعی وعمل سے حاصل کر سکے بلکہ حق تعالیٰ ہی خود اپنے علم وحکمت کے تقاضے سے خاص خاص افراد کو اس کام کے لیے چن لیتے ہیں جن کو اپنا نبی ورسول یا خلیفہ ونائب قرار دیتے ہیں قرآن حکیم نے جگہ جگہ اس کا اظہار فرمایا ہے ارشاد ہے،
اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ إِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ (٢٢: ٧٥) اللہ تعالیٰ انتخاب کر لیتا ہے فرشتوں میں سے اپنے رسول کو اور انسانوں میں سے بیشک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے،
نیز ارشاد ہے:
اَللّٰهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (٦: ١٢٤) اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں کہ اپنی رسالت کس کو عطا فرماویں،

یہ خلیفۃ اللہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے اس کے احکام معلوم کرتے اور پھر ان کو دنیا میں نافذ کرتے ہیں یہ سلسلہ خلافت و نیابت الٰہیہ کا آدم (علیہ السلام) سے شروع ہو کر خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تک ایک ہی انداز میں چلتا رہا یہاں تک کہ حضرت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس زمین پر اللہ تعالیٰ کے آخری خلیفہ ہو کر بہت ہی اہم خصوصیات کے ساتھ تشریف لائے،

ایک خصوصیت یہ تھی کہ آپ سے قبل انبیاء خاص خاص قوموں یا ملکوں کے طرف مبعوث ہوتے تھے ان کا حلقہ حکومت اختیار انہی قوموں اور ملکوں میں محدود ہوتا تھا ابراہیم (علیہ السلام) ایک قوم کی طرف لوط (علیہ السلام) دوسری قوم کی طرف مبعوث ہوئے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) اوران کے درمیان آنے والے انبیاء بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے،

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زمین میں اللہ کے آخری خلیفہ ہیں اور آپ کی خصوصیات:

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پورے عالم اوراس کی دونوں قوم جنات وانسان کی طرف بھیجا گیا آپ کو اختیار و اقتدار پوری دنیا کی دونوں قوموں پر حاوی فرمایا گیا قرآن کریم نے آپ کی بعثت ونبوت کے عام ہونے کا اعلان اس آیت میں فرمایا:

قُلْ يَآيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۷ : ۱۵۸) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ وہ ذات جس کے قبضہ میں ہے ملک آسمانوں اور زمین کا:

اور صحیح مسلم کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے تمام انبیاء (علیہم السلام) پر چھ چیزوں میں خاص فضیلت بخشی گئی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کو تمام عالم کا نبی رسول بنا کر بھیجا گیا،

دوسری خصوصیت خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ ہے کہ پچھلے انبیاء کی خلافت ونیابت جس طرح خاص خاص ملکوں اور قوموں میں محدود ہوتی تھی اسی طرح ایک خاص زمانے کے لیے مخصوص ہوتی تھی اس کے بعد دوسرا رسول آجاتا تو پہلے رسول کی خلافت ونیابت ختم ہو کر آنے والے رسول کی خلافت قائم ہو جاتی تھی، ہمارے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حق تعالیٰ نے خاتم الانبیاء بنادیا کہ آپ کی خلافت ونیابت قیامت تک قائم رہے گی اس کا زمانہ بھی کوئی مخصوص زمانہ نہیں بلکہ جب تک زمین وآسمان قائم اور زمانہ کا وجود ہے وہ بھی قائم ہے،

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ پچھلے انبیاء (علیہم السلام) کی تعلیمات وشریعت ایک زمانہ تک محفوظ رہتی اور چلتی تھی رفتہ رفتہ اس میں تحریفات ہوتے ہوئے وہ کالعدم ہوجاتی تھیں اس وقت کوئی دوسرا رسول اور دوسری شریعت بھیجی جاتی تھی،

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۵ :۹) ہم نے ہی قرآن نازل فرمایا اور ہم اس کے محافظ ہیں،

اسی طرح آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تعلیمات وارشادات جن کو حدیث کہا جاتا ہے اس کی حفاظت کا بھی اللہ تعالیٰ نے ایک خاص انتظام فرمادیا کہ قیامت تک آپ کی تعلیمات اور ارشادات کو جان سے زیادہ عزیز سمجھنے والی ایک جماعت باقی رہے گی جو آپ کے علوم و معارف اور آپ کے شرعی احکام صحیح صحیح لوگوں کو پہنچاتی رہے گی کوئی اس جماعت کو مٹا نہ سکے گا اللہ تعالیٰ کی تائید غیبی ان کے ساتھ رہے گی،

خلاصہ یہ ہے کہ پچھلے انبیاء (علیہم السلام) کی کتابیں اور صحیفے سب مسخ ومحرف ہوجاتے اور بالآخر دنیا سے گم ہوجاتے یا غلط سلط باقی رہتے تھے

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی لائی ہوئی کتاب قرآن اور آپ کی بتلائی ہوئی ہدایات حدیث سب کی سب اپنے خدوخال کے ساتھ قیامت تک موجود ومحفوظ رہیں گی اسی لیے اس زمین پر آپ کے بعد نہ کسی نئے نبی اور رسول کی ضرورت ہے نہ کسی اور خلیفۃ اللہ کی گنجائش،

چوتھی خصوصیت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ ہے کہ پچھلے انبیاء (علیہم السلام) کی خلافت ونیابت جو محدود وزمانہ کے لیے ہوتی تھی ہر نبی ورسول کے بعد دوسرا رسول منجانب اللہ مقرر ہوتا اور نیابت کا کام سنبھالتا تھا،

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد نظام خلافت:

خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا زمانہ خلافت ونیابت تا قیامت ہے اس لیے قیامت تک آپ ہی اس زمین میں خلیفۃ اللہ ہیں آپ کی وفات کے بعد نظام عالم کیلئے جو نائب ہوگا وہ خلیفۃ الرسول اور آپ کا نائب ہوگا صحیح بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا،

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی کلفه نبی وانه لانبی بعدی وسیکون خلفاء فیکثرون

: بنی اسرائیل کی سیاست وحکومت ان کے انبیاء کرتے تھے ایک نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی آجاتا اور خبر دار رہو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہاں میرے خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے،

پانچویں خصوصیت آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ ہے کہ آپ کے بعد آپ کی امت کے مجموعے کو اللہ تعالیٰ نے وہ مقام عطا فرمایا جو انبیاء (علیہم السلام) کا ہوتا ہے یعنی امت کے مجموعے کو معصوم قرار دے دیا کہ آپ کی پوری امت کبھی گمراہی اور غلطی پر جمع نہ ہوگی یہ پوری امت جس مسئلہ پر اجماع واتفاق کرے وہ حکم خداوندی کا مظہر سمجھا جائے گا اسی لیے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد اسلام میں تیسری حجت اجماع امت قرار دی گئی ہے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد ہے، لن تجتمع امتی علی الضلالة میری امت کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی،

اس کی مزید تفصیل اس حدیث سے معلوم ہوجاتی ہے جس میں یہ ارشاد ہے کہ میری امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی دنیا کتنی ہی بدل جائے حق کتنا ہی مضمحل ہوجائے مگر ایک جماعت حق کی حمایت ہمیشہ کرتی رہے گی اور انجام کار وہی غالب رہی گی،

اس سے بھی واضح ہوگیا کہ پوری امت کبھی گمراہی اور غلطی پر جمع نہ ہوگی اور جب کہ امت کا مجموعہ معصوم قرار دیا گیا تو خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انتخاب بھی اسی کے سپرد کردیا گیا اور خاتم الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد نیابت زمین اور نظم حکومت کے لیے انتخاب کا طریقہ مشروع ہوگیا یہ امت جسے خلافت کے لیے منتخب کردے وہ خلیفہ رسول کی حیثیت سے نظام عالم کا واحد ذمہ دار ہوگا اور خلیفہ سارے عالم کا ایک ہی ہوسکتا ہے،

خلفائے راشدین کے آخری عہد تک یہ سلسلہ خلافت صحیح اصول پر چلتا رہا اور اسی لیے ان کے فیصلے صرف دینی اور ہنگامی فیصلوں کی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ایک محکم دستاویز اور ایک درجہ میں امت کے لیے حجت مانے جاتے ہیں کیونکہ خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کے متعلق فرمایا،

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین؛

میری سنت کو لازم پکڑو اور خلفائے راشدین کی سنت کو:

خلافت راشدہ کے بعد:

خلافت راشدہ کے بعد کچھ طوائف الملوکی کا آغاز ہوا مختلف خطوں میں مختلف امیر بنائے گئے ان میں سے کوئی بھی خلیفہ کہلانے کا مستحق نہیں ہاں کسی ملک یا قوم کا امیر خاص کہا جاسکتا ہے اور جب پوری دنیا کے مسلمانوں کا اجتماع کسی ایک فرد پر متعذر ہوگیا اور ہر ملک ہر قوم کا علیحدہ علیحدہ امیر بنانے کی رسم چل گئی تو مسلمانوں نے اس کا تقرر اسی اسلامی نظریہ کے تحت جاری رکھا کہ ملک کے مسلمانوں کی اکثریت جس کو امیر منتخب کرے وہی اس ملک کا امیر اور اولو الامر کہلائے قرآن مجید کے ارشاد وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (۴۲: ۳۷)

مغربی جمہوریت اور اسلامی شورائیت میں فرق:

اسمبلیاں اسی طرز عمل کا ایک نمونہ ہیں فرق اتنا ہے کہ عام جمہوری ملکوں کی اسمبلیاں اور ان کے ممبران بالکل آزاد و خود مختار ہیں محض اپنی رائے سے جو چاہیں اچھا یا برا قانون بنا سکتے ہیں اسلامی اسمبلی اور اس کے ممبران اور منتخب کردہ امیر سب اس اصول و قانون کے پابند ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ذریعہ ان کو ملا ہے اس اسمبلی یا مجلس شوریٰ کی ممبری کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں اور جس شخص کو یہ منتخب کریں اس کے لیے بھی کچھ حدود و قیود ہیں پھر ان کی قانون سازی بھی قرآن و سنت کے بیان کردہ اصول کے دائرہ میں ہوسکتی ہے اس کے خلاف کوئی قانون بنانے کا ان کو اختیار نہیں،

آیت مذکورہ سے دستور مملکت کی چند اہم دفعات کا ثبوت:

اول یہ کہ آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے تنفیذ کے لیے اس کا نائب و خلیفہ اس کا رسول ہوتا ہے اور ضمنی طور پر یہ بھی واضح ہوگیا کہ خلافت الہیہ کا سلسلہ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ختم ہوگیا تو اب خلافت رسول کا سلسلہ اس کے قائم مقام ہوا اور اس خلیفہ کا تقرر ملت کے انتخاب سے قرار پایا۔

شیخ قرطبیؒ فرماتے ہیں؛

الثَّالِثَةُ :قَوْلُهُ تَعَالَى: "إِنِّي جاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً" "جَاعِلٌ" هُنَا بِمَعْنَى خَالِقٌ، ذَكَرَهُ الطَّبَرِيُّ عَنْ أَبِي رَوْقٍ، وَيَقْضِي بِذَلِكَ تَعَدِّيهَا إِلَى مَفْعُولٍ وَاحِدٍ، وَقَدْ تَقَدَّمَ. وَالْأَرْضُ قِيلَ إِنَّهَا مَكَّةُ. رَوَى ابْنُ سَابِطٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :(دُحِيَتِ الْأَرْضُ مِنْ مَكَّةَ) وَلِذَلِكَ سُمِّيَتْ أُمَّ الْقُرَى، قَالَ :وَقَبْرُ نُوحٍ وَهُودٍ وَصَالِحٍ وَشُعَيْبٍ بَيْنَ زَمْزَمَ وَالرُّكْنِ والمقام. و "خَلِيفَةً" يَكُونُ بِمَعْنَى فَاعِلٍ، أَيْ يَخْلُفُ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ فِي الْأَرْضِ، أَوْ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مِنْ غَيْرِ الْمَلَائِكَةِ عَلَى مَا رُوِيَ. وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ "خَلِيفَةً" بِمَعْنَى مَفْعُولٍ أَيْ مُخْلَفٍ، كَمَا يُقَالُ: ذَبِيحَةٌ بِمَعْنَى مَفْعُولَةٍ. وَالْخَلَفُ (بِالتَّحْرِيكِ) مِنَ الصَّالِحِينَ، وَبِتَسْكِينِهَا مِنَ الطَّالِحِينَ، هَذَا هُوَ الْمَعْرُوفُ، وَسَيَأْتِي لَهُ مَزِيدُ بَيَانٍ فِي "الْأَعْرَافِ «1» " إِنْ شَاءَ اللَّهُ. وَ "خَلِيفَةً" بِالْفَاءِ قِرَاءَةُ الْجَمَاعَةِ، إِلَّا مَا رُوِيَ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَلِيٍّ فَإِنَّهُ

قَرَأَ" خَلِيقَةً" بِالْقَافِ. وَالْمَعْنِيُّ بِالْخَلِيفَةِ هُنَا -فِي قَوْلِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَجَمِيعِ أَهْلِ التَّأْوِيلِ- آدَمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَهُوَ خَلِيفَةُ اللَّهِ فِي إِمْضَاءِ أَحْكَامِهِ وَأَوَامِرِهِ، لِأَنَّهُ أَوَّلُ رَسُولٍ إِلَى الْأَرْضِ، كَمَا فِي حَدِيثِ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ انبيا كَانَ مُرْسَلًا؟ قَالَ: (نَعَمْ) الْحَدِيثَ وَيُقَالُ: لِمَنْ كان رسولا ولم يكن فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ؟ فَيُقَالُ: كَانَ رَسُولًا إِلَى وَلَدِهِ، وَكَانُوا أَرْبَعِينَ وَلَدًا فِي عِشْرِينَ بَطْنًا فِي كُلِّ بَطْنٍ ذَكَرٌ وَأُنْثَى، وَتَوَالَدُوا حَتَّى كَثُرُوا، كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: " خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ واحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْها زَوْجَها وَبَثَّ مِنْهُما رِجالًا كَثِيراً وَنِساءً «1» " [النساء 1 :]. وَأَنْزَلَ عَلَيْهِمْ تَحْرِيمَ الْمَيْتَةِ وَالدَّمِ وَلَحْمِ الْخِنْزِيرِ. وَعَاشَ تِسْعَمِائَةٍ وَثَلَاثِينَ سَنَةً، هَكَذَا ذَكَرَ أَهْلُ التَّوْرَاةِ. وَرُوِيَ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ أَنَّهُ عَاشَ أَلْفَ سَنَةٍ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ. الرَّابِعَةُ- هَذِهِ الْآيَةُ أَصْلٌ فِي نَصْبِ إِمَامٍ وَخَلِيفَةٍ يُسْمَعُ لَهُ وَيُطَاعُ، لِتَجْتَمِعَ بِهِ الْكَلِمَةُ، وَتَنْفُذَ بِهِ أَحْكَامُ الْخَلِيفَةِ. وَلَا خِلَافَ فِي وُجُوبِ ذَلِكَ بَيْنَ الْأُمَّةِ وَلَا بَيْنَ الْأَئِمَّةِ إِلَّا مَا رُوِيَ عَنِ الْأَصَمِّ حَيْثُ كَانَ عَنِ الشَّرِيعَةِ أَصَمَّ، وَكَذَلِكَ كُلُّ مَنْ قَالَ بِقَوْلِهِ وَاتَّبَعَهُ عَلَى رَأْيِهِ وَمَذْهَبِهِ، قَالَ: إِنَّهَا غَيْرُ وَاجِبَةٍ فِي الدِّينِ بَلْ يَسُوغُ ذَلِكَ، وَأَنَّ الْأُمَّةَ متى أقاموا حجهم وَجِهَادَهُمْ، وَتَنَاصَفُوا فِيمَا بَيْنَهُمْ، وَبَذَلُوا الْحَقَّ مِنْ أَنْفُسِهِمْ، وَقَسَمُوا الْغَنَائِمَ وَالْفَيْءَ وَالصَّدَقَاتِ عَلَى أَهْلِهَا، وَأَقَامُوا الْحُدُودَ عَلَى مَنْ وَجَبَتْ عَلَيْهِ، أَجْزَأَهُمْ ذَلِكَ، وَلَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ أَنْ يُنَصِّبُوا إِمَامًا يَتَوَلَّى ذَلِكَ. وَدَلِيلُنَا قَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى: " إِنِّي جاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً " [البقرة 30 :]، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: " يَا داوُدُ إِنَّا جَعَلْناكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ " [ص 26 :]، وَقَالَ: " وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ " [النور 55 :] أَيْ يَجْعَلُ مِنْهُمْ خُلَفَاءَ، إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِنَ الْآيِ. وَأَجْمَعَتِ الصَّحَابَةُ عَلَى تَقْدِيمِ الصِّدِّيقِ بَعْدَ اخْتِلَافٍ وَقَعَ بَيْنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فِي التَّعْيِينِ، حَتَّى قَالَتِ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ، فَدَفَعَهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَالْمُهَاجِرُونَ عَنْ ذَلِكَ، وَقَالُوا لَهُمْ: إِنَّ الْعَرَبَ لَا تَدِينُ إِلَّا لِهَذَا الْحَيِّ مِنْ قُرَيْشٍ، وَرَوَوْا لَهُمُ الْخَبَرَ فِي ذَلِكَ، فَرَجَعُوا وَأَطَاعُوا لِقُرَيْشٍ. فَلَوْ كَانَ فَرْضُ الْإِمَامَةِ غَيْرَ وَاجِبٍ لَا فِي قُرَيْشٍ وَلَا فِي غَيْرِهِمْ لَمَا سَاغَتْ هَذِهِ الْمُنَاظَرَةُ وَالْمُحَاوَرَةُ عَلَيْهَا، وَلَقَالَ قَائِلٌ: إِنَّهَا لَيْسَتْ بِوَاجِبَةٍ لَا فِي قُرَيْشٍ وَلَا فِي غَيْرِهِمْ، فَمَا لِتَنَازُعِكُمْ وَجْهٌ وَلَا فَائِدَةٌ فِي أَمْرٍ لَيْسَ بِوَاجِبٍ. ثُمَّ إِنَّ الصِّدِّيقَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ عَهِدَ إِلَى عُمَرَ فِي الْإِمَامَةِ، وَلَمْ يقل له أحد هذا أمر غير واجب عَلَيْنَا وَلَا عَلَيْكَ، فَدَلَّ عَلَى وُجُوبِهَا وَأَنَّهَا رُكْنٌ مِنْ أَرْكَانِ الدِّينِ الَّذِي بِهِ قِوَامُ الْمُسْلِمِينَ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. وَقَالَتِ الرَّافِضَةُ: يَجِبُ نَصْبُهُ عَقْلًا، وَإِنَّ السَّمْعَ إِنَّمَا وَرَدَ عَلَى جِهَةِ التَّأْكِيدِ لِقَضِيَّةِ الْعَقْلِ، فَأَمَّا مَعْرِفَةُ الْإِمَامِ فَإِنَّ ذَلِكَ مُدْرَكٌ مِنْ جِهَةِ السَّمْعِ دُونَ الْعَقْلِ. وَهَذَا فَاسِدٌ، لِأَنَّ الْعَقْلَ لَا يُوجِبُ وَلَا يَحْظُرُ وَلَا يُقَبِّحُ وَلَا يُحَسِّنُ، وَإِذَا كَانَ كَذَلِكَ ثَبَتَ أَنَّهَا وَاجِبَةٌ مِنْ جِهَةِ الشَّرْعِ لَا مِنْ جِهَةِ الْعَقْلِ، وَهَذَا وَاضِحٌ. فَإِنْ قِيلَ وَهِيَ: الْخَامِسَةُ- إِذَا سلم أن طريق وجوب الامامة السمع، فخبرونا هَلْ يَجِبُ مِنْ جِهَةِ السَّمْعِ بِالنَّصِّ عَلَى الْإِمَامِ مِنْ جِهَةِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَمْ مِنْ جِهَةِ اخْتِيَارِ أَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ لَهُ، أَمْ بِكَمَالِ خِصَالِ الْأَئِمَّةِ فِيهِ، وَدُعَاؤُهُ مَعَ ذَلِكَ إِلَى نَفْسِهِ كَافٍ فِيهِ؟ فَالْجَوَابُ أَنْ يُقَالَ: اخْتَلَفَ النَّاسُ فِي هَذَا الْبَابِ، فَذَهَبَتِ الْإِمَامِيَّةُ وَغَيْرُهَا إِلَى أَنَّ الطَّرِيقَ الَّذِي يُعْرَفُ بِهِ الْإِمَامُ هُوَ النَّصُّ مِنَ

الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَا مَدْخَلَ لِلِاخْتِيَارِ فِيهِ. وَعِنْدَنَا: النَّظَرُ طَرِيقٌ إِلَى مَعْرِفَةِ الْإِمَامِ، وَإِجْمَاعُ أَهْلِ الِاجْتِهَادِ طَرِيقٌ أَيْضًا إِلَيْهِ، وَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ قَالُوا لَا طَرِيقَ إِلَيْهِ إِلَّا النَّصَّ بَنَوْهُ عَلَى أَصْلِهِمْ أَنَّ الْقِيَاسَ وَالرَّأْيَ وَالِاجْتِهَادَ بَاطِلٌ لا يعرف به شي أَصْلًا، وَأَبْطَلُوا الْقِيَاسَ أَصْلًا وَفَرْعًا. ثُمَّ اخْتَلَفُوا عَلَى ثَلَاثِ فِرَقٍ: فِرْقَةٍ تَدَّعِي النَّصَّ عَلَى أَبِي بَكْرٍ، وَفِرْقَةٍ تَدَّعِي النَّصَّ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَفِرْقَةٍ تَدَّعِي النَّصَّ عَلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. وَالدَّلِيلُ عَلَى فَقْدِ النَّصِّ وَعَدَمِهِ عَلَى إِمَامٍ بِعَيْنِهِ هُوَ أَنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ فَرَضَ عَلَى الْأُمَّةِ طَاعَةَ إِمَامٍ بِعَيْنِهِ بِحَيْثُ لَا يَجُوزُ الْعُدُولُ عَنْهُ إِلَى غَيْرِهِ لَعُلِمَ ذَلِكَ، لِاسْتِحَالَةِ تَكْلِيفِ الْأُمَّةِ بِأَسْرِهَا طَاعَةَ اللَّهِ فِي غَيْرِ مُعَيَّنٍ، وَلَا سَبِيلَ لَهُمْ إِلَى الْعِلْمِ بِذَلِكَ التَّكْلِيفِ، وَإِذَا وَجَبَ الْعِلْمُ بِهِ لَمْ يَخْلُ ذَلِكَ الْعِلْمُ مِنْ أَنْ يَكُونَ طَرِيقُهُ أَدِلَّةَ الْعُقُولِ أَوِ الْخَبَرَ. وَلَيْسَ فِي الْعَقْلِ مَا يَدُلُّ عَلَى ثُبُوتِ الْإِمَامَةِ لِشَخْصٍ مُعَيَّنٍ، وَكَذَلِكَ ليس فى الخبر مَا يُوجِبُ الْعِلْمَ بِثُبُوتِ إِمَامِ مُعَيَّنٍ، لِأَنَّ ذَلِكَ الْخَبَرَ إِمَّا أَنْ يَكُونَ تَوَاتُرًا أَوْجَبَ الْعِلْمَ ضَرُورَةً أَوِ اسْتِدْلَالًا، أَوْ يَكُونَ مِنْ أَخْبَارِ الْآحَادِ، وَلَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ طَرِيقُهُ التَّوَاتُرَ الْمُوجِبَ لِلْعِلْمِ ضَرُورَةً أَوْ دَلَالَةً، إِذْ لَوْ كَانَ كَذَلِكَ لَكَانَ كُلُّ مُكَلَّفٍ يَجِدُ مِنْ نَفْسِهِ الْعِلْمَ بِوُجُوبِ الطَّاعَةِ لِذَلِكَ الْمُعَيَّنِ وَأَنَّ ذَلِكَ مِنْ دِينِ اللَّهِ عَلَيْهِ، كَمَا أَنَّ كُلَّ مُكَلَّفٍ عَلِمَ أَنَّ مِنْ دِينِ اللَّهِ الْوَاجِبِ عَلَيْهِ خَمْسَ صَلَوَاتٍ، وَصَوْمَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتِ وَنَحْوَهَا، وَلَا أَحَدَ يَعْلَمُ ذَلِكَ مِنْ نَفْسِهِ ضَرُورَةً، فَبَطَلَتْ هَذِهِ الدَّعْوَى، وَبَطَلَ أَنْ يَكُونَ مَعْلُومًا بِأَخْبَارِ الْآحَادِ لِاسْتِحَالَةِ وُقُوعِ الْعِلْمِ بِهِ. وَأَيْضًا فَإِنَّهُ لَوْ وَجَبَ الْمَصِيرُ إِلَى نَقْلِ النَّصِّ عَلَى الْإِمَامِ بِأَيِّ وَجْهٍ كَانَ، وَجَبَ إِثْبَاتُ إِمَامَةِ أَبِي بَكْرٍ وَالْعَبَّاسِ، لِأَنَّ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَوْمًا يَنْقُلُونَ النَّصَّ صَرِيحًا فِي إِمَامَتِهِ، وَإِذَا بَطَلَ إِثْبَاتُ الثَّلَاثَةِ بِالنَّصِّ فِي وَقْتٍ وَاحِدٍ- عَلَى مَا يَأْتِي بَيَانُهُ- كَذَلِكَ الْوَاحِدُ، إِذْ لَيْسَ أَحَدُ الْفِرَقِ أَوْلَى بِالنَّصِّ مِنَ الْآخَرِ. وَإِذَا بَطَلَ ثُبُوتُ النَّصِّ لِعَدَمِ الطَّرِيقِ الْمُوَصِّلِ إِلَيْهِ ثَبَتَ الِاخْتِيَارُ وَالِاجْتِهَادُ. فَإِنْ تَعَسَّفَ مُتَعَسِّفٌ وَادَّعَى التَّوَاتُرَ وَالْعِلْمَ الضَّرُورِيَّ بِالنَّصِّ فَيَنْبَغِي أَنْ يُقَابَلُوا عَلَى الْفَوْرِ بِنَقِيضِ دَعْوَاهُمْ فِي النَّصِّ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَبِأَخْبَارٍ فِي ذَلِكَ كَثِيرَةٍ تَقُومُ أَيْضًا فِي جُمْلَتِهَا مَقَامَ النَّصِّ، ثُمَّ لَا شَكَّ فِي تَصْمِيمِ مَنْ عَدَا الْإِمَامِيَّةَ عَلَى نَفْيِ النَّصِّ، وَهُمُ الْخَلْقُ الْكَثِيرُ وَالْجَمُّ الْغَفِيرُ. وَالْعِلْمُ الضَّرُورِيُّ لَا يَجْتَمِعُ عَلَى نَفْيِهِ مَنْ يَنْحَطُّ عَنْ مِعْشَارِ أَعْدَادِ مُخَالِفِي الْإِمَامِيَّةِ، وَلَوْ جَازَ رَدُّ الضَّرُورِيِّ فِي ذَلِكَ لَجَازَ أَنْ يُنْكِرَ طَائِفَةٌ بَغْدَادَ وَالصِّينَ الْأَقْصَى وَغَيْرَهُمَا. السَّادِسَةُ- فِي رَدِّ الْأَحَادِيثِ الَّتِي احْتَجَّ بِهَا الْإِمَامِيَّةُ فِي النَّصِّ عَلَى عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، وَأَنَّ الْأُمَّةَ كَفَرَتْ بِهَذَا النَّصِّ وَارْتَدَّتْ، وَخَالَفَتْ أَمْرَ الرَّسُولِ عِنَادًا، مِنْهَا قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: (مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللَّهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ). قَالُوا: وَالْمَوْلَى فِي اللُّغَةِ بِمَعْنَى أَوْلَى، فَلَمَّا قَالَ: (فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ) بِفَاءِ التَّعْقِيبِ عُلِمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِقَوْلِهِ "مَوْلَى" أَنَّهُ أَحَقُّ وَأَوْلَى. فَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ أَرَادَ بِذَلِكَ الْإِمَامَةَ وَأَنَّهُ مُفْتَرَضُ الطَّاعَةِ، وَقَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِعَلِيٍّ: (أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي). قَالُوا: وَمَنْزِلَةُ هَارُونَ مَعْرُوفَةٌ، وَهُوَ أَنَّهُ كَانَ مُشَارِكًا لَهُ فِي النُّبُوَّةِ وَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ لِعَلِيٍّ، وَكَانَ أَخًا لَهُ وَلَمْ يَكُنْ ذَلِكَ لِعَلِيٍّ، وَكَانَ خَلِيفَةً، فَعُلِمَ أَنَّ الْمُرَادَ بِهِ الْخِلَافَةُ، إِلَى غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا احْتَجُّوا بِهِ عَلَى مَا يَأْتِي.

وَالْجَوَابُ عَنِ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ :أَنَّهُ لَيْسَ بِمُتَوَاتِرٍ، وَقَدِ اخْتُلِفَ فِي صِحَّتِهِ، وَقَدْ طَعَنَ فِيهِ أَبُو دَاوُدَ السِّجِسْتَانِيُّ وَأَبُو حَاتِمٍ الرَّازِيُّ، وَاسْتَدَلَّا عَلَى بُطْلَانِهِ بِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :(مُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ وَغِفَارُ وَأَسْلَمُ مَوَالِي دُونَ النَّاسِ كُلِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُونَ اللهِ وَرَسُولِهِ). قَالُوا :فَلَوْ كَانَ قَدْ قَالَ :(مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ) لَكَانَ أَحَدُ الْخَبَرَيْنِ كَذِبًا. جَوَابٌ ثَانٍ- وَهُوَ أَنَّ الْخَبَرَ وَإِنْ كَانَ صَحِيحًا رَوَاهُ ثِقَةٌ عَنْ ثِقَةٍ فَلَيْسَ فِيهِ مَا يَدُلُّ عَلَى إِمَامَتِهِ، وَإِنَّمَا يَدُلُّ عَلَى فَضِيلَتِهِ، وَذَلِكَ أَنَّ الْمَوْلَى بِمَعْنَى الْوَلِيِّ، فَيَكُونُ مَعْنَى الْخَبَرِ :مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فَعَلِيٌّ وَلِيُّهُ، قَالَ اللهُ تَعَالَى: "فَإِنَّ اللهَ هُوَ مَوْلَاهُ" [التحریم 4 :] أَيْ وَلِيُّهُ. وَكَانَ الْمَقْصُودُ مِنَ الْخَبَرِ أَنْ يَعْلَمَ النَّاسُ أَنَّ ظَاهِرَ عَلِيٍّ كَبَاطِنِهِ، وَذَلِكَ فَضِيلَةٌ عَظِيمَةٌ لِعَلِيٍّ. جَوَابٌ ثَالِثٌ- وَهُوَ أَنَّ هَذَا الْخَبَرَ وَرَدَ عَلَى سَبَبٍ، وَذَلِكَ أَنَّ أُسَامَةَ وَعَلِيًّا اخْتَصَمَا، فَقَالَ عَلِيٌّ لِأُسَامَةَ :أَنْتَ مَوْلَايَ. فَقَالَ :لَسْتُ مَوْلَاكَ، بَلْ أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَذُكِرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ :(مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ). جَوَابٌ رَابِعٌ :وَهُوَ أَنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمَّا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي قِصَّةِ الْإِفْكِ فِي عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا :النِّسَاءُ سِوَاهَا كَثِيرٌ. شَقَّ ذَلِكَ عَلَيْهَا، فَوَجَدَ أَهْلُ النِّفَاقِ مَجَالًا فَطَعَنُوا عَلَيْهِ وَأَظْهَرُوا الْبَرَاءَةَ مِنْهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْمَقَالَ رَدًّا لِقَوْلِهِمْ، وَتَكْذِيبًا لَهُمْ فِيمَا قَدِمُوا عَلَيْهِ مِنَ الْبَرَاءَةِ مِنْهُ وَالطَّعْنِ فِيهِ، وَلِهَذَا مَا رُوِيَ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ قَالُوا :مَا كُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِينَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِبُغْضِهِمْ لِعَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ. وَأَمَّا الْحَدِيثُ الثَّانِي فَلَا خِلَافَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يُرِدْ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى الْخِلَافَةَ بَعْدَهُ، وَلَا خِلَافَ أَنَّ هَارُونَ مَاتَ قَبْلَ مُوسَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ- عَلَى مَا يَأْتِي مِنْ بَيَانٍ وَفَاتَيْهِمَا فِي سُورَةِ" الْمَائِدَةِ «1» "- وَمَا كَانَ خَلِيفَةً بَعْدَهُ وَإِنَّمَا كَانَ الْخَلِيفَةُ يُوشَعَ بْنَ نُونٍ، فَلَوْ أَرَادَ بِقَوْلِهِ :(أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى) الْخِلَافَةَ لَقَالَ: أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ يُوشَعَ مِنْ مُوسَى، فَلَمَّا لَمْ يَقُلْ هَذَا دَلَّ عَلَى أَنَّهُ لَمْ يُرِدْ هَذَا، وَإِنَّمَا أَرَادَ أَنِّي اسْتَخْلَفْتُكَ عَلَى أَهْلِي فِي حَيَاتِي وَغَيْبُوبَتِي عَنْ أَهْلِي، كَمَا كَانَ هَارُونُ خَلِيفَةَ مُوسَى عَلَى قَوْمِهِ لَمَّا خَرَجَ إِلَى مناجاة رَبِّهِ. وَقَدْ قِيلَ :إِنَّ هَذَا الْحَدِيثَ خَرَجَ عَلَى سَبَبٍ، وَهُوَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا خَرَجَ إِلَى غَزْوَةِ تَبُوكَ اسْتَخْلَفَ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي الْمَدِينَةِ عَلَى أَهْلِهِ وَقَوْمِهِ، فَأَرْجَفَ بِهِ أَهْلُ النِّفَاقِ وَقَالُوا :إِنَّمَا خَلَّفَهُ بُغْضًا وَقِلًى لَهُ، فَخَرَجَ عَلِيٌّ فَلَحِقَ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهُ :إِنَّ الْمُنَافِقِينَ قَالُوا كَذَا وَكَذَا! فَقَالَ :(كَذَبُوا بَلْ خَلَّفْتُكَ كَمَا خَلَّفَ مُوسَى هَارُونَ). وَقَالَ :(أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى). وَإِذَا ثَبَتَ أَنَّهُ أَرَادَ الِاسْتِخْلَافَ عَلَى زَعْمِهِمْ فَقَدْ شَارَكَ عَلِيًّا فِي هَذِهِ الْفَضِيلَةِ غَيْرُهُ، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَخْلَفَ فِي كُلِّ غَزَاةٍ غَزَاهَا رَجُلًا مِنْ أَصْحَابِهِ، مِنْهُمْ :ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ مَسْلَمَةَ وَغَيْرُهُمَا مِنْ أَصْحَابِهِ، عَلَى أَنَّ مَدَارَ هَذَا الْخَبَرِ عَلَى سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ وَهُوَ خَبَرٌ وَاحِدٌ. وَرُوِيَ فِي مُقَابَلَتِهِ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ مَا هُوَ أَوْلَى مِنْهُ. وَرُوِيَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَنْفَذَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ إِلَى الْيَمَنِ قِيلَ لَهُ :أَلَا تُنْفِذُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ؟ فَقَالَ :(إِنَّهُمَا لَا غِنَى بِي عَنْهُمَا إِنَّ مَنْزِلَتَهُمَا مِنِّي بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ مِنَ الرَّأْسِ). وَقَالَ :(هُمَا وَزِيرَايَ فِي أَهْلِ الْأَرْضِ). وَرُوِيَ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ :(أَبُو

بَكْرٍ وَعُمَرُ بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى). وَهَذَا الْخَبَرُ وَرَدَ ابْتِدَاءً، وَخَبَرُ عَلِيٍّ وَرَدَ عَلَى سَبَبٍ، فَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ أَبُو بَكْرٍ أَوْلَى مِنْهُ بِالْإِمَامَةِ، وَاللَّهُ أَعْلَمُ. السَّابِعَةُ :وَاخْتُلِفَ فِيمَا يَكُونُ بِهِ الْإِمَامُ إِمَامًا وَذَلِكَ فِي ثَلَاثِ طُرُقٍ، أَحَدِهَا: النَّصُّ، وَقَدْ تَقَدَّمَ الْخِلَافُ فِيهِ، وَقَالَ بِهِ أَيْضًا الْحَنَابِلَةُ وَجَمَاعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ الْحَدِيثِ وَالْحَسَنُ الْبَصْرِيُّ وَبَكْرٌ ابْنُ أُخْتِ عَبْدِ الْوَاحِدِ وَأَصْحَابُهُ وَطَائِفَةٌ مِنَ الْخَوَارِجِ. وَذَلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصَّ عَلَى أَبِي بَكْرٍ بِالْإِشَارَةِ، وَأَبُو بَكْرٍ عَلَى عُمَرَ. فَإِذَا نَصَّ الْمُسْتَخْلِفُ عَلَى وَاحِدٍ مُعَيَّنٍ كَمَا فَعَلَ الصِّدِّيقُ، أَوْ عَلَى جَمَاعَةٍ كَمَا فَعَلَ عُمَرُ، وَهُوَ الطَّرِيقُ الثَّانِي، وَيَكُونُ التَّخْيِيرُ إِلَيْهِمْ فِي تَعْيِينِ وَاحِدٍ مِنْهُمْ كَمَا فَعَلَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ [فِي تَعْيِينِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ]. الطَّرِيقُ الثَّالِثُ :إِجْمَاعُ أَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ، وَذَلِكَ أَنَّ الْجَمَاعَةَ فِي مِصْرٍ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ إِذَا مَاتَ إِمَامُهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ إِمَامٌ وَلَا اسْتَخْلَفَ فَأَقَامَ أَهْلُ ذَلِكَ الْمِصْرِ الَّذِي هُوَ حَضْرَةُ الْإِمَامِ وَمَوْضِعُهُ إِمَامًا لِأَنْفُسِهِمُ اجْتَمَعُوا عَلَيْهِ وَرَضُوهُ فَإِنَّ كُلَّ مَنْ خَلْفَهُمْ وَأَمَامَهُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي الْآفَاقِ يَلْزَمُهُمُ الدُّخُولُ فِي طَاعَةِ ذَلِكَ الْإِمَامِ، إِذَا لَمْ يَكُنِ الْإِمَامُ مُعْلِنًا بِالْفِسْقِ وَالْفَسَادِ، لأنها دعوة مُحِيطَةٌ بِهِمْ تَجِبُ إِجَابَتُهَا وَلَا يَسَعُ أَحَدٌ التَّخَلُّفَ عَنْهَا لِمَا فِي إِقَامَةِ إِمَامَيْنِ مِنَ اخْتِلَافِ الْكَلِمَةِ وَفَسَادِ ذَاتِ الْبَيْنِ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :(ثَلَاثٌ لَا يُغِلُّ «1» عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُؤْمِنٍ إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ وَلُزُومُ الْجَمَاعَةِ وَمُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الْأَمْرِ فَإِنَّ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ وَرَائِهِمْ مُحِيطَةٌ).

تفسیر القرطبی (1 / 263;.265.264)

(1) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نام ونسب؛

آپ رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن ابوقحافہ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ ہے مرہ پر آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسب میں مل جاتے ہیں اور باعتبار مراتب آباء ایک ہی درجہ میں ہیں کیونکہ دونوں میں مرہ تک چھ چھ پشتوں کا فاصلہ ہے آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن کعب بن سعد ہے یہ ابوقحافہ کی چچا زاد بہن تھیں اور ام الخیر کے نام سے مشہور تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کا نام عثمان رضی اللہ عنہ ہے آپ رضی اللہ عنہ کو زمانہ جاہلیت میں عبدالکعبہ کہا جاتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھا آپ رضی اللہ عنہ کا نام عتیق بھی تھا مگر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء رضی اللہ عنہ میں لکھتے ہیں کہ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عتیق آپ رضی اللہ عنہ کا نام نہ تھا بلکہ لقب تھا اس لیے کہ حدیث شریف کے موافق آپ رضی اللہ عنہ نار دوزخ سے عتیق یا آزاد تھے بعض نے کہا کہ حسن وجمال کے سبب آپ رضی اللہ عنہ کا نام عتیق مشہور رہا بعض کا قول ہے کہ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے نسب میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جو عیب سمجھی جائے پس سلسلہ نسب بے عیب ہونے کے سبب آپ رضی اللہ عنہ کا نام عتیق مشہور ہوا۔

تمام امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا لقب صدیق ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے بے خوف ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا تامل تصدیق فرمائی اور صدق کو اپنے لیے لازم کرلیا معراج کے متعلق بھی آپ رضی اللہ عنہ نے کفار کے مقابلہ میں ثابت قدمی دکھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تصدیق فرمائی آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال دو مہینے چھوٹے تھے لیکن بعض لوگوں نے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے تھے آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی تجارت کی غرض سے آپ رضی اللہ عنہ باہر سفر میں بھی جایا کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور مدینہ میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا۔

»اسمه :عبد الله بن أبي قحافة عثمان بن عامر بن عمرو بن كعب بن سعد بن تيم بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب، القرشي، التيمي، يلتقي مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرة. قال النووي في تهذيبه :وما ذكرناه -من أن اسم أبي بكر الصديق عبد الله- هو الصحيح المشهور، وقيل :اسمه عتيق، والصواب الذي عليه كافة العلماء أن عتيقًا لقب له لا اسم، ولقّب عتيقًا لعتقه من النار، كما ورد في حديث رواه الترمذي، وقيل :لعتاقة وجهه -أي: حسنه وجماله- قاله مصعب بن الزبير، والليث بن سعد، وجماعة. وقيل :لأنه لم يكن في نسبه شيء يعاب به. قال مصعب بن الزبير وغيره :وأجمعت الأمة على تسميته بالصديق؛ لأنه بادر إلى تصديق رسول الله صلى الله عليه وسلم ولازم الصدق، فلم تقع منه هناة ما، ولا وقفة في حال من الأحوال، وكانت له في الإسلام المواقف الرفيعة منها قصته ليلة الإسراء، وثباته، وجوابه للكفار في ذلك، وهجرته مع رسول الله صلى الله عليه

وسلم وترك عياله وأطفاله، وملازمته في الغار وسائر الطريق«

» تاریخ الخلفاء «(ص 26):

عہد جاہلیت:

زمانہ جاہلیت میں قریش کی شرافت وحکومت دس خاندانوں میں منحصر ومنقسم تھی'ان معزز وسردار خاندانوں کے نام یہ ہیں (۔ ا:) ہاشم (۲) امیہ (۳) نوفل (۴) عبدالدار (۵) اسد (۶) تیم (۷) مخزوم (۸) عدی (۹) جمح (۱۰) سہم'۔ان میں بنوہاشم کے متعلق سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا' بنونوفل کے متعلق بے زاد حاجیوں کو توشہ دینا' بنوعبدالدار کے پاس خانہ کعبہ کی کنجی اور دربانی تھی' بنواسد کے متعلق مشورہ اور دارالندوہ کا اہتمام تھا' بنوتیم کے متعلق خوں بہا اور تاوان کا فیصلہ تھا' بنوعدی کے متعلق سفارت اور قومی مفاخرت کا کام تھا' بنوجمح کے پاس شگون کے تیر تھے' بنوسہم کے متعلق بتوں کا چڑھاوا رہتا تھا۔

بنوتیم میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خوں بہا اور تاوان کا فیصلہ کرتے تھے جس کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مان لیتے تمام قریش اس کو تسلیم کرتے' اگر کوئی دوسرا اقرار کرتا تو کوئی بھی اس کا ساتھ نہ دیتا تھا' اسی طرح بنوعدی میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سفارت کی خدمت انجام دیتے اور میدان جنگ میں بھی سفیر بن جاتے اور مقابلہ میں قومی مفاخر بیان کرتے تھے' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علاوہ اس شرف وفضیلت کے کہ وہ اپنے قبیلے کے سردار اور منجملہ دس سرداران قریش کے ایک سردار تھے' مال و دولت کے اعتبار سے بھی بڑے متمول اور صاحب اثر تھے' آپ قریش میں بڑے بامروت اور لوگوں پر احسان کرنے والے تھے' مصائب کے وقت صبر واستقامت سے کام لیتے اور مہمانوں کی خوب مدارات وتواضع بجالاتے' لوگ اپنے معاملات میں آپ رضی اللہ عنہ سے آکر مشورہ لیا کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ کو اعلیٰ درجہ کا صائب الرائے سمجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ ابن الدغنہ آپ رضی اللہ عنہ کو راستہ سے جب کہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ سے رخصت ہو چکے تھے واپس لے آیا تھا جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ انساب اور اخبار عرب کے بڑے ماہر تھے' آپ رضی اللہ عنہ طبعاً برائیوں اور کمینہ خصلتوں سے محترز رہتے تھے' آپ رضی اللہ عنہ نے جاہلیت ہی میں اپنے اوپر شراب حرام کرلی تھی' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کبھی شراب پی ہے' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نعوذ باللہ کبھی نہیں' اس نے پوچھا کیوں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نہیں چاہتا تھا کہ میرے بدن سے بو آئے اور مروت زائل ہو جائے۔ یہ گفتگو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں روایت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ فرمایا کہ ابوبکر سچ کہتے ہیں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خیر مجسم' بے عیب' سلیم الطبع اور حق پسند وحق پرور تھے' یہی سبب تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعوت اسلام پیش کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ بھی پس وپیش نہ کیا' فوراً قبول کرلیا اور نصرت وامداد کا وعدہ فرمایا' پھر وعدہ کو نہایت خوبی کے ساتھ پورا کر دکھایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جس کو میں نے اسلام کی دعوت دی اس نے کچھ نہ کچھ پس وپیش ضرور کیا' ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بجز نبی کے اور کسی پر جو ابوبکر

رضی اللہ عنہ سے بہتر ہو آفتاب طلوع نہ ہوا' چونکہ آپ قریش میں ہر دل عزیز تھے' اس لیے بہت سے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے سمجھانے سے ایمان لے آئے جن میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ' طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ جیسے حضرات شامل تھے۔

وأخرج الزبير بن بكار وابن عساكر عن معروف بن خربوذ قال: إن أبا بكر الصديق رضي الله عنه أحد عشرة من قريش اتصل بهم شرف الجاهلية والإسلام فكان إليه أمر الدّيات والغرم، وذلك أن قريشًا لم يكن لهم ملك ترجع الأمور كلها إليه، بل كان في كل قبيلة ولاية عامة تكون لرئيسها، فكانت في بني هاشم السقاية، والرفادة، ومعنى ذلك أنه لا يأكل ولا يشرب أحد إلا من طعامهم وشرابهم، وكانت في بني عبد الدار: الحجابة، واللواء، والندوة -أي: لا يدخل البيت أحد إلا بإذنهم- وإذا عقدت قريش راية حرب عقدها لهم بنو عبد الدار، وإذا اجتمعوا الأمر إبرامًا أو نقضًا لا يكون اجتماعهم إلا بدار الندوة، ولا ينفذ إلا بها، وكانت لبني عبد الدار.

كان أبو بكر رضي الله عنه أعف الناس في الجاهلية وأخرج أبو نعيم بسند جيد عنها، قالت: لقد حرّم أبو بكر الخمر على نفسه في الجاهلية. وأخرج ابن عساكر عن عبد الله بن الزبير قال: ما قال أبو بكر شعرًا قط. وأخرج ابن عساكر عن أبي العالية الرياحيّ، قال: قيل لأبي بكر الصديق في مجمع من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم: هل شربت الخمر في الجاهلية؟ فقال: أعوذ بالله، فقيل: ولِمَ؟ قال: كنت أصون عرضي، وأحفظ مروءتي، فإن من شرب الخمر كان مضيعًا في عرضه ومروءته، قال: فبلغ ذلك رسول الله عليه الصلاة والسلام فقال: "صدق أبو بكر، صدق أبو بكر" مرتين، مرسل غريب سندًا ومتنًا

عہد اسلام:

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے' جس شخص نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے میمون بن مہران سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' انہوں نے یہ سن کر سخت غصہ کیا اور فرمانے لگے' مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میں ان دونوں میں موازنہ کئے جانے کے وقت تک زندہ رہوں گا' ارے یہ دونوں اسلام کے لیے بمنزلہ سر کے تھے' مردوں میں سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' لڑکوں میں سب سے پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے' عورتوں میں سب سے پہلے سیدنا خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ایمان لائی تھیں۔

علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کبھی رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا' آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل وعیال کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہجرت کی' غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا' لڑائیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے' جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تم میں سے ایک کے ساتھ جبرائیل ہیں اور

دوسرے کے ساتھ میکائیل علیہ السلام۔

جنگ بدر میں عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ مشرکین کے لشکر میں شامل تھے، جب وہ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اپنے والد ماجد یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بدر کے روز آپ رضی اللہ عنہ کئی مرتبہ میرے تیر کی زد میں آئے، مگر میں نے اپنا ہاتھ روک روک لیا، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے ایسا موقعہ ملتا تو میں تجھے بغیر نشانہ بنائے نہ رہتا۔

وأخرج أبو نعيم: في الحلية عن فرات بن السائب قال: سألت ميمون بن مهران، قلت: عليّ أفضل عندك أم أبو بكر وعمر؟ قال: فارتعد حتى سقطت عصاه من يده، ثم قال: ما كنت أظن أن أبقى إلى زمان يعدل بهما، لله درهما! كانا رأس الإسلام. قلت: فأبو بكر كان أول إسلامًا أم علي؟ قال: والله لقد آمن أبو بكر بالنبي صلى الله عليه وسلم زمن بحيرا الراهب حين مرّ به، واختلف فيهما بينه وبين خديجة حتى أنكحها إياه، وذلك كله قبل أن يولد عليّ. وقد قال: إنه أول من أسلم خلائق من الصحابة والتابعين غيرهم. بل ادعى بعضهم الإجماع عليه. وقيل: أول من أسلم علي، وقيل: خديجة. وجمع بين الأقوال بأن أبا بكر أول من أسلم من الرجال، وعلي أول من أسلم من الصبيان، وخديجة أول من أسلمت من النساء، وأول من ذكر هذا الجمع الإمام أبو حنيفة رحمه الله أخرجه عنه. أخرجه أبو نعيم في الحلية "4/92,93".

وأخرج ابن أبي شيبة وابن عساكر، عن سالم بن أبي الجعد، قال: قلت لمحمد بن الحنفية: هل كان أبو بكر أول القوم إسلامًا؟ قال: لا. قلت: فبمَ علا أبو بكر وسبق حتى لا يذكر أحد غير أبي بكر؟ قال: لأنه كان أفضلهم إسلامًا من حين أسلم حتى لحق بربه 2. أخرجه ابن أبي شيبة في مصنفه "7/472/8".

وأخرج ابن عساكر بسند جيد عن محمد بن سعد بن أبي وقاص أنه قال لأبيه سعد: أكان أبو بكر الصديق أولكم إسلامًا؟ قال: لا، ولكنه أسلم قبله أكثر من خمسة، ولكن كان خيرنا إسلامًا.

قال ابن كثير: والظاهر أن أهل بيته صلى الله عليه وسلم آمنوا قبيل كل أحد: زوجته خديجة، ومولاه زيد، وزوجة زيد أم أيمن، وعلي، وورقة.

أورده ابن كثير في البداية والنهاية "3/25،29"

فضیلت:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّاءُ بْنُ عَدِيٍّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ النَّجْرَانِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي جُنْدَبٌ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ يَقُولُ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَى اللَّهِ أَنْ يَكُونَ لِي مِنْكُمْ خَلِيلٌ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ اتَّخَذَنِي خَلِيلًا كَمَا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ أُمَّتِي خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا أَلَا وَإِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ أَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ

إِنِّي أَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ

صحیح مسلم: جلد اول: حدیث نمبر 1183 حدیث متواتر حدیث مرفوع

ابوبکر بن ابی شیبہ، اسحاق بن ابراہیم، ابوبکر، زکریا ابن عدی، عبید اللہ بن عمرو، زید بن ابی انیسہ، عمرو بن مرہ، عبداللہ بن حارث، حضرت جندب (رض) فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وصال سے پانچ دن پہلے سنا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما رہے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا دوست بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل بنایا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر (رض) کو بناتا آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے پہلے لوگوں نے اپنے نبیوں اور نیک لوگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تمہیں اس سے روکتا ہوں۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ هَذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1631 حدیث مرفوع

حسن بن صباح بزاز، محمد بن کثیر، اوزاعی، قتادہ، حضرت انس (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابوبکر و عمر (رض) کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے علاوہ جنت کے تمام ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں۔ اے علی! (رض) تم انہیں اس کی خبر نہ دینا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ وَالْأَعْمَشِ وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ صُهْبَانَ وَابْنِ أَبِي لَيْلَى وَكَثِيرٍ النَّوَّاءِ كُلِّهِمْ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى لَيَرَاهُمْ مَنْ تَحْتَهُمْ كَمَا تَرَوْنَ النَّجْمَ الطَّالِعَ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَأَنْعَمَا قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1624 حدیث مرفوع

قتیبہ، محمد بن فضیل، سالم بن ابی حفصہ و اعمش و عبداللہ بن صہبان و ابن ابی لیلی وکثیر النواء، عطیہ، حضرت ابوسعید (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جنت میں اعلی درجات والوں کو ادنی درجات والے اس طرح دیکھیں گے جیسے تم لوگ ستارے کو آسمان کے افق پر دیکھتے ہو۔ حضرت ابوبکر (رض) اور عمر (رض) انہی بلند درجات والوں میں سے ہیں اور کیا خوب ہیں

حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ وَاقِدٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ عَائِذِ اللَّهِ أَبِي إِدْرِيسَ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ آخِذًا بِطَرَفِ ثَوْبِهِ حَتَّى أَبْدَى عَنْ رُكْبَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا صَاحِبُكُمْ فَقَدْ غَامَرَ فَسَلَّمَ وَقَالَ إِنِّي كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ

ابْنِ الْخَطَّابِ شَيْءٌ فَأَسْرَعْتُ إِلَيْهِ ثُمَّ نَدِمْتُ فَسَأَلْتُهُ أَنْ يَغْفِرَ لِي فَأَبَى عَلَيَّ فَأَقْبَلْتُ إِلَيْكَ فَقَالَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ نَدِمَ فَأَتَى مَنْزِلَ أَبِي بَكْرٍ فَسَأَلَ أَثَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَقَالُوا لَا فَأَتَى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ فَجَعَلَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَعَّرُ حَتَّى أَشْفَقَ أَبُو بَكْرٍ فَجَثَا عَلَى رُكْبَتَيْهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَاللَّهِ أَنَا كُنْتُ أَظْلَمَ مَرَّتَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ فَقُلْتُمْ كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوا لِي صَاحِبِي مَرَّتَيْنِ فَمَا أُوذِيَ بَعْدَهَا

صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 908 حدیث مرفوع

ہشام بن عمار صدقہ بن خالد زید بن واقد بسر بن عبید اللہ عائذ اللہ ابی ادریس حضرت ابوالدرداء (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر (رض) اپنی چادر کا کنارہ اٹھائے ہوئے آئے ان کا گھٹنا کھل گیا تھا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تمہارے یہ دوست لڑ کر آرہے ہیں ابوبکر نے آکر سلام کیا اور کہا کہ میرے اور ابن خطاب کے درمیان کچھ جھگڑا ہوگیا میں نے بے ساختہ انھیں کچھ کہہ دیا اس کے بعد میں شرمندہ ہوا اور میں نے ان سے معاف کر دینے کی درخواست کی لیکن انھوں نے معافی دینے سے انکار کر دیا لہٰذا میں آپ کے پاس التجا لایا ہوں آپ نے تین مرتبہ فرمایا اے ابوبکر اللہ تمہیں معاف کر دے پھر عمر شرمندہ ہوئے اور ابوبکر (رض) کے مکان پر گئے اور دریافت کیا ابوبکر یہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سلام کیا آنحضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا حتیٰ کہ ابوبکر ڈر گئے اور دونوں گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کیا کہ میں نے ہی ظلم کیا تھا تو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف بھیجا تو تم لوگوں نے کہا جھوٹا ہے اور ابوبکر نے کہا سچ کہتے ہیں اور انھوں نے اپنے مال وجان سے میری خدمت کی پس کیا تم میرے لیے میرے دوست کو چھوڑ دو گے یا نہیں دو مرتبہ (یہی فرمایا) اس کے بعد ابوبکر (رض) کو کسی نے نہیں ستایا۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عَائِشَةَ فَذَكَرْنَا الْمُوَاظَبَةَ عَلَى الصَّلَاةِ وَالتَّعْظِيمَ لَهَا قَالَتْ لَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَضَهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَحَضَرَتْ الصَّلَاةُ فَأُذِّنَ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقِيلَ لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ فِي مَقَامِكَ لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَأَعَادَ فَأَعَادُوا لَهُ فَأَعَادَ الثَّالِثَةَ فَقَالَ إِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَخَرَجَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى فَوَجَدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نَفْسِهِ خِفَّةً فَخَرَجَ يُهَادَى بَيْنَ رَجُلَيْنِ كَأَنِّي أَنْظُرُ رِجْلَيْهِ تَخُطَّانِ مِنْ الْوَجَعِ فَأَرَادَ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَتَأَخَّرَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ مَكَانَكَ ثُمَّ أُتِيَ بِهِ حَتَّى جَلَسَ إِلَى جَنْبِهِ قِيلَ لِلْأَعْمَشِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِصَلَاتِهِ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ بِرَأْسِهِ نَعَمْ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ بَعْضَهُ وَزَادَ أَبُو مُعَاوِيَةَ جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي قَائِمًا

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 637 حدیث مرفوع

عمرو بن حفص، حفص بن غیاث، اعمش، ابراہیم اسود روایت کرتے ہیں کہ ہم عائشہ کے پاس بیٹھے ہوئے نماز کی پابندی اور اس کی بزرگی کا بیان کر رہے تھے تو انھوں نے کہا کہ جب نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے مرض میں جس میں آپ نے وفات پائی مبتلا ہوئے اور نماز کا وقت آیا اور اذان ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں آپ سے عرض کیا گیا کہ ابوبکر نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو شدت غم سے وہ نماز نہ پڑھا سکیں گے دوبارہ پھر آپ نے فرمایا پھر لوگوں نے وہی عرض کیا سہ بارہ آپ نے فرمایا اور فرمایا کہ تم یوسف کو گھیرے میں لینے والی عورتوں کی طرح معلوم ہوتی ہو ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں چنانچہ کہہ دیا گیا ابوبکر نماز پڑھانے چلے اتنے میں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے آپ میں سہارا لے کر نکلے گویا میں اب بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دونوں پیروں کی طرف دیکھ رہی ہوں کہ سبب ضعف مرض کے زمین پر گھسٹتے جاتے تھے پس ابوبکر نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انھیں اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر رہو پھر آپ لائے گئے یہاں تک کہ ابوبکر کے پہلو میں آپ بیٹھ گئے اعمش سے پوچھا گیا کہ کیا نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نماز پڑھتے تھے اور ابوبکر آپ کی نماز کی اقتدا کرتے تھے اور لوگ ابوبکر کی نماز کی اقتدا کرتے تھے تو اعمش نے اپنے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں اور ابومعاویہ نے اتنے لفظ زیادہ روایت کئے کہ ابوبکر آپ کے بائیں جانب بیٹھ گئے اور ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَقَالَ أَبُو صَالِحٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ عَنْ يُونُسَ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ قَطُّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيْ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا قِبَلَ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأَنَا أُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ فَأَعْبُدَ رَبِّي قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ فَارْتَحَلَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَرَجَعَ مَعَ أَبِي بَكْرٍ فَطَافَ فِي أَشْرَافِ كُفَّارِ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُمْ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ مِثْلُهُ وَلَا يُخْرَجُ أَتُخْرِجُونَ رَجُلًا يُكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَيَصِلُ الرَّحِمَ وَيَحْمِلُ الْكَلَّ وَيَقْرِي الضَّيْفَ وَيُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنْفَذَتْ قُرَيْشٌ جِوَارَ ابْنِ الدَّغِنَةِ وَآمَنُوا أَبَا بَكْرٍ وَقَالُوا لِابْنِ الدَّغِنَةِ مُرْ أَبَا بَكْرٍ فَلْيَعْبُدْ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَلْيُصَلِّ وَلْيَقْرَأْ مَا شَاءَ وَلَا يُؤْذِينَا بِذَلِكَ وَلَا يَسْتَعْلِنْ بِهِ فَإِنَّا قَدْ خَشِينَا أَنْ يَفْتِنَ أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا قَالَ ذَلِكَ ابْنُ الدَّغِنَةِ لِأَبِي بَكْرٍ فَطَفِقَ أَبُو بَكْرٍ يَعْبُدُ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَلَا يَسْتَعْلِنُ بِالصَّلَاةِ وَلَا الْقِرَاءَةِ فِي غَيْرِ دَارِهِ ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَتَقَصَّفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنْ الْمُشْرِكِينَ فَأَرْسَلُوا إِلَى ابْنِ الدَّغِنَةِ فَقَدِمَ عَلَيْهِمْ فَقَالُوا لَهُ إِنَّا كُنَّا أَجَرْنَا أَبَا بَكْرٍ عَلَى أَنْ

يَعۡبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ وَإِنَّهُ جَاوَزَ ذَلِكَ فَابۡتَنَى مَسۡجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَأَعۡلَنَ الصَّلَاةَ وَالۡقِرَاءَةَ وَقَدۡ خَشِينَا أَنۡ يَفۡتِنَ أَبۡنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا فَأۡتِهِ فَإِنۡ أَحَبَّ أَنۡ يَقۡتَصِرَ عَلَى أَنۡ يَعۡبُدَ رَبَّهُ فِي دَارِهِ فَعَلَ وَإِنۡ أَبَى إِلَّا أَنۡ يُعۡلِنَ ذَلِكَ فَسَلۡهُ أَنۡ يَرُدَّ إِلَيۡكَ ذِمَّتَكَ فَإِنَّا كَرِهۡنَا أَنۡ نُخۡفِرَكَ وَلَسۡنَا مُقِرِّينَ لِأَبِي بَكۡرٍ الِاسۡتِعۡلَانَ قَالَتۡ عَائِشَةُ فَأَتَى ابۡنُ الدَّغِنَةِ أَبَا بَكۡرٍ فَقَالَ قَدۡ عَلِمۡتَ الَّذِي عَقَدۡتُ لَكَ عَلَيۡهِ فَإِمَّا أَنۡ تَقۡتَصِرَ عَلَى ذَلِكَ وَإِمَّا أَنۡ تَرُدَّ إِلَيَّ ذِمَّتِي فَإِنِّي لَا أُحِبُّ أَنۡ تَسۡمَعَ الۡعَرَبُ أَنِّي أُخۡفِرۡتُ فِي رَجُلٍ عَقَدۡتُ لَهُ قَالَ أَبُو بَكۡرٍ إِنِّي أَرُدُّ إِلَيۡكَ جِوَارَكَ وَأَرۡضَى بِجِوَارِ اللَّهِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ يَوۡمَئِذٍ بِمَكَّةَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ قَدۡ أُرِيتُ دَارَ هِجۡرَتِكُمۡ رَأَيۡتُ سَبۡخَةً ذَاتَ نَخۡلٍ بَيۡنَ لَابَتَيۡنِ وَهُمَا الۡحَرَّتَانِ فَهَاجَرَ مَنۡ هَاجَرَ قِبَلَ الۡمَدِينَةِ حِينَ ذَكَرَ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ وَرَجَعَ إِلَى الۡمَدِينَةِ بَعۡضُ مَنۡ كَانَ هَاجَرَ إِلَى أَرۡضِ الۡحَبَشَةِ وَتَجَهَّزَ أَبُو بَكۡرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ عَلَى رِسۡلِكَ فَإِنِّي أَرۡجُو أَنۡ يُؤۡذَنَ لِي قَالَ أَبُو بَكۡرٍ هَلۡ تَرۡجُو ذَلِكَ بِأَبِي أَنۡتَ قَالَ نَعَمۡ فَحَبَسَ أَبُو بَكۡرٍ نَفۡسَهُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ لِيَصۡحَبَهُ وَعَلَفَ رَاحِلَتَيۡنِ كَانَتَا عِنۡدَهُ وَرَقَ السَّمُرِ أَرۡبَعَةَ أَشۡهُرٍ

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2202 حدیث مرفوع

یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ (رض) زوجہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیان کیا کہ میں نے جب ہوش سنبھالا تو اپنے والدین کو دین حق پر ہی پایا اور ابوصالح نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ نے بواسطہ یونس زہری، عروہ بن زبیر نے نقل کیا کہ عائشہ (رض) نے فرمایا کہ میں نے اپنے والدین کو جب سے میں نے ہوش سنبھالا دین (اسلام) پر ہی پایا اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ صبح وشام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے پاس نہ آتے ہوں، جب مسلمان سخت آزمائش (تکلیف) میں تھے تو ابوبکر (رض) حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے جب برک غماد پہنچے تو ان سے قارہ کے سردار ابن دغنہ کی ملاقات ہوئی اس نے پوچھا ابوبکر کہاں کا ارادہ ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا اس لیے میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر کروں اور اپنے پروردگار کی عبادت کروں، ابن دغنہ نے کہا کہ تم جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جاسکتا ہے اس لیے کہ تم بے مال والوں کے لیے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو اور عاجز ومجبور کا بوجھ اٹھاتے، مہمان کی ضیافت کرتے ہو اور حق (پر قائم رہنے) کی وجہ سے آنے والی مصیبت پر مدد کرتے ہو میں تمہارا پڑوسی ہوں تم لوٹ چلو اور اپنے ملک میں اپنے رب کی عبادت کرو، چنانچہ ابن دغنہ روانہ ہوا اور ابوبکر کو ساتھ لے کر واپس ہوا اور کفار قریش کے سرداروں میں گھوما اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے نہ نکالا جاسکتا ہے جو تنگدستوں کے لیے کماتا ہے صلہ رحمی کرتا ہے، عاجزوں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے، راہ حق میں پیش آنے والی مصیبت میں مدد کرتا ہے چنانچہ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ منظور کرلی اور ابوبکر کو امان دے کر ابن دغنہ سے کہا کہ ابوبکر کو کہہ دو کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں، نماز پڑھیں، لیکن ہمیں تکلیف نہ دیں اور نہ اس کا اعلان کریں، اس لیے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنہ میں مبتلا نہ ہوجائیں۔ ابن دغنہ نے ابوبکر سے یہ کہہ دیا، چنانچہ ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور نہ تو نماز اعلانیہ پڑھتے اور نہ قرأت اعلانیہ کرتے پھر ابوبکر کے دل میں کچھ خیال پیدا ہوا، تو انھوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور

باہر نکل کر وہاں نماز اور قرآن پڑھنے لگے، تو مشرکین کی عورتیں اور بچے ان کے پاس جمع ہو جاتے، ان لوگوں کو اچھا معلوم ہوتا اور ابو بکر کو دیکھتے رہتے ابو بکر ایسے آدمی تھے کہ بہت روتے اور جب قرآن پڑھتے تو انھیں آنسوؤں پر اختیار نہیں رہتا تھا، مشرکین قریش کے سردار گھبرائے اور ابن دغنہ کو بلا بھیجا وہ ان کے پاس آیا تو انھوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ہم نے ابو بکر کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کریں، لیکن انھوں نے اس سے تجاوز کیا اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی۔ اعلانیہ نماز اور قرآن پڑھنے لگے اور ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے بچے اور ہماری عورتیں گمراہ نہ ہو جائیں اس لیے ان کے پاس جا کر کہو کہ اگر وہ اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت پر اکتفا کرتے ہیں تو کریں اور اگر اس کو اعلانیہ کرنے سے انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمہارا ذمہ واپس کر دیں، اس لیے کہ ہمیں پسند نہیں کہ ہم تمہاری امان کو توڑیں اور نہ ہم ابو بکر کو اعلانیہ عبادت کرنے پر قائم رہنے دے سکتے ہیں، حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ ابن دغنہ ابو بکر کے پاس آیا اور کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذمہ ایک شرط پر لیا تھا، یا تو اسی پر اکتفا کرو یا میرا ذمہ مجھے واپس کر دو، اس لیے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب اس بات کو سنیں کہ میں نے ایک شخص کو اپنے ذمہ میں لیا تھا اور میرا ذمہ توڑا گیا، ابو بکر نے جواب دیا کہ میں تیرا ذمہ تجھے واپس دیتا ہوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہوں اس زمانہ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ ہی میں تھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے، میں نے ایک کھاری زمین دیکھی، جہاں کھجوروں کے درخت ہیں اور دو پتھر یلے کناروں کے درمیان ہے جب یہ بات رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیان کی، جس نے بھی ہجرت کی مدینہ ہی کی طرف کی اور جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور ابو بکر نے بھی ہجرت کی تیاری کی، تو ان سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تم ٹھہرو مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا، ابو بکر نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیا آپ کو امید ہے کہ اس کی اجازت ملے گی؟ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: ہاں ابو بکر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ چلنے کے لیے رک گئے اور دو اونٹ جو ان کے پاس تھے ان کو چار مہینے تک سمر کے پتے کھلاتے رہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا أُنَاسًا فُقَرَاءَ وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ وَإِنْ أَرْبَعٌ فَخَامِسٌ أَوْ سَادِسٌ وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ فَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ قَالَ فَهُوَ أَنَا وَأَبِي وَأُمِّي فَلَا أَدْرِي قَالَ وَامْرَأَتِي وَخَادِمٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَ بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ تَعَشَّى عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَبِثَ حَيْثُ صُلِّيَتِ الْعِشَاءُ ثُمَّ رَجَعَ فَلَبِثَ حَتَّى تَعَشَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ بَعْدَ مَا مَضَى مِنَ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ قَالَتْ لَهُ امْرَأَتُهُ وَمَا حَبَسَكَ عَنْ أَضْيَافِكَ أَوْ قَالَتْ ضَيْفِكَ قَالَ أَوَمَا عَشَّيْتِيهِمْ قَالَتْ أَبَوْا حَتَّى تَجِيءَ قَدْ عُرِضُوا فَأَبَوْا قَالَ فَذَهَبْتُ أَنَا فَاخْتَبَأْتُ فَقَالَ يَا غُنْثَرُ فَجَدَّعَ وَسَبَّ وَقَالَ كُلُوا لَا هَنِيئًا فَقَالَ وَاللَّهِ لَا أَطْعَمُهُ أَبَدًا وَايْمُ اللَّهِ مَا كُنَّا نَأْخُذُ مِنْ لُقْمَةٍ إِلَّا رَبَا مِنْ أَسْفَلِهَا أَكْثَرُ مِنْهَا قَالَ يَعْنِي حَتَّى شَبِعُوا وَصَارَتْ أَكْثَرَ مِمَّا كَانَتْ قَبْلَ ذَلِكَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ فَإِذَا هِيَ كَمَا هِيَ أَوْ أَكْثَرُ مِنْهَا فَقَالَ لِامْرَأَتِهِ يَا أُخْتَ بَنِي فِرَاسٍ مَا هَذَا قَالَتْ لَا وَقُرَّةِ عَيْنِي لَهِيَ الْآنَ أَكْثَرُ مِنْهَا قَبْلَ ذَلِكَ بِثَلَاثِ مَرَّاتٍ فَأَكَلَ مِنْهَا أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ إِنَّمَا كَانَ ذَلِكَ مِنَ الشَّيْطَانِ يَعْنِي

يَمِينَهُ ثُمَّ أَكَلَ مِنْهَا لُقْمَةً ثُمَّ حَمَلَهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ وَكَانَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمٍ عَقْدٌ فَمَضَى الْأَجَلُ فَفَرَّقَنَا اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا مَعَ كُلِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ أُنَاسٌ اللَّهُ أَعْلَمُ كَمْ مَعَ كُلِّ رَجُلٍ فَأَكَلُوا مِنْهَا أَجْمَعُونَ أَوْ كَمَا قَالَ

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 580 حدیث متواتر حدیث مرفوع

ابوالنعمان، معتمر بن سلیمان، سلیمان، ابوعثمان، عبدالرحمن بن ابوبکر روایت کرتے ہیں کہ اصحاب صفہ غریب لوگ تھے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمادیا تھا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو ان میں سے لے جائے اور اگر چار کا ہو تو پانچواں یا چھٹا ان میں سے لے جائے ابوبکر تین آدمی لے گئے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دس لے گئے عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ہم تھے اور ہمارے باپ تھے اور ہماری ماں تھیں اور میں نہیں جانتا کہ آیا انھوں نے یہ بھی کہا یا نہیں کہ ہماری بی بی اور ہمارا خادم بھی تھا جو ہمارے گھر اور ابوبکر کے گھر میں مشترک تھا ابوبکر نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے یہاں کھانا کھایا اور وہیں عشاء کی نماز ادا کی اس کے بعد بھی اتنے ٹھہرے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے آرام بھی فرمالیا اس کے بعد اپنے گھر میں آئے ان سے ان کی بی بی نے کہا کہ تمہیں تمہارے مہمانوں سے کس نے روک لیا؟ یا یہ کہ تمہارے مہمان انتظار کر رہے ہیں وہ بولے کیا تم نے انھیں کھانا نہیں کھلایا انھوں نے کہا آپ کے آنے تک ان لوگوں نے کھانے سے انکار کیا کھانا ان کے سامنے پیش کیا گیا تھا مگر انھوں نے نہ مانا عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں تو مارے خوف کے جا کر چھپ گیا چنانچہ ابوبکر نے غصہ میں غنثر کہہ کر اور بہت سخت سست مجھے کہہ ڈالا اور کہا تمہیں گوارا نہ ہو کھاؤ اس کے بعد کہا کہ اللہ کی قسم میں ہرگز نہ کھاؤں گا کہتے ہیں کی اللہ کی قسم! ہم جب کوئی لقمہ لیتے تھے تو اس کے نیچے اس سے زیادہ بڑھ جاتا تھا عبدالرحمن کہتے ہیں کہ مہمان سب آسودہ ہو گئے اور کھانا جس قدر کہ پہلا تھا اس سے زیادہ رہ گیا تو ابوبکر نے اس کی طرف دیکھا وہ اسی قدر تھا جیسا کہ پہلے تھا یا اس سے بھی زیادہ تو اپنی بی بی سے کہا کہ اے بن فراش کی بہن یہ کیا ماجرا ہے وہ بولیں کہ اپنی آنکھ کی ٹھنڈک کی قسم یقیناً یہ اس وقت پہلے سے تگنا ہے پھر اس میں سے ابوبکر نے کھایا اور کہا یہ قسم شیطان ہی کی طرف سے تھی بالآخر اس میں سے ایک لقمہ انھوں نے کھالیا اس کے بعد اسے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس اٹھا لے گئے وہ صبح کو وہاں پہنچا اور ہمارے اور ایک قوم کے درمیان میں کچھ عہد تھا اس کی مدت گزر چکی تھی تو ہم نے بارہ آدمی علیحدہ علیحدہ کر دیئے ان میں سے ہر ایک ساتھ کچھ کچھ آدمی تھے واللہ اعلم۔ ہر شخص کے ساتھ کس کس قدر آدمی تھے غرض اس کھانے سے سب نے کھالیا عبدالرحمن نے جیسا کچھ بیان کیا ہو۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدَاءِ أَوْ بِذَاتِ الْجَيْشِ انْقَطَعَ عِقْدٌ لِي فَأَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْتِمَاسِهِ وَأَقَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ فَأَتَى النَّاسُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ فَقَالُوا أَلَا تَرَى مَا صَنَعَتْ عَائِشَةُ أَقَامَتْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعٌ رَأْسَهُ عَلَى فَخِذِي قَدْ نَامَ

فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوا عَلَى مَاءٍ وَلَيْسَ مَعَهُمْ مَاءٌ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي فَلَا يَمْنَعُنِي مِنْ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا فَقَالَ أُسَيْدُ بْنُ الْحُضَيْرِ مَا هِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَأَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 331 حدیث مرفوع

عبداللہ بن یوسف، مالک، عبدالرحمن بن قاسم، قاسم بن محمد، حضرت عائشہ (رض) زوجۃ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) روایت کرتی ہیں کہ ہم کسی سفر میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہمراہ تھے، ہم جب بیداء یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ (کرگر) گیا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو ڈھونڈنے کے لیے قیام کر دیا، لوگ بھی آپ کے ہمراہ ٹھہر گئے، اس مقام میں کہیں پانی نہ تھا، لہٰذا لوگ حضرت ابوبکر صدیق (رض) کے پاس گئے اور کہا کہ آپ (رض) نہیں دیکھتے کہ عائشہ (رض) نے کیا کیا؟ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور سب لوگوں کو ٹھہرا لیا، ان کے پاس پانی نہیں ہے، تو حضرت ابوبکر (رض) آئے اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنا سر میرے زانو پر رکھے سو رہے تھے، تو انھوں نے کہا کہ تو نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور سب لوگوں کو ٹھہرا لیا، ان کے پاس پانی نہیں ہے، عائشہ (رض) کہتی ہیں کہ ابوبکر (رض) مجھ پر غصہ ہوئے اور جو کچھ اللہ نے چاہا انھوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میرے کولہا میں کونچہ دینے لگے، چونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرے زانو پر سر مبارک رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے، اس وجہ سے میں حرکت نہ کر سکی، جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیدار ہوئے تو پانی نہ تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آیت تیمم نازل فرمائی، سب نے تیمم کیا، اسید بن حضیر (رض) نے کہا کہ اے آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے، کہ جس سے مومنین فیضیاب ہوئے ہیں، بلکہ اس سے قبل بھی فیض پہنچ چکا ہے، حضرت عائشہ (رض) کہتی ہیں کہ جس اونٹ پر میں تھی، اس کو ہٹایا تو اس کے نیچے ہار (بھی) مل گیا۔

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَعِيلَ بْنِ مُجَالِدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ وَهُوَ آخِذٌ بِأَيْدِيهِمَا وَقَالَ هَكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَسَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1635 حدیث مرفوع

عمر بن اسماعیل بن مجالد بن سعید، سعید بن مسلمہ، اسماعیل بن امیہ، نافع، حضرت ابن عمر (رض) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسجد میں اس طرح داخل ہوئے کہ آپ کی دائیں طرف ابوبکر تھے اور بائیں طرف عمر۔ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ یہ حدیث غریب

ہے۔سعید بن مسلم محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ یہ اس کے علاوہ اور سند سے بھی منقول ہے۔اس میں نافع ابن عمر (رض) سے روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَطَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقُلْتُ فِي نَفْسِي مَا يُبْكِي هَذَا الشَّيْخَ إِنْ يَكُنْ اللَّهُ خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الْعَبْدَ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا قَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ إِنَّ أَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا مِنْ أُمَّتِي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ

صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 457 حدیث متواتر حدیث مرفوع

محمد بن سنان، فلیح ،ابوالنضر ،عبید بن حنین، بسر بن سعید، ابوسعید خدری (رض) روایت کرتے ہیں کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک خطبہ پڑھا، تو فرمایا کہ یقین سمجھو کہ اللہ سبحانہ نے ایک بندہ کو دنیا اور آخرت کے درمیان اختیار دیا، (چاہے جس کو پسند کرے) اس نے اس چیز کو اختیار کرلیا، جو اللہ کے ہاں ہے، ابوبکر (یہ سن کر) رونے لگے، میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسی کیا چیز ہے، جو اس بوڑھے کو رلا رہی ہے، اگر اللہ نے کسی بندہ کو دنیا کے اور اس عالم کے درمیان میں، جو اللہ کے ہاں ہے، اختیار دیا اور اس نے اس عالم کے اختیار کرلیا، جو اللہ کے ہاں ہے، (تو اس میں رونے کی کیا بات ہے، مگر آخر میں معلوم ہوا کہ) وہ بندہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے اور ابوبکر ہم سب میں زیادہ علم رکھتے تھے، پھر آپ نے فرمایا کہ اے ابوبکر تم نہ رو و کیونکہ یہ بات یقینی ہے سب لوگوں سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والا اپنی صحبت میں اور اپنے مال میں ابوبکر ہیں میں اپنی امت میں اگر کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابوبکر ہوتے لیکن اسلام کی محبت (کافی ہے) مسجد میں ابوبکر کے دروازہ کے سوا کسی کے دروازہ کو بے بند نہ چھوڑا جائے (بند کردیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمْ أَعْقِلْ أَبَوَيَّ إِلَّا وَهُمَا يَدِينَانِ الدِّينَ وَلَمْ يَمُرَّ عَلَيْنَا يَوْمٌ إِلَّا يَأْتِينَا فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيْ النَّهَارِ بُكْرَةً وَعَشِيَّةً ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ فَكَانَ يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَقِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ عَيْنَيْهِ إِذَا قَرَأَ الْقُرْآنَ فَأَفْزَعَ ذَلِكَ أَشْرَافَ قُرَيْشٍ مِنْ الْمُشْرِكِينَ

صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 467 حدیث مرفوع

یحیی بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروہ بن زبیر، حضرت عائشہ (رض) روایت کرتی ہیں کہ میں اپنے ہوش میں اپنے ماں باپ کو دین کی پیروی کرتے ہوئے دیکھا ہے اور کوئی دن ایسا نہیں گذرا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دن کے دونوں وقت صبح وشام ہمارے پاس نہ آتے ہوں، ایک مرتبہ ابوبکر (رض) کو خیال آیا اور انھوں نے اپنے مکان کے احاطہ میں مسجد بنائی اور وہ اس میں نماز پڑھنے لگے

اور قرآن کی تلاوت کرنے لگے، تو مشرکوں کی عورتیں اور ان کے لڑکے ان کے پاس کھڑے ہوتے تھے اور ان (کے پڑھنے) سے خوش ہوتے تھے اور ان کی طرف دیکھا کرتے تھے، چونکہ ابوبکر (رض) بہت رونے والے آدمی تھے اور (یہاں تک کہ) جب وہ قرآن پڑھتے تھے، تو وہ اپنی آنکھوں پر اختیار نہ رکھتے تھے، لہٰذا اس بات نے اشراف قریش کو خوف میں ڈال دیا (کہ کہیں سب مسلمان نہ ہو جائیں)۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ حَدَّثَنِي مَعْنٌ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ نُودِيَ مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1823 حدیث مرفوع

ابراہیم بن منذر، معن، مالک، ابن شہاب، حمید بن عبدالرحمن حضرت ابوہریرہ (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ جس نے اللہ کی راہ میں جوڑا (یعنی دو چیزیں) خرچ کیں، وہ جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا، اے اللہ کے بندے یہ دروازہ اچھا ہے۔ جو شخص نمازی ہوگا وہ نماز کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو شخص مجاہد ہوگا وہ جہاد کے دروازے سے پکارا جائے گا اور جو شخص صدقہ والوں سے ہوگا وہ صدقہ کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ حضرت ابوبکر (رض) نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ان دروازوں میں سے جس دروازے سے بھی پکارا جائے اس پر کوئی حرج نہیں ہے لیکن کوئی ایسا بھی ہوگا جو ان تمام دروازوں سے پکارا جائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں! اور مجھے امید ہے کہ تم ان میں سے ہو گے۔

شجاعت:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں سے سوال کیا کہ تمہارے نزدیک شجاع ترین کون شخص ہے، سب نے عرض کیا آپ، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہمیشہ اپنے برابر کے جوڑے سے لڑتا ہوں، یہ کوئی شجاعت نہیں، تم شجاع ترین شخص کا نام لو، سب نے کہا ہمیں معلوم نہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ شجاع ترین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، یوم بدر میں ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان بنایا تھا، ہم نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون رہے گا کہ مشرکین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے سے باز رکھے، قسم اللہ تعالیٰ کی ہم میں سے کسی شخص کو ہمت نہ پڑی، مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کسی کو پاس نہ پھٹکنے دیا اور جس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس پر حملہ آور ہوئے۔۔۔ ایک دفعہ مکہ معظمہ میں مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھسیٹنے لگے اور کہنے لگے کہ تو ہی ہے جو ایک اللہ تعالیٰ بتاتا ہے، واللہ کسی کو کفار کے مقابلے کی جراءت نہ ہوئی، مگر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے، وہ کفار کو مار مار کر ہٹاتے جاتے

تھے اور کہتے جاتے تھے کہ ہائے افسوس تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا اللہ ایک ہے۔ایہ فرما کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے بھلا یہ تو بتاؤ کہ مومن آل فرعون اچھے ہیں یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ‘ لیکن جب لوگوں نے جواب نہ دیا تو فرمایا کہ جواب کیوں نہیں دیتے‘ واللہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک ساعت ان کی ہزار ساعت سے بہتر ہے‘ وہ تو ایمان کو چھپاتے تھے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ایمان کو ظاہر کیا۔

أخرج البزار في مسنده عن علي أنه قال :أخبروني من أشجع الناس؟ فقالوا :أنت، قال :أما إني ما بارزت أحدًا إلا انتصفت منه، ولكن أخبروني بأشجع الناس؟ قالوا :لا نعلم، فمن؟ قال :أبو بكر، إنه لما كان يوم بدر، فجعلنا لرسول الله عليه الصلاة والسلام عريشًا، فقلنا :من يكون مع رسول الله عليه الصلاة والسلام لئلا يهوى إليه أحد من المشركين؟ فوالله ما دنا منا أحد إلا أبو بكر شاهرًا بالسيف على رأس رسول الله عليه الصلاة والسلام لا يهوى إليه أحد إلا هوى إليه، فهو أشجع الناس، قال علي رضي الله عنه :لقد رأيت رسول الله عليه الصلاة والسلام وأخذته قريش، فهذا يجبأه، وهذا يتلتله، وهم يقولون :أنت الذي جعلت الآلهة إلهًا واحدًا؟ قال :فوالله ما دنا منا أحد إلا أبو بكر يضرب هذا، ويجبأ هذا، ويتلتل هذا، وهو يقول :ويلكم! أتقتلون رجلاً أن يقول ربي الله، ثم رفع علي بردة كانت عليه، فبكى حتى اخضل لحيته ثم قال :أنشدكم الله، أمؤمن آل فرعون خير أم أبو بكر؟ فسكت القوم، فقال :ألا تجيبوني؟ فوالله لساعة من أبي بكر خير من ألف ساعة من مثل مؤمن آل فرعون ذاك رجل يكتم إيمانه، وهذا رجل أعلن إيمانه.

وأخرج البخاري عن عروة بن الزبير قال :سألت عبد الله بن عمرو بن العاص عن أشد ما صنع المشركون برسول الله عليه الصلاة والسلام فقال :رأيت عقبة بن أبي معيط جاء إلى النبي عليه الصلاة والسلام وهو يصلي، فوضع رداءه في عنقه، فخنقه خنقًا شديدًا، فجاء أبو بكر حتى دفعه عنه، فقال :أتقتلون رجلاً أن يقول ربي الله وقد جاءكم بالبيانات من ربكم؟

(أخرجہ البخاری ”3678 /“)

سخاوت

آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے سب سے زیادہ سخی تھے ﴿وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ۔ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ﴾ (اللیل ۹۲ : /۱۷۔۱۸) کے شان نزول آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں‘ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے نفع پہنچا ہے۔کسی کے مال سے نہیں پہنچا‘ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رو کر فرمانے لگے کہ میں اور میرا مال کیا چیز ہے‘ جو کچھ ہے سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ہے‘ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال میں ویسا ہی تصرف فرماتے تھے جیسا اپنے مال میں‘ جس روز سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے ہیں اس روز ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے‘ آپ رضی اللہ عنہ نے وہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کر دیئے۔

ایک روز سیدنا عمر فاروق جیش عسرت یا جنگ تبوک کے چندہ کا تذکرہ فرما کر کہنے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہمیں مال صدقہ کرنے کا حکم دیا تو میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر مال صدقہ کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور اپنا نصف مال تصدق کر دیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت کیا کہ اپنے اہل وعیال کے واسطے کچھ چھوڑا' میں نے عرض کیا کہ باقی نصف' اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال لیے ہوئے آگئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی وہی سوال کیا' انہوں نے جواب دیا کہ اہل وعیال کے لیے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ تعالیٰ کافی ہیں' میں نے یہ دیکھ کر کہا کہ میں کبھی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کسی بات میں نہ بڑھ سکوں گا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب کا احسان اتار چکا ہوں' البتہ ابوبکر صدیق کا احسان باقی ہے' اس کا بدلہ قیامت کے دن خدائے تعالیٰ دے گا' کسی شخص کے مال سے مجھے اتنا فائدہ نہیں ہوا جتنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال سے۔

قال الله تعالى :{وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى. الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى} [الليل 18 :17] إلى آخر السورة. قال ابن الجوزي: أجمعوا على أنها نزلت في أبي بكر .تاريخ الخلفاء« (ص34):

وأخرج أحمد عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :"ما نفعني مال قط ما نفعني مال أبي بكر" فبكى أبو بكر، وقال :هل أنا ومالي إلا لك يا رسول الله) أخرجه أحمد في المسند "2/235".

وأخرج أبو يعلى من حديث عائشة رضي الله عنها مرفوعًا مثله.

قال ابن كثير :وروى أيضًا من حديث علي، وابن عباس، وأنس، وجابر بن عبد الله، وأبي سعيد الخدري، رضي الله عنهم، وأخرجه الخطيب عن سعيد بن المسيب مرسلاً، وزاد :وكان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقضي في مال أبي بكر كما يقضي في مال نفسه

)أخرجه الخطيب البغدادي في تاريخه "10/364،8/21")

وأخرج ابن عساكر من طرق عن عائشة رضي الله عنها وعروة بن الزبير :أن أبا بكر رضي الله عنه أسلم يوم أسلم وله أربعون ألف دينار -وفي لفظ :أربعون ألف درهم- فأنفقها على رسول الله صلى الله عليه وسلم.

وأخرج أبو داود والترمذي، عن عمر بن الخطاب، قال :أمرنا رسول الله عليه الصلاة والسلام أن نتصدق فوافق ذلك مالاً عندي، قلت :اليوم أسبق أبا بكر -إن سبقته يومًا- فجئت بنصف مالي، فقال رسو الله عليه الصلاة والسلام :"ما أبقيت لأهلك؟" قلت :مثله، وأتى أبو بكر بكل ما عنده، فقال :"يا أبا بكر، ما أبقيت لأهلك؟" قال :أبقيت لهم الله ورسوله، فقلت :لا أسبقه في شيء أبدًا. قال الترمذي :هذا حديث حسن صحيح وأخرج الترمذي عن أبي هريرة قال :قال رسول الله عليه الصلاة والسلام :"ما لأحد عندنا يد إلا وقد كافأناه إلا أبا بكر، فإن له عندنا يدًا يكافئه الله بها يوم القيامة، وما نفعني مال أحد قط ما نفعني مال أبي بكر"

(أخرجه الترمذي" 3661 /". وقال أبو عيسى : ہذا حديث غريب من ہذا الوجه)

علم وفضل؛

آپ رضی اللہ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سب سے زیادہ عالم اور ذکی تھے، جب کسی مسئلہ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں اختلاف واقع ہوتا تو وہ مسئلہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا جاتا' آپ رضی اللہ عنہ اس پر جو حکم لگاتے وہ عین صواب ہوتا۔

قرآن شریف کا علم آپ رضی اللہ عنہ کو سب صحابیوں رضی اللہ عنھم سے زیادہ تھا' اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو نماز میں امام بنایا' سنت کا علم بھی آپ رضی اللہ عنہ کو کامل تھا' اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم مسائل سنت میں آپ رضی اللہ عنہ ہی سے رجوع کرتے تھے' آپ رضی اللہ عنہ کا حافظہ بھی قوی تھا' آپ رضی اللہ عنہ نہایت ذکی الطبع تھے' آپ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت ابتدائے بعثت سے وفات تک حاصل رہا' زمانہ خلافت میں جب کوئی معاملہ پیش آتا تو آپ رضی اللہ عنہ قرآن شریف میں اس مسئلہ کو تلاش فرماتے' اگر قرآن شریف میں نہ ملتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کے موافق فیصلہ کرتے' اگر کوئی ایسا قول وفعل معلوم نہ ہوتا تو باہر نکل کر لوگوں سے دریافت فرماتے کہ تم نے کوئی حدیث اس معاملہ کے متعلق سنی ہے؟ اگر کوئی صحابی ایسی حدیث بیان نہ فرماتے تو آپ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنھم کو جمع فرماتے اور ان کی کثرت رائے کے موافق فیصلہ صادر فرماتے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب بھر کے بالعموم اور قریش کے بالخصوص بڑے نساب تھے' حتیٰ کہ جبیر بن مطعم جو عرب کے بڑے نسابوں میں شمار ہوتے تھے' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خوشہ چیں تھے اور کہا کرتے تھے کہ میں نے علم نسب عرب کے سب سے بڑے نساب سے سیکھا ہے۔

علم تعبیر میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل تھی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آپ رضی اللہ عنہ خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے' امام محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے بڑے معبر ہیں' آپ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ فصیح تقریر کرنے والے تھے' بعض اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابیوں رضی اللہ عنھم میں سب سے زیادہ فصیح ابوبکر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ تھے' تمام صحابیوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی عقل کامل اور اصابت رائے مسلم تھی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بارہا فرمایا ہے کہ اس امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے زیادہ افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں' ایک مرتبہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے گا میں اس کے درے لگاؤں گا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر رحم کریں کہ اس نے اپنی بیٹی مجھے زوجیت میں دی اور مجھے مدینہ تک پہنچایا اور بلال رضی اللہ عنہ کو آزاد کیا' اللہ تعالیٰ تعالیٰ عمر رضی اللہ

عنہ پر رحم کرے، حق بات کہتے ہیں خواہ کتنی ہی تلخ کیوں نہ ہو۔اللہ تعالیٰ تعالیٰ عثمان رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کہ ان سے فرشتے حیا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، الٰہی جہاں علی ہو حق اس کے ساتھ رکھ۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بالا جماع خلیفہ بنایا، کیونکہ اس وقت دنیا کے پردے پر ان سے بہتر آدمی نہ ملا، معاویہ رضی اللہ عنہ بن قرہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنھم کو کبھی خلافت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں شک نہیں ہوا اور وہ لوگ ہمیشہ ان کو خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہتے رہے، اور صحابی کبھی کسی خطا یا گمراہی پر اجماع نہیں کر سکتے۔

»قال النووي في تهذيبه، ومن خطه نقلت :استدل أصحابنا على عظم علمه بقوله رضي الله عنه في الحديث الثابت في الصحيحين :والله لأقاتلن من فرّق بين الصلاة والزكاة، والله لو منعوني عقالاً كانوا يؤدونه إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم لقاتلتهم على منعه. واستدل الشيخ أبو إسحاق بهذا وغيره في طبقاته على أن أبا بكر الصديق رضي الله عنه أعلم الصحابة؛ لأنهم كلهم وقفوا عن فهم الحكم في المسألة إلا هو، ثم ظهرت لهم بمباحثته لهم أن قوله هو الصواب، فرجعوا إليه.

وروينا عن ابن عمر أنه سئل :من كان يفتي الناس في زمن رسول الله عليه الصلاة والسلام؟ فقال :أبو بكر وعمر رضي الله عنهما ما أعلم غيرهما» «تاريخ الخلفاء« (ص36):

وأخرج الشيخان عن أبي سعيد الخدري قال :خطب رسول الله عليه الصلاة والسلام الناس وقال :"إن الله تعالى خَيَّرَ عبدًا بين الدنيا وبين ما عنده، فاختار ذلك العبد ما عند الله". فبكى أبو بكر وقال :نفديك بآبائنا وأمهاتنا، فعجبنا لبكائه أن يخبر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عن عبد خيّر، فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم هو المخير، وكان أبو بكر أعلمنا، فقال رسول الله عليه الصلاة والسلام :"إن من أمنّ الناس عليّ في صحبته وماله أبا بكر، ولو كنت متخذًا خليلاً غير ربي لاتخذت أبا بكر، ولكن أخوة الإسلام ومودته، لا يبقينّ باب إلا سدّ إلا باب أبي بكر". هذا كلام النووي. أخرجه البخاري "36547"، ومسلم "2382/".

وقال ابن كثير :كان الصديق رضي الله عنه أقرأ الصحابة -أي :أعلمهم بالقرآن- لأنه عليه الصلاة والسلام قدّمه إمامًا للصلاة بالصحابة رضي الله عنه مع قوله :"يؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله".

وأخرج الترمذي عن عائشة رضي الله عنها قالت :قال رسول الله عليه الصلاة والسلام :"لا ينبغي لقوم فيهم أبو بكر أن يؤمهم غير

أخرجه الترمذي "3673/". وقال أبو عيسى : حسن غريب

حسن معاشرت؛

عطا بن صائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بیعت خلافت کے دوسرے دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دو چادریں لیے ہوئے بازار کو جاتے تھے، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کہاں جا رہے ہیں؟ فرمایا بازار، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب آپ

رضی اللہ عنہ یہ دھندے چھوڑ دیں، آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے امیر ہو گئے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں اور میرے اہل وعیال کہاں سے کھائیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ کام ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیجئے، چنانچہ دونوں صاحب سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا اور میرے اہل وعیال کا نفقہ مہاجرین سے وصول کر دیا کرو، ہر چیز معمولی حیثیت کی چاہئے، گرمی اور جاڑے کے کپڑوں کی بھی ضرورت ہوگی، جب پھٹ جایا کریں گے تو ہم واپس کر دیا کریں گے اور نئے لے لیا کریں گے، چنانچہ سیدنا ابوعبیدہ ہر روز آپ رضی اللہ عنہ کے یہاں کچھ حصہ بکری کا گوشت بھیج دیا کرتے تھے۔

وأخرج ابن سعد عن عطاء بن السائب قال: لما بويع أبو بكر أصبح وعلى ساعده أبراد، وهو ذاهب إلى السوق، فقال عمر: أين تريد؟ قال: إلى السوق، قال: تصنع ماذا وقد وليت أمر المسلمين؟ قال: فمن أين أطعم عيالي؟ قال: انطلق، يفرض لك أبو عبيدة، فانطلقا إلى أبي عبيدة، فقال: أفرض لك قوت رجل من المهاجرين، ليس بأفضلهم ولا أوكسهم، وكسوة الشتاء والصيف إذا أخلقت شيئًا رددته وأخذت غيره، ففرضا له كل يوم نصف شاة.

(أخرجه ابن سعد في الطبقات "2/170")

ابوبکر بن حفص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مسلمانوں کے کام کی اجرت میں میں نے کوڑی پیسے کا فائدہ حاصل نہیں کیا، سوائے اس کے کہ موٹا جھوٹا کھا پہن لیا، اس وقت مسلمانوں کا تھوڑا یا بہت کوئی مال سوائے اس حبشی غلام، اونٹنی اور پرانی چادر کے میرے پاس نہیں ہے، جب میں مر جاؤں تو ان سب کو عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا۔

وأخرج ابن أبي الدنيا عن أبي بكر بن حفص قال: قال أبو بكر لما احتضر لعائشة رضي الله عنها: يا بنية! إنا ولينا أمر المسلمين فلم نأخذ لنا دينارًا ولا درهمًا، ولكنا أكلنا من جريش طعامهم في بطوننا، ولبسنا من خشن ثيابهم على ظهورنا، وإنه لم يبق عندنا من فيء المسلمين قليل ولا كثير إلا هذا العبد الحبشي، وهذا البعير الناضح، وجرد هذه القطيفة، فإذا مت فابعثي بهن إلى عمر.

سیدنا امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے مرنے کے بعد یہ اونٹنی جس کا دودھ ہم پیتے تھے اور یہ بڑا پیالہ جس میں ہم کھاتے تھے، اور یہ چادریں عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا کیونکہ میں نے ان چیزوں کو بحیثیت خلیفہ ہونے کے بیت المال سے لیا تھا، جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو یہ چیزیں پہنچیں تو انہوں نے فرمایا کہ خدائے تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ بعد والے کے لئے معاملہ مشکل کر دیا۔

عن الحسن بن علي بن أبي طالب قال: لما احتضر أبو بكر قال: يا عائشة! انظري اللقحة التي كنا نشرب من لبنها، والجفنة التي كنا نصطبغ فيها والقطيفة 5التي كنا نلبسها! فإنا كنا ننتفع بذلك حين كنا نلي أمر المسلمين، فإذا مت فارددیه إلى عمر، فلما مات أبو بكر أرسلت به إلى عمر فقال عمر: رحمك الله يا أبا بكر! لقد

أتعبت من جاء بعدك (أخرجه الطبراني في الكبير "1/38")

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیت المال میں کبھی مال و دولت جمع نہیں ہونے دیا، جو کچھ آتا مسلمانوں کے لیے خرچ کر دیتے، فقراء و مساکین پر بحصہ مساوی تقسیم کر دیتے تھے، کبھی گھوڑے اور ہتھیار خرید کر فی سبیل اللہ دے دیتے، کبھی کچھ کپڑے لے کر غرباء صحرانشیں کو بھیج دیتے، حتی کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد معہ اور چند صحابیوں کے بیت المال کا جائزہ لیا تو بالکل خالی پایا۔

أخرج ابن سعد عن سهل بن أبي خيثمة وغيره أن أبا بكر كان له بيت مال بالسنح ليس يحرسه أحد، فقيل له: ألا تجعل عليه من يحرسه؟ قال: عليه قفل، فكان يعطي ما فيه حتى يفرغ، فلما انتقل إلى المدينة حوله فجعله في داره، فقدم عليه مال، فكان يقسمه على فقراء الناس فيسوي بين الناس في القسم، وكان يشتري الإبل والخيل والسلاح فيجعله في سبيل الله، واشترى قطائف أتي بها من البادية ففرقها في أرامل المدينة، فلما توفي أبو بكر ودفن دعا عمر الأمناء ودخل بهم في بيت مال أبي بكر منهم عبد الرحمن بن عوف وعثمان بن عفان، ففتحوا بيت المال فلم يجدوا فيه شيئًا لا دينارًا ولا درهمًا (أخرجه ابن سعد في الطبقات "2/171،172" بنحوه)

محلہ کی لڑکیاں اپنی بکریاں لے کر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آجایا کرتیں اور آپ رضی اللہ عنہ سے دودھ دوہا کر لے جاتیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بہت سے آدمیوں میں اس طرح مل جل کر بیٹھتے کہ کوئی پہچان بھی نہ سکتا تھا کہ ان میں خلیفہ کون ہے۔

أخرج ابن عساكر عن أنيسة قالت: نزل فينا أبو بكر ثلاث سنين قبل أن يستخلف، وسنة بعدما استخلف، فكانت جواري الحي يأتينه بغنمهن فيحلبهن لهن

خلافت صدیقی رضی اللہ عنہ کے اہم واقعات

وفاتِ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا رکھا تھا، اپنا دست مبارک اس سے تر فرما کر چہرہ مبارک پر پھیرتے اور فرماتے تھے اللهم اعني على سكرات الموت (اے اللہ سکرات موت میں میری مدد کر) سیدنا ام المومنین بار بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھتی جاتی تھیں کہ یکا یک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں پتھرا گئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اس وقت الرفیق الاعلیٰ من الجنۃ جاری تھا۔ دوپہر کے قریب بروز دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو اس دار فانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا، اگلے دن سہ شنبہ کو دوپہر کے قریب مدفون ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے، وہ اپنے اہل و عیال کے پاس اپنے مکان پر جو مقام سنح میں تھا گئے ہوئے تھے، اس خبر کو جو شخص سنتا تھا حیران و ششدر رہ جاتا تھا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی حالت:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فاروق رضی اللہ عنہ کے بھی ہوش وحواس بجا نہ رہے۔ ۳۱ وہ اپنی تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے :ان رجالا من المنافقین زعموا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مات وانہ ذھب الی ربہ کما ذھب موسی ولیرجعن فیقطعن ایدی رجال وارجلھم ''منافقوں کے چند لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے حالانکہ وہ فوت نہیں ہوئے' وہ اپنے رب کے پاس اس طرح گئے ہیں جس طرح موسیٰ علیہ السلام گئے تھے' وہ ضرور واپس آئیں گے اور کچھ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹیں گے'' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جوش اور غضب کی حالت میں اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے اور کسی کی مجال نہ تھی کہ ان سے یہ کہتا کہ تم اپنی تلوار نیام میں کرلو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے' اتنے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپہنچے اور سیدھے حجرہ مبارک میں گئے' پیشانی مبارک کا بوسہ لے کر اور بغور دیکھ کر کہا کہ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موت کا ذائقہ چکھا جس کو اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مقدر فرمایا تھا' اور اب ہرگز اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو موت نہ آئے گی پھر اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے باہر آئے۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی استقامت:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وہی باتیں کہتے ہوئے سنا اور ان سے کہا کہ خاموش رہو مگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی' تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے علیحدہ کھڑے ہو کر مخاطب کیا' جس قدر آدمی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع تھے وہ سب ان کو تنہا چھوڑ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلے آئے' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بعد حمد وثناء کے فرمایا ''لوگو! اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فوت ہو گئے' اور اگر اللہ تعالی کی پرستش کرتے تھے تو اللہ تعالی بے شک زندہ ہے اور وہ کبھی نہیں مرے گا'' پھر انہوں نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی۔ :

{وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ} (آل عمران ۳:۱۴۴)

''اور نہیں تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر رسول' ان سے پہلے اور بھی رسول گذر چکے ہیں' پس کیا اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مر جائیں یا مارے جائیں تو تم لوگ اپنی پرانی حالت کفر کی طرف لوٹ جاؤ گے' اور جو شخص حالت کفر کی طرف لوٹ جائے گا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ اسلام پر ثابت قدم رہنے والوں کو جزا دے گا۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان سے قرآن مجید کی ان آیات کا سننا تھا کہ یکا یک مجمع سے وہ حیرت کا عالم دور ہو گیا' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پہلے میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر مطلق خیال نہ کیا' لیکن جس وقت انہوں نے یہ آیت پڑھی تو مجھ کو یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ آیت اسی وقت نازل ہوئی ہے' مارے خوف کے میرے پاؤں تھرا گئے اور میں نے سمجھ لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْمَرٌ وَيُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ قَالَتْ أَقْبَلَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى فَرَسِهِ مِنْ مَسْكَنِهِ بِالسُّنْحِ حَتَّى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمْ النَّاسَ حَتَّى دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَتَيَمَّمَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُسَجًّى بِبُرْدِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهُ ثُمَّ بَكَى فَقَالَ بِأَبِي أَنْتَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ لَا يَجْمَعُ اللَّهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ أَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَتْ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا قَالَ أَبُو سَلَمَةَ فَأَخْبَرَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ خَرَجَ وَعُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يُكَلِّمُ النَّاسَ فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبَى فَقَالَ اجْلِسْ فَأَبَى فَتَشَهَّدَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَمَالَ إِلَيْهِ النَّاسُ وَتَرَكُوا عُمَرَ فَقَالَ أَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ إِلَى الشَّاكِرِينَ وَاللَّهِ لَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُونُوا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَهَا حَتَّى تَلَاهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ إِلَّا يَتْلُوهَا

صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 1189 حدیث مرفوع

بشر بن محمد، عبداللہ، معمر و یونس، زہری، ابوسلمہ، حضرت عائشہ (رض) زوجہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، ابوبکر (رض) اپنے گھوڑے پر مقام سخ سے آئے یہاں تک کہ گھوڑے سے اترے اور مسجد میں داخل ہوئے کسی سے گفتگو نہ کی یہاں تک کہ عائشہ (رض) کے پاس پہنچے اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا قصد کیا، آپ کو یمنی چادر اڑھائی گئی تھی، آپ کے چہرے سے چادر اٹھائی پھر آپ پر جھکے اور آپ کے چہرے کو بوسہ دیا پھر روئے اور فرمایا اے اللہ کے نبی آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، اللہ آپ پر دو موتوں کو جمع نہیں کرے گا، وہ موت آپ کے لیے مقدور تھی تو وہ آپ پر آچکی۔ ابوسلمہ کا بیان ہے کہ مجھے ابن عباس نے خبر دی کہ ابوبکر باہر نکلے اور عمر لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے، ابوبکر (رض) نے ان سے کہا کہ بیٹھ جاؤ انھوں نے انکار کر دیا پھر کہا کہ بیٹھ جاؤ انھوں نے پھر انکار کیا، چنانچہ ابوبکر (رض) نے تشہد پڑھا لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور عمر کو چھوڑ دیا کہا امابعد! تم میں سے جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عبادت کرتا تھا۔ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وفات پاگئے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ زندہ ہے، نہیں مرے گا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ شاکرین تک) واللہ اس سے پہلے لوگ گویا جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے، یہاں تک کہ ابوبکر (رض) نے اس آیت کی تلاوت فرمائی لوگوں نے یہ آیت ان سے سن کر اخذ کی اور کوئی شخص سنا نہیں جاتا تھا مگر اس کی تلاوت کرتا تھا۔

سقیفہ بنو ساعدہ اور بیعت خلافت:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكٌ وَأَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ حِينَ تَوَفَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَنْصَارَ اجْتَمَعُوا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ انْطَلِقْ بِنَا فَجِئْنَاهُمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ

صحیح بخاری: جلداول: حدیث نمبر 2361 حدیث موقوف

یحییٰ بن سلیمان، ابن وہب، مالک، یونس، ابن شہاب، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ، ابن عباس (رض) حضرت عمر (رض) سے روایت کرتے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اٹھالیا تو انصار سقیفہ بن ساعدہ میں جمع ہوئے تو میں نے حضرت ابوبکر (رض) سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلئے چنانچہ ہم لوگ انصار کے پاس سقیفہ نبی ساعدہ (بنی ساعدہ کے سائبان) میں پہنچے۔

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تقریر فرما کر لوگوں کی حیرت دور فرما چکے تھے کہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار کے مجتمع ہونے اور بلا مشاورت مہاجرین کسی امیر یا خلیفہ کے انتخاب کی نسبت گفتگو کرنے کی خبر پہنچی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام پر یہ سب سے زیادہ نازک وقت تھا' اگر اس خبر کو سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خاموش رہتے اور اس طرف متوجہ نہ ہوتے تو سخت اندیشہ تھا کہ مہاجرین و انصار کی اخوت و محبت ذرا سی دیر میں برباد ہو کر جمعیت اسلامی پارہ پارہ ہو جاتی' مگر چونکہ خدائے تعالیٰ اپنے دین کا خود حافظ و ناصر تھا' اس نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمت و استقامت عطا فرمائی کہ ہر ایک خطرہ اور ہر ایک اندیشہ ان کی بصیرت وقت کے آگے فوز و اصلاح سے تبدیل ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نے تمام مسلمانوں کو ایک ہی قوم اور ایک ہی خاندان بنا دیا تھا اور نور ایمان کے محیر العقول اثر سے قبیلوں' خاندانوں اور ملکوں کے امتیازات یک سر برباد و منہدم ہو چکے تھے اور ان کی حقیقت اس سے زیادہ باقی نہ رہی تھی کہ قبیلوں اور خاندانوں کے نام سے لوگوں کی شناخت میں اور پتہ دینے میں آسانی ہوتی تھی اور بس۔

وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اور اس روح اعظم کے ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہونے پر ذرا سی دیر کے لیے اس تفریق قومی کے ابتلاء کا کروٹ لینا کوئی حیرت اور تعجب کا مقام نہیں ہے دیکھنا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی پاک و مطہر جماعت نے اس ابتلاء کو اپنے لیے موجب اصطفا بنایا یا سامان بربادی' تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کی تعداد انصار کے مقابلے میں کم تھی' لیکن انصار بھی دو حصوں میں منقسم تھے یعنی اوس' اور خزرج' اسلام سے پہلے قدیم سے ایک دوسرے کے حریف اور رقیب چلے آتے تھے' اس طرح مدینہ منورہ کے موجودہ مسلمانوں کو تین بڑے بڑے حصوں میں منقسم سمجھا جا سکتا تھا' اوس' خزرج' قریش یا مہاجرین یا مکی' قبیلہ خزرج کے رئیس سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ تھے' ان کے مکان کے ملحق ایک وسیع نشست گاہ تھی' جس کی صورت یہ تھی کہ ایک وسیع چبوترہ تھا اس کے اوپر سائبان پڑا ہوا تھا' اسی کو سقیفہ بنی ساعدہ کہتے تھے۔

بیعت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حال سن کر ایک طرف مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگ جمع ہو گئے تھے' ان میں قریباً سب مہاجرین تھے' کیونکہ مہاجرین کے مکانات اسی محلہ میں زیادہ تھے' یہاں انصار بہت کم تھے' دوسری طرف بازار کے متصل سقیفہ بنی ساعدہ میں مسلمانوں کا اجتماع تھا' اس مجمع میں تقریباً سب انصار ہی تھے' کوئی ایک دو مہاجر بھی اتفاقاً وہاں موجود تھے' اسلام کی ابتداء اور اس کی نشوونما مخالفین کی کوششیں' جنگ و پیکار کے ہنگامے' شرک کا مغلوب و معدوم ہونا' اور اسلامی قانون و اسلامی آئین کے سامنے سب کا

گردنیں جھکا دینا سب کچھ ان لوگوں کے پیش نظر تھا اور وہ جانتے تھے کہ یہ نظام اب وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں اسی وقت بحسن وخوبی قائم رہ سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشیں منتخب کرلیا جائے۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عاشقانہ جذبہ نے لوگوں کو کچھ سوچنے اور مسئلہ خلافت پر غور کرنے کا موقع ہی نہ دیا' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبرسن کر اگر جلد یہاں نہ پہنچ جاتے تو اللہ تعالیٰ جانے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عشاق نبوی رضی اللہ عنہ کی یہ حیرت واضطراب کی حالت کب تک قائم رہتی' لیکن دوسرے مجمع کی جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نشست گاہ میں تھا یہ حالت نہ تھی' وہاں انتخاب خلیفہ کے متعلق گفتگو ہوئی' چونکہ وہ مجمع انصار ہی کا تھا اور ایک سردار قبیلہ کی نشست گاہ میں تھا جو قبیلہ خزرج کے سردار تھے اور قبیلہ خزرج تعداد نفوس اور مال و دولت میں انصار کے دوسرے قبیلہ اوس سے فائق و برتر تھا' لہذا اس مجمع کی گفتگو اور اظہار خیالات کا نتیجہ یہ تھا کہ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ یعنی جانشین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کیا جائے۔

مہاجرین کی تعداد اگرچہ مدینہ میں انصار سے کم تھی لیکن ان کی اہمیت اور ان کی بزرگی وعظمت کا انصار کے قلوب پر ایسا اثر تھا کہ جب سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے خلافت کو انصار ہی کا حق ثابت کرنا چاہا تو انصار کے ایک شخص نے اعتراض کیا کہ مہاجرین انصار کی خلافت کو کیسے تسلیم کریں گے' اس پر ایک دوسرے انصاری نے کہا کہ اگر انہوں نے تسلیم نہ کیا تو ہم ان سے کہہ دیں گے کہ ایک خلیفہ تم اپنا مہاجرین میں سے بنالو اور ایک خلیفہ ہم نے انصار میں سے بنالیا ہے' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں یہ ایک کمزوری کی بات ہے' ایک اور انصاری نے کہا کہ اگر مہاجرین نے ہمارے خلیفہ کو تسلیم نہ کیا تو ہم ان کو بذریعہ شمشیر مدینہ سے نکال دیں گے' اس مجمع میں جو چند مہاجرین تھے انہوں نے انصار کی مخالفت میں آواز بلند کی اس طرح اس مجمع میں بحث وتکرار شروع ہوگئی' ممکن تھا کہ یہ ناگوار صورت ترقی کرکے جنگ و پیکار تک نوبت پہنچ جاتی۔

یہ خطرناک رنگ دیکھ کر سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ وہاں سے چلے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آکر سقیفہ بنی ساعدہ کی روداد سنائی' یہاں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی تقریر ختم کرکے تجہیز وتکفین کے سامان کی تیاری میں مصروف ہوچکے تھے' اس وحشت انگیز خبر کوسن کر سیدنا ابوبکر صدیق اپنے ہمراہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لے کر سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنھم کو تجہیز وتکفین کے کام کی تکمیل میں مصروف چھوڑ گئے' اگر اس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ذرا بھی تامل فرماتے تو اللہ تعالیٰ جانے کیسے کیسے خطرات رونما ہوجاتے۔

یہ تینوں بزرگ اس مجمع میں پہنچے تو وہاں عجیب افراتفری اور تو تو میں میں کا عالم برپا تھا سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہاں اس مجمع کو مخاطب کرکے کچھ بولنا چاہا' لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روک دیا اور خود کھڑے ہوکر نہایت وقار وسنجیدگی کے ساتھ تقریر فرمائی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ازخود رفتگی دیکھ چکے تھے کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں شمشیر بدست پھر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جو کوئی یہ کہے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے ہیں اس کا سر اڑا دوں گا'

لہذا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ یہاں بھی کہیں فرط جوش اور وفورِ غم میں کوئی اسی قسم کی بات نہ کہہ گذریں' لہذا انہوں نے خود مجمع کو مخاطب فرما کر تقریر شروع کی اور اسی کی ضرورت تھی' چنانچہ انہوں نے فرمایا...... اول مہاجرین امراء ہوں گے اور انصار وزراء'
......آپ رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر سیدنا حباب بن المنذر بن الجموح رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے

......سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حباب انصاری رضی اللہ عنہ کو جواب دیا کہ تم کو خوب یاد ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو وصیت کی ہے کہ انصار کے ساتھ نیک سلوک کرنا' انصار کو وصیت نہیں کی کہ مہاجرین کے ساتھ رعایت کا برتاؤ کرنا' یہ دلیل اس بات کی ہے کہ حکومت وخلافت مہاجرین میں رہے گی' سیدنا حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ نے فوراً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کلام کو قطع کیا اور خود کچھ فرمانے لگے' نتیجہ یہ ہوا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حباب رضی اللہ عنہ دونوں زور زور سے باتیں کرنے لگے ......سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دونوں کو روکنے اور خاموش کرنے کی کوشش کی...... اتنے میں سیدنا بشیر بن النعمان بن کعب بن الخزاج انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیشک قبیلہ قریش سے تھے لہذا ان کی قوم یعنی قریش کے لوگ ہی خلافت کے زیادہ مستحق ہیں...... ہم لوگوں نے بیشک دین اسلام کی نصرت کی اور ہم سابق بالایمان ہیں' لیکن ہمارا اسلام لانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کے لیے مستعد ہو جانا محض اس لیے تھا کہ خدائے تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے' اس کا معاوضہ ہم دنیا میں نہیں چاہتے اور نہ ہم خلافت وامارت کے معاملہ میں مہاجرین سے کوئی جھگڑا کرنا پسند کرتے ہیں...... حباب رضی اللہ عنہ بن المنذر نے کہا کہ بشیر رضی اللہ عنہ تو نے اس وقت بڑی بزدلی کی بات کہی' اور بنے بنائے کام کو بگاڑنا چاہا ہے' سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے بزدلی کا اظہار نہیں کیا بلکہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ ایسی قوم سے خلافت وامارت کے متعلق جھگڑا کرو جو خلافت و امارت کی مستحق ہے' کیا اے حباب رضی اللہ عنہ! تو نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الائمۃ من قریش (امام قریش میں سے ہوں گے) سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ کے اس کلام کی بعض دوسرے انصار نے بھی تائید وتصدیق کی اور اس باخدا قوم نے اپنی دینوی اور مادی خدمات کو اپنے دینی وروحانی جذبات پر غالب نہ ہونے دیا' سیدنا حباب بن المنذر رضی اللہ عنہ بھی یہ باتیں سن کر خاموش ہو گئے اور انہوں نے فوراً اپنی رائے تبدیل کر لی۔

ان کے خاموش ہوتے ہی یک لخت تمام مجمع پر سکون وخاموشی طاری ہوگئی اور خلافت کے متعلق مہاجرین اور انصار کا نزاع یکا یک دور ہو گیا' اب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ عمر رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں' تم ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لو' سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مہاجرین میں سب سے افضل ہیں یہ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق تھے' نماز کی امامت کرانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنا قائم مقام بنایا' حالانکہ نماز امور دین میں سب سے افضل شے ہے' پس سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا خلافت وامارت کا مستحق نہیں ہو سکتا' یہ فرمانے کے بعد سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی

اوران کے بعد سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا بشیر رضی اللہ عنہ بن سعد انصاری نے بیعت کی اور ان کے بعد چاروں طرف سے لوگ بیعت کے لیے ٹوٹ پڑے، یہ خبر باہر پہنچی اور لوگ سنتے ہی دوڑ پڑے، غرض تمام مہاجرین وانصار نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بلا اختلاف متفقہ طور پر بیعت کرلی۔۔۔۔انصار میں سے صرف سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اور مہاجرین میں سے ان لوگوں نے جو تجہیز وتکفین کے کام میں مصروف تھے اس وقت سقیفہ بنو ساعدہ میں بیعت نہیں کی، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دیر بعد اسی روز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ وطلحہ رضی اللہ عنہ نے مہاجرین میں سے چالیس روز تک محض اس شکایت کی بنا پر بیعت نہیں کی کہ سقیفہ بنو ساعدہ کی بیعت میں ہم کو کیوں شریک مشورہ نہیں کیا گیا۔۔۔سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک دن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت واستحقاق خلافت کا منکر نہیں ہوں لیکن شکایت یہ ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنو ساعدہ میں ہم سے مشورہ کئے بغیر کیوں لوگوں سے بیعت لی، آپ رضی اللہ عنہ اگر ہم کو وہاں بلوا لیتے تو ہم بھی سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا مجھ کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے سے زیادہ عزیز ومحبوب ہے، میں سقیفہ میں بیعت لینے کی غرض سے نہیں گیا تھا بلکہ مہاجرین وانصار کے نزاع کا رفع کرنا نہایت ضروری تھا دونوں فریق لڑنے اور مارنے مرنے پر تیار تھے، میں نے خود اپنی بیعت کی درخواست نہیں کی بلکہ حاضرین نے خود بالاتفاق میرے ہاتھ پر کی، اگر اس وقت میں بیعت لینے کو ملتوی رکھتا تو اس اندیشہ اور خطرہ کے دوبارہ زیادہ طاقت سے نمودار ہونے کا قوی احتمال تھا، تم جب کہ تجہیز وتکفین کے کام میں مصروف تھے تو میں اس عجلت میں تم کو کیسے وہاں سے بلوا سکتا تھا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے یہ باتیں سن کر فوراً شکایت واپس لی اور اگلے روز مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مجمع عام کے روبرو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

فلما مات واختلف الصحابة فيما بينهم، فمن قائل يقول :مات رسول الله صلى الله عليه وسلم. ومن قائل :لم يمت. فذهب سالم بن عبيد وراء الصديق إلى السنح فأعلمه بموت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فجاء الصديق من منزله حين بلغه الخبر، فدخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم منزله وكشف الغطاء عن وجهه وقبله، وتحقق أنه قد مات، فخرج إلى الناس فخطبهم إلى جانب المنبر، وبين لهم وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم كما قدمنا، وأزاح الجدال، وأزال الإشكال، ورجع الناس كلهم إليه، وبايعه في المسجد جماعة من الصحابة، ووقعت شبهة لبعض الأنصار، وقام في أذهان بعضهم جواز استخلاف خليفة من الأنصار، وتوسط بعضهم بين أن يكون أمير من المهاجرين وأمير من الأنصار، حتى بين لهم الصديق أن الخلافة لا تكون إلا في قريش، فرجعوا إليه، وأجمعوا عليه قال الإمام أحمد :ثنا إسحاق بن عيسى الطباع، ثنا مالك بن أنس، حدثني ابن شهاب، عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود. أن ابن عباس أخبره أن عبد الرحمن بن عوف رجع إلى رحله- قال ابن عباس :وكنت أقرئ عبد الرحمن بن عوف فوجدني وأنا أنتظره- وذلك بمنى في آخر حجة حجها عمر

بن الخطاب، فقال عبد الرحمن بن عوف :إن رجلا أتى عمر بن الخطاب فقال :إن فلانا يقول :لو قد مات عمر بايعت فلانا. فقال عمر :إني قائم العشية، إن شاء الله، في الناس، فمحذرهم هؤلاء الرهط الذين يريدون أن يغصبوهم أمرهم. قال عبد الرحمن :فقلت :يا أمير المؤمنين، لا تفعل فإن الموسم يجمع رعاع الناس وغوغاءهم، وإنهم الذين يغلبون على مجلسك إذا قمت في الناس، فأخشى أن تقول مقالة يطير بها أولئك فلا يعوها، ولا يضعوها مواضعها، ولكن حتى تقدم المدينة ;فإنها دار الهجرة والسنة، وتخلص بعلماء الناس وأشرافهم، فتقول ما قلت متمكنا، فيعون مقالتك ويضعونها مواضعها. قال عمر :لئن قدمت المدينة سالما صالحا لأكلمن بها الناس في أول مقام أقومه. فلما قدمنا المدينة في عقب ذي الحجة، وكان يوم الجمعة عجلت الرواح صكة الأعمى -قلت لمالك :وما صكة الأعمى؟ قال :إنه لا يبالي أي ساعة خرج، لا يعرف الحر والبرد. أو نحو هذا- فوجدت سعيد بن زيد عند ركن المنبر الأيمن قد سبقني، فجلست حذاءه تحك ركبتي ركبته، فلم أنشب أن طلع عمر، فلما رأيته قلت :ليقولن العشية على هذا المنبر مقالة ما قالها عليه أحد قبله. قال: فأنكر سعيد بن زيد ذلك وقال :ما عسيت أن يقول ما لم يقل أحد؟ فجلس عمر على المنبر، فلما سكت المؤذن قام فأثنى على الله بما هو أهله، ثم قال :أما بعد أيها الناس، فإني قائل مقالة قد قدر لي أن أقولها، لا أدري لعلها بين يدي أجلي، فمن وعاها وعقلها فليحدث بها حيث انتهت به راحلته، ومن لم يعها فلا أحل له أن يكذب علي، إن الله بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بالحق، وأنزل عليه الكتاب، فكان مما أنزل عليه آية الرجم، فقرأناها ووعيناها وعقلناها، ورجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده، فأخشى إن طال بالناس زمان أن يقول قائل :لا نجد آية الرجم في كتاب الله. فيضلوا بترك فريضة قد أنزلها الله، عز وجل، فالرجم في كتاب الله حق على من زنى إذا أحصن من الرجال والنساء ;إذا قامت البينة، أو كان الحبل أو الاعتراف، ألا وإنا قد كنا نقرأ :لا ترغبوا عن آبائكم، فإن كفرا بكم أن ترغبوا عن آبائكم. ألا وإن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال» :لا تطروني كما أطري عيسى بن مريم، فإنما أنا عبد، فقولوا :عبد الله ورسوله« وقد بلغني أن قائلا منكم يقول: لو قد مات عمر بايعت فلانا. فلا يغترن امرؤ أن يقول :إن بيعة أبي بكر كانت فلتة. ألا وإنها كانت كذلك، ألا إن الله وقى شرها، وليس فيكم اليوم من تقطع إليه الأعناق مثل أبي بكر، وإنه كان من خبرنا حين توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم، أن عليا والزبير ومن كان معهما تخلفوا في بيت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وتخلفت عنا الأنصار بأجمعها في سقيفة بني ساعدة، واجتمع المهاجرون إلى أبي بكر، فقلت له :يا أبا بكر، انطلق بنا إلى إخواننا من الأنصار. فانطلقنا نؤمهم حتى لقينا رجلان صالحان، فذكرا لنا الذي صنع القوم فقالا :أين تريدون يا معشر المهاجرين؟ فقلت :نريد إخواننا هؤلاء من الأنصار. فقالا :لا عليكم أن لا تقربوهم، واقضوا أمركم يا معشر المهاجرين. فقلت :والله لنأتينهم. فانطلقنا حتى جئناهم في سقيفة بني ساعدة، فإذا هم مجتمعون، وإذا بين ظهرانيهم رجل مزمل، فقلت :من هذا؟ قالوا :سعد بن عبادة فقلت :ما

له؟ قالوا: وجع. فلما جلسنا قام خطيبهم، فأثنى على الله بما هو أهله وقال: أما بعد، فنحن أنصار الله وكتيبة الإسلام، وأنتم يا معشر المهاجرين رهط منا، وقد دفت دافة منكم يريدون أن يختزلونا من أصلنا ويحضنونا من الأمر. فلما سكت أردت أن أتكلم، وكنت قد زورت مقالة أعجبتني أردت أن أقولها بين يدي أبي بكر، وقد كنت أداري منه بعض الحد، وهو كان أحلم مني وأوقر فقال أبو بكر: على رسلك. فكرهت أن أغضبه، وكان أعلم مني وأوقر، والله ما ترك من كلمة أعجبتني في تزويري إلا قالها في بديهته وأفضل حتى سكت. فقال: أما بعد، فما ذكرتم من خير فأنتم أهله، ولم تعرف العرب هذا الأمر إلا لهذا الحي من قريش؛ هم أوسط العرب نسبا ودارا، وقد رضيت لكم أحد هذين الرجلين أيهما شئتم. وأخذ بيدي وبيد أبي عبيدة بن الجراح، فلم أكره مما قال غيرها، وكان والله أن أقدم فتضرب عنقي لا يقربني ذلك إلى إثم أحب إلي أن أتأمر على قوم فيهم أبو بكر، إلا أن تغير نفسي عند الموت، فقال قائل من الأنصار: أنا جذيلها المحكك وعذيقها المرجب، منا أمير ومنكم أمير يا معشر قريش - فقلت لمالك: ما يعني أنا جذيلها المحكك وعذيقها المرجب؟ قال: كأنه يقول: أنا داهيتها - قال: فكثر اللغط وارتفعت الأصوات حتى خشيت الاختلاف. فقلت: ابسط يدك يا أبا بكر. فبسط يده، فبايعته وبايعه المهاجرون، ثم بايعه الأنصار، ونزونا على سعد بن عبادة، فقال قائل منهم: قتلتم سعدا. فقلت: قتل الله سعدا. قال عمر: أما والله ما وجدنا فيما حضرنا أمرا هو أوفق من مبايعة أبي بكر، خشينا إن فارقنا القوم ولم تكن بيعة أن يحدثوا بعدنا بيعة، فإما أن نبايعهم على ما لا نرضى، وإما أن نخالفهم فيكون فيه فساد، فمن بايع أميرا عن غير مشورة المسلمين فلا بيعة له، ولا بيعة للذي بايعه تغرة أن يقتلا. قال مالك: فأخبرني ابن شهاب، عن عروة أن الرجلين اللذين لقياهما: عويم بن ساعدة ومعن بن عدي. قال ابن شهاب: وأخبرني سعيد بن المسيب أن الذي قال: أنا جذيلها المحكك وعذيقها المرجب. هو الحباب بن المنذر وقد أخرج هذا الحديث الجماعة في كتبهم، من طرق عن مالك وغيره، عن الزهري به.

وقال الإمام أحمد: حدثنا معاوية بن عمرو، ثنا زائدة، ثنا عاصم، (ح) وحدثني حسين بن علي، عن زائدة، عن عاصم، عن زر، عن عبد الله - هو ابن مسعود - قال: لما قبض رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت الأنصار: منا أمير ومنكم أمير. فأتاهم عمر فقال: يا معشر الأنصار ألستم تعلمون أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قد أمر أبا بكر أن يؤم الناس؟ فأيكم تطيب نفسه أن يتقدم أبا بكر؟ فقالت الأنصار: نعوذ بالله أن نتقدم أبا بكر. ورواه النسائي، عن إسحاق بن راهويه وهناد بن السري، عن حسين بن علي الجعفي، عن زائدة به. ورواه علي بن المديني، عن حسين بن علي، وقال: صحيح لا أحفظه إلا من حديث زائدة، عن عاصم. وقد رواه النسائي أيضا من حديث سلمة بن نبيط، عن نعيم بن أبي هند، عن نبيط بن شريط، عن سالم بن عبيد، عن عمر مثله.

وقد روي عن عمر بن الخطاب نحوه من طرق أخر عن سعد بن إبراهيم حدثني أبي أن أباه عبد الرحمن بن عوف كان مع عمر، وأن محمد بن مسلمة كسر سيف الزبير ثم خطب أبو بكر، واعتذر إلى الناس وقال: والله ما كنت

حريصا على الإمارة يوما ولا ليلة، ولا سألتها الله في سر ولا علانية. فقبل المهاجرون مقالته، وقال علي والزبير: ما غضبنا إلا لأنا أخرنا عن المشورة، وإنا نرى أن أبا بكر أحق الناس بها، إنه لصاحب الغار وإنا لنعرف شرفه وخبره، ولقد أمره رسول الله صلى الله عليه وسلم بالصلاة بالناس وهو حي. إسناد جيد، ولله الحمد البدایۃ والنہایۃ(8)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خطبہ:

بیعت سقیفہ سے واپس آ کر اگلے روز تجہیز و تکفین نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہو کر مسجد نبوی میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ممبر پر بیٹھ کر بیعت عامہ لی' بعد از اں کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا' اور حمد و نعت کے بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

کہ''میں تمہارا سردار بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں' پس اگر میں نیک کام کروں تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو اور اگر میں کوئی غلط راہ اختیار کروں تو فرض ہے کہ تم مجھ کو سیدھے راستے پر قائم کرو' راستی و راست گفتاری امانت ہے اور دروغ گوئی خیانت' تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ میں اس کا حق نہ دلوا دوں' اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے جب تک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں' تم لوگ جہاد کو ترک نہ کرنا' جب کوئی قوم جہاد کو ترک کر دیتی ہے تو وہ ذلیل ہو جاتی ہے جب تک کہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تم میری اطاعت کرو' جب میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تم میرا ساتھ چھوڑ دو' کیونکہ پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے''۔

اس روز ۳۳ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت سقیفہ کے بعد مدینہ منورہ اور مہاجرین و انصار میں اس اختلاف کا نام و نشان بھی کہیں نہیں پایا گیا جو بیعت سے چند منٹ پیشتر مہاجرین و انصار میں موجود تھا' سب کے سب اسی طرح شیر و شکر اور ایک دوسرے کے بھائی بھائی تھے' یہ بھی ایک سب سے بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو براہ راست درس گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستفیض ہوئے تھے پورے طور پر دین کو دنیا پر مقدم کر چکے تھے اور دنیا میں کوئی گروہ اور کوئی جماعت ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

جب اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے ۳۳ ہزار صحابہ رضی اللہ عنھم نے ایک دن میں بطیب خاطر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر تمام ملک عرب اور سارے مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیم کر لیا تو خلافت صدیقی سے بڑھ کر کوئی دوسرا اجماع امت نظر نہیں آتا۔

»ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ بِالَّذِي هُوَ أَهْلُهُ، ثُمَّ قَالَ:

أَمَّا بَعْدُ أَيُّهَا النَّاسُ، فَإِنِّي قَدْ وُلِّيتُ عَلَيْكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، فَإِنْ أَحْسَنْتُ فَأَعِينُونِي، وَإِنْ أَسَأْتُ فَقَوِّمُونِي الصِّدْقُ أَمَانَةٌ، وَالْكَذِبُ خِيَانَةٌ، وَالضَّعِيفُ فِيكُمْ قَوِيٌّ عِنْدِي حَتَّى أُرِيحَ عَلَيْهِ حَقَّهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ، وَالْقَوِيُّ مِنْكُمُ الضَّعِيفُ عِنْدِي حَتَّى آخُذَ الْحَقَّ مِنْهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ لَا يَدَعُ أَحَدٌ مِنْكُمُ الْجِهَادَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَإِنَّهُ لَا يَدَعُهُ قَوْمٌ إِلَّا ضَرَبَهُمُ اللَّهُ

بِالذُّلِّ، وَلَا تَشِيعُ الْفَاحِشَةُ فِي قَوْمٍ إِلَّا عَمَّهُمُ اللّٰهُ بِالْبَلَاءِ أَطِيعُونِي مَا أَطَعْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ، فَإِذَا عَصَيْتُ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَلَا طَاعَةَ لِي عَلَيْكُمْ قُومُوا إِلَى صَلَاتِكُمْ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ«

» تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبری « (3/210):

لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند ماہ پیشتر یمن ونجد کے علاقوں میں اسود ومسیلمہ کے فتنے نمودار ہو چکے تھے‘ان ملکوں کے باشندے نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے‘ابھی وہ پورے طور پر اسلام اور حقیقت اسلام سے واقف بھی نہ ہونے پائے تھے کہ جھوٹے مدعیان نبوت کے شیطانی فتنے نمودار ہوئے اور یہ نو مسلم لوگ ان کے فریب میں آ گئے‘نجد کی طرف تو وہی کیفیت برپا تھی‘لیکن وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر اسود عنسی کا کام ہو چکا تھا‘مگر یمن کی طرف ابھی زہریلے اثر اور سامان فتن کا کلی استیصال نہیں ہوا تھا۔

وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر تمام براعظم عرب میں نہایت سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ پھیل گئی اور پھیلنی چاہیے تھی‘اس خبر نے ایک طرف جدید الاسلام اور محتاج تعلیم قبیلوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا کر دی‘دوسری طرف جھوٹے مدعیان نبوت کے حوصلوں اور ہمتوں میں اضافہ کر کے ان کے کاروبار میں ترقی پیدا کر دی‘ہر ملک اور ہر قوم میں واقعہ پسند اور فتنہ پرداز لوگ بھی ہر زمانہ میں ہوا ہی کرتے ہیں اس قسم کے لوگوں کو بھی از سر نو اپنی شرارتوں کے لیے مناسب مواقع میسر آئے‘شہرت طلب افراد اور حکومت پسند قبائل بھی اپنی مطلق العنانی اور تن آسانیوں کے لیے تدابیر سوچنے لگے‘نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف سے ارتداد کی خبریں آنی شروع ہوئیں‘یہ خبریں اس تسلسل اور اس کثرت سے مدینہ میں آئیں کہ ان کو سن سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی آنکھوں کے سامنے مصائب وآلام اور ہموم وغموم کے پہاڑ تھے اور ان کے دل ودماغ پر اتنا بوجھ پڑ گیا تھا کہ انہوں نے اگر درس گاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور آغوش رسالت میں صبر واستقامت کی تعلیم نہ پائی ہوتی تو ان کی اور اسلام کی بربادی بہ ظاہر یقینی تھی‘سوائے مدینہ‘مکہ اور طائف تین مقاموں کے باقی تمام براعظم عرب میں فتنہ ارتداد کے شعلے پوری قوت اور اشتداد کے ساتھ بھڑک اٹھے تھے‘ساتھ یہ خبریں بھی پہنچیں کہ مدینہ منورہ پر ہر طرف سے حملوں کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اپنے مرض الموت میں شام کی جانب رومیوں کے مقابلہ کو لشکر اسلام کے ساتھ روانہ فرمایا تھا‘اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کے روبہ ترقی ہونے کے سبب یہ لشکر رکا ہوا تھا‘اب بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کو روانہ کرنا چاہا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ایسی حالت میں جب کہ ہر طرف سے ارتداد کی خبریں آ رہی ہیں اور مدینے پر حملے ہونے والے ہیں اس لشکر کی روانگی کو ملتوی کر دیا جائے‘صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قوت ایمانی‘قوت قلب‘ہمت وشجاعت اور حوصلہ واستقامت کا اندازہ کرو کہ انہوں نے سب کو جواب دیا کہ اگر مجھ کو اس بات کا بھی یقین دلایا جائے کہ اس لشکر کے روانہ کرنے کے بعد مجھ کو مدینہ میں کوئی درندہ تنہا پا کر پھاڑ ڈالے گا تب بھی میں‘اس لشکر کی روانگی کو ہرگز ملتوی نہ کروں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا‘چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ

تمام وہ لوگ جو لشکر اسامہ میں شامل تھے روانگی کی تیاری کریں اور مدینہ کے باہر لشکر گاہ میں جلد فراہم ہو جائیں۔

اس حکم کی تعمیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے' سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کے باپ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اس لیے بعض لوگوں کے دلوں میں ان کی سرداری سے انقباض تھا' نیز سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت صرف سترہ سال کی تھی اس لیے بعض لوگوں کی خواہش تھی کہ کوئی معمر قریشی سردار مقرر فرمایا جائے' جب تمام لشکر باہر جمع ہو گیا تو سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو (کہ وہ بھی اس لشکر کے ایک سپاہی تھے) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ پیغام دے کر روانہ کیا کہ بڑے بڑے آدمی سب میرے ساتھ ہیں آپ رضی اللہ عنہ ان کو واپس بلا لیں اور اپنے پاس رکھیں کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ مشرکین حملہ کر کے آپ رضی اللہ عنہ کو اور مسلمانوں کو اذیت پہنچائیں' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ لشکر گاہ سے سالار لشکر کا پیغام لے کر جب روانہ ہونے لگے تو انصار نے بھی ایک پیغام سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اس لشکر کا سردار کوئی ایسا شخص مقرر فرمائیں جو اسامہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمر کا ہو اور شریف النسل ہو۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر اول سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا پیغام عرض کیا تو سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا کہ اس لشکر کے روانہ کرنے سے اگر تمام بستی خالی ہو جائے اور میں تن تنہا رہ جاؤں اور درندے مجھ کو اٹھا کر لے جائیں تب بھی اس لشکر کی روانگی ملتوی نہیں ہو سکتی' پھر انصار کا پیغام سن کر فرمایا کہ ان کے دلوں میں ابھی تک فخر و تکبر کا اثر باقی ہے' یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ خود اٹھے اور اس لشکر رخصت کرنے کے لیے پیدل مدینے سے باہر لشکر گاہ تک تشریف لائے' سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو معہ لشکر رخصت کیا اور خود سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی رکاب میں باتیں کرتے چلے' سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا تو آپ رضی اللہ عنہ سوار ہو جائیے یا میں سواری سے اتر کر پیدل چلتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں سوار نہ ہوں گا اور تم کو سواری سے اترنے کی ضرورت نہیں اور میرا کیا نقصان ہو گا اگر میں تھوڑی دور اللہ تعالیٰ کی راہ میں بطریق مشایعت تمہاری رکاب میں پیدل چلوں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ طریق عمل انصار کے اس مذکورہ پیغام کو کافی جواب تھا' آپ رضی اللہ عنہ کو اسامہ رضی اللہ عنہ کی رکاب میں اس طرح پیدل چلتے ہوئے دیکھ کر تمام لشکر حیران رہ گیا اور سب کے دلوں سے وہ انقباض دور ہو کر اس کی جگہ فرمانبرداری اور خلوص کے جذبات پیدا ہو گئے۔

أَخْبَرَنَا كَثِيرُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَرْبٍ عَنِ الزُّبَيْدِيِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُو بَكْرٍ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ يَا أَبَا بَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي نَفْسَهُ وَمَالَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَاللَّهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللَّهِ لَوْ مَنَعُونِي عَنَاقًا كَانُوا يُؤَدُّونَهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَى مَنْعِهَا فَوَاللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ رَأَيْتُ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ شَرَحَ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ وَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ

سنن نسائی: جلد دوم: حدیث نمبر 1002 حدیث متواتر حدیث مرفوع

کثیر بن عبید، محمد بن حرب زبیدی، زہری، عبید اللہ بن عبد اللہ، ابو ہریرہ (رض) سے روایت ہے کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر (رض) نے خلافت کا منصب سنبھالا اور اہل عرب میں بعض لوگ مرتد اور دین سے منحرف ہو گئے تو حضرت عمر (رض) نے فرمایا اے ابو بکر آپ کس طریقہ سے لڑائی کریں گے؟ حالانکہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو حکم فرمایا گیا ہے کہ میں لوگوں سے اس وقت تک لڑائی کروں کہ جس وقت تک وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہہ دیں اور اگر وہ اس کلمہ کا اقرار کر لیں گے تو مجھ سے اپنی جان و مال محفوظ کر لیں گے لیکن اگر کسی شخص کو کوئی ناحق قتل کرے گا یا اس کی (کسی قسم کی) حق تلفی کرے گا تو اس کے عوض اس کی جان و مال لی جا سکتی ہے اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے حضرت ابو بکر (رض) نے فرمایا کہ جو شخص نماز اور زکوۃ کے درمیان فرق کرے گا میں اس سے ضرور جنگ کروں گا اس لیے کہ زکوۃ مال کا حق ہے اللہ کی قسم اگر یہ لوگ مجھ کو ایک بکری کا بچہ دینے سے انکار کریں گے جس پر رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیا کرتے تھے تو میں اس کی عدم ادائیگی پر بھی ان سے لڑائی کروں گا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر (رض) کے سینے کو جہاد کے واسطے کھول دیا اور میں اس بات سے واقف ہو گیا کہ حق یہی ہے۔

»حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ، قَالَ :أَخْبَرَنِي عَمِّي، قَالَ :أَخْبَرَنِي سَيْفٌ- وَحَدَّثَنِي السَّرِيُّ، قَالَ :حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا سَيْفٌ- عَنْ هِشَامِ ابن عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ :لَمَّا بُويِعَ أَبُو بَكْرٍ رضی اللہ عنہ وَجَمَعَ الأَنْصَارَ فِي الأَمْرِ الَّذِي افْتَرَقُوا فِيهِ، قَالَ :لِيَتِمَّ بَعْثُ أُسَامَةَ، وَقَدِ ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ، إِمَّا عَامَّةً وَإِمَّا خَاصَّةً فِي كُلِّ قَبِيلَةٍ، وَنَجَمَ النِّفَاقُ، وَاشْرَأَبَّتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى، وَالْمُسْلِمُونَ كَالْغَنَمِ فِي اللَّيْلَةِ الْمَطِيرَةِ الشاتیہ. لفقد نبیهم ص وَقِلَّتِهِمْ، وَكَثْرَةِ عَدُوِّهِمْ فَقَالَ لَهُ النَّاسُ :إِنَّ هَؤُلاءِ جُلُّ الْمُسْلِمِينَ وَالْعَرَبُ- عَلَى مَا تَرَى- قَدِ انْتَقَضَتْ بِكَ، فَلَيْسَ يَنْبَغِي لَكَ أَنْ تُفَرِّقَ عَنْكَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ :وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي بَكْرٍ بِيَدِهِ، لَوْ ظَنَنْتُ أَنَّ السِّبَاعَ تَخَطَّفُنِي لأَنْفَذْتُ بَعْثَ أُسَامَةَ كَمَا امر به رسول الله ص، وَلَوْ لَمْ يَبْقَ فِي الْقُرَى غَيْرِي لأَنْفَذْتُهُ! حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ، قَالَ :حَدَّثَنِي عَمِّي، قَالَ :أَخْبَرَنِي سَيْفٌ- وَحَدَّثَنِي السَّرِيُّ، قَالَ :حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ، قَالَ :حَدَّثَنَا سَيْفٌ- عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ عَلِيٍّ، وَعَنِ الضَّحَّاكِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالا :ثُمَّ اجْتَمَعَ مَنْ حَوْلَ الْمَدِينَةِ مِنَ الْقَبَائِلِ الَّتِي غَابَتْ فِي عَامِ الْحُدَيْبِيَةِ، وَخَرَجُوا وَخَرَجَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ فِي جُنْدِ أُسَامَةَ، فَحَبَسَ أَبُو بَكْرٍ مَنْ بَقِيَ مِنْ تِلْكَ الْقَبَائِلِ الَّتِي كَانَتْ لَهُمُ الْهِجْرَةُ فِي دِيَارِهِمْ، فَصَارُوا مَسَالِحَ حَوْلَ قَبَائِلِهِمْ وَهُمْ قَلِيلٌ«

» تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبری «(3/225):

»فَلَمَّا خَرَجَ الْجَيْشُ إِلَى مُعَسْكَرِهِمْ بِالْجُرْفِ وَتَكَامَلُوا- أَرْسَلَ أُسَامَةُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، وَكَانَ مَعَهُ فِي جَيْشِهِ، إِلَى أَبِي بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُهُ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ، وَقَالَ :إِنَّ مَعِي وُجُوهَ النَّاسِ وَحَدَّهُمْ، وَلا آمَنُ عَلَى خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ، وَحُرَمِ رَسُولِ اللَّهِ وَالْمُسْلِمِينَ أَنْ يَتَخَطَّفَهُمُ الْمُشْرِكُونَ. وَقَالَ مَنْ مَعَ أُسَامَةَ مِنَ الأَنْصَارِ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ :إِنَّ أَبَا بَكْرٍ

خَلِيفَةُ رَسُولِ اللَّهِ، فَإِنْ أَبَى إِلَّا أَنْ نَمْضِيَ فَأَبْلِغْهُ عَنَّا، وَاطْلُبْ إِلَيْهِ أَنْ يُوَلِّيَ أَمْرَنَا رَجُلًا أَقْدَمَ سِنًّا مِنْ أُسَامَةَ. فَخَرَجَ عُمَرُ بِأَمْرِ أُسَامَةَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ، فَأَخْبَرَهُ بِمَا قَالَ أُسَامَةُ. فَقَالَ: لَوْ خَطَفَتْنِي الْكِلَابُ وَالذِّئَابُ لَأَنْفَذْتُهُ كَمَا أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا أَرُدُّ قَضَاءً قَضَى بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَوْ لَمْ يَبْقَ فِي الْقُرَى غَيْرِي لَأَنْفَذْتُهُ. قَالَ عُمَرُ: فَإِنَّ الْأَنْصَارَ تَطْلُبُ رَجُلًا أَقْدَمَ سِنًّا مِنْ أُسَامَةَ. فَوَثَبَ أَبُو بَكْرٍ، وَكَانَ جَالِسًا، وَأَخَذَ بِلِحْيَةِ عُمَرَ وَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! اسْتَعْمَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَتَأْمُرُنِي أَنْ أَعْزِلَهُ«

»الكامل في التاريخ - ت تدمری« (2/195):

اسامہ رضی اللہ عنہ کو نصیحت:

آپ رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کو ان کی سواری کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کی نصیحت اور وصیت کی' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔:

(۱) خیانت نہ کرنا (۲) جھوٹ نہ بولنا' (۳) بدعہدی نہ کرنا (۴) بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا (۵) کسی ثمر دار درخت کو نہ کاٹنا' نہ جلانا (۶) کھانے کی ضرورت کے سوا اونٹ بکری گائے وغیرہ کو ذبح نہ کرنا (۷) جب کسی قوم پر گذرو تو اس کو نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ (۸) جب کسی سے ملو اس کے حفظ مراتب کا خیال رکھو (۹) جب کھانا تمہارے سامنے آئے تو اللہ کا نام لے کر کھانا شروع کرو (۱۰) یہودیوں اور عیسائیوں کے ان لوگوں سے جنہوں نے دنیاوی تعلقات سے الگ ہو کر اپنے عبادت خانوں میں رہنا اختیار کر رکھا ہے کوئی تعرض نہ کرو' (۱۱) ان تمام کاموں میں جن کے کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو دیا ہے نہ کمی کرنا نہ زیادتی (۱۲) اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں کفار سے لڑو'...... سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحتیں کر کے مقام جرف سے واپس لوٹے' واپس ہوتے وقت آپ رضی اللہ عنہ نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر تم اجازت دو تو عمر رضی اللہ عنہ میری مدد اور مشورہ کے لیے میرے پاس رہ جائیں' سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے فوراً سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مدینے میں رہنے کی اجازت دے دی اور وہ اس لشکر سے جدا ہو کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینے میں تشریف لے آئے۔

ثُمَّ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ حَتَّى أَتَاهُمْ وَأَشْخَصَهُمْ وَشَيَّعَهُمْ، وَهُوَ مَاشٍ وَأُسَامَةُ رَاكِبٌ، فَقَالَ لَهُ أُسَامَةُ: يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللَّهِ، لَتَرْكَبَنَّ أَوْ لَأَنْزِلَنَّ! فَقَالَ: وَاللَّهِ لَا نَزَلْتَ وَلَا أَرْكَبُ، وَمَا عَلَيَّ أَنْ أُغَبِّرَ قَدَمَيَّ سَاعَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ! فَإِنَّ لِلْغَازِي بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَخْطُوهَا سَبْعَمِائَةِ حَسَنَةٍ تُكْتَبُ لَهُ، وَسَبْعَمِائَةِ دَرَجَةٍ تُرْفَعُ لَهُ، وَسَبْعَمِائَةِ سَيِّئَةٍ تُمْحَى عَنْهُ.

»فَلَمَّا أَرَادَ أَنْ يَرْجِعَ قَالَ لِأُسَامَةَ: إِنْ رَأَيْتَ أَنْ تُعِينَنِي بِعُمَرَ فَافْعَلْ، فَأَذِنَ لَهُ، ثُمَّ وَصَّاهُمْ فَقَالَ: لَا تَخُونُوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تُمَثِّلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا طِفْلًا وَلَا شَيْخًا كَبِيرًا وَلَا امْرَأَةً، وَلَا تَعْقِرُوا نَخْلًا وَتُحْرِقُوهُ، وَلَا تَقْطَعُوا شَجَرَةً مُثْمِرَةً، وَلَا تَذْبَحُوا شَاةً وَلَا بَقَرَةً وَلَا بَعِيرًا إِلَّا لِمَأْكَلَةٍ، وَسَوْفَ تَمُرُّونَ بِأَقْوَامٍ قَدْ فَرَّغُوا أَنْفُسَهُمْ فِي الصَّوَامِعِ، فَدَعُوهُمْ وَمَا فَرَّغُوا أَنْفُسَهُمْ لَهُ، وَسَوْفَ تَقْدَمُونَ عَلَى قَوْمٍ قَدْ فَحَصُوا أَوْسَاطَ رُءُوسِهِمْ، وَتَرَكُوا حَوْلَهَا مِثْلَ الْعَصَائِبِ، فَاخْفِقُوهُمْ بِالسَّيْفِ خَفْقًا. انْدَفِعُوا بِاسْمِ اللَّهِ.

وَأَوْصَى أُسَامَةَ أَنْ يَفْعَلَ مَا أَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم «

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (196/2):

اس جگہ غور کرنے کے قابل بات یہ ہے کہ خلیفہ وقت اپنے حکم سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو روک سکتے تھے مگر انہوں نے سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے باقاعدہ اجازت حاصل کرنی ضروری سمجھی، یہ بھی اس لشکر کے لیے ایک نہایت ضروری اور اہم نصیحت تھی جو خلیفہ وقت نے اپنے نمونہ کے ذریعہ کی۔

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کی کامیابی

سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق اردن و بلقاء کی وادیوں میں پہنچ کر رومیوں کے لشکر سے لڑائی شروع کر دی، رومیوں کو شکست دے کر اور بے شمار غنیمت اور قیدی لے کر چالیس دن کے بعد مدینہ میں واپس آئے، اس لشکر کی روانگی بظاہر بے حد خطرناک معلوم ہوتی تھی مگر اس کے نتائج اسلام اور مسلمانوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوئے، ملک کی اس شورش و بدامنی کے زمانہ میں لشکر اسلام کا اس طرح رومیوں پر حملہ آور ہونا گویا تمام مرتدین اور باغیوں کو بتا دینا تھا کہ ہم تمہاری ان سرکشیوں اور تیاریوں کو ایک پرکاہ کے برابر بھی وقعت نہیں دیتے، اس ہمت و طاقت کے عملی اشتہار و اعلان نے سرکشوں اور باغیوں کے حوصلوں کو پست کر کے ان کو فکر و تردد میں مبتلا کر دیا اور وہ بجائے اس کے کہ بے تحاشہ سب کے سب مسلمانوں کی بیخ کنی پر پل پڑتے، اپنی اپنی جگہ پر تحقیق کرنے لگے کہ مسلمانوں کو مغلوب کیا جا سکتا ہے یا نہیں، یہی وجہ ہے کہ طلیحہ اسدی، اور مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اپنے اپنے علاقوں سے باہر قدم نہیں نکال سکے اور منکرین زکوۃ وغیرہ سرکش قبائل مخالفت اسلام کا قطعی فیصلہ نہ کر سکے، سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ کا رومیوں کے لشکر پر فتح مند ہونا، اور سالماً غانماً واپس آنا اور اس خبر کا ملک میں شہرت پانا اور بھی زیادہ مفید ثابت ہوا، چونکہ مال غنیمت بھی خوب ہاتھ آگیا تھا لہذا آئندہ سرکشوں کو درست کرنا اور ملک کے امن و امان کو بحال کرنے میں اس غنیمت سے مسلمانوں کو بڑی امداد ملی اور فوجی دستوں کی روانگی میں سامان سفر کی تیاریاں زیادہ تکلیف دہ نہیں ہو سکیں۔

»فَسَارَ وَأَوْقَعَ بِقَبَائِلَ مِنْ نَاسِ قُضَاعَةَ الَّتِي ارْتَدَّتْ، وَغَنِمَ وَعَادَ. وَكَانَتْ غَيْبَتُهُ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، وَقِيلَ: سَبْعِينَ يَوْمًا. وَكَانَ إِنْفَاذُ جَيْشِ أُسَامَةَ أَعْظَمَ الْأُمُورِ نَفْعًا لِلْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّ الْعَرَبَ قَالُوا: لَوْ لَمْ يَكُنْ بِهِمْ قُوَّةٌ لَمَا أَرْسَلُوا هَذَا الْجَيْشَ، فَكَفُّوا عَنْ كَثِيرٍ مِمَّا كَانُوا يُرِيدُونَ أَنْ يَفْعَلُوهُ«

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (196/2):

فتنہ ارتداد:

عام طور پر لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ، مکہ، طائف کے سوا تمام ملک عرب ایسا مرتد ہو گیا کہ لوگ توحید کو چھوڑ کر شرک میں مبتلا ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی جگہ بتوں کی پوجا کرنے لگے تھے، حالانکہ یہ سمجھنا سراسر غلط اور خلاف واقعہ ہے، بات یہ تھی کہ کذابین یعنی جھوٹے مدعیان نبوت بھی نمازوں وغیرہ اور عبادات کے منکر نہ تھے اور یہ ارتداد کفر و شرک کے لیے نہ تھا بلکہ بعض ارکان

اسلام بالخصوص زکوٰۃ سے لوگوں نے انکار کیا' اس ارتداد کا سبب قبائل عرب کی قدیمی مطلق العنانی اور آزاد منشی تھی۔ اسلام نے لوگوں پر زکوٰۃ فرض کی تھی' یہ ایک ٹیکس تھا جو علیٰ قدر مال و دولت صاحب نصاب لوگوں کو ادا کرنا پڑتا تھا' اس ٹیکس یا خراج کو وہ آزادی کے خوگر لوگ اپنے لیے ایک بارگراں محسوس کرتے تھے' جو ابھی اچھی طرح ذائقہ اسلام کی چاشنی سے آشنا نہ ہوئے تھے' انہوں نے اس اسلامی خراج کی ادائیگی سے انکار کیا' باقی مذہب اسلام سے ان کو انکار نہ تھا' زکوٰۃ کا انکار چونکہ قبائل کے مزاج اور مادی خواہشات و جذبات کے مناسب حال تھا لہٰذا اسی انکار میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک فوراً تمام ملک شریک ہو گیا' یہ چونکہ ایک سرکشی تھی لہٰذا نومسلم سرکشوں کو مسیلمہ وطلیحہ وغیرہ کذابین نے اپنی طرف جذب کرنے اور مالی عبادات کے علاوہ جسمانی عبادات میں بھی تخفیف کر کے اپنی اپنی نبوت منوانے کا موقع پایا۔

بہر حال شرک اور بت پرستی کا مسئلہ مطلق زیر بحث نہ تھا' مگر دین اسلام نے نوع انسان میں جو شیرازہ بندی اور نظام قائم کرنا چاہا تھا وہ نظام بظاہر درہم برہم ہوا چاہتا تھا' اس عظیم الشان خطرہ کا علاج مشرکین و کفار کی معرکہ آرائیوں سے زیادہ سخت اور دشوار تھا' کیونکہ منکرین زکوٰۃ کے عزائم اور اعلانات سنتے ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو جمع کر کے مجلس مشورت منعقد کی تو بعض صحابہ رضی اللہ عنھم کی یہ رائے ہوئی کہ منکرین زکوٰۃ کے ساتھ مشرکین و کفار کی طرح قتال نہیں کرنا چاہیے' مگر یہ رائے بھی اسی طرح کمزور تھی جیسی کہ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کے خلاف بعض لوگوں نے ظاہر کی تھی' جس طرح اس رائے کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہیں مانا تھا اسی طرح اس کمزور رائے کو بھی انہوں نے قابل قبول نہیں سمجھا اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم اگر زکوٰۃ کا ایک جانور یا ایک رسی بھی کوئی قبیلہ ادا نہ کرے گا تو میں اس سے ضرور قتال کروں گا۔۔۔"

مرتدین کے وفود مدینہ منورہ میں آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ نمازیں ہم پڑھتے ہیں' زکوٰۃ ہم کو معاف کر دو' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مذکورہ بالا صاف جواب سن کر وہ اپنے قبائل میں واپس گئے' یکا یک تمام ملک میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس عزم راسخ کی خبر پھیل گئی اور مرتدین یا منکرین زکوٰۃ مقابلہ اور معرکہ آرائی کے لیے تیار ہو گئے' صوبوں کے عاملوں نے اپنے اپنے صوبوں کے باغی ہو جانے اور زکوٰۃ وصول نہ ہونے کی اطلاعیں بھیجیں' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوری مستعدی' کامل ہمت و استقلال کے ساتھ ایک بیدار مغز اور ملک دار شہنشاہ کی حیثیت سے عاملوں کے نام مناسب ہدایات اور سرداران قبائل کے نام خطوط روانہ کیے' جیش اسامہ رضی اللہ عنہ ادھر رومیوں سے برسر پیکار' ادھر مرتدین جو مدینہ کے نواح میں جمع ہو گئے تھے مدینہ پر حملہ کی دھمکی دے رہے تھے' دور دراز علاقوں کے مرتدین کے پاس پرشوکت و باسطوت تہدیدی خطوط سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روانہ کر رہے تھے نواحی باغیوں کے حملوں کی مدافعت و مقابلہ کی تیاریوں سے بھی غافل نہ تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کے موجودہ مسلمانوں کے قابل جنگ لوگوں کو مسجد نبوی ﷺ کے سامنے ہمہ وقت موجود و مستعد رہنے کا حکم دے رکھا تھا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' کو مدینہ منورہ کے گرد گشت لگانے اور پہرہ دینے پر مامور کر دیا تھا کہ اگر مدینہ پر کوئی قبیلہ حملہ آور ہو تو فوراً اس کی اطلاع سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

کو پہنچ سکے‘ مقام ابرق میں قبیلہ عبس اور مقام ذی القصہ میں قبیلہ ذبیان کا جماؤ تھا‘ بنو اسد اور بنو کنانہ کے بھی کچھ لوگ اس میں شامل تھے‘ عبس اور ذبیان کو جب یہ معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں بہت تھوڑے سے آدمی باقی ہیں اور زکوٰۃ کے معاف کرنے سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا ہے تو انہوں نے متفق ہو کر مدینہ پر حملہ کر دیا‘ ان حملہ آوروں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ‘ وزبیر رضی اللہ عنہ وطلحہ رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مدینہ سے باہر ہی روکا اور مدینہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس خبر بھیجی‘ ادھر سے بلا توقف سیدنا ابوبکر صدیق روانہ ہوئے اور ذی حسٰب تک ان کو پسپا کر دیا اور وہ ہزیمت پا کر بھاگ نکلے‘ کچھ عرصہ بعد سیدنا صدیق اکبر گردوپیش موجود اور تیار مرتدین کی سرکوبی کے لیے پھر نکلے‘ آمنا سامنا پر دف اور قسم قسم کے باجے بجاتے اور ڈھول پیٹتے ہوئے آئے جس سے مسلمانوں کے اونٹ ایسے بدکے اور ڈر کے بھاگے کہ مدینہ ہی آ کر دم لیا‘ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں پھر سے منظم کیا اور دشمنوں پر حملہ آور ہوئے‘ مرتدین کو پانچ چھ گھنٹہ کی خوں ریز جنگ کے بعد شکست فاش حاصل ہوئی اور بہت سے مسلمانوں کے ہاتھوں سے مقتول ہوئے۔۔۔سیدنا نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ اور ایک چھوٹی سی جماعت کے ہمراہ مال غنیمت تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں بھیجا اور خود دشمنوں کے تعاقب میں روانہ ہو کر مقام ذی القصہ تک بڑھتے چلے گئے‘ ادھر دشمنوں نے پیچھے قبائل کے اندر موجود بہت سے مخلص مسلمانوں کو قتل کر دیا‘ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حال سنا تو بہت رنجیدہ ہوئے اور قسم کھائی کہ جس قدر مسلمان مرتدین کے ہاتھ سے شہید ہوئے ہیں جب تک اتنے ہی مرتدین کو قتل نہ کرلوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔

غرض آپ رضی اللہ عنہ اسی عزم وتہیہ میں تھے کہ سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ معہ مال غنیمت مدینے میں داخل ہوئے‘ آپ رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر کو تو مدینہ میں چھوڑا کہ وہ اور ان کا لشکر جو سفر سے تھکا ہوا آیا ہے مدینہ میں آرام کریں اور خود مدینہ کے مسلمانوں کی مختصر سی جمعیت لے کر ذی حسٰب اور ذی قصہ کی طرف خروج کیا‘ ربذہ کے مقام ابرق میں عبس و ذبیان و بنو بکر و ثعلبہ بن سعد وغیرہ قبائل برسر مقابلہ ہوئے نہایت سخت لڑائی ہوئی‘ انجام کار مرتدین شکست یاب ہو کر فرار ہوئے‘ مقام ابرق میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قیام کیا اور بنو ذبیان کے مقامات مسلمانوں کو دے دیئے‘ ان کی چراگاہیں مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے وقف فرما دیں‘ وہاں سے آپ رضی اللہ عنہ مقام ذی القصہ تک تشریف لے گئے اور دشمنوں کی قرار واقعی گوشمالی کی‘ پھر مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے‘ اب لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ نے بھی سستا لیا تھا۔

ملک عرب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جن لوگوں سے مقابلہ ومقاتلہ درپیش تھا ان کی دو قسمیں تھیں‘ اول وہ لوگ جو نجد ویمن وحضر موت وغیرہ کی طرف مسیلمہ وطلیحہ وسجاح وغیرہ جھوٹے مدعیان نبوت کے ساتھ متفق ہو گئے تھے‘ ان لوگوں سے لڑنے یا قتال کرنے میں کسی صحابی کو اختلاف نہ تھا‘ دوسرے وہ قبائل جو زکوٰۃ کو ادا کرنے سے انکار کرتے تھے‘ ان سے قتال کرنے کو بعض صحابہ رضی اللہ عنھم نامناسب خیال کرتے تھے‘ لیکن سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اظہار رائے کے بعد سب صحابی رضی اللہ عنہ ان کی رائے سے متفق ہو گئے تھے‘ ان دونوں قسم کے لوگوں میں کچھ فرق ضرور تھا‘ لیکن مسلمانوں نے جب کہ دونوں کے مقابلہ ومقاتلہ کو یکساں ضروری قرار دیا تو پھر ان دونوں میں کوئی فرق وامتیاز باقی نہ رہا‘ اور حقیقت بھی یہ ہے کہ دونوں گروہ دنیا طلبی اور مادیت کے ایک ہی سیلاب میں بہہ گئے تھے‘

جن کو صدیقی تدبیر و روحانیت نے غرق ہونے سے بچایا اور اس طوفان ہلاکت آفرین سے نجات دلا کر ملک عرب کا بیڑا ساحل فوز و فلاح تک صحیح سلامت پہنچایا۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان؛

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں آتے ہی اول ایک فرمان لکھا اور اس کی متعدد نقلیں کرا کر قاصدوں کے ذریعہ ہر مرتد قبیلہ کی طرف ایک ایک فرمان بھیجا کہ اول جا کر تمام قبیلے کے لوگوں کو ایک مجمع میں بلا کر یہ فرمان سب کو سنا دیا جائے' اس فرمان یا منشور کا مضمون یہ تھا۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے' ہر اس شخص کو جس کے پاس یہ فرمان پہنچے خواہ وہ اسلام پر قائم ہو یا اسلام سے پھر گیا ہو'

فانی احمد الیکم اللہ الذی لا الہ الا ھو وحدہ لا شریک لہ واشھد ان) محمد اعبدہ ورسولہ وا من بما جاء واکفر من ابی ذلک واجاھدہ۔

امابعد' خدائے تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی بنا کر بھیجا' جو خوش خبری دینے والے اور ڈرانے اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے ہیں اور ہدایت کے سراج منیر ہیں' جس شخص نے دعوت اسلام قبول کی خدائے تعالیٰ نے اس کو حق کی ہدایت دی اور کامیابی کا سیدھا راستہ بتایا اور جس نے پیٹھ پھیری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بذریعہ جہاد انقیاد و فرماں برداری کی طرف رجوع کیا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکام الٰہی کو نافذ فرمانے' مسلمانوں کو نصیحت کرنے اور اپنے فرائض تبلیغ کو بخوبی سرانجام دینے کے بعد اس دنیا سے تشریف لے گئے' خدائے تعالیٰ نے اس کی خبر قرآن مجید میں پہلے سے ہی دے دی تھی کہ۔:

{اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ} (الزمر :۳۹/۳۰)

(تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں

{وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَائِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ}

(تم سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی' سو کیا اگر تم مر جاؤ گے تو وہ ہمیشہ رہیں گے)

اور مسلمانوں کو یوں مخاطب کر کے سمجھا دیا کہ

{وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ} (آل عمران :۳/۱۴۴)

(محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو گذرے ہیں' پس اگر یہ مر گئے یا مقتول ہوئے تو تم پچھلے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو شخص پھر جائے گا اللہ کا وہ کچھ نہ بگاڑے گا اور اللہ تعالیٰ شکر گذار لوگوں کو نیک بدلہ دے گا)

پس جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو بلاشبہ فوت ہو گئے' اور جو اکیلے اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ اور قائم ہے' نہ وہ فوت ہوا' نہ اس کو نیند اور نہ اونگھ چھو سکتی ہے' وہ اپنے حکم کی نگہداشت کرتا ہے اور اپنی جماعت کے ذریعہ دشمنوں

سے بدلہ لینے والا ہے میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے نور اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے حصہ لینے اسلام کی ہدایت اختیار کرنے اور دین الٰہی کی مضبوط رسی کے پکڑنے کی وصیت کرتا ہوں' جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نہ کی وہ گمراہ ہوا' اور جس کو اللہ تعالیٰ نے عافیت عنایت نہ کی وہ مصیبت میں مبتلا ہوا' جس کی اللہ تعالیٰ امداد نہ کرے وہ یکہ وتنہا اور بے یار و مددگار ہے' انسان جب تک اسلام کا انکار کرے دنیا و آخرت میں کوئی عمل اس کا مقبول نہیں ہوسکتا۔

مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے لوگوں نے اسلام قبول کرنے اور اس کے احکام کی تعمیل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر جہالت اور شیطان کی اطاعت کی طرف رجوع کیا ہے' کیا تم اللہ کو چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو دوست بناتے ہو جو تمہارے دشمن ہیں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ شیطان تمہارا دشمن ہے پس تم بھی اس کو اپنا دشمن بناؤ' کیونکہ وہ تو اپنے گروہ کو تمہارے دوزخی بنانے کے لیے آمادہ کرتا ہے' میں تمہاری طرف مہاجرین وانصار کے لشکر کو روانہ کرتا ہوں جو نیکی کی پیروی کرنے والے ہیں' میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ اول اسلام کی دعوت دیئے بغیر کسی سے مقابلہ نہ کرنا' میں نے حکم دیا ہے کہ جو لوگ اسلام کا اقرار کریں اور برائیوں سے باز رہیں' نیک کاموں سے انکار نہ کریں ان کی اعانت کی جائے' اور جو اسلام سے انکار کریں ان کا مقابلہ کیا جائے اور ان کی کچھ قدر و منزلت نہ کی جائے اور بجز اسلام کے کچھ قبول نہ کریں' پس جو شخص ایمان لائے اس کے لیے بہتری ہے' ورنہ وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتا۔

میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ میرے اس اعلان کو ہر ایک مجمع عام میں پڑھ کر سنا دے' جب اسلامی لشکر تمہارے قریب پہنچے اور ان کا موذن اذان دے تو تم بھی ان کے مقابلہ میں اذان دو' یہ علامت اس بات کی ہوگی کہ تم نے اسلام کو قبول کر لیا ہے' تم پر حملہ نہ کیا جائے گا اور اگر تم نے اذان نہ دی تو تم سے باز پرس ہوگی' اور درصورت انکار تم پر حملہ کر دیا جائے گا''۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ أَبِي بَكْرٍ خَلِيفَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ص إِلَى مَنْ بَلَغَهُ كِتَابِي هَذَا مِنْ عَامَّةٍ وَخَاصَّةٍ. أَقَامَ عَلَى إِسْلَامِهِ أَوْ رَجَعَ عَنْهُ سَلَامٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى، وَلَمْ يَرْجِعْ بَعْدَ الْهُدَى إِلَى الضَّلَالَةِ وَالْعَمَى. فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكُمُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. نُقِرُّ بِمَا جَاءَ بِهِ، وَنُكَفِّرُ مَنْ أَبَى وَنُجَاهِدُهُ أَمَّا بَعْدُ. فَإِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَرْسَلَ مُحَمَّدًا بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِهِ إِلَى خَلْقِهِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا، وَدَاعِياً إِلَى اللّٰهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجاً مُنِيراً. لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ فَهَدَى اللّٰهُ بِالْحَقِّ مَنْ أَجَابَ إِلَيْهِ.

وضرب رسول الله ص بِإِذْنِهِ مَنْ أَدْبَرَ عَنْهُ، حَتَّى صَارَ إِلَى الْإِسْلَامِ طَوْعًا وَكَرْهًا ثُمَّ تَوَفَّى اللّٰهُ رَسُولَهُ الله ص وَقَدْ نَفَّذَ لِأَمْرِ اللّٰهِ، وَنَصَحَ لِأُمَّتِهِ، وَقَضَى الَّذِي عَلَيْهِ، وَكَانَ اللّٰهُ قَدْ بَيَّنَ لَهُ ذَلِكَ وَلِأَهْلِ الْإِسْلَامِ فِي الْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ. فقال» :إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ« وَقَالَ» :وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ« وَقَالَ لِلْمُؤْمِنِينَ» :وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللّٰهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشَّاكِرِينَ«. فَمَنْ كَانَ إِنَّمَا يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ إِنَّمَا يَعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فَإِنَّ اللّٰهَ لَهُ بِالْمِرْصَادِ. حَيٌّ قَيُّومٌ لَا يَمُوتُ، وَلَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ. حَافِظٌ لِأَمْرِهِ مُنْتَقِمٌ مِنْ عَدُوِّهِ. يَجْزِيهِ وَإِنِّي أُوصِيكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَحَظِّكُمْ وَنَصِيبِكُمْ مِنَ اللّٰهِ. وَمَا جَاءَكُمْ بِهِ نَبِيُّكُمْ ص.

وَأَنْ تَهْتَدُوا بِهُدَاهُ، وَأَنْ تَعْتَصِمُوا بِدِينِ اللّٰهِ، فَإِنَّ كُلَّ مَنْ لَمْ يَهْدِهِ اللّٰهُ ضَالٌّ، وكل مَنْ لَمْ يُعَافِهِ مُبْتَلًى، وَكُلَّ مَنْ لَمْ يُعِنْهُ اللّٰهُ مَخْذُولٌ، فَمَنْ هَدَاهُ اللّٰهُ كَانَ مُهْتَدِيًا، وَمَنْ أَضَلَّهُ كَانَ ضَالًا. قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى» :مَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِداً«. وَلَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فِي الدُّنْيَا عَمَلٌ حَتَّى يقر به. وَلَمْ يَقْبَلْ مِنْهُ فِي الآخِرَةِ صَرَفٌ وَلا عَدْلٌ.

وَقَدْ بَلَغَنِي رُجُوعُ مَنْ رَجَعَ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ بَعْدَ أَنْ أَقَرَّ بِالإِسْلامِ وَعَمِلَ بِهِ، اغْتِرَارًا بِاللّٰهِ، وَجَهَالَةً بِأَمْرِهِ، وَإِجَابَةً لِلشَّيْطَانِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى» :وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا« وَقَالَ» :إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ«. وَإِنِّي بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ فُلانًا فِي جَيْشٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالأَنْصَارِ وَالتَّابِعِينَ بِإِحْسَانٍ، وَأَمَرْتُه أَلا يُقَاتِلَ أَحَدًا وَلا يَقْتُلَهُ حَتَّى يَدْعُوَهُ إِلَى دَاعِيَةِ اللّٰهِ، فَمَنِ اسْتَجَابَ لَهُ وَأَقَرَّ وَكَفَّ وَعَمِلَ صَالِحًا قَبِلَ مِنْهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ، وَمَنْ أَبَى أَمَرْتُ أَنْ يُقَاتِلَهُ عَلَى ذَلِكَ، ثُمَّ لا يُبْقِي عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ قَدِرَ عَلَيْهِ، وَأَنْ يُحَرِّقَهُمْ بِالنَّارِ، وَيَقْتُلَهُمْ كُلَّ قتلة، وَأَنْ يَسْبِيَ النِّسَاءَ وَالذَّرَارِيَّ، وَلا يَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ إِلا الإِسْلامَ، فَمَنِ اتَّبَعَهُ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ، وَمَنْ تَرَكَهُ فَلَنْ يُعْجِزَ اللّٰهَ وَقَدْ أَمَرْتُ رَسُولِي أَنْ يَقْرَأَ كِتَابِي فِي كُلِّ مَجْمَعٍ لَكُمْ، وَالدَّاعِيَةُ الأَذَانُ، فَإِذَا أَذَّنَ الْمُسْلِمُونَ فَأَذَّنُوا كُفُّوا عَنْهُمْ، وَإِنْ لَمْ يُؤَذِّنُوا عَاجِلُوهُمْ، وَإِنْ أَذَّنُوا اسْأَلُوهُمْ مَا عَلَيْهِمْ، فَإِنْ أَبَوْا عَاجِلُوهُمْ، وَإِنْ أَقَرُّوا قُبِلَ مِنْهُمْ، وَحَمَلَهُمْ عَلَى مَا يَنْبَغِي لَهُمْ.

فَنَفَذَتِ الرُّسُلُ بِالْكُتُبِ أَمَامَ الْجُنُودِ، وَخَرَجَتِ الأُمَرَاءُ وَمَعَهُمُ الْعُهُودُ.

تاریخ الطبر ی = تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبر ی «(251/3):

مرتدین کا استیصال؛

ان فرامین کو قاصدوں کے ہاتھ روانہ کرنے کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے گیارہ علم تیار کئے اور گیارہ سردار منتخب فرما کر ایک ایک جھنڈا ہر ایک سردار کو دیا' ہر ایک کے ساتھ ایک ایک دستہ فوج کیا اور حکم دیا کہ مکہ وطائف وغیرہ مقامات سے جہاں جہاں اسلام پر ثابت قدم قبائل ملیں ان میں سے کچھ لوگوں کو ان قبائل اور ان کے گھر بار کی حفاظت کے لیے چھوڑ دیں اور کچھ لوگوں کو اپنے لشکر میں شریک کرتے اور ساتھ لیتے جائیں۔

پہلا علم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیا گیا اور حکم ہوا کہ اول طلیحہ بن خویلد اسدی پر چڑھائی کرو' جب اس مہم سے فارغ ہو جاؤ تو مقام بطاح کی طرف مالک بن نویرہ پر حملہ آور رہو۔

دوسرا علم عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کو دیا گیا اور حکم ہوا کہ یمامہ کی طرف مسیلمہ کذاب پر حملہ کرو۔

تیسرا علم شرجیل بن حسنہ کو سپرد ہو کر حکم ہوا کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کی امداد کرو اور یمامہ سے فارغ ہو کر سیدنا موت کی طرف بنو کندہ اور بنو قضاعہ پر حملہ آوری کرو۔

چوتھا علم خالد بن سعید رضی اللہ عنہ بن العاصی کو ملا اور حکم ہوا کہ ملک شام کی سرحد پر پہنچ کر اس طرف کے تمام قبائل کو درست کرو۔

پانچواں علم عمرو بن العاص کو سپرد فرما کر حکم دیا کہ مرتدین بنو قضاعہ کی طرف جاؤ۔

چھٹا علم حذیفہ بن محصن کو دے کر ملک عمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔

ساتواں علم عرفجہ بن ہرثمہ کو سپرد کر کے اہل مہرہ کی طرف جانے کا حکم دیا' حذیفہ اور عرفجہ کو یہ بھی حکم ملا کہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں' جب ملک عمان میں رہیں تو حذیفہ امیر اور عرفجہ مامور ہوں گے' اور جب مہرہ میں ہوں تو عرفجہ امیر ہوں گے اور حذیفہ ماتحت سمجھے جائیں گے۔

آٹھواں علم طرفہ بن حاجب کو دیا گیا اور حکم ہوا کہ بنو سلیم اور ان کے شریک حال بنو ہوازن کی طرف جاؤ۔

نواں علم سوید بن مقرن کو دیا گیا اور ان کو حکم ملا کہ یمن (تہامہ) کی جانب جاؤ۔

دسواں علم علاء بن الحضرمی کو دیا گیا اور حکم ہوا کہ تم بحرین کی جانب جاؤ۔

گیارہواں علم مہاجر بن ابی امیہ کو دیا گیا اور حکم ہوا کہ صنعاء کی طرف جاؤ۔

ان تمام سرداروں کو روانگی کے وقت ایک ایک فرمان ایک ہی مضمون کا لکھ کر دیا گیا اس فرمان کا مضمون یہ تھا۔

منشور صدیقی

یہ عہد نامہ ہے ابو بکر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو فلاں سردار کو دیا جاتا ہے' جب کہ وہ لشکر اسلام کے ساتھ مرتدین سے لڑنے کو روانہ کیا جا رہا ہے' اس سردار سے ہم نے اقرار لیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ظاہراً اور باطناً اپنے تمام کاموں میں ڈرتا رہے گا' ہم نے اس کو حکم دیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کی راہ میں مرتدین سے لڑے' مگر پہلے ان پر اتمام حجت کرلے اور ان کو اسلام کی دعوت دے' اگر وہ قبول کر لیں تو لڑائی سے باز رہے' اگر وہ قبول نہ کریں تو ان پر حملہ کیا جائے' یہاں تک کہ وہ اسلام کا اقرار کریں' پھر ان کو ان کے فرائض وحقوق سے آگاہ کیا جائے' جو ان پر فرض ہے وہ ان سے لیا جائے اور جو ان کے حقوق ہیں وہ ان کو دیئے جائیں' اس میں رعایت کسی کی نہ کی جائے' مسلمانوں کو دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے سے روکا جائے' جس نے احکام اللہ خداوندی کا انکار کیا اس سے لڑائی کی جائے گی اور جس نے دعوت کو قبول کرلیا وہ بے گناہ سمجھا جائے گا' اور جو شخص اقرار باللسان کے بعد دل میں کچھ اور عقیدہ رکھتا ہوگا اس کا حساب خدائے تعالیٰ اس سے لے گا' جو لوگ منکر ہو کر لڑائی تک نوبت پہنچائیں گے اور خدائے تعالیٰ ان پر مسلمانوں کو غلبہ عطا کرے گا تو مال غنیمت علاوہ خمس کے تقسیم کر دیا جائے گا اور خمس ہمارے پاس بھیجا جائے گا' ہم نے یہ بھی ہدایت کر دی ہے کہ سردار لشکر اپنے ہمراہیوں کو عجلت اور فساد سے منع کرے اور کسی غیر کو اپنے لشکر میں داخل نہ ہونے دے' جب تک کہ اس کو اچھی طرح جان' پہچان نہ لے' تاکہ جاسوسوں کے فتنہ سے محفوظ رہے' یہ بھی ہدایت کر دی ہے کہ مسلمانوں سے نیک سلوک کرے' روانگی اور قیام میں لوگوں سے نرمی کرے اور ان پر رحم کرے' نشست و برخاست اور گفتگو میں ایک دوسرے کے ساتھ رعایت اور نرمی کو ملحوظ رکھا جائے''

یہ تمام سردار ماہ جمادی الاخر ۱۱ھ میں یا اس کے بعد مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر اور اپنے اپنے مقررہ علاقوں کی طرف جا کر مصروف عمل ہوئے۔

طلیحہ اسدی

طلیحہ ایک کاہن تھا، پھر اسلام میں داخل ہوا، آخر زمانہ حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مردود ہو کر خود مدعی نبوت بن بیٹھا، بنی اسرائیل کے بعض قبائل اس کی جماعت میں داخل ہو گئے اس کی سرکوبی کے لیے سیدنا ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے تھے۔ ابھی وہ اپنا کام ختم نہ کر چکے تھے کہ وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مشہور ہوئی اور سیدنا ضرار رضی اللہ عنہ اس مہم کو ناتمام چھوڑ کر معہ ہمراہیوں کے مدینہ کی طرف آئے، طلیحہ کو اس فرصت میں اپنی حالت درست کرنے اور جمعیت کے بڑھانے کا خوب موقع ملا، غطفان و ہوازن وغیرہ کے قبائل جو ذی القصہ و ذی حسٰب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شکست کھا کر بھاگے تھے طلیحہ کے پاس پہنچے تھے، اور اس کی جماعت میں شامل ہو گئے، نجد کے مشہور چشمہ بزاخہ پر طلیحہ نے اپنا کیمپ قائم کیا اور یہاں غطفان، ہوازن، بنو اسد، بنو عامر، بنو طے وغیرہ قبائل کا اجتماع عظیم اس کے گرد ہو گیا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب گیارہ سردار منتخب فرما کر روانہ کئے تو سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مل کر پہلے اپنے قبیلہ طے کی طرف روانہ ہوئے اور ان کو سمجھا کر اسلام پر قائم کیا، اس قبیلہ کے جو لوگ طلیحہ کے لشکر میں شامل تھے ان کے پاس قبیلہ طے کے آدمیوں کو بھیجا کہ سیدنا خالد کے حملہ سے پہلے اپنے قبیلہ کو وہاں سے بلا لو چنانچہ بنی طے کے سب آدمی طلیحہ کے لشکر سے جدا ہو کر آ گئے اور سب کے سب اسلام پر قائم ہو کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے لشکر میں جو قریب پہنچ چکا تھا شامل ہو گئے، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بزاخہ کے میدان میں پہنچ کر لشکر طلیحہ پر حملہ کیا، جنگ و پیکار اور حملہ کے عام شروع ہونے سے پیشتر لشکر اسلام کے دو بہادر سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ اور ثابت بن اقرم رضی اللہ عنہ انصاری جو طلایہ گردی کی خدمت پر مامور تھے دشمنوں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے تھے، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کو اور بنی طے پر عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کو سردار مقرر کر کے حملہ کیا، طلیحہ کے لشکر کی سپہ سالاری اس کا بھائی خیال کر رہا تھا اور طلیحہ ایک چادر اوڑھے ہوئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے الگ ایک طرف وحی کے انتظار میں بیٹھا تھا، لڑائی خوب زور شور سے جاری ہوئی۔

جب مرتدین کے لشکر پر کچھ پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے تو طلیحہ کے لشکر کا ایک سردار عیینہ بن حصن طلیحہ کے پاس آیا اور کہا کہ کوئی وحی نازل ہوئی یا نہیں؟ طلیحہ نے کہا ابھی نہیں ہوئی، پھر تھوڑی دیر کے بعد عیینہ نے دریافت کیا اور وہی جواب پایا، وہ پھر میدان پر جا کر لڑنے لگا، اب دم بدم مسلمان غالب ہوتے جاتے تھے اور مرتدین کے پاؤں اکھڑنے لگے تھے، عیینہ تیسری مرتبہ پھر طلیحہ کے پاس گیا اور وحی کی نسبت پوچھا تو اس نے کہا کہ ''ہاں جبرائیل میرے پاس آیا تھا وہ کہہ گیا ہے کہ تیرے لیے وہی ہوگا جو تیری قسمت میں لکھا ہے''۔

عیینہ نے یہ سن کر کہا کہ لوگو! طلیحہ جھوٹا ہے، میں تو جاتا ہوں، یہ سنتے ہی مرتدین یک لخت بھاگ پڑے، بہت سے مقتول، بہت سے مفرور اور بہت سے گرفتار ہوئے، بہت سے اسی وقت مسلمان ہو گئے، طلیحہ معہ اپنی بیوی کے گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے بھاگا اور ملک شام کی طرف جا کر قبیلہ قضاعہ میں مقیم ہوا، جب رفتہ رفتہ تمام قبائل مسلمان ہو گئے اور خود اس کا قبیلہ بھی اسلام میں داخل ہو گیا تو طلیحہ بھی مسلمان ہو کر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ آیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی، عیینہ بن حصن بھی گرفتار ہو کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید

کے سامنے آیا' اس کو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے باندھ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ بھیج دیا' یہاں اس نے بڑی خواری کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ مگر بعد میں ٹھیک ہو گیا۔

مقام بزاخہ پر لشکر طلیحہ جب شکست کھا کر بھاگا ہے تو مفروروں میں غطفان وسلیم وہوازن وغیرہ قبائل کے لوگ مقام حواب میں جا کر جمع ہوئے اور سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر بن ظفر کو اپنا سردار بنایا اور مقابلہ کی تیاری میں مصروف ہوئے' خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ اس طرف متوجہ ہوئے' سلمیٰ اپنے لشکر کو لے کر مقابلہ پر آئی اور ایک ناقہ پر سوار ہو کر خود سپہ سالاری کی خدمت انجام دینے لگی' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے حملہ کیا' سخت مقابلہ ہوا' سلمیٰ کی ناقہ کی حفاظت میں سو آدمی مرتدین کے مقتول ہوئے' آخر سلمیٰ کا ناقہ زخمی ہو کر گرا اور سلمیٰ مقتول ہوئی' اس کے مقتول ہوتے ہی مرتدین سے میدان خالی ہو گیا' یہاں یہ ہنگامہ برپا تھا اور ادھر مدینہ منورہ میں بنو سلیم کا ایک سردار الفجاءۃ بن عبد یالیل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا کہ میں مسلمان ہوں' آپ آلات حرب سے مدد کریں میں مرتدین کا مقابلہ کروں گا' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو سامان حرب عطا کر کے مرتدین کے مقابلہ کو بھیجا' اس نے مدینہ سے نکل کر اپنے ارتداد کا اعلان کیا اور بنو سلیم و بنو ہوازن کے ان لوگوں پر جو مسلمان ہو گئے تھے شب خون مارنے کو بڑھا' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حال سے آگاہ ہو کر فوراً عبداللہ بن قیس کو روانہ کیا' انہوں نے ان دھوکہ باز مرتدین کو راستہ ہی میں جا لیا بعد مقابلہ و مقاتلہ الفجاۃ بن عبد یالیل گرفتار ہو کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سامنے مدینہ میں حاضر کیا گیا اور مقتول ہوا۔

سجاح اور مالک بن نویرہ:

بنو تمیم چند قبائل پر مشتمل اور چند بستیوں میں سکونت پذیر تھے' ان کے علاقے پر حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند عامل جو کہ انہیں کی قوم کے مقرر تھے جن کے نام مالک بن نویرہ' وکیع بن مالک' صفوان بن صفوان' قیس بن عاصم وغیرہ تھے' جب وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر مشہور ہوئی تو قیس بن عاصم مرتد ہو گیا' مالک بن نویرہ نے بھی اس خبر کو سن کر مسرت کا اظہار کیا' صفوان بن صفوان اسلام پر قائم رہے اور قیس وصفوان میں جنگ شروع ہو گئی' اس اثناء میں سجاح بنت الحرث بن سوید نے جو قبیلہ تغلب سے تعلق رکھتی تھی نبوت کا دعویٰ کیا اور بنی تغلب کے سردار ہذیل بن عمران نے' اور بنی نمر کے سردار عقبہ ابن ہلال' اور بنی شیبان کے سردار سلیل بن قیس نے اس کے دعویٰ کو قبول کیا' سجاح کے پاس چار ہزار کے قریب لشکر جمع ہو گیا' وہ اس لشکر کو لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے ارادہ سے چلی' بنو تمیم کے اندر اختلاف پیدا ہو ہی گیا تھا' مالک بن نویرہ نے سجاح سے مصالحت کر کے اس کو مشورہ دیا کہ بنو تمیم کے دوسرے قبائل پر حملہ کرے اور اس طرح بنو تمیم کو مجبور کر کے اپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف جائے' سجاح نے بنو تمیم پر حملہ کیا' بنو تمیم نے مقابلہ کر کے اس کے لشکر کو شکست دی مگر پھر صلح ہو گئی۔

اب سجاح مالک بن نویرہ اور وکیع بن مالک کو ہمراہ لے کر چلی' تھوڑی دور جا کر اور کچھ سوچ کر بنو تمیم کے یہ دونوں سردار جدا ہو کر واپس چلے گئے' سجاح اپنے لشکر کو لیے ہوئے آگے بڑھی' سجاح نے اپنے پیروؤں کے لیے پنج وقتہ نماز تو لازمی رکھی تھی' مگر سور کا گوشت کھانا' شراب

پینا اور زنا کرنا جائز قرار دے دیا تھا' بہت سے عیسائی بھی اپنا مذہب چھوڑ کر اس کی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔

اب سجاح کو بنی تمیم کی بستیوں سے آگے بڑھ کر معلوم ہوا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر اسلام لیے ہوئے اس کی طرف تشریف لا رہے ہیں' ادھر مسیلمہ کذاب کی جمعیت کثیرہ کا حال سن کر اس کو تردد ہوا کہ کہیں وہ بھی نبوت کا مدعی ہونے کے سبب رقابت اور مخالفت پر آمادہ نہ ہو جائے' مسیلمہ کذاب نے جب سجاح کے لشکر کا حال سنا تو وہ بھی اپنی جگہ متردد ہوا' کہ ایک طرف اسلامی لشکر کا خطرہ ہے اور دوسری طرف سجاح لشکر عظیم لیے ہوئے نکلی ہے' اگر اس طرف متوجہ ہو گئی تو بڑی دقت پیش آئے گی۔

ادھر عکرمہ رضی اللہ عنہ اور شرجیل رضی اللہ عنہ بھی اپنی جمعیت کو لیے ہوئے یمامہ کے قریب پہنچ چکے تھے اور مسیلمہ و سجاح کو ایک دوسرے کا شریک کار سمجھ کر احتیاط کو کام میں لا رہے تھے' بالآخر مسیلمہ نے سجاح کو خط لکھا کہ تمہارا ارادہ کیا ہے؟ سجاح نے جواب دیا کہ میں مدینہ منورہ پر حملہ کرنا چاہتی ہوں' میں نبی ہوں اور سنا ہے کہ آپ بھی نبی ہیں' لہٰذا مناسب یہ ہے کہ ہم دونوں مل کر مدینہ پر حملہ کریں۔

مسیلمہ نے فوراً پیغام بھیجا کہ جب تک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے اس وقت تک تو میں نے آدھا ملک ان کے لیے چھوڑ دیا تھا اور آدھے ملک کو اپنا علاقہ سمجھتا تھا' اب ان کے بعد تمام ملک پر میرا حق ہے' لیکن چونکہ تم بھی نبوت کی مدعی ہو لہٰذا میں آدھی پیغمبری تم کو دے دوں گا' بہتر یہ ہے کہ اپنے لشکر کو وہیں چھوڑ کر تنہا میرے پاس چلی آؤ تاکہ تقسیم پیغمبری اور مدینہ پر حملہ آوری کے متعلق تم سے تمام گفتگو اور مشورہ ہو جائے۔

جھوٹی نبیہ کا نکاح:

سجاح یہ پیغام پاتے ہی مسیلمہ کی طرف روانہ ہو گئی' اس نے اپنے قلعہ کے سامنے ایک خیمہ کھڑا کیا' سجاح کو اس میں اتارا' دونوں کی بات چیت ہوئی' سجاح نے مسیلمہ کی پیغمبری کو تسلیم کیا' اس پر ایمان لائی' پھر دونوں کا نکاح ہو گیا' نکاح کے بعد سجاح تین دن تک مسیلمہ کے پاس رہی' وہاں سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں آئی تو لشکر والوں نے کہا کہ نکاح کا مہر کہاں ہے' یہ تو نے بے مہر کیسا نکاح کیا ہے؟ وہ پھر مسیلمہ کے پاس گئی تو مسیلمہ نے کہا کہ میں نے تیرے مہر میں تیری جماعت کے لیے دو نمازیں یعنی عشاء اور فجر کی نماز معاف کر دی ہے' سجاح وہاں سے رخصت ہو کر آئی' ہذیل و عقبہ کو یمامہ کی نصف پیداوار وصول کرنے کے لیے چھوڑ کر روانہ ہوئی تھی کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ جو بنو تمیم کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے سامنے آ گئے' سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر کو دیکھتے ہی سجاح کے ہمراہی فرار ہو گئے' اور وہ بہزار وقت اپنے قبیلہ بنی تغلب میں بمقام جزیرہ پہنچ کر گم نامی کی زندگی بسر کرنے لگی۔

سیدنا خالد بن ولید جب بنو تمیم کے علاقہ میں پہنچے تو وہاں کے ان لوگوں سے جو اسلام پر قائم تھے کوئی تعرض نہیں کیا' لیکن جو مرتد ہو گئے تھے وہ گرفتار و قتل کیے گئے' مرتد اور مسلمانوں کی شناخت اذان کے ذریعہ ہوتی تھی' جیسا کہ اوپر فرمان صدیقی میں ذکر آ چکا ہے۔۔۔۔۔ مالک بن نویرہ کی بستیوں پر بھی اذان کے بعد ہی حملہ ہوا۔

مالک بن نویرہ کا قتل:

مالک بن نویرہ کا ذکر اوپر آ چکا ہے کہ اس نے وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر اظہار مسرت کیا تھا' پھر سجاح کے ساتھ بھی اس نے

مصالحت کی تھی‘ مگر بعد میں اس کے لشکر سے جدا ہو کر چلا گیا تھا‘ اب جب کہ مالک بن نویرہ گرفتار ہو کر آیا اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ مالک بن نویرہ کی بستی سے اذان کی آواز جواباً آئی تھی اس لیے اس کو قتل نہیں کرنا چاہیے‘ بعض نے کہا کہ انہوں نے جواباً اذان نہیں کہی‘ یہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے موافق واجب القتل ہے‘ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جہاں تک تحقیق و تفتیش کی یقینی اور قطعی شہادت اس معاملہ میں دستیاب نہ ہوئی‘ اس پر طرہ یہ ہوا کہ مالک بن نویرہ نے جب سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی تو اس کی زبان سے اثناء گفتگو میں کئی بار یہ نکلا کہ تمہارے صاحب نے ایسا فرمایا یا تمہارے صاحب کا ایسا حکم ہے وغیرہ اس ''تمہارے صاحب'' سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے‘ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ لفظ سن کر غصہ سے فرمایا کیا وہ تیرے صاحب نہ تھے‘ اس پر اس نے کوئی مناسب جواب نہیں دیا‘ طبری کی روایت کے موافق سیدنا ضرار بن الازور رضی اللہ عنہ اس وقت شمشیر بدست کھڑے تھے انہوں نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا اشارہ پاتے ہی اس کا سر اڑا دیا۔

یہ میدان جنگ کا نہایت معمولی سا واقعہ تھا لیکن مورخین کو اس کا خاص طور پر اس لیے ذکر کرنا پڑا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بھی سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل تھے اور وہ انہیں لوگوں میں تھے جو یہ کہتے تھے کہ مالک بن نویرہ کی بستی سے اذان کی آواز آئی تھی لہذا مالک بن نویرہ کو قتل نہیں کرنا چاہیے۔

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ مالک بن نویرہ کو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے قتل نہیں کرایا بلکہ انہوں نے مزید تحقیق حال کے لیے مالک بن نویرہ کو ضرار رضی اللہ عنہ بن الازور کی حراست میں دے دیا تھا اور اتفاقاً رات کے وقت دھوکے سے مالک بن نویرہ ضرار ابن رضی اللہ عنہ الازور کے ہاتھ سے قتل ہوا۔

بہر حال سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بہت ناراض ہوئے اور انہوں نے اپنی ناراضی کا اظہار اس طرح کیا کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بلا اجازت لیے خفا ہو کر مدینے میں چلے آئے اور یہاں آ کر شکایت کی کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو قتل کرتا ہے‘ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں نے مدینہ میں جب یہ بات سنی تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شکایت کی اور کہا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے اس سے قصاص لینا چاہیے۔

مدینہ منورہ میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے متعلق عام ناراضی اس لیے بھی پھیل گئی اور قتل مسلم کا الزام اس لیے اور بھی ان پر تھپ گیا کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بعد میں مالک بن نویرہ کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا‘ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ سن کر سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کو مجرم قرار دیا کہ خالد رضی اللہ عنہ کی بلا اجازت کیوں لشکر سے جدا ہو کر چلے آئے‘ ان کو حکم دیا گیا کہ واپس جائیں اور خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر ان کے ہر ایک حکم کو بجا لائیں چنانچہ ان کو واپس جانا پڑا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنھم کو سمجھایا کہ خالد رضی اللہ عنہ پر زیادہ سے زیادہ ایک اجتہادی غلطی کا الزام عائد ہو سکتا ہے‘ فوجی نظام اور آئین جنگ کو مدنظر رکھتے ہوئے خالد رضی اللہ عنہ کو جو سیف من سیوف اللہ ہیں نہ زیر قصاص لایا جا سکتا ہے نہ معزول کیا جا سکتا ہے‘ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مالک بن نویرہ کا خوں بہا بیت المال سے ادا کر دیا۔

ایک اسی واقعہ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اپنے دشمنوں کے قتل کرنے میں کس قدر احتیاط مدنظر رہتی تھی اور وہ کسی معمولی شخص کے لیے ایک قیمتی سپہ سالار کو بھی حق وانصاف کی عزت قائم رکھنے کے واسطے قتل کرنا اور زیر قصاص لانا ضروری سمجھتے تھے۔

كان قد صانع سجاح حين قدمت من أرض الجزيرة، فلما اتصلت بمسيلمة لعنهما الله، ثم ترحلت إلى بلادها، فلما كان ذلك ندم مالك بن نويرة على ما كان من أمره، وتلوم في شأنه، وهو نازل بمكان يقال له: البطاح. فقصدها خالد بجنوده وتأخرت عنه الأنصار، وقالوا: إنا قد قضينا ما أمرنا به الصديق. فقال لهم خالد: إن هذا أمر لا بد من فعله، وفرصة لا بد من انتهازها وإن لم يأتني فيها كتاب، وأنا الأمير وإلي ترد الأخبار، ولست بالذي أجبركم على المسير، وأنا قاصد البطاح. فسار يومين، ثم لحقه رسول الأنصار يطلبون منه الانتظار، فلحقوا به، فلما وصل البطاح وعليها مالك بن نويرة، فبث خالد السرايا في البطاح يدعون الناس، فاستقبله أمراء بني تميم بالسمع والطاعة، وبذلوا الزكوات، إلا ما كان من مالك بن نويرة، فإنه متحير في أمره، متنح عن الناس، فجاءته السرايا فأسروه وأسروا معه أصحابه، واختلفت السرية فيهم، فشهد أبو قتادة الحارث بن ربعي الأنصاري أنهم أقاموا الصلاة، وقال آخرون: إنهم لم يؤذنوا ولا صلوا. فيقال: إن الأساري باتوا في كبولهم في ليلة باردة شديدة البرد، فنادى منادي خالد أن دافئوا أسراكم. فظن القوم أنه أراد القتل، فقتلوهم، وقتل ضرار بن الأزور مالك بن نويرة، فلما سمع خالد الواعية خرج وقد فرغوا منهم، فقال: إذا أراد الله أمرا أصابه. واصطفى خالد امرأة مالك بن نويرة، وهي أم تميم ابنة المنهال، وكانت جميلة، فلما حلت بنى بها. ويقال: بل استدعى خالد مالك بن نويرة فأنبه على ما صدر منه من متابعة سجاح، وعلى منعه الزكاة، وقال: ألم تعلم أنها قرينة الصلاة؟ فقال مالك: إن صاحبكم كان يزعم ذلك. فقال: أهو صاحبنا وليس بصاحبك؟! يا ضرار، اضرب عنقه. فضرب عنقه، وأمر برأسه فجعل مع حجرين، وطبخ على الثلاثة قدرا، فأكل منها خالد تلك الليلة ليرهب بذلك الأعراب من المرتدة وغيرهم. ويقال: إن شعر مالك جعلت النار تعمل فيه إلى أن نضج لحم القدر، ولم يفرغ الشعر لكثرته. وقد تكلم أبو قتادة مع خالد فيما صنع، وتقاولا في ذلك، حتى ذهب أبو قتادة فشكاه إلى الصديق، وتكلم عمر مع أبي قتادة في خالد، وقال للصديق: اعزله، فإن في سيفه رهقا. فقال أبو بكر: لا أشيم سيفا سله الله على الكفار والمقصود أنه لم يزل عمر بن الخطاب، رضي الله عنه، يحرض الصديق ويذمره على عزل خالد عن الإمرة ويقول: إن في سيفه لرهقا، قتل مالكا ونزى على امرأته. حتى بعث الصديق إلى خالد بن الوليد، فقدم عليه المدينة وقد لبس عليه درعه التي من حديد، قد صدىء من كثرة الدماء، وغرز في عمامته النشاب المضمخ بالدماء، فلما دخل المسجد قام إليه عمر بن الخطاب، فانتزع الأسهم من عمامة خالد فحطمها، وقال: أرياء قتلت امرأ مسلما ثم نزوت على امرأته؟! والله لأرجمنك بأحجارك. وخالد لا يكلمه، ولا يظن إلا أن رأي الصديق فيه كرأي عمر، حتى دخل على أبي بكر فاعتذر إليه، فعذره وتجاوز عنه ما كان منه في

ذلك، وودى مالك بن نويرة فخرج من عنده وعمر جالس في المسجد، فقال خالد: هلم إلي يا ابن أم شملة. فلم يرد عليه، وعرف أن الصديق قد رضي عنه. واستمر أبو بكر بخالد على الإمرة، وإن كان قد اجتهد في قتل مالك بن نويرة وأخطأ في قتله، كما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعثه إلى بني جذيمة فقتل أولئك الأسارى الذين قالوا: صبأنا صبأنا. ولم يحسنوا أن يقولوا: أسلمنا. فوداهم رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى رد إليهم ميلغة الكلب، ورفع يديه وقال» :اللهم إني أبرأ إليك مما صنع خالد« . ومع هذا لم يعزل خالدا عن الإمرة

البدایۃ والنہایۃ«(465/9):

مسیلمہ کذاب؛

فتح مکہ کے بعد جو وفود قبائل کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو ہو کر مسلمان ہوئے تھے ان میں مسیلمہ بن حبیب بھی بنوحنیفہ کے وفد میں شامل تھا' جس کا اوپر عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات میں تذکرہ آچکا ہے' جب وہ اپنے وطن یمامہ کی طرف واپس ہوا تو انہیں ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناسازی طبع کی خبر مشہور ہوئی' مسیلمہ نے نبوت کا دعویٰ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط روانہ کیا کہ نبوت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور میں دونوں شریک ہیں' لہذا نصف ملک قریش کا اور نصف میرا رہے گا'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جواباً لکھا کہ:

بسم الله الرحمن الرحيم من محمد رسول الله الى مسيلمة الكذاب سلام على من اتبع الهدى اما بعد فان الارض لله يورثها من يشاء من عباده والعاقبة للمتقين۔

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان' نہایت رحم کرنے والا ہے۔اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے مسیلمہ کذاب کے نام! سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔اما بعد! بے شک (یہ زمین اللہ کی ہے' وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔اور (بہتر) انجام کار اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہے۔''

اس جواب کے روانہ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوحنیفہ کے ایک معزز شخص رجال بن عنفوہ کو' جو ہجرت کر کے مدینہ میں آگیا تھا اور اس کا اپنی قوم پر بوجہ ہجرت کر جانے کے اور بھی زیادہ اثر تھا' مسیلمہ کے پاس روانہ کیا کہ اس کو نصیحت کر کے اسلام پر قائم کرے۔رجال نے یمامہ میں پہنچ کر مسیلمہ کی تائید کی اور اس کا متبع بن گیا' اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیلمہ کی خوب گرم بازاری ہوگئی۔

وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسیلمہ کذاب کا فوراً تدارک نہ ہوسکا کیونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی توجہ مختلف جہات پر تقسیم ہو گئی تھی' عکرمہ ابن ابی جہل کو مسیلمہ کی سرکوبی کے لیے نامزد فرما کر روانہ کیا گیا تھا اور ان کے پیچھے شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو کمک دے کر روانہ کیا تھا' عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کے قریب پہنچ کر شرجیل کے شریک ہونے سے پہلے ہی شتاب زدگی سے حملہ کر کے شکست کھائی۔

اس خبر کو سن کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تم اب مدینہ واپس نہ آؤ بلکہ حذیفہ و عرفجہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کی ماتحتی میں مہرہ اور اہل عمان سے لڑو۔ جب اس مہم سے فارغ حال ہو جاؤ تو معہ اپنے لشکر کے مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کے پاس یمن و سیدنا موت میں چلے جاؤ۔

اور شرجیل بن حسنہ کو لکھا کہ تم خالد رضی اللہ عنہ بن ولید رضی اللہ عنہ کے صوبہ جات کی طرف جا کر وہاں سے قضاعہ کی طرف چلے جاؤ اور عمرو بن بن العاصی کے شریک ہو کر ان لوگوں سے جنگ کرو جو قضاعہ میں سے مرتد ہو گئے ہیں' اس عرصہ میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بطاح یعنی بنو تمیم کے علاقہ سے فارغ ہو چکے تھے' وہ اپنی مہم کو پورے طور پر انجام دے کر واپس مدینہ منورہ میں تشریف لائے' یہاں دربار خلافت میں حاضر ہو کر ان کو مالک بن نویرہ کے معاملہ میں صفائی پیش کرنی پڑی' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اگرچہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ سخت گیری اور تعزیر و سزا دہی کا برتاؤ ضروری سمجھتے تھے' مگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو معذور و بے گناہ پا کر قابل مواخذہ نہ سمجھا اور اپنی رضامندی کا اظہار فرما کر ان کو سرخ روئی کے ساتھ مہاجرین و انصار کا ایک لشکر دے مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ فرمایا۔

»وَكَتَبَ إِلَى شُرَحْبِيلَ يَأْمُرُهُ بِالْمُقَامِ حَتَّى يَأْتِيَهُ أَمْرُهُ، ثُمَّ كَتَبَ إِلَيْهِ قَبْلَ أَنْ يُوَجِّهَ خَالِدًا بِأَيَّامٍ إِلَى الْيَمَامَةِ: إِذَا قَدِمَ عَلَيْكَ خَالِدٌ، ثُمَّ فَرَغْتُمْ إِنْ شَاءَ اللَّهُ فَالْحَقْ بِقُضَاعَةَ، حَتَّى تَكُونَ أَنْتَ وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ عَلَى مَنْ أَبَى مِنْهُمْ وَخَالَفَ فَلَمَّا قَدِمَ خَالِدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ مِنَ الْبِطَاحِ رَضِيَ أَبُو بَكْرٍ عَنْ خَالِدٍ، وَسَمِعَ عُذْرَهُ وَقَبِلَ مِنْهُ وَصَدَّقَهُ وَرَضِيَ عَنْهُ، وَوَجَّهَهُ إِلَى مُسَيْلِمَةَ وَأَوْعَبَ مَعَهُ النَّاسَ وَعَلَى الأَنْصَارِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ وَالْبَرَاءِ بْنِ فُلانٍ، وَعَلَى الْمُهَاجِرِينَ أَبُو حُذَيْفَةَ وَزَيْدٌ، وَعَلَى الْقَبَائِلِ، عَلَى كُلِّ قَبِيلَةٍ رَجُلٌ.

وَتَعَجَّلَ خَالِدٌ حَتَّى قَدِمَ عَلَى أَهْلِ الْعَسْكَرِ بِالْبِطَاحِ، وَانْتَظَرَ الْبَعْثَ الَّذِي ضَرَبَ بِالْمَدِينَةِ، فَلَمَّا قَدِمَ عَلَيْهِ نَهَضَ حَتَّى أَتَى الْيَمَامَةَ وَبَنُو حَنِيفَةَ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ«

»تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبری« (281/3):

قومیت کی گمراہی:

مسیلمہ کے پاس قبیلہ ربیعہ کے چالیس ہزار جنگ جو جمع ہو گئے تھے' ان لوگوں میں بعض ایسے بھی تھے جو مسیلمہ کو نبوت کے دعوے میں جھوٹا سمجھتے تھے' مگر ہم قومیت کے سبب اس کی کامیابی کے خواہاں تھے' ان لوگوں کا قول تھا کہ مسیلمہ جھوٹا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں' لیکن ہم کو ربیعہ کا جھوٹا نبی مضر کے سچے نبی سے زیادہ عزیز ہے' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو روانہ کرنے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کی امداد و اعانت کے لیے اور فوجیں بھی روانہ کیں جو راستہ میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوتی رہیں' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے لشکر کی کل تعداد تیرہ ہزار نفوس پر مشتمل تھی' جب شہر یمامہ ایک دن کے راستہ پر رہ گیا تو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے ایک دستہ بطور مقدمۃ الجیش آگے روانہ کیا۔

اسی روز مسیلمہ نے مجاعہ بن مرارہ کو ساٹھ آدمیوں کی جماعت کے ساتھ روانہ کیا تھا کہ جا کر بنو تمیم پر شب خون مارے مجاعہ کا مقابلہ لشکر اسلام کے مقدمتہ الجیش سے ہوگیا' نتیجہ یہ ہوا کہ تمام مرتدین مقتول ہوئے اور ان کے سردار مجاعہ کو گرفتار کر کے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر شہر یمامہ کے قریب پہنچے تو مسیلمہ شہر یمامہ سے نکل کر دروازہ شہر کے قریب ایک باغ میں جس کا نام اس نے حدیقۃ الرحمن رکھا تھا خیمہ زن ہوا' اس باغ کی چاردیواری خوب مضبوط اور قلعہ نما تھی' لشکر مسیلمہ کی سپہ سالاری رجال بن عنفوہ اور محکم بن طفیل کے سپرد تھی۔

فلم يقاوما بني حنيفة ; لأنهم في نحو من أربعين ألفا من المقاتلة. فعجل عكرمة قبل مجيء صاحبه شرحبيل، فناجزهم فنكب، فانتظر خالدا، فلما سمع مسيلمة بقدوم خالد، عسكر بمكان يقال له :عقرباء. في طرف اليمامة، والريف وراء ظهورهم. وندب له الناس وحثهم، فحشد له أهل اليمامة. وجعل على مجنبتي جيشه المحكم بن الطفيل، والرجال بن عنفوة بن نهشل، وكان الرجال هذا صديقه الذي شهد له أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إنه قد أشرك معه مسيلمة بن حبيب في الأمر. فكان هذا الملعون من أكبر ما أضل أهل اليمامة، حتى اتبعوا مسيلمة. لعنهما الله«

»البدایۃ والنہایۃ« (9/466):

گھمسان کا مقابلہ:

انہوں نے چالیس ہزار کے لشکر جرار کو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے تیرہ ہزار مسلمانوں پر حملہ آور کیا' یہ حملہ نہایت سخت اور زلزلہ انداز تھا' مسلمانوں نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ اس حملہ کو روکا اور ہر طرف سے سمٹ کر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھ کر دشمنوں پر بھوکے شیروں کی طرح حملہ آور ہوئے تو لشکر کذاب کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بدحواسی کے عالم میں آوارہ و فرار ہونے لگے' محکم بن طفیل نے اپنے لشکر کی یہ حالت دیکھ کر بلند آواز سے کہا کہ ''اے بنو حنیفہ باغ میں داخل ہو جاؤ اور میں تمہارے پیچھے آنے والے حملہ آوروں کو روک رہا ہوں' یہ آواز سن کر بھاگنے والے سب باغ میں داخل ہو گئے' محکم بن طفیل تھوڑی دیر لڑتا رہا' آخر عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مقتول ہوا' لیکن ابھی تک فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا' مرتدین بھی سنبھل کر پھر مقابلہ پر ڈٹ گئے اور طرفین سے داد شجاعت دی جانے لگی' مسلمانوں کے علمبردار سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو سیدنا زید بن خطاب رضی اللہ عنہ نے علم اپنے ہاتھ میں لے لیا' مسلمانوں نے ایسی چپقلش مردانہ دکھائی کہ دشمن پیچھے ہٹتے ہٹتے باغ کی دیواروں کے نیچے پہنچ گیا' باغ کے دروازے پر تھوڑی دیر تک سخت لڑائی ہوئی' آخر مسلمانوں نے باغ کا دروازہ بھی توڑ دیا اور جا بجا سے دیواریں توڑ کر اندر داخل ہو گئے۔

لوگوں نے مسیلمہ سے دریافت کیا ''کہ وہ فتح کا وعدہ کب پورا ہوگا جو تیرا اللہ تعالیٰ تجھ سے کر چکا ہے'' اس نے جواب دیا کہ یہ وقت ایسی باتوں کے دریافت کرنے کا نہیں ہے' ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اہل و عیال کے لیے لڑے' باغ کے اندر بھی جب ہنگامہ زور دار گرم ہوا تو مسیلمہ مجبوراً

مسلح ہو کر گھوڑے پر سوار ہوا اور لوگوں کو لڑنے کے لیے آمادہ کرنے لگا' جب اس نے ہر طرف مسلمانوں کو چیرہ دست دیکھا تو گھوڑے سے اتر کر باغ کے باہر چپکے سے جانے لگا' اتفاقاً دروازہ باغ کے قریب وحشی (قاتل سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ) کھڑا تھا' اس نے اپنا حربہ پھینک مارا جو مسیلمہ کی دوہری زرہ کو کاٹ کر اس کے پیٹ کے پار نکل گیا۔

بالآخر دشمنوں میں سے جس کو جس طرف راستہ ملا بھاگا اور تھوڑی دیر میں مسلمانوں کے سوا مرتدوں میں کوئی نظر نہ آتا تھا' اس لڑائی میں دشمنوں کے سترہ ہزار آدمی غازیان اسلام کے ہاتھ سے مقتول ہوئے' اور ایک ہزار سے کچھ زیادہ مسلمانوں کو درجہ شہادت حاصل ہوا' لیکن مسلمانوں میں زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی' شہید ہونے والوں میں حفاظ کلام اللہ بہت سے تھے' تین سو ساٹھ انصار اور تین سو ساٹھ تابعین اس لڑائی میں شہید ہوئے' لڑائی ختم ہونے کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے مجاعہ بن مرارہ کو جو قید میں تھا اپنے ہمراہ لے کر لاشوں کا معائنہ کیا اور سرداران لشکر مسیلمہ اور خود مسیلمہ کی لاش کو مجاعہ نے شناخت کیا۔

بنو حنیفہ یعنی لشکر مسیلمہ کے بقیۃ السیف تو آوارہ و مفرور ہو چکے تھے' شہر اور قلعہ یمامہ میں عورتوں اور بچوں کے سوا کوئی مرد باقی نہ تھا' اور زخمیوں کی مرہم پٹی ضروری سمجھ کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اسی روز شہر یمامہ پر قبضہ کرنا ضروری نہ سمجھا' ان کا ارادہ تھا کہ کل صبح شہر پر قبضہ کرنے کے لیے بڑھیں گے۔

مجاعہ بن مرارہ نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہ کی' اس نے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید سے کہا کہ ہمارے جس قدر سردار معہ مسیلمہ مارے گئے ہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ نے مہم کو پورا کر لیا ہے ابھی ان سے بہت زیادہ بہادر جنگ جو لوگ باقی ہیں اور وہ شہر کی مضبوط فصیلوں اور سامان رسد نیز سامان حرب کی کافی فراہمی سے فائدہ اٹھا کر آپ کو ناک چنے چبوا دیں گے' مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے مجھے چھوڑ دیجئے تاکہ میں شہر میں جا کر ان سب لوگوں کو اس بات پر رضامند کر لوں کہ وہ آپ کا مقابلہ نہ کریں اور شہر کو بہ رضامندی صلح کے ساتھ آپ کے سپرد کر دوں' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے مجاعہ سے کہا میں تجھ کو قید سے رہا کئے دیتا ہوں تو جا کر اپنی قوم کو صلح پر آمادہ کر' لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ صرف میں ان کے نفوس کی بابت صلح کروں گا۔

مجاعہ لشکر اسلام سے روانہ ہو کر شہر میں گیا اور وہاں شہر کی عورتوں کو مسلح ہو کر فصیل شہر پر کھڑے ہونے کی ہدایت کر کے جو کچھ سمجھانا تھا سمجھا دیا اور واپس آ کر کہا کہ میری قوم محض اپنی جانوں کی بابت صلح کرنا نہیں چاہتی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے شہر کی طرف نظر ڈالی تو تمام فصیل تلواروں اور نیزوں سے چمک رہی تھی اور مسلح آدمیوں کی کثرت جو مجاعہ نے بیان کی تھی اس کی تصدیق ہو رہی تھی' سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زخمیوں کی کثرت اور مہم کے جلد ختم کرنے کے خیال سے صلح کو مناسب سمجھ کر اس بات پر رضامندی ظاہر کی کہ نصف مال و اسباب اور نصف مزروعہ باغات اور نصف قیدیوں کو بنو حنیفہ کے لیے چھوڑ دیں گے' مجاعہ پھر شہر میں گیا اور واپس آ کر کہا کہ وہ لوگ اس پر بھی رضامند نہیں ہوتے' آپ ایک ربع مال و اسباب وغیرہ لے کر صلح کر لیں' سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چوتھائی اموال و املاک پر صلح کر لی اور صلح نامہ لکھا گیا۔

اس کے بعد جب دروازہ کھلوا کر اندر گئے تو وہاں سوائے عورتوں اور بچوں کے کسی مرد کا نام و نشان نہ پایا' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے مجاعہ سے

کہا کہ تو نے ہمارے ساتھ فریب سے کام لیا ہے‘ اس نے کہا کہ میری قوم بالکل تباہ ہو جاتی‘ میرا فرض تھا کہ اپنی قوم کو مصیبت سے بچاؤں‘ آپ مجھے معاف فرمائیے‘ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خاموش ہو رہے‘ اور عہد نامہ کی خلاف ورزی کا خیال تک بھی ان کے دل میں نہ آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد مسیلمہ بن وقش سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک خط لے کر پہنچے اس میں لکھا تھا کہ اگر تم کو بنو حنیفہ پر فتح حاصل ہو تو ان کے بالغ مردوں کو قتل کیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے لیکن اس خط کے پہنچنے سے پہلے صلح نامہ لکھا جا چکا تھا‘ لہٰذا اس کی تعمیل نہ ہو سکی‘ پاس عہد اور ایفائے وعدہ کی مثالوں کا یہ واقعہ بھی خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بنو حنیفہ کے ایک وفد کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا‘ ایک خط خلیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لکھ کر ان کو دیا‘ اس خط میں فتح کا مفصل حال اور بنو حنفیہ کے دوبارہ داخل اسلام ہونے کی خبر درج تھی‘ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس وفد سے عزت واحترام کے ساتھ ملاقات کی اور محبت کے ساتھ ان کو رخصت کیا‘ جنگ یمامہ ماہ ذی الحجہ ۱۱ھ میں وقوع پذیر ہوئی۔

وأردف الصديق خالدا بسرية ; لتكون ردءا له من ورائه، وقد كان بعث قبله إلى مسيلمة عكرمة بن أبي جهل، وشرحبيل ابن حسنة، فلم يقاوما بني حنيفة ; لأنهم في نحو من أربعين ألفا من المقاتلة، فعجل عكرمة قبل مجيء صاحبه شرحبيل، فناجزهم فنكب، فانتظر خالدا، فلما سمع مسيلمة بقدوم خالد، عسكر بمكان يقال له: عقرباء. في طرف اليمامة، والريف وراء ظهورهم، وندب له الناس وحثهم، فحشد له أهل اليمامة، وجعل على مجنبتي جيشه المحكم بن الطفيل، والرجال بن عنفوة بن نهشل، وكان الرجال هذا صديقه الذي شهد له أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إنه قد أشرك معه مسيلمة بن حبيب في الأمر، فكان هذا الملعون من أكبر ما أضل أهل اليمامة، حتى اتبعوا مسيلمة، لعنهما الله، وقد كان الرجال هذا قد وفد إلى النبي صلى الله عليه وسلم وقرأ " البقرة " وجاء زمن الردة إلى أبي بكر، فبعثه إلى أهل اليمامة يدعوهم إلى الله، ويثبتهم على الإسلام، فارتد مع مسيلمة وشهد له بالنبوة.

قال سيف بن عمر عن طلحة، عن عكرمة، عن أبي هريرة : كنت يوما عند النبي صلى الله عليه وسلم في رهط، معنا الرجال بن عنفوة، فقال» :إن فيكم لرجلا ضرسه في النار أعظم من أحد« . فهلك القوم وبقيت أنا والرجال، وكنت متخوفا لها، حتى خرج الرجال مع مسيلمة وشهد له بالنبوة، فكانت فتنة الرجال أعظم من فتنة مسيلمة، ورواه ابن إسحاق عن شيخ، عن أبي هريرة.

واقترب خالد وقد جعل على المقدمة شرحبيل ابن حسنة وعلى المجنبتين زيدا وأبا حذيفة، وقد مرت المقدمة في الليل بنحو من أربعين، وقيل :ستين فارسا، عليهم مجاعة بن مرارة، وكان قد ذهب لأخذ ثأر له في بني تميم وبني عامر وهو راجع إلى قومه، فأخذوهم فلما جيء بهم إلى خالد، سألهم عن خبرهم فاعتذروا إليه فلم يصدقهم، وأمر بضرب أعناقهم كلهم سوى مجاعة فإنه استبقاه مقيدا عنده ; لعلمه بالحرب والمكيدة،

وكان سيدا فی بنی حنيفة شريفا مطاعا. ويقال: إن خالدا لما عرضوا عليه قال لهم: ماذا تقولون يا بنی حنيفة؟ قالوا: نقول: منا نبی ومنكم نبی. فقتلهم إلا واحدا اسمه سارية، فقال له: أيها الرجل، إن كنت تريد غدا بعدول هؤلاء خيرا أو شرا فاستبق هذا الرجل. يعنی مجاعة بن مرارة. فاستبقاه خالد مقيدا، وجعله فی الخيمة مع امرأته، وقال: استوصی به خيرا، فلما تواجه الجيشان قال مسيلمة لقومه: اليوم يوم الغيرة، اليوم إن هزمتم تستردف النساء سبيات، وينكحن غير حظيات، فقاتلوا عن أحسابكم وامنعوا نساءكم. وتقدم المسلمون حتى نزل بهم خالد على كثيب يشرف على اليمامة. فضرب به عسكره، وراية المهاجرين مع سالم مولى أبی حذيفة، وراية الأنصار مع ثابت بن قيس بن شماس، والعرب على راياتها، ومجاعة بن مرارة مقيد فی الخيمة مع أم تميم امرأة خالد، فاصطدم المسلمون والكفار، فكانت للمسلمين جولة وانهزمت الأعراب حتى دخلت بنو حنيفة خيمة خالد بن الوليد، وهموا بقتل أم تميم، حتى أجارها مجاعة، وقال: نعمت الحرة هذه. وقد قتل الرجال بن عنفوة، لعنه الله، فی هذه الجولة، قتله زيد بن الخطاب، ثم تذامر الصحابة بينهم، وقال ثابت بن قيس بن شماس: بئس ما عودتم أقرانكم. ونادوا من كل جانب: اخلصنا يا خالد. فخلصت ثلة من المهاجرين والأنصار وحمی البراء بن مالك، وكان إذا رأى الحرب أخذته العرواء فيجلس على ظهره الرجال وينتفض حتى يبول فی سراويله، ثم يثور كما يثور الأسد، وقاتلت بنو حنيفة قتالا لم يعهد مثله، وجعلت الصحابة يتواصون بينهم ويقولون: يا أصحاب سورة "البقرة" بطل السحر اليوم. وحفر ثابت بن قيس لقدميه فی الأرض إلى أنصاف ساقيه، وهو حامل لواء الأنصار بعدما تحنط وتكفن، فلم يزل ثابتا حتى قتل هناك، وقال المهاجرون لسالم مولى أبی حذيفة: أتخشى أن نؤتى من قبلك؟ فقال: بئس حامل القرآن أنا إذا. وقال زيد بن الخطاب: أيها الناس، عضوا على أضراسكم، واضربوا فی عدوكم، وامضوا قدما. وقال: والله لا أتكلم حتى يهزمهم الله أو ألقى الله فأكلمه بحجتی. فقتل شهيدا، رضی الله عنه. وقال أبو حذيفة: يا أهل القرآن، زينوا القرآن بالفعال، وحمل فيهم حتى أبعدهم وأصيب، رضی الله عنه، وحمل خالد بن الوليد حتى جاوزهم وسار بحيال مسيلمة وجعل يترقب أن يصل إليه فيقتله، ثم رجع ثم وثب بين الصفين ودعا إلى البراز، وقال أنا ابن الوليد العود، أنا ابن عامر وزيد. ثم نادى بشعار المسلمين، وكان شعارهم يومئذ: يا محمداه. وجعل لا يبرز لهم أحد إلا قتله، ولا يدنو منه شیء إلا أكله، ودارت رحى المسلمين، ثم اقترب من مسيلمة فعرض عليه النصف والرجوع إلى الحق، فجعل شيطان مسيلمة يلوی عنقه، لا يقبل منه شيئا، وكلما أراد مسيلمة يقارب من الأمر صرفه عنه شيطانه، فانصرف عنه خالد، وقد ميز خالد المهاجرين من الأنصار من الأعراب، وكل بنی أب على رايتهم، يقاتلون تحتها، حتى يعرف الناس من أين يؤتون، وصبرت الصحابة فی هذا الموطن صبرا لم يعهد مثله، ولم يزالوا يتقدمون إلى نحور عدوهم حتى فتح الله عليهم، وولى الكفار الأدبار، واتبعوهم يقتلون فی أقفائهم، ويضعون السيوف فی رقابهم حيث شاءوا، حتى ألجأوهم إلى حديقة الموت، وقد أشار عليهم محكم

اليمامة، وهو محكم بن الطفيل، لعنه الله بدخولها، فدخلوها وفيها عدو الله مسيلمة، لعنه الله، وأدرك عبد الرحمن بن أبي بكر محكم بن الطفيل، فرماه بسهم في عنقه وهو يخطب فقتله، وأغلقت بنو حنيفة الحديقة عليهم، وأحاط بهم الصحابة، وقال البراء بن مالك :يا معشر المسلمين، ألقوني عليهم في الحديقة. فاحتملوه فوق الحجف ورفعوها بالرماح حتى ألقوه عليهم من فوق سورها، فلم يزل يقاتلهم دون بابها حتى فتحه، ودخل المسلمون الحديقة من حيطانها وأبوابها يقتلون من فيها من المرتدة من أهل اليمامة، حتى خلصوا إلى مسيلمة، لعنه الله، وإذا هو واقف في ثلمة جدار، كأنه جمل أورق، وهو مزبد متساند، لا يعقل من الغيظ، وكان إذا اعتراه شيطانه أزبد حتى يخرج الزبد من شدقيه، فتقدم إليه وحشي بن حرب مولى جبير بن مطعم، قاتل حمزة، فرماه بحربته فأصابه وخرجت من الجانب الآخر، وسارع إليه أبو دجانة سماك بن خرشة، فضربه بالسيف فسقط، فنادت امرأة من القصر :وا أمير المؤمنيناه، قتله العبد الأسود. فكان جملة من قتلوا في الحديقة وفي المعركة قريبا من عشرة آلاف مقاتل - وقيل :أحد وعشرون ألفا - وقتل من المسلمين ستمائة - وقيل :خمسمائة - فالله أعلم. وفيهم من سادات الصحابة، وأعيان الناس من يذكر بعد، وخرج خالد ومعه مجاعة بن مرارة يرسف في قيوده، فجعل يريه القتلى ليعرفه بمسيلمة، فلما مروا بالرجال بن عنفوة قال له خالد :أهذا هو؟ قال: لا، والله هذا خير منه، هذا الرجال بن عنفوة.

قال سيف بن عمر :ثم مروا برويجل أصيفر أخينس، فقال :هذا صاحبكم. فقال خالد :قبحكم الله على اتباعكم هذا. ثم بعث خالد الخيول حول اليمامة يلتقطون ما حول حصونها من مال وسبي، ثم عزم على غزو الحصون، ولم يكن بقي فيها إلا النساء والصبيان والشيوخ الكبار،

البدایہ والنہایہ ج9 ص471

مطعم بن جنیعہ؛

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ سیدنا علاء بن الحضرمی کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر کا سردار بنا کر بحرین کی طرف روانہ کیا تھا' بحرین میں بنو عبدالقیس' بنو بکر بن وائل معہ اپنی شاخوں کے زبردست قبائل تھے' یہ بھی پڑھ چکے ہو کہ جارود بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ اپنے قبیلہ عبدالقیس کی طرف سے وفد ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر وفات کو سن کر قبیلہ عبدالقیس کے لوگ یہ کہہ کر مرتد ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو کبھی نہ مرتے۔

سیدنا جارود بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو ایک جگہ جمع کیا اور کہا کہ مجھ کو تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے جو جانتا ہو وہ بتائے' جو نہ جانتا ہو وہ خاموش رہے' انہوں نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے دریافت کیا کہ تم پر یہ بتاؤ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی دنیا میں نبی آئے ہیں یا نہیں؟ سب نے کہا آئے ہیں' پھر انہوں نے پوچھا کہ وہ سب عام انسانوں کی طرح اپنی زندگی پوری کر کے فوت ہو گئے یا نہیں؟ سب نے کہا وہ اپنی زندگی پوری کر کے فوت ہو گئے' سیدنا جارود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بس اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بھی اپنا زمانہ حیات پورا کر کے فوت ہو گئے۔ یہ کہہ کر انہوں نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ قبیلہ عبدالقیس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اسی وقت توبہ کی اور اسلام پر قائم ہو گئے۔

قبیلہ عبدالقیس تو سیدنا جارود بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ کی بروقت کوشش سے اس طرح بچ گیا لیکن قبیلہ بنو بکر بن وائل نے مرتد ہو کر حطم کو اپنا سردار بنایا' حطم بنو بکر کی جمعیت کثیرہ لے کر نکلا اور مقام قطیف وہجر کے درمیان ڈیرے ڈال دیئے اور کچھ آدمیوں کو قبیلہ عبدالقیس کی طرف بھیجا کہ ان کو مرتد بنا کر لائیں' لیکن عبدالقیس نے صاف طور پر مرتد ہونے سے انکار کیا اور وہ لوگ ناکام ونامراد واپس آئے' اس کے بعد حطم نے معرور بن سوید کو ایک جمعیت دے کر ارد گرد کے مسلمان لوگوں کو مرتد بنانے یا ان سے لڑنے کے لیے بھیجا۔

اسی حالت میں سیدنا علاء بن الحضرمی اپنا لشکر لیے ہوئے ملک بحرین میں داخل ہوئے' انہوں نے سیدنا جارود بن المعلیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس جو مقام دارین میں تشریف رکھتے تھے حکم بھیجا کہ بنو عبدالقیس کو ہمراہ لے کر حطم پر حملہ کرو' اس حکم کے پہنچتے اور اس خبر کے مشہور ہوتے ہی ارد گرد کے تمام مسلمان علاء بن الحضرمی کے پاس آآ کر جمع ہو گئے اور جس قدر مرتدین ومشرکین اس علاقہ میں تھے وہ سب حطم کے لشکر میں آآ کر شامل ہو گئے۔

سیدنا علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لیے ہوئے آگے بڑھے اور حطم کی لشکر گاہ کے قریب پہنچ کر خیمہ زن ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ حطم نے اپنے لشکر گاہ کے گرد ایک خندق کھدوالی ہے' آخر دونوں لشکروں میں لڑائی شروع ہوئی ایک مہینہ تک طرفین سے لڑائی کا سلسلہ جاری رہا کوئی ایک دوسرے پر فتح یاب نہ ہوا' جب پورا ایک مہینہ اسی حالت میں گذر گیا تو سیدنا علاء رضی اللہ عنہ نے غازیان اسلام کو لے کر ایک زبردست حملہ کیا' اور بہادران اسلام خندق کو عبور کر کے لشکر گاہ کفار میں داخل ہو گئے' قیس بن عاصم کے ہاتھ سے حطم مارا گیا' بہت سے مرتدین ہلاک ہوئے' باقی بھاگ نکلے' بھاگے ہوؤں کا تعاقب ہوا' اور بالآخر رفتہ رفتہ سب اسلام کی طرف لوٹ آئے' مذکورہ بالا جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت سامان غنیمت آیا' جس سے لشکر اسلام کی حالت خوب درست ہوگئی۔

فلما مات المنذر ارتد أهل البحرين وملكوا عليهم الغرور، وهو المنذر بن النعمان بن المنذر. وقال قاتلهم: لو كان محمد نبيا ما مات. ولم يبق بها بلدة على الثبات سوى قرية يقال لها: جواثى. كانت أول قرية أقامت الجمعة من أهل الردة وقد قام فيهم رجل من أشرافهم، وهو الجارود بن المعلى، وكان ممن هاجر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم خطيبا، وقد جمعهم فقال: يا معشر عبد القيس، إني سائلكم عن أمر، فأخبروني إن علمتموه ولا تجيبوني إن لم تعلموه. فقالوا: سل. قال: أتعلمون أنه كان لله أنبياء قبل محمد؟ قالوا: نعم. قال: تعلمونه أم ترونه؟ قالوا: نعلمه. قال: فما فعلوا؟ قالوا: ماتوا. قال: فإن محمدا صلى الله عليه وسلم مات كما ماتوا، وإني أشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله. فقالوا: ونحن أيضا نشهد أن لا إله إلا الله، وأن محمدا رسول الله، وأنت أفضلنا وسيدنا، وثبتوا على إسلامهم، وتركوا بقية الناس فيما هم فيه. وبعث الصديق، رضي الله عنه، كما قدمنا إليهم العلاء بن الحضرمي، فلما دنا من البحرين، جاء إليه ثمامة بن أثال في محفل كثير، وجاء كل أمراء تلك النواحي، فانضافوا إلى جيش العلاء بن الحضرمي، فأكرمهم العلاء وترحب بهم

وأحسن إليهم. وقد كان العلاء من سادات الصحابة العلماء العباد مجابي الدعوة، اتفق له في هذه الغزوة أنه نزل منزلا، فلم يستقر الناس على الأرض حتى نفرت الإبل بما عليها من زاد الجيش وخيامهم وشرابهم، وبقوا على الأرض ليس معهم شيء سوى ثيابهم، وذلك ليلا، ولم يقدروا منها على بعير واحد، فركب الناس من الهم والغم ما لا يحد ولا يوصف، وجعل بعضهم يوصي إلى بعض، فنادى منادي العلاء فاجتمع الناس إليه، فقال: أيها الناس، ألستم المسلمين؟ ألستم في سبيل الله؟ ألستم أنصار الله؟ قالوا: بلى. قال: فأبشروا، فوالله لا يخذل الله من كان في مثل حالكم. ونودي بصلاة الصبح حين طلع الفجر، فصلى بالناس، فلما قضى الصلاة جثا على ركبتيه وجثا الناس، ونصب في الدعاء ورفع يديه، وفعل الناس مثله حتى طلعت الشمس، وجعل الناس ينظرون إلى سراب الشمس يلمع مرة بعد أخرى، وهو يجتهد في الدعاء، فلما لمع الثالثة إذا قد خلق الله إلى جانبهم غديرا عظيما من الماء القراح، فمشى ومشى الناس إليه، فشربوا واغتسلوا فما تعالى النهار حتى أقبلت الإبل من كل فج بما عليها، لم يفقد الناس من أمتعتهم سلكا، فسقوا الإبل عللا بعد نهل، فكان هذا مما عاين الناس من آيات الله بهذه السرية، ثم لما اقترب من جيوش المرتدة -وقد حشدوا وجمعوا خلقا عظيما- نزل ونزلوا، وباتوا متجاورين في المنازل، فبينما المسلمون في الليل إذ سمع العلاء أصواتا عالية في جيش المرتدين، فقال: من رجل يكشف لنا خبر هؤلاء؟ فقام عبد الله بن حذف، فدخل فيهم فوجدهم سكارى لا يعقلون من الشراب، فرجع إليه فأخبره، فركب العلاء من فوره هو والجيش معه، فكبسوا أولئك فقتلوهم قتلا عظيما، وقل من هرب منهم، واستولى على جميع أموالهم وحواصلهم وأثقالهم، فكانت غنيمة عظيمة جسيمة وكان الحطم بن ضبيعة -أخو بني قيس بن ثعلبة من سادات القوم- نائما، فقام دهشا حين اقتحم المسلمون عليهم، فركب جواده، فانقطع ركابه فجعل يقول: من يصلح لي ركابي؟ فجاء رجل من المسلمين في الليل فقال: أنا أصلحها لك، ارفع رجلك. فلما رفعها ضربه بالسيف فقطعها مع قدمه، فقال له: أجهز علي. فقال: لا أفعل. فوقع صريعا، كلما مر به أحد يسأله أن يقتله فيأبي، حتى مر به قيس بن عاصم فقال له: أنا الحطم فاقتلني فقتله. فلما رأى رجله مقطوعة ندم على قتله وقال: واسوأتاه، لو أعلم ما به لم أحركه. ثم ركب المسلمون في آثار المنهزمين، يقتلونهم بكل مرصد وطريق، وذهب من فر منهم أو أكثرهم في البحر إلى دارين، ركبوا إليها السفن، ثم شرع العلاء بن الحضرمي في قسم الغنيمة ونفل الأنفال، وفرغ من ذلك وقال للمسلمين: اذهبوا بنا إلى دارين؛ لنغزو من بها من الأعداء، فأجابوا إلى ذلك سريعا، فسار بهم حتى أتى ساحل البحر؛ ليركبوا في السفن، فرأى أن الشقة بعيدة، لا يصلون إليهم في السفن حتى يذهب أعداء الله، فاقتحم البحر بفرسه، وهو يقول: يا أرحم الراحمين، يا حليم يا كريم، يا أحد يا صمد، يا حي يا محيي الموتى، يا حي يا قيوم، لا إله إلا أنت يا ربنا. وأمر الجيش أن يقولوا ذلك ويقتحموا، ففعلوا ذلك فأجاز بهم الخليج بإذن الله يمشون على مثل رملة دمثة، فوقها ماء لا يغمر أخفاف الإبل، ولا يصل إلى ركب الخيل، ومسيرته للسفن يوم وليلة، فقطعه إلى الساحل

الآخر، فقاتل عدوه وقهرهم، واحتاز غنائمهم، ثم رجع فقطعه إلى الجانب الآخر، فعاد إلى موضعه الأول، وذلك كله في يوم، ولم يترك من العدو مخبرا، واستاق الذراري والأنعام والأموال، ولم يفقد المسلمون في البحر شيئا سوى عليقة فرس لرجل من المسلمين، ومع هذا رجع العلاء فجاءه بها، ثم قسم غنائم المسلمين فيهم، فأصاب الفارس ألفين والراجل ألفا، مع كثرة الجيش

لقیط بن مالک

اوپر ذکر آچکا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حذیفہ بن محصن رضی اللہ عنہ کو عمان کی جانب اور عرفجہ بن ہرثمہ رضی اللہ عنہ کو اہل مہرہ کی جانب روانہ کیا تھا' اور دونوں کے ساتھ رہنے کا حکم ہوا تھا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حال سن کر ملک عمان میں لقیط بن مالک نے نبوت کا دعویٰ کیا' اہل عمان اور اہل مہرہ مرتد ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو عامل وہاں مقرر تھے ان کو نکال دیا' حذیفہ بن محصن حمیری کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تھا کہ اول عمان کی طرف جانا' وہاں کی مہم سے فارغ ہو کر مہرہ کی جانب متوجہ ہونا' ادھر عکرمہ بن ابی جہل کو بھی جو یمامہ کی طرف بھیجے گئے تھے یہی حکم ملا تھا کہ عمان کی طرف جا کر حذیفہ وعرفجہ کے شریک ہوں' چنانچہ یہ تینوں سردار صحرائے عمان میں مل کر خیمہ زن ہوئے' لقیط نے اسلامی لشکر کی خبر سن کر فوجیں فراہم کیں اور شہر دبا میں آ کر ہر طرح سامان حرب سے مسلح ہو کر لشکر اسلام کے مقابلہ کو نکلا' لشکر اسلام میں عکرمہ بن ابی جہل مقدمتہ الجیش پر تھے' میمنہ میں حذیفہ رضی اللہ عنہ اور میسرہ میں عرفجہ رضی اللہ عنہ اور قلب لشکر میں وہ رؤساء عمان تھے جو اسلام پر ثابت قدم تھے اور لشکر اسلام کے آنے کی خبر سن کر شریک لشکر ہوئے تھے۔

نماز فجر کے وقت سے لڑائی شروع ہوئی' اسلامی لشکر نشیبی زمین میں تھا اور دشمنوں کو بلند زمین پر موقعہ مل گیا تھا' ابتداً جنگ کا عنوان مسلمانوں کے خلاف اور شکست کے آثار نمایاں تھے' لقیط نے بڑی بہادری سے لشکر اسلام پر حملے کئے' بالآخر لڑائی کا رنگ بدلا اور مسلمانوں نے صبر و استقامت سے کام لے کر دشمنوں کو پیچھے ہٹایا' دشمن منہ موڑ کر بھاگے اور مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی' اس لڑائی میں دس ہزار دشمن مقتول ہوئے اور چار ہزار گرفتار ہو کر مسلمانوں کی قید میں آئے' اسی تناسب سے مالِ غنیمت لے کر مدینے میں آئے اور سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ مہرہ کی جانب روانہ ہوئے' چند روز کے بعد تمام عمان میں اسلام قائم ہو گیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ !

ردت مہرہ

مہرہ میں کچھ لوگ عمان کے مقیم تھے' ان کے علاوہ عبدالقیس کے لوگ بھی وہاں موجود تھے' ازد اور بنی سعد وغیرہ قبائل بھی وہاں آباد تھے' یہ سب کے سب مرتد ہو کر ریاست وامارت کے معاملہ میں دو گروہوں کے اندر منقسم ہو کر آپس میں لڑائی جھگڑا کر رہے تھے' سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مہرہ میں پہنچ کر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی' ان میں سے ایک گروہ نے اسلام قبول کر لیا' دوسرے نے جس کا سردار مصبح تھا اسلام قبول کرنے سے انکار اور اپنے ارتداد پر اصرار کیا۔

سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے گروہ مسلم کو اپنے ساتھ لے کر مرتدین پر حملہ کیا اور شکست فاش دے کر ان کے سردار کو قتل کر دیا' اس فتح کا نواحی

علاقوں پر خاص اثر پڑا' اردگرد کے تمام قبائل بخوشی اسلام میں داخل ہو گئے' سیدنا عکرمہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کے ساتھ اسلامی کامیابیوں کی مفصل کیفیت لکھ کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی' وہاں سے جواب آیا کہ اب تم یمن کی طرف روانہ ہو کر مہاجر رضی اللہ عنہ بن ابی امیہ کے لشکر میں شریک ہو جاؤ۔

ردت یمن

اسود عنسی کا ذکر اوپر آ چکا ہے کہ اس نے ملک یمن میں نبوت کا دعویٰ کر کے قریباً تمام ملک یمن میں بدامنی پیدا کر دی تھی' لیکن وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات ہی میں مقتول ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا تھا اور ملک یمن میں ارتداد کے بعد پھر اسلام پھیلنے لگا تھا' ابھی تک پورے طور پر مطلع صاف نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی' اس خبر کے مشہور ہوتے ہی تمام ملک یمن میں پھر وبائے ارتداد پھیل گئی' اس مرتبہ مرتدین یمن کے دو مشہور سردار تھے' ایک قیس بن مکشوح' دوسرا عمرو بن معدی کرب' یمن کے مسلمانوں کو مرتدین یمن نے بہت ستایا' بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا' مسلمان جو تعداد میں بالکل بے حقیقت تھے وہ علاقہ کو خالی کرتے ہوئے آہٹ آئے تھے۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ملک یمن کے علاقہ صنعا کی طرف مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا' مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہو کر راستہ میں مکہ و طائف سے مسلمانوں کی جمعیت کو ہمراہ لیتے ہوئے نہایت تیز رفتاری سے علاقہ نجران میں داخل ہو کر خیمہ زن ہوئے۔

قیس و عمرو کو مہاجر رضی اللہ عنہ کے حملہ آور ہونے کی اطلاع پہلے سے پہنچ چکی تھی' وہ بھی نجران میں ان کی آمد کے منتظر تھے' عمرو بن معد یکرب عرب کا مشہور سردار تھا' جس کی صف شکنی و حریف افگنی کی تمام ملک میں دھاگ بیٹھی ہوئی تھی' مہاجر رضی اللہ عنہ نے دشمنوں کے بے قیاس ولاتعداد افواج میں اپنے آپ کو محصور دیکھ کر اپنے ہمراہیوں کو جرأت وغیرت دلائی اور ان کی ہمت بندھائی پھر مرتدین پر حملہ آور ہوئے' نہایت سخت معرکہ ہوا' بالآخر لشکر اسلام کو غلبہ حاصل ہوا' قیس و عمرو دونوں سردار مسلمانوں کی قید میں آئے' بہت سے مرتدین ہلاک و گرفتار اور بقیۃ السیف فرار کی عار گوارا کرنے پر مجبور ہوئے' قیس و عمرؓ کو مدینہ منورہ کی طرف سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا' مدینہ منورہ میں پہنچ کر دونوں نے اپنے ارتداد سے پشیمانی کا اظہار کیا اور بخوشی اسلام قبول کر کے قید سے آزاد اور بحکم صدیقی یمن کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔

مہاجر بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نجران کی جنگ میں مرتدین یمن کی کمر توڑ کر آگے بڑھے اور صنعاء میں پہنچ کر اس جگہ کے ان مرتدین کو جو برسر مقابلہ آئے شکست پر شکست دے کر تمام علاقہ کو پاک وصاف کر دیا' اسی جگہ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل آ کر شریک لشکر ہوئے' یہاں سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق دونوں سردار بنو کندہ کی سرکوبی کے لیے بڑھے' بنو کندہ نے اشعث بن قیس کو اپنا سردار بنا کر لشکر اسلام کے مقابلہ کی زبردست تیاریاں کی تھیں اور روز بروز ان کی جمعیت میں اضافہ ہو رہا تھا' یہ خبر سن کر مہاجر بن رضی اللہ عنہ ابی امیہ نے لشکر اسلام میں سے تیز رفتار سواروں کا ایک دستہ منتخب کر کے اپنے ہمراہ لیا اور لشکر عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کی

سرداری میں چھوڑ کر نہایت تیزی و برق رفتاری سے یلغار کرتے ہوئے مقام حجر میں جہاں اشعث بن قیس مرتدین کا لشکر لیے ہوئے پڑا تھا پہنچے اور جاتے ہی قضائے مبرم کی طرح مرتدین پر ٹوٹ پڑے' مرتدین اس حملہ کی تاب نہ لا سکے' سراسیمہ ہو کر بھاگے۔

اشعث نے وہاں سے فرار ہو کر قلعہ بخیر میں پناہ لی' وہیں تمام مرتدین پہنچ کر قلعہ بند ہو گئے' مہاجر بن بن ابی امیہ رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا' اسی عرصہ میں عکرمہ بن ابی جہل اسلامی لشکر لیے ہوئے آپہنچے' محاصرہ کی سختی اور کمک و سامان رسد کی آمد سے مایوس ہو کر اشعث نے صلح کی درخواست پیش کی' یہ درخواست اس قدر عاجز ہو کر پیش کی کہ اس نے اپنی قوم کے صرف نو آدمیوں کے لیے معہ اہل و عیال جان بخشی و رہائی چاہی' مہاجر رضی اللہ عنہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا' عجیب اتفاق یہ ہوا کہ اشعث غلطی سے ان نو آدمیوں کی فہرست میں اپنا نام بھول گیا تھا' چنانچہ ان نو آدمیوں کو چھوڑ کر باقی کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا' ان اسیران جنگ میں اشعث بن قیس بھی شامل تھا۔

جب یہ لوگ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے مدینے میں لا کر پیش کئے گئے تو اشعث نے اپنے افعال گذشتہ پر پشیمانی کا اظہار کیا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ رضی اللہ عنہ میرا اسلام قبول فرمالیں' میں بطیب خاطر اسلام کو پسند اور اختیار کرتا ہوں' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف اشعث بلکہ تمام اسیران بنو کندہ کو آزاد کر دیا اور صرف اس قدر کہا کہ مجھ کو امید ہے کہ میں آئندہ تم سے سوائے بھلائی کے اور کچھ نہ دیکھوں گا۔

ارتداد کا استیصال کامل

غرض ۱۱ ھ کے ختم اور ۱۲ ھ کے شروع ہونے سے پہلے پہلے یعنی ایک سال سے کم مدت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ملک عرب کے فتنۂ ارتداد پر پورے طور پر غالب آ گئے' محرم ۱۱ ھ میں جزیرۃ العرب مشرکین و مرتدین سے بالکل پاک و صاف ہو چکا تھا اور براعظم عرب کے کسی گوشہ اور کسی حصہ پر شرک و ارتداد کی کوئی سیاہی باقی نہ تھی۔

ایک طرف چند مہینے پہلے کی اس حالت پر غور کرو کہ مدینہ و مکہ و طائف کے سوا تمام ملک کا مطلع غبار آلود تھا اور اس غبار سے شمشیر و نیزہ و سنان اور کمند و کمان کے طوفان ابلتے ہوئے اور امنڈتے ہوئے نظر آتے تھے' پھر یہ کیفیت تھی کہ پتھر کے موم کی طرح پگھلنے اور فولاد کی رگیں کچے دھاگے کی طرح شکستہ ہونے سے باز نہیں رہ سکتی تھیں' پہاڑوں سے زیادہ مضبوط ہمتیں دریاؤں کے پانی کی طرح بہہ سکتی تھیں' اور آسمان کی طرح بلند و وسیع حوصلے تنگ و پست ہو کر تحت الثریٰ کی گم نامیوں میں شامل ہو سکتے تھے' لیکن دبستان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہمت و حوصلہ کا اندازہ کرو کہ تنہا اس تمام طوفان کے مقابلہ کو جس شوکت و شجاعت کے ساتھ میدان میں نکلا ہے ہم اس کی مثال میں نہ شیر و نہنگ کا نام لے سکتے ہیں نہ رستم و اسفندیار کا نام زبان پر لا سکتے ہیں' شیر نیستان و رستم و ستاں کے دلوں کو' اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل کی طاقت کے سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی ملا ہوتا تو ہم کو کسی مثال و تشبیہ کی تلاش و تجسس میں سرگردانی کی ضرورت نہ تھی' لیکن اب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد رشید' خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اول نے ٹھیک اپنے مرتبہ کے موافق ہمت و استقلال اور قوت قدسی کا اظہار کیا اور جس کام کو اسکندر یونانی' جولیس' سیزر رومی' کیخسرو ایرانی مل کر بھی پورا کرنے کی جرات نہیں کر سکتے تھے' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چند مہینوں میں اس کو بہ حسن و خوبی پورا کر کے

دکھایا۔

اس میں شک نہیں کہ لشکر صدیق رضی اللہ عنہ میں خالد رضی اللہ عنہ عکرمہ رضی اللہ عنہ ،شرجیل رضی اللہ عنہ حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے بے نظیر مردان صف شکن موجود تھے، لیکن یہ بھی تو سوچو کہ صدیق اکبر کس طرح مدینہ منورہ میں بیٹھے ہوئے ملک کے ہر حصہ و ہر گوشہ کی حالت سے باخبر تھے اور کس طرح فوجی دستوں کے پاس ان کے احکام متواتر پہنچ رہے تھے، غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر دستہ فوج اور ہر سالار لشکر ملک عرب کی بساط پر شطرنج کے ایک مہرہ کی طرح تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی انگشت تدبیر جس مہرہ کو جس جگہ مناسب ہوتا تھا اٹھا کر رکھ دیتی تھی اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان گیارہ اسلامی لشکروں نے ہر طرف روانہ ہو کر ملک عرب سے فتنہ ارتداد کو مٹادیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں بیٹھ کر شام و نجد سے مسقط وسیدنا موت تک اور خلیج فارس سے یمن و عدن تک تمام براعظم تک تنہا اپنی تدبیر ورائے سے چند مہینے کے اندر ہر ایک خس وخاشاک کو پاک وصاف کر دیا اور اس فتنہ کی ہمت شکن ابتداء میں کوئی متنفس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا ایسا نہ تھا جو اس کی انتہا کو دیکھ سکتا اور اور صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو وہ اندیشہ سوز ایمان حاصل تھا کہ انہوں نے نہ لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کی روانگی کو ملتوی کرنا مناسب سمجھا، نہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں پھلا دینے والی باتوں سے مرعوب ومتاثر ہوئے، نہ منکرین زکوۃ کے مطالبات کو پرکاہ کے برابر وقعت دی، اب تم غور کرو اور سوچو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سوا اور کون ہوسکتا تھا؟

استهلت هذه السنة وجيوش الصديق وأمراؤه الذين بعثهم لقتال أهل الردة جوالون في البلاد يمينا وشمالا ; لتمهيد قواعد الإسلام وقتال الطغاة من الأنام، حتى رد شارد الدين بعد ذهابه، ورجع الحق إلى نصابه، وتمهدت جزيرة العرب، وصار البعيد الأقصى كالقريب الأدنى. وقد قال جماعة من علماء السير والتواريخ: إن وقعة اليمامة كانت في ربيع الأول من هذه السنة. وقيل: إنها كانت في أواخر التي قبلها. والجمع بين القولين أن ابتداءها كان في السنة الماضية، وانتهاءها وقع في هذه السنة الآتية، فعلى قول الأولين ينبغي أن تنقل تراجم من ذكرنا أنه قتل في اليمامة إلى هذه السنة، وعلى القول الآخر ينبغي أن يذكروا في السنة الماضية كما ذكرناه; لاحتمال أنهم قتلوا في الماضية، ومبادرة إلى استيفاء تراجمهم قبل أن يذكروا مع من قتل بالشام والعراق في هذه السنة، على ما سنذكر إن شاء الله، وبه الثقة وعليه التكلان وقد قيل: إن وقعة جواثى وعمان ومهرة، وما كان من الوقائع التي أشرنا إليها إنما كانت في سنة ثنتي عشرة. وفيها كان قتل الملوك الأربعة; جمد، ومخوس، وأبضعة، ومشرح، وأختهم العمردة، الذين ورد الحديث في "مسند أحمد" بلعنهم، وكان الذي قتلهم زياد بن لبيد الأنصاري

روم وایران

بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت دنیا میں دو سلطنتیں سب سے بڑی تھیں اور وہی گویا تمام قابل تذکرہ دنیا پر چھائی ہوئی تھیں، ایک

روم کی سلطنت اور دوسری ایرانی شہنشاہی اس وقت دنیا میں صرف دو ہی تمدن تھے آدھی دنیا پر رومی تمدن چھایا ہوا تھا اور آدھی پر ایرانی ملک عرب تو بالکل کسمپرسی اور تاریکی کے عالم میں پڑا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور اسلام کے ذریعہ ایک نئی سلطنت اور نئے تمدن کی ابتداء ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ عربی یا اسلامی سلطنت کے مقابلے میں رومی و ایرانی سلطنتیں اور رومی و ایرانی ہوا ہو کر فنا ہو گئے اور ساری دنیا اسلامی حکومت اور اسلامی تمدن کے زیر سایہ زندگی بسر کرنے لگی اس اجمال کی تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کریں گے اب چونکہ عرب کی سلطنت اور رومی و ایران سلطنتوں کی زور آزمائی شروع ہونے والی ہے اور بہت جلد ہم ایران و روم کو عرب کے مقابلہ میں ریزہ ریزہ ہوتے ہوئے دیکھنے والے ہیں لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں مشہور و متمدن سلطنتوں سے بقدر ضرورت واقف ہو جائیں۔

کسی زمانہ میں ایرانی سلطنت بحیرہ روم، بحیرہ اسود، خلیج فارس، دریائے سندھ، کشمیر، تبت، کوہ الٹائی، بحیرہ کاسپین تک وسیع تھی، کیانی خاندان کی حکمرانی اور رستم وزابلستان کی پہلوانی کا زمانہ گزرنے کے بعد اسکندر یونانی نے سلطنت ایرانی کو پارہ پارہ کر دیا تھا لیکن تمدن ایرانی باقی رہا تھا بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سو سال پیشتر اردشیر بابکاں نے ساسانی خاندان کی بنیاد ڈالی ساسانی خاندان نے کیانیوں کی وسیع سلطنت کے اکثر حصوں کو اپنی مملکت میں شامل کر کے خلیج فارس، دریائے فرات، بحیرہ کاسپین، دریائے سندھ، دریائے جیحوں کے درمیان ایک وسیع اور ٹھوس سلطنت قائم کر کے تمام براعظم ایشیا کی سیادت حاصل کر لی۔

رومیوں کی سلطنت کا مرکز سلطنت اٹلی کا شہر روما تھا جس میں جولیس سیزر اور اغوسطس وغیرہ شہنشاہ گذر چکے تھے اس سلطنت میں قریباً تمام براعظم یورپ اور مصر و ایشیائے کوچک شامل تھا کچھ عرصہ بعد اس رومی شہنشاہی کے دو ٹکڑے ہو گئے مغربی حصہ کا دارالسلطنت تو شہر روما ہی رہا لیکن مشرقی حصہ کا دارالسلطنت شہر قسطنطنیہ قرار پایا قسطنطنیہ کے قیصر کو بھی قیصر روم ہی کے نام سے پکارا جاتا تھا جس کے تحت و تصرف میں مصر، حبش، فلسطین و شام و ایشیائے کوچک و بلقان کے ممالک تھے اس مشرقی رومی سلطنت کی شان و شوکت اور قوت و سطوت کے آگے مغربی روم کی حیثیت و حقیقت ماند پڑ گئی تھی ایشیائے کوچک اور عراق کے میدانوں میں ان دونوں شہنشاہیوں یعنی رومی و ایرانی سلطنتوں کی حد فاصل کوئی قدرتی چیز پہاڑ و سمندر وغیرہ کے نہ ہونے سے کبھی کبھی ایک دوسرے ٹکرانے اور معرکہ آرا ہونے کا بھی موقع آجاتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت ایران کا شہنشاہ نوشیروان عادل ساسانی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ایران پر نوشیروان عادل کا پوتا خسرو پرویز متمکن تھا۔

اور قسطنطنیہ میں ایک زبردست بغاوت قیصر فوقا کے خلاف نمودار ہوئی امرائے سلطنت اور رعایائے ملک نے فوقا کو تخت سے اتار کر قتل کر دیا اور افریقی مقبوضات کے گورنر یعنی فرمانروائے مصر کو قسطنطنیہ کے تخت پر بٹھانے کے لیے دعوت دی گورنر افریقہ تو پیرانہ سالی کی وجہ سے نہ جا سکا لیکن اس کا جوان العمر و جواں بخت بیٹا ہرقل قسطنطنیہ میں تخت نشیں ہو گیا اور ہرقل کی شہنشاہی کو ارکان سلطنت نے بخوشی تسلیم کر لیا مقتول قیصر فوقا اور خسرو پرویز کے درمیان دوستی و محبت کے تعلقات تھے چنانچہ خسرو پرویز نے رومی سلطنت یعنی ہرقل پر حملہ کر دیا کیونکہ ایک

ایسے شخص کے تخت نشین ہونے کے بعد جو وراثتاً تخت وتاج کا حق دار نہ تھا' ایرانیوں کے لیے سلطنت روم پر حملہ آور ہونے کا بہترین موقع تھا' ایرانیوں اور رومیوں میں لڑائی شروع ہوئی' ان لڑائیوں کا سلسلہ چھ سات سال تک جاری رہا۔

بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھویں سال ایرانیوں نے شام کا ملک فتح کر کے بیت المقدس پر قبضہ کیا اور عیسائیوں سے صلیب چھین کر لے گئے ساتھ ہی فلسطین کے تمام ملک کو فتح کر کے اسکندریہ تک پہنچ گئے۔

مشرکین مکہ نے ایرانیوں کی ان فتوحات کا حال سن کر بڑی خوشیاں منائیں کیونکہ رومی اہل کتاب اور ایرانی مشرک تھے' مسلمانوں کو مشرکوں کے مقابلہ میں اہل کتاب سے ہمدردی تھی اس لیے اس خبر سے مسلمانوں رنجیدہ ہوئے' خدائے تعالیٰ نے سورۂ روم کی آیات نازل فرمائیں' اور ان میں اطلاع دی کہ اگرچہ رومی اس وقت میں مغلوب ہو گئے ہیں لیکن چند سال کے بعد وہ غالب ہو جائیں گے اور مسلمان اس وقت مسرور ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہرقل چھ سات سال تک برابر فوجی تیاریوں میں مصروف رہا' اس عرصہ میں اس نے اپنے ملک کے اندرونی انتظامات پر بھی پورے طور پر قابو پالیا' ایرانیوں کو اپنی حدود مملکت سے نکالنے اور سابقہ ہزیمتوں کا انتقام لینے کے لیے نکلا اور بالآخر ملک شام کے میدانوں میں رومی لشکر نے ایرانیوں کو فیصلہ کن شکست دی' ایرانی بھاگے اور قیصر روم نے اپنے علاقے ایرانیوں سے خالی کرا لینے کے علاوہ ایرانیوں کے بعض صوبوں پر بھی قبضہ کر لیا۔

ادھر رومیوں نے ایرانیوں پر فتح عظیم حاصل کی' ادھر بدر کے میدان میں مسلمانوں نے کفار مکہ کو شکست فاش دی' اور قرآن کریم کی پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی' اس کے بعد بھی ایرانیوں اور رومیوں میں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا' ۷ھ میں ابتداء میں رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان صلح ہوگئی اور ایرانیوں نے وہ صلیب جو بیت المقدس سے لے گئے تھے رومیوں کو واپس کر دی' اس صلح نے ہرقل کی فتوحات کو ایک طرف مکمل کر دیا' دوسری طرف ایرانیوں نے اپنے کھوئے ہوئے علاقے اور صوبے رومیوں سے واپس لیئے' لہٰذا ایرانی بھی اس صلح سے خوش ہوئے' اس وقت ایرانی و رومی دونوں درباروں میں بیداری کے علامات نمایاں تھے' اور دونوں اپنی اپنی ترقی و مضبوطی کے لیے مناسب تدبیر میں مصروف ہو گئے تھے۔

اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کے نام خطوط روانہ کیئے' کیانیوں کے زمانہ میں ایران کا دارالسلطنت استخر تھا جس کو سکندر یونانی نے جلا کر خاک سیاہ کر دیا تھا' اب ساسانی خاندان کا دارالسلطنت مدائن تھا' ادھر ہرقل اپنی فتوحات اور صلیب کے واپس ملنے کی خوشی میں زیارت کے لیے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط خسرو پرویز کے پاس مدائن میں' ہرقل کے پاس بیت المقدس میں پہنچا' خسرو پرویز نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ گرامی کو چاک کر دیا اور ہرقل نے تکریم وعزت کے ساتھ اس خط کو لیا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایرانی بادشاہ کی حرکت نامعقول کا حال سن کر فرمایا کہ اس کی سلطنت پارہ پارہ ہو جائے گی۔

خسرو پرویز نے یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط اور قاصد کے ساتھ گستاخی کی بلکہ اپنے عامل باذان والی یمن کو لکھا کہ اس عربی پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دو' باذان نے دو آدمی مدینے میں بھیجے' وہ دونوں خدمت نبوی صلی اللہ علیہ و

سلم میں حاضر ہوئے اور خسرو پرویز کے حکم سے اطلاع دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو اپنا اللہ تعالیٰ سمجھتے ہو یعنی خسرو پرویز وہ رات اپنے بیٹے کے ہاتھ سے مارا گیا، یہ دونوں جب باذان کے پاس واپس پہنچے تو وہاں مدائن سے اطلاع پہنچی کہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا ہے، یہ واقعہ قتل ٹھیک اسی رات کا تھا جس رات کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

باذان گورنر یمن مسلمان ہو گیا اور اس طرح ملک یمن میں بہت جلد اسلام پھیل گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باذان ہی کو یمن کا عامل رکھا، شیرویہ کو اس قدر مہلت ہی نہ ملی کہ وہ اندرونی جھگڑے سے فارغ ہو کر عرب اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوتا، چند روز کے بعد اس کا کمسن بچہ تخت ایران پر بیٹھایا گیا جس کا نام اردشیر تھا، اس کمسن اردشیر کو ایرانی سپہ سالار شہریار نامی نے چند مہینے کے بعد قتل کر کے خود تخت سلطنت پر جلوس کیا، چند روز کے بعد ارکان سلطنت نے اس کو قتل کر کے شیرویہ کی بہن اور خسرو پرویز کی بیٹی پوران کو تخت پر بٹھایا جو صرف ایک سال چند ماہ حکمران رہی، اسی کے زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی۔

پوران کے بعد کئی نوعمر لڑکے اور عورتیں یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئیں، آخر میں یزدجرد یا یزدگرد تخت نشین ہوا جس کے زمانہ میں ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا، غرض جس روز سے خسرو پرویز نے نامہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاک کیا تھا اسی روز سے ایرانی سلطنت کا قصر رفیع قدرتی طور پر منہدم ہونا شروع ہو گیا تھا، اور ایران کے تخت پر بجائے ملک گیر و ملک دار عالی ہمت بادشاہوں کے لڑکوں اور عورتوں نے قبضہ پا لیا تھا، ایرانی سلطنت کے قبضہ سے اس کا ایک صوبہ یعنی یمن کا ملک نکل چکا تھا۔ اس لیے ایرانیوں کو مسلمانوں سے اور بھی عداوت ہو گئی تھی۔

ایرانی مشرک ہونے کی وجہ سے زیادہ متکبر اور مغرور تھے، لہٰذا وہ عربوں کو زیادہ حقیر سمجھ کر ان کی قوت و استقلال کی خبریں سن سن کر زیادہ بے چین اور مسلمانوں کے استیصال پر زیادہ آمادہ تھے، لیکن قدرت نے ان کو اس طرح اندرونی جھگڑوں اور بادشاہوں کے عزل و نصب کی مصیبتوں میں گرفتار کر دیا تھا کہ وہ ملک عرب کی طرف جلدی متوجہ نہ ہو سکتے تھے، منافقین مدینہ اور یہودان مدینہ نے جو مدینہ سے جلاوطن ہوئے تھے، بہ تواتر دربار مدائن میں اپنے زبان آور چالاک ایلچی بھیج بھیج کر ایرانیوں کو مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لیے ابھارا تھا، دوسری طرف ان لوگوں نے ہرقل کے دربار میں بھی اس قسم کی کوششیں شروع کر رکھی تھیں۔

ہرقل کا دربار چونکہ اندرونی جھگڑوں سے پاک تھا لہٰذا ان کو وہاں زیادہ کامیابی حاصل ہوئی، ملک شام کے جنوبی حصہ میں عرب قوم کے لوگ آباد تھے اور ان کی بہت سی چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں قائم تھیں، عربی لوگ عیسائی مذہب اختیار کر چکے تھے اور عرب مستنصرہ کے نام سے مشہور تھے، عرب مستنصرہ کی خودمختار ریاستوں سے ہرقل کے دوستانہ و ہمدردانہ تعلقات تھے، جب کبھی ان اعراب مستنصرہ کی ریاستوں پر ایرانیوں نے حملے کئے تھے تو قیصر قسطنطنیہ نے ان کی مدد و حفاظت پر آمادگی ظاہر کی، اس لیے یہ لوگ اور بھی مجبور تھے کہ اپنے آپ کو قیصر روم کی حمایت میں رکھیں، چونکہ عربی النسل ہونے کے سبب یہ لوگ زیادہ بہادر تھے اس لیے قیصر روم ان کے وجود کو زیادہ قیمتی سمجھتا اور ضرورت کے وقت ان کی جنگ جویانہ قابلیتوں سے فائدہ اٹھایا کرتا تھا۔

ملک عرب میں جو ایک اسلامی سلطنت قائم ہو چکی تھی، اس اسلامی سلطنت اور قیصر روم کی سلطنت کے درمیان عرب مستنصرہ کی ریاستیں حد

فاصل تھیں، چونکہ یہ ریاستیں سب عیسائی مذہب رکھتی تھیں اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ رومیوں اور عربوں کے درمیان تو ایک حد فاصل تھی، لیکن اسلامی سلطنت اور عیسائی حکومت کے درمیان کوئی حد فاصل نہ تھی، حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جب عیسائی ریاستوں اور مسلمانوں کے درمیان مقابلہ و مقاتلہ کی نوبت پہنچی تو ایک طرف ان اعراب مستنصرہ نے ہرقل سے امداد کی درخواست کی، دوسری طرف منافقوں اور یہودیوں کی ریشہ دوانیوں نے دربار ہرقل کو مسلمانوں کی بیخ کنی پر آمادہ و مستعد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زمانہ میں ہرقل کے پاس خط بھیجا تھا اسی زمانہ میں بصری و دمشق کے رئیسوں کی طرف بھی خط روانہ کئے تھے لیکن ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچیوں کے ساتھ برا برتاؤ کیا تھا، چنانچہ بصری کے ماتحت حاکم شرجیل نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی سیدنا حارث کو شہید کر دیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو شرجیل بن عمرو غسانی سے سیدنا حارث رضی اللہ عنہ کا انتقام لینے کے لیے روانہ کیا اور جنگ موتہ میں سیدنا زید رضی اللہ عنہ سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بن رواحہ شہید ہوئے اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لڑائی کی حالت کو سنبھالا، اس جنگ میں ہرقل کی فوجوں نے شرجیل غسانی کی حمایت میں مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔

رومیوں نے اس کے بعد ملک عرب پر چڑھائی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود چشمہ تبوک تک لشکر لے کر جانا پڑا، اس وقت رومی سامنے سے ٹل گئے اور کوئی بڑی لڑائی نہ ہوئی، بلکہ انہیں اعراب مستنصرہ کی ریاستوں سے جزیہ لے کر اور ان پر رعب قائم کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے، تو خبر سنی کہ ہرقل ملک عرب پر حملہ کی تیاریاں کر رہا ہے اور سرحد شام پر فوجیں جمع ہو رہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اس طرف روانہ کیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کی وجہ سے یہ لشکر مدینہ کے باہر رکا رہا اور آخر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ ہو کر اس لشکر کو روانہ کیا، یہ لشکر سرحد شام تک گیا اور وہاں کے سرکش و باغی رؤسا کو درست کر کے چلا آیا۔

ہرقل کی فوجوں سے اس لیے مقابلہ پیش نہ آیا کہ رؤساء عرب مستنصرہ میں سے بعض بطیب خاطر اسلام کو حق سمجھ تسلیم کر چکے تھے اور ہرقل متامل تھا کہ یہ سرحدی ریاستیں اسلام میں داخل ہونے والی ہیں یا عیسائیت پر قائم رہ کر مسلمانوں کے مقابلہ پر مستعد ہونے والی ہیں، محض ان ریاستوں کی وجہ سے جو کئی بار اسلامی طاقت کے نظارے دیکھ چکی تھیں اور اصول اسلامی سے واقف ہو کر اسلام کی طرف مائل نظر آتی تھیں ہرقل کو لڑائی کے لیے اقدام میں تامل تھا، وہ خود بھی اسلامی صداقت کا دلی طور پر معترف تھا لہذا ایک طرف مسلمانوں کی ترقی اس کے زوال سلطنت کا پیغام تھا اور وہ مسلمانوں کی طاقت کو پیش از خطرہ مٹا دینا چاہتا تھا، دوسری طرف چونکہ اس کو انجام اور نتیجہ مشتبہ نظر آتا تھا لہذا آئندہ بہترین موقع کے انتظار میں وہ جنگ کو ٹالتا رہا، بہر حال وہ ہرقل جو ایرانیوں کی عظیم الشان شہنشاہی کو نیچا دکھا چکا تھا وہ ہمہ تن اسلامی طاقت کے برباد کرنے کی طرف متوجہ تھا اور کسی مناسب موقعہ کو ہاتھ سے گنوا دینے والا نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو تمام ملک عرب میں بدامنی اور ہلچل پیدا ہوئی تو ایک طرف ایرانیوں نے اور دوسری طرف رومیوں نے ان خبروں کو بڑے اطمینان و مسرت کے ساتھ سنا، دنیا میں پہلی ہی مرتبہ تمام براعظم عرب نے ایک سلطنت اور ایک متحد طاقت

کی شکل میں اپنے آپ کو جلوہ افروز کیا تھا اور اسی لیے رومیوں اور ایرانیوں کے درباروں نے اس ملک کو غور و التفات اور فکر و تردد کی نگاہ سے دیکھا تھا اور یہ دونوں حکومتیں بجائے خود الگ الگ اس جدید عربی طاقت یعنی حکومت اسلام کو مٹا دینے اور فنا کر دینے پر آمادہ تھیں' وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے ساتھ ہی ارتداد کی خبروں نے ان دونوں حکومتوں کو بتا دیا تھا کہ ملک عرب کے پامال کرنے اور آئندہ خطرات کے مٹا دینے کا یہ بہترین وقت ہے' چنانچہ ایک طرف ہرقل کی فوجیں شام میں اور دوسری طرف ایران کی فوجیں عراق میں جمع ہونے لگیں۔[1] سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مآل اندیشی' ژرف نگاہی' موقعہ شناسی اور مستعدی کا اس طرح بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے فتنہ ارتداد کو جلد سے جلد مٹایا اور اس فتنہ کو فرو کرنے کے بعد ایک دن بھی ضائع کئے بغیر فوراً رومیوں اور ایرانیوں کے روکنے اور مدافعت کرنے کے لیے تمام ملک عرب کو آمادہ کر دیا' اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چند روز اور فتنہ ارتداد کو مٹانے پر قادر نہ ہوتے یا فتنہ ارتداد کے مٹ جانے کے بعد چند روز تساہل اور تامل میں گذار دیتے تو مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی دار الخلافت اسلام رومیوں یا ایرانیوں کے محاصرہ میں آ کر مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ ہو چکا ہوتا' حیرت ہوتی ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کیسا سخت و اہم کام کیسے نازک و محدود وقت میں کس احتیاط اور کس خوبی کے ساتھ انجام دیا اور اسلام کی روحانی و مادی حالت اور معنوی و ظاہری شان کو کس عظمت و جبروت کے ساتھ قائم رکھا۔

اب آگے رومیوں اور ایرانیوں کے ساتھ مسلمانوں کی لڑائیاں شروع ہوتی ہیں' جو حالت ملک شام کی تھی' کہ اس کے جنوبی حصہ میں چھوٹی چھوٹی ریاستیں عرب متنصرہ کی تھیں' بالکل یہی حالت عراق عرب کی تھی کہ اس میں بھی چھوٹی چھوٹی ریاستیں عربوں کی تھیں جن میں سے اکثر ایرانی شہنشاہی کے ماتحت اور بعض ایرانی دربار سے گورنر مقرر ہو کر آتے اور حکومت کرتے تھے۔

قال أبو جعفر، ولما فرغ خالد من أمر اليمامة، كتب إليه أبو بكر الصديق رحمه الله، وخالد مقيم باليمامة- فيما حدثنا عبيد الله بن سعد الزهري، قال :أخبرنا عمي، قال :أخبرنا سيف بن عمر، عن عمرو بن محمد، عن الشعبي: أن سر إلى العراق حتى تدخلها، وابدأ بفرج الهند، وهي الأبلة، وتألف أهل فارس، ومن كان في ملكهم من الأمم. حدثني عمر بن شبة، قال :حدثنا علي بن محمد بالإسناد الذي قد تقدم ذكره، عن القوم الذين ذكرتهم فيه، أن أبا بكر رحمه الله وجه خالد بن الوليد إلى أرض الكوفة، وفيها المثنى بن حارثة الشيباني، فسار في المحرم سنة اثنتي عشرة، فجعل طريقه البصرة، وفيها قطبة بن قتادة السدوسي. قال أبو جعفر :وأما الواقدي، فإنه قال :اختلف في أمر خالد بن الوليد، فقائل يقول :مضى من وجهه ذلك من اليمامة إلى العراق وقائل يقول: رجع من اليمامة، فقدم المدينة، ثم سار إلى العراق من المدينة على طريق الكوفة، حتى انتهى إلى الحيرة. حدثنا ابن حميد، قال :حدثنا سلمة، عن ابن إسحاق، عن صالح بن كيسان، أن أبا بكر رحمه الله كتب إلى خالد بن الوليد يأمره أن يسير إلى العراق، فمضى خالد يريد العراق، حتى نزل بقريات من السواد، يقال لها :بانقيا وباروسما وأليس، فصالحه أهلها، وكان الذي صالحه عليها ابن صلوبا، وذلك في سنة اثنتي عشرة، فقبل منهم خالد الجزية وكتب لهم كتابا فيه :بسم الله الرحمن الرحيم من خالد بن الوليد لابن صلوبا السوادي- ومنزله

بشاطئ الفرات- إنك آمن بأمان الله- إذ حقن دمه بإعطاء الجزية- وقد أعطيت عن نفسك وعن أهل خرجك وجزير تك ومن كان في قريتيك- بانقيا وباروسما- ألف درهم، فقبلتها منك، ورضى من معي من المسلمين بها منك، ولك ذمة الله وذمة محمد صلى الله عليه وسلم، وذمة المسلمين على ذلك وشهد هشام بن الوليد. ثم أقبل خالد بن الوليد بمن معه حتى نزل الحيرة، فخرج إليه أشرافهم مع قبيصة بن إياس بن حية الطائي- وكان أمره عليها كسرى بعد النعمان ابن المنذر- فقال له خالد ولأصحابه :أدعوكم إلى الله وإلى الإسلام فإن أجبتم إليه فأنتم من المسلمين، لكم ما لهم وعليكم ما عليهم، فان ابيتم فالجزية، فإن أبيتم الجزية فقد أتيتكم بأقوام هم أحرص على الموت منكم على الحياة، جاهدناكم حتى يحكم الله بيننا وبينكم. قال له قبيصة بن إياس :ما لنا بحربك من حاجة، بل نقيم على ديننا، ونعطيك الجزية فصالحهم على تسعين ألف درهم، فكانت أول جزية وقعت بالعراق، هي القريات التي صالح عليها ابن صلوبا. قال أبو جعفر :وأما هشام بن الكلبي، فإنه قال :لما كتب أبو بكر إلى خالد بن الوليد وهو باليمامة أن يسير إلى الشام، أمره أن يبدأ بالعراق فيمر بها، فأقبل خالد منها يسير حتى نزل النباج. قال هشام :قال أبو مخنف :فحدثني أبو الخطاب حمزة بن علي، عن رجل من بكر بن وائل، أن المثنى بن حارثة الشيباني، سار حتى قدم على أبي بكر رحمه الله، فقال :أمرني على من قبلي من قومي، أقاتل من يليني من أهل فارس، وأكفيك ناحيتي، ففعل ذلك، فأقبل فجمع قومه وأخذ يغير بناحية كسكر مرة، وفي أسفل الفرات مرة، ونزل خالد بن الوليد النباج والمثنى بن حارثة بخفان معسكر، فكتب إليه خالد بن الوليد ليأتيه، وبعث إليه بكتاب من أبي بكر يأمره فيه بطاعته، فانقض إليه جوادا حتى لحق به، وقد زعمت بنو عجل أنه كان خرج مع المثنى بن حارثة رجل منهم يقال له مذعور بن عدي، نازع المثنى بن حارثة، فتكاتبا إلى أبي بكر، فكتب أبو بكر إلى العجلي يأمره بالمسير مع خالد إلى الشام، وأقر المثنى على حاله، فبلغ العجلي مصر، فشرف بها وعظم شأنه«

» تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبری «(3/345):

مسلمانوں کی حکمت عملی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف روانہ کیا تھا تو وہ ایرانیوں سے غافل نہ تھے'انہوں نے اس خطرناک حالت اوران تشویش افزا ایام میں جب کہ خود مدینہ منورہ کی حفاظت اور ملک عرب کے صوبوں میں فتنہ ارتداد کے مٹانے کے لیے فوجوں کی بے حد ضرورت تھی'ایک چھوٹا سا دستہ مذکورہ بالا گیارہ لشکروں کی روانگی سے پہلے مثنٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ شیبانی کی سرداری میں عراق کی جانب روانہ کر دیا تھا اور مثنٰی کو حکم دیا تھا کہ عراق میں پہنچ کر کسی جگہ بھی جم کر لڑائی کی تمہید نہ ڈالیں بلکہ چھاپے مارتے اور عراق کے رئیسوں کو ڈراتے رہیں'اس سے مدعا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ تھا کہ جب تک ملک عرب کا فتنہ ارتداد فرد ہو اس وقت تک ایرانیوں کو ملک عرب پر حملہ آور ہونے کی جرات نہ ہو سکے اور وہ مسلمانوں کی پریشانیوں اور مصیبتوں سے پورے طور پر واقف

نہ ہوسکیں، یہی مقصد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ حاصل کرنا چاہا تھا کہ رومی لوگوں کو عرب کی جانب حملہ آور ہونے کی یکا یک جرات نہ ہوسکے۔

جب نجد و یمامہ کے حالات قابو میں آگئے تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو جو نجد میں مقیم تھے لکھا کہ ان مسلمانوں کو جو مرتد نہیں ہوئے اور اسلام پر بدستور قائم رہے اپنے ہمراہ لے کر بالائی عراق پر حملہ آور ہوں اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جو یمامہ میں مقیم تھے لکھا کہ اپنا لشکر لیے ہوئے زیریں عراق کی طرف متوجہ ہوں، راستہ میں جو قبائل یا رؤسا آتے وہ بطیب خاطر مسلمان ہوتے یا اسلامی سیادت میں داخل ہوتے گئے، حکم صدیقی رضی اللہ عنہ کی تصریح کے موافق مقام ابلہ میں مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دونوں آ کر مل گئے۔

لما فرغ خالد بن الوليد من اليمامة، بعث إليه الصديق أن يسير إلى العراق، وأن يبدأ بفرج الهند، وهي الأبلة، ويأتي العراق من أعاليها، وأن يتألف الناس ويدعوهم إلى الله، عز وجل، فإن أجابوا وإلا أخذ منهم الجزية، فإن امتنعوا من ذلك كله قاتلهم في الله، وأمره أن لا يكره أحدا على المسير معه، ولا يستعين بمن ارتد عن الإسلام، وإن كان قد عاد إليه، وأمره أن يستصحب كل امرئ مر به من المسلمين، وشرع أبو بكر في تجهيز السرايا والبعوث والجيوش إمدادا لخالد رضي الله عنه«

البداية والنهاية« (9/511):

جنگ ذات السلاسل

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مقام ابلہ میں تمام اسلامی لشکر کی گنتی لی تو کل اٹھارہ ہزار آدمی تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے عراق کا وہ ایرانی صوبہ تھا، جس کا نام حفیر تھا، اور دربار ایران سے اس صوبہ کا گورنر ہرمز نامی ایک نہایت دلیر و جنگ جو سردار مقرر تھا، اس ہرمز کی دھاک تمام عرب و عراق اور ہندوستان تک بیٹھی ہوئی تھی، کیونکہ وہ جنگی بیڑہ لے کر ساحل ہندوستان پر بھی حملہ آور ہوا کرتا تھا، سیدنا خالد بن رضی اللہ عنہ ولید نے ہرمز کے نام ایک خط اتمام حجت کے لیے لکھا اور اسلام کی طرف دعوت دی، ہرمز نے اس خط کو پہنچتے ہی فوراً دربار ایران کو اطلاع دی اور خود فوجیں جمع کر کے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کو بڑھا۔

ادھر سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر تین حصوں میں تقسیم کر کے ایک حصہ کی سرداری عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم کو دی دوسرا حصہ قعقاع رضی اللہ عنہ بن عمرو کے سپرد کیا اور تیسرے حصے کو اپنے ماتحت رکھ کر تینوں سرداروں نے داہنے بائیں ایک دن کی مسافت کا فاصلہ دے کر حفیر کی طرف بڑھنا شروع کیا، لشکر ایران کے قریب پہنچ کر تینوں اسلامی سردار مل گئے۔

ایرانیوں کے مقابل اسلامی لشکر خیمہ زن ہوا اول سیدنا خالد بن ولید میدان میں نکلے اور ہرمز کو مقابلہ کے لیے طلب کیا، ہرمز سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر میدان میں نکلا، دونوں سردار گھوڑوں سے اتر کر پیادہ ہو گئے، اول سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے وار کیا، ہرمز نے فوراً پیچھے ہٹ کر پینترا بدل کر وار خالی دیا اور پھر نہایت پھرتی سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً بیٹھک کے

ساتھ آگے سمٹ کر اس کی کلائی تھام کر تلوار چھین لی' ہرمز تلوار چھنواتے ہی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کو لپٹ گیا' اور کشتی کی نوبت پہنچی' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے اس کی کمر پکڑ کر اٹھایا اور زمین پر اس زور سے پٹکا کہ پھر وہ حرکت نہ کر سکا' اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور سر کاٹ کر پھینک دیا' ایرانیوں کے ایک دستہ نے اپنے سردار کو مغلوب دیکھ کر اس کی مدد کے لیے حملہ کیا' ادھر سے قعقاع بن عمرو نے آگے بڑھ کر ان کو روکا' پھر دونوں فوجیں آگے بڑھیں اور جنگ مغلوبہ شروع ہوئی' تھوڑی ہی دیر میں ایرانی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے' بہت مقتول و مقید ہوئے۔

ہرمز کے لباس واسلحہ پر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے قبضہ کیا' ہرمز دربار ایران کا ایسا سردار تھا جو تاج سر پر رکھتا تھا' اس کے تاج کی قیمت جو سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے قبضہ میں آیا ایک لاکھ دینار تھی' اس لڑائی میں ایرانیوں کے ایک حصہ فوج نے اپنے پاؤں میں زنجیریں باندھ لی تھیں کہ عربوں کے مقابلہ میں میدان سے بھاگ نہ سکیں' مگر پھر بھی ان کو زنجیریں توڑ کر بھاگنا ہی پڑا' ان زنجیروں کی وجہ سے اس لڑائی کا نام جنگ ذات السلاسل مشہور ہوا۔

سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کے تعاقب میں روانہ کیا' انہوں نے آگے بڑھ کر حصن المراۃ کا محاصرہ کیا اور اس قلعہ کو فتح کیا' وہاں کا حاکم مقتول ہوا' اس کی بیوی مسلمان ہوگئی' اور اس نے سیدنا مثنیٰ کی زوجیت میں آنا پسند کیا۔

»وقد تقرن الجيش في السلاسل؛ لئلا يفروا، وكان هرمز هذا من أخبث الناس طوية وأشدهم كفرا، وكان شريفا في الفرس، وكان الرجل كلما ازداد شرفا زاد في حليته، فكانت قلنسوة هرمز بمائة ألف، وقدم خالد ومن معه من الجيش، وهم ثمانية عشر ألفا فنزل تجاههم على غير ماء، فشكى إليه أصحابه ذلك، فقال: جالدوهم حتى تجلوهم عن الماء، فإن الله جاعل الماء لأصبر الطائفتين. فلما استقر بالمسلمين المنزل وهم ركبان على خيولهم، بعث الله سحابة فأمطرتهم حتى صار لهم غدران من ماء، فقوي المسلمون بذلك، وفرحوا فرحا شديدا، فلما تواجه الصفان وتقابل الفريقان«

»البدایۃ والنہایۃ« (515/9):

جنگ قارن

ہرمز کی اطلاعی عرضی جب دربار ایران میں پہنچی تو وہاں سے ہرمز کی امداد کے لیے ایک زبردست اور بہادر سردار قارن ایک بہادر فوج کے ساتھ روانہ ہوا مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہرمز کا خاتمہ ہو چکا تھا' راستے میں قارن کو ہرمز کی ہزیمت یافتہ فوج ملی اس نے بھگوڑوں کو روکا اور ان کی ہمت بندھا کر اپنے ہمراہ لیا اور آگے بڑھ کر نہر کے کنارے قیام کیا' ادھر سے اسلامی لشکر آگے بڑھا' جنگ ہوئی' قارن انوشجان اور قباد تینوں بڑے بڑے سردار مارے گئے' ایرانی اپنی تیس ہزار لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگے' بھاگتے ہوئے بہت نہر میں ڈوب کر مرے بہت سے گرفتار ہوئے' اس لڑائی کے بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اس صوبہ کی رعایا کو کسی قسم کی کوئی تکلیف و اذیت پہنچائے بغیر جزیہ کی ادائیگی پر آمادہ کر کے وہاں اسلامی عامل مقرر فرما دیئے اور رعایائے ایران نے رعایائے اسلام بن کر یہ محسوس

کیا کہ دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہو گئے۔
جنگ ولجہ قارن وغیرہ کے مارے جانے کی خبر سن کر دربار ایران سے اعدز گر ایک مشہور شہسوار ایک جرار لشکر کے ساتھ روانہ کیا گیا' یہ لشکر مدائن سے روانہ ہو کر مقام ولجہ میں پہنچا تھا کہ پیچھے سے بہمن جادو یہ ایک دوسرے زبردست سردار کو لشکر عظیم کے ساتھ مدائن سے روانہ کیا گیا' مقام ولجہ میں پہنچ کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر ایران پر حملہ کیا' ایک خون ریز جنگ کے بعد لشکر ایران کو شکست فاش حاصل ہوئی' ان کا سردار بھی شدت تشنگی سے میدان جنگ میں مر گیا' بہمن جادو یہ مقام الیس میں پہنچا تھا کہ بھاگے ہوئے ایرانی اس فوج میں جا کر شامل ہوئے' اس لڑائی میں بہت سی عیسائی عرب بھی آ کر ایرانی لشکر میں شریک ہو گئے تھے' بہمن جادو یہ نے ایرانیوں اور عربوں کے اس لشکر عظیم کو مقام لیس میں چھوڑا اور خود مدائن کی طرف روانہ ہوا کیونکہ وہاں اس کی ضرورت نہ تھی۔

»لما وصل كتاب هرمز إلى أردشير بخبر خالد أمده بقارن بن قريانس، فلما انتهى إلى المذار لقيه المنهزمون، فاجتمعوا ورجعوا ومعهم قباذ وأنوشجان، ونزلوا الثني، وهو النهر، وسار إليهم خالد فلقيهم واقتتلوا، فبرز قارن فقتله معقل بن الأعشى بن النباش، وقتل عاصم أنوشجان، وقتل عدي بن حاتم قباذ، وكان شرف قارن انتهى. ولم يقاتل المسلمون بعده أحدا انتهى شرفه، وقتل من الفرس مقتلة عظيمة يبلغون ثلاثين ألفا، سوى من غرق، ومنعت المياه المسلمين من طلبهم. وقسم الفيء، وأنفذ الأخماس إلى المدينة، وأعطى الأسلاب من سلبها، وكانت الغنيمة عظيمة، وسبى عيالات المقاتلة، وأخذ الجزية من الفلاحين وصاروا ذمة. وكان في السبي أبو الحسن البصري، وكان نصرانيا، وأمر على الجند سعيد بن النعمان، وعلى الجند سويد بن مقرن المزني، وأمره بنزول الحفير، وأقام يتجسس الأخبار«

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/236):

جنگ لیس

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ مقام لیس میں لشکر عظیم موجود ہے جو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے والا ہے تو انہوں نے خود ہی لیس کی طرف کوچ کیا اور وہاں پہنچ کر لڑائی شروع کر دی' اول سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے میدان میں تنہا آگے بڑھ کر اپنا مبارز طلب کیا' ادھر سے مالک بن قیس مقابلہ پر آیا اور آتے ہی سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہوئی اور ستر ہزار دشمن میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔

فتح حیرہ

جنگ لیس سے فارغ ہو کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے حیرہ کا محاصرہ کیا جب محاصرہ کو طول ہوا اور شہر والے عاجز ہو گئے تو حیرہ کا رئیس عمرو بن عبدالمسیح معہ دوسرے رؤساء کے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' ایرانی سردار اور ایرانی لشکر جو حیرہ میں موجود تھا اردشیر کسریٰ کی موت کا حال سن کر پہلے ہی فرار ہو چکا تھا' عبدالمسیح نے قریباً دو لاکھ روپیہ خراج ادا کر کے صلح کر لی' فتح حیرہ کے بعد

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے ضرار بن الازور، ضرار بن الخطاب رضی اللہ عنہ، قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ، مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ، عیینہ بن الشماس رضی اللہ عنہ وغیرہ سرداران لشکر کو حیرہ کے اطراف و جوانب میں چھوٹے چھوٹے فوجی دستوں کے ساتھ روانہ کیا، ہر ایک قبیلہ اور ہر ایک بستی نے جزیہ یا اسلام قبول کیا اور اس طرح دجلہ تک کا تمام علاقہ سیدنا خالد بن رضی اللہ عنہ ولید کے ہاتھ پر فتح ہو گیا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید حیرہ میں مقیم رہ کر ارد گرد کی مہمات کا اہتمام و انصرام فرماتے رہے۔

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا پیغام

حیرہ سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ایک خط ایرانی رؤساء کی طرف روانہ کیا اور منشور عام عراق کے ان امراء کے نام بھیجا جو زمینداروں یا جاگیرداروں کی حیثیت رکھتے اور ابھی تک مطیع و منقاد نہ ہوئے تھے، ایرانی رؤسا کے نام جو خط انہوں نے بھیجا تھا اس میں لکھا تھا کہ:

امابعد! تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کو ہے جس نے تمہارے نظام میں خلل ڈال دیا اور تمہارے مکر کو سست کر دیا، اور تمہارے اتحاد کو توڑ دیا، اگر ہم اس ملک پر حملہ آور نہ ہوتے تو تمہارے لیے برائی ہوتی، اب بہتر یہ ہے کہ تم ہماری فرمانبرداری کرو ہم تمہارے علاقے چھوڑ دیں گے اور دوسری طرف چلے جائیں گے، اگر تم ہمارے مطیع نہ ہوئے تو پھر تم کو ایسے لوگوں سے واسطہ پڑے گا جو موت کو ایسا دوست رکھتے ہیں جیسے تم زندگی کو محبوب رکھتے ہو۔" دوسرے منشور عام کا یہ مضمون تھا کہ

"تمام تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے تمہاری شیخی کرکری کر دی اور تمہارے اتفاق کو توڑ دیا اور تمہاری شان و شوکت مٹا دی، پس تم اسلام قبول کرو کہ سلامت رہو گے یا ہماری حفاظت میں آ کر ذمی بن جاؤ اور جزیہ ادا کرو، ورنہ میں ایسی قوم تم پر لایا ہوں جو موت کو ایسا عزیز رکھتی ہے جیسا تم شراب خوری کو محبوب رکھتے ہو"

ان خطوط و فرامین کا یہ اثر ہوا کہ دربار ایران میں جو بادشاہ کے متعلق جھگڑے پڑے ہوئے تھے وہ فوراً سلجھ گئے اور امیران دربار فوراً اپنا ایک بادشاہ منتخب کر لینے میں متفق ہو گئے، تاکہ اہل عرب کا تدارک دل جمعی کے ساتھ بہ آسانی ہو سکے۔

فتح انبار یا جنگ ذات العیون

ایرانیوں نے انبار میں ایک لشکر عظیم فراہم کر کے شیرزاد والی ساباط کو اس لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید حیرہ میں اس اجتماع لشکر کی خبر سن کر حیرہ سے انبار کی طرف روانہ ہوئے، شیرزاد نے انبار کی فصیل کے باہر مٹی کا دمدمہ بھی تیار کرا لیا تھا اور وہ عربی لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر طرح تیار و مستعد تھا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے جب انبار کا محاصرہ کیا تو محصورین نے دمدمہ سے یک لخت تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا اور اسلامی لشکر میں ایک ہزار مجاہدین کی آنکھیں تیروں سے زخمی اور بیکار ہو گئیں، لیکن لشکر اسلام اور اس کا شیر دل سپہ سالار ایسا نہ تھا کہ تیروں کی بارش اس کو روک سکے، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کمزور و ناتواں اونٹوں کو ذبح کرا کر خندق میں ڈال دیا اور اس طرح جب خندق کے عبور کرنے کا راستہ بن گیا تو مسلمانوں نے اول دمدمہ پر قبضہ کیا، پھر فصیل شہر تک پہنچ کر خون کے دریا بہا دیئے، ایرانیوں نے مدافعت میں بڑی ہمت اور بہادری کا اظہار کیا، مگر مسلمانوں کے مقابل کچھ پیش نہ گئی، شیرزاد نے جب دیکھا کہ شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہونے والا ہے تو اس نے فوراً سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے پاس صلح کا پیغام بھیجا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے جواباً کہلا بھیجا

کہ شیرزاد اپنے چند مخصوص ہمراہیوں کے ساتھ صرف تین دن کا سامان رسد لے کر اگر شہر سے نکلنا چاہے تو ہم اس کو جانے دیں گے' چنانچہ ایسے ہی ہوا کہ شیرزاد شہر چھوڑ کر نکل گیا اور سیدنا خالد رضی اللہ عنہ فاتحانہ شہر میں داخل ہوئے۔

ایرانیوں نے اسلامی لشکر کے مقابلہ کے لیے جا بجا فوجی تیاریاں مکمل کر رکھی تھیں' چنانچہ انبار میں معلوم ہوا کہ مقام عین التمر میں مہران بن بہرام چوبیس ہزار ایرانیوں کا ایک لشکر عظیم لیے ہوئے اور عقبہ بن ابی عقبہ اہل عرب کے ایک اجتماع عظیم کے ساتھ بقصد قتال خیمہ زن ہے' گرد و نواح کے عرب قبائل تغلب و ایاد وغیرہ بھی اسلامی لشکر کے مقابلہ کی غرض سے فراہم ہو کر آ گئے تھے' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے زبرقان بن بدر کو شہر انبار کا حکم مقرر کر کے خود التمر کا قصد کیا۔

فتح عین التمر

عقبہ بن عقبہ نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر مہران بن بہرام ایرانی سپہ سالار سے کہا' کہ عربوں کی لڑائی کو عرب ہی خوب جانتے ہیں لہٰذا آپ اول ہم کو اسلامی لشکر کا مقابلہ کرنے دیجئے' مہران نے اس بات کو بخوشی منظور کر لیا' عقبہ سب سے پہلے میدان میں نکلا سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اس کو فوراً زندہ گرفتار کر لیا' عقبہ کے گرفتار ہوتے ہی عقبہ کا تمام لشکر بھاگ پڑا' بہت سے مفرورین کو مسلمانوں نے گرفتار بھی کیا' مہران بن بہرام پر اس نظارہ سے ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ قلعہ چھوڑ کر بلا مقابلہ فرار ہو گیا' عقبہ کی بھاگی ہوئی فوج نے ایرانیوں سے قلعہ خالی دیکھ کر فوراً قلعہ کے اندر داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا اور اس طرح قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے' چار روز کے محاصرہ کے بعد قلعہ پر بھی اسلامی لشکر کا قبضہ ہوا' عیسائی عرب جو مجوسیوں کے ساتھ مل کر لڑ رہے تھے مقتول ہوئے' اور مال و اسباب پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

بالائی عراق

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ حکم صدیقی کے موافق عیاض رضی اللہ عنہ بن غنم نے بالائی عراق پر حملہ کیا تھا' سیدنا خالد بن ولید کو تو بہت جلد قبائل و روسا سے گزر کر ایرانی سرداروں اور ایرانی فوجوں سے مقابلہ پیش آ گیا تھا' اگرچہ عرب سردار اور عیسائی قبائل بھی برسر مقابلہ تھے لیکن وہ ایرانیوں سے جدا نہ تھے' سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ بن غنم جو بالائی عراق پر حملہ آور ہوئے تھے ان کو ابھی تک عیسائی خود مختار رؤسا سے فرصت نہیں ملی تھی' وہ جس علاقہ میں مصروف کار تھے وہ علاقہ عراق' جزیرہ' ایران اور شام کا مقام اتصال تھا اور اسی لیے ان کی معرکہ آرائیوں کا اثر جس قدر دربار ایران پر پڑ سکتا تھا' اسی قدر دربار ہرقل پر بھی پڑ رہا تھا' جس زمانہ میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ ولید نے عین التمر کو فتح کیا اسی وقت سیدنا عیاض رضی اللہ عنہ بن غنم رضی اللہ عنہ عرب کے مشرک و نصرانی قبائل کو زیر کرتے ہوئے دومتہ الجندل کے حکمرانوں سے برسر مقابلہ تھے۔ علاقہ دومتہ الجندل میں دو رئیس تھے ایک اکیدر بن عبدالملک (جس کا ذکر اوپر حیات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات میں آ چکا ہے) دوسرا جودی بن ربیعہ' یہ دونوں رئیس متفق و متحد ہو کر عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں صف آراء تھے اور انہوں نے اردگرد کے تمام نصرانی قبائل کو اپنے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ میں شریک و متحد کر لیا تھا' عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کا ایک خط عین التمر میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا کہ ہماری مدد کو پہنچئے' دشمن کی بڑی تعداد و قوت کا مقابلہ ہماری نہایت ہی قلیل جمعیت

سے شاید نہ ہو سکے۔

فتح دومۃ الجندل

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو حیرہ میں اپنا نائب بنا کر بلاتوقف دومۃ الجندل کی جانب روانہ ہوئے، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے آنے کی خبر سن کر اکیدر بن عبدالملک نے جودی بن ربیعہ اور دوسرے نصرانی سرداروں سے کہا کہ مسلمانوں سے صلح کر لینی چاہیے، لیکن انہوں نے اس رائے کو ناپسند کیا، اکیدر ان کا ساتھ چھوڑ کر تنہا نکل کھڑا ہوا، اس کے اس طرح جدا ہو کر جانے کی خبر مسلمانوں کو بھی لگ گئی، ایک چھوٹے سے دستہ فوج نے اس کو گرفتار کرنا چاہا مگر وہ لڑ کر ہلاک ہوا۔

دومۃ الجندل کے قریب پہنچ کر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اول یہ تحقیق کیا کہ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کس طرف حملہ آور ہیں، اس کے مقابلہ دوسری طرف سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے حملہ شروع کیا، جودی بن ربیعہ نے جواب عیسائی لشکر کا سپہ سالار اعظم تھا اپنے لشکر کے فوراً دو حصے کر کے ایک عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کو بھیجا اور دوسرا حصہ خود لے کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر آیا۔

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے صف سے آگے میدان میں نکل کر جودی سالار لشکر کو للکارا اور اپنے مقابلہ پر طلب کیا، وہ میدان سے نکل کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر آیا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے فوراً اس کو گرفتار کر لیا، اس کے ہمراہیوں نے یہ نظارہ دیکھ کر فوراً بھاگنا شروع کیا، اتفاقاً اسی وقت عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل عیسائیوں کو شکست دے کر بھگا دیا، دونوں طرف کے مفرور بھاگ کر قلعہ میں داخل ہوئے اور دروازہ بند کر لیا، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے قلعہ کا محاصرہ کر کے اہل قلعہ کے روبرو جودی کو قتل کر ڈالا اور قلعہ پر دھاوا کر کے بزور شمشیر قلعہ پر قبضہ کر لیا، جو مقابل ہوا اس کو قتل کر دیا، جس نے امان طلب کی اس کو امان دے دی گئی۔

جنگ حصید

اہل فارس نے جب یہ دیکھا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صوبہ حیرہ کو چھوڑ کر دومۃ الجندل کی طرف چلے گئے تو انہوں نے حیرہ کے واپس لینے اور اسلامی عاملوں کو اس علاقہ سے نکال دینے کی بلاتوقف زبردست کوشش کی، حیرہ کے عربی قبائل نے بھی اپنے سردار عقبہ بن عقبہ کے قتل کا معاوضہ لینے کے لیے ازسرنو جن کی تیاریاں فوراً مکمل کر لیں، دربار ایران سے دو نامی سردار زرمہر اور روزبہ لشکر عظیم لے کر روانہ ہوئے۔ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس حملہ آوری کا حال سن کر موجودہ مسلمانوں کی دو فوجیں بنائیں، ایک کی سرداری ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ کو دی اور دوسری قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے ماتحت لی اور حیرہ سے روانہ ہو کر مقام حصید میں ایرانیوں سے جا بھڑے، بڑی خوں ریز جنگ ہوئی ایرانیوں کے دونوں سردار اور نصف سے زیادہ فوج مسلمانوں کے ہاتھ سے مقتول ہوئی، باقی مفرور ہو کر مقام خنافس کی طرف گئی، جہاں ایرانیوں کا ایک زبردست سپہ سالار بہوذان ایک زبردست فوج لیے ہوئے پڑا تھا، ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ ان مفرورین کے تعاقب میں خنافس تک پہنچے تو بہوذان خنافس سے بھاگ کر مضیح کی طرف چلا گیا، جہاں ہذیل بن عمران معہ دوسرے عرب سرداروں کے عربوں کی جمعیت کثیرہ لیے ہوئے مسلمانوں کے مقابلہ کی غرض سے پڑا ہوا تھا، یہاں یہ واقعات گذر رہے تھے، کہ سیدنا خالد بن ولید دومۃ الجندل سے فارغ ہو کر واپس حیرہ میں تشریف لے آئے۔

جنگ مضیح

مضیح میں علاوہ ہذیل بن عمران کے ربیعہ بن بجیر تغلبی بھی معہ بنوتغلب مسلمانوں کے مقابلہ کو موجود تھا' سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ قعقاع رضی اللہ عنہ اور ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ کو دو مختلف سمتوں سے تاریخ مقررہ میں مضیح کی طرف روانہ کر کے خود بھی اسی طرف ایک تیسری سمت سے روانہ ہوئے تاریخ مقررہ پر پہنچ کر تینوں فوجوں نے یک لخت حملہ کر کے دشمنوں کے جمع غفیر کو تہ تیغ کرنا شروع کیا۔

مقتولین میں دو شخص عبدالعزیٰ بن ابی رہم اور لبید بن جریر ایسے بھی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے مگر مجبوراً دشمنوں کے ساتھ تھے' ان دونوں کے مارے جانے کا حال جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے دونوں کا خوں بہا ادا کیا اور ان کی اولاد کے ساتھ حسن سلوک کا تاکیدی حکم دیا' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ مالک بن نویرہ کے قتل کے سبب پہلے ہی سے سیدنا خالد بن ولید سے ناراض تھے' اب عبدالغری اور لبید دو شخص اور مالک بن نویرہ کی فہرست میں شامل ہو گئے' سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اس معاملہ میں کوئی باز پرس نہیں کی اور فرمایا کہ جو شخص اہل شرک کے ساتھ رہے گا اس کا یہی انجام ہوگا۔

ربیعہ بن بجیر تغلبی بھی صاف بچ کر نکل گیا تھا' اور ایک جمعیت کثیر فراہم کر کے اہل فارس کی امداد کے لیے تیار ہو رہا تھا' ہذیل فرار ہو کر مقام یسیر میں عتاب بن اسید کے پاس چلا گیا تھا' جہاں عتاب بن اسید بھی مسلمانوں کے خلاف جمعیت کثیر فراہم کر چکا تھا' سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ربیعہ کے تعاقب میں تو قعقاع رضی اللہ عنہ وابولیلیٰ رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا اور ہذیل کے تعاقب میں خود تشریف لے گئے' چنانچہ ربیعہ اور اس کے تمام ہمراہی مقتول ہوئے' یسیر میں عتاب بن اسید اور ہذیل دونوں معہ اکثر ہمرائیوں کے مسلمانوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے' اس کے بعد ہی معلوم ہوا کہ مقام رضافہ میں ہلال بن عقبہ نے اپنے گرد مسلمانوں کے خلاف ایک بہت بڑی جمعیت فراہم کر لی ہے' سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بلاتوقف یسیر سے رضافہ کی طرف روانہ ہوئے' وہاں خالد رضی اللہ عنہ کی آمد سن کر دشمن فرار ہوئے اور بھاگ کر رضاب اور فراض کی طرف چلے گئے' یہ مقامات دومۃ الجندل کے متصل اور فارس وشام وعرب کے مقام اتصال پر واقع تھے' یہاں بنو تغلب بنونمبر بنوایاد کا پہلے سے اجتماع تھا' اور رومی لشکر ان کی امداد کے لیے آیا ہوا۔۔قریب ہی خیمہ زن تھا' اس طرح لڑائیوں کا سلسلہ جو عراق کے نشیبی حصے سے شروع ہوا تھا' ایرانی فوجوں سے گذر کر درمیانی قبائل اور رؤسا کی بدولت رومی لشکر تک پہنچ گیا۔

جنگ فراض

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فراض میں پہنچ کر لڑائی کی تمہید ڈال دی' یہ مقام دریائے فرات کے کنارے تھا' دوسری طرف رومی لشکر خیمہ زن تھا' رومی لشکر نے پیغام بھیجا کہ یا تو تم دریائے فرات کے اس طرف آجاؤ' یا ہم کو اس طرف عبور کرنے دو' تاکہ ہمارے تمہارے دو دو ہاتھ ہوں' سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم ہی اس طرف آجاؤ' چنانچہ رومی لشکر دریا کو عبور کر کے اسلامی لشکر کے مقابل ہوا۔

اسلامی لشکر مسلسل سفر اور لڑائیوں سے چور چور ہو رہا تھا' رومی بالکل تازہ دم تھے تعداد کے اعتبار سے بھی وہ آٹھ دس گنے تھے' لڑائی شروع ہوئی' تمام دن ہنگامہ کارزار گرم رہا' بالآخر رومی لشکر کو شکست فاش نصیب ہوئی' اور وہ میدان میں ایک لاکھ لاشیں چھوڑ کر مسلمانوں کے سامنے سے بھاگے' اس لڑائی سے فارغ ہو کر ۲۵ ذیقعدہ ۱۲ھ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شجرہ بن الاغر کے ہمراہ تمام لشکر کو حیرہ کی جانب

واپس روانہ کیا اور خود چند ہمراہیوں کو لے کر مقام فراض سے روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں پہنچ کر حج بیت اللہ میں شریک ہوئے۔

حج سے فارغ ہو کر فوراً حیرہ کی جانب چل دیئے، حیرہ میں پہنچ کر جب آپ شریک ہوئے ہیں تو کسی شخص کو اس کا وہم وگمان بھی نہ ہوا کہ یہ حج کر کے آئے ہیں اتفاقاً یہ خبر چھپی نہ رہ سکی، اور رفتہ رفتہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کانوں تک پہنچی، انہوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو آئندہ اس قسم کی حرکات سے منع کیا، اور کسی قدر اظہار ناراضگی بھی کیا، اس سال سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی حج بیت اللہ ادا فرمایا اور اپنی جگہ مدینہ منورہ میں سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مدینے کا عامل بنایا، سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حیرہ میں واپس آ کر وہاں کے چند چھوٹے چھوٹے مقامات پر جو باقی رہ گئے تھے قبضہ کیا۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ماہ ربیع الاول ۱۳ھ تک علاقہ حیرہ میں رہے جبکہ آخر محرم ۱۲ھ میں وہ اس علاقہ میں داخل ہوئے تھے، اس قلیل مدت میں ان کو قدم قدم پر دشمنوں کا مقابلہ پیش آیا، اور بیسیوں خوں ریز وعظیم لڑائیاں لڑنی پڑیں، ہر ایک لڑائی میں ان کی فوج کم اور دشمنوں کی فوج کئی گنا ہوتی تھی، ہر ایک لڑائی میں انہیں کو فتح نصیب ہوئی کسی موقعہ پر بھی ان کو شکست و ہزیمت حاصل نہیں ہوئی، ایرانیوں کی مغرور اور دشمن قوم کے دل پر ان کے قوت بازو اور عزم واستقلال کی بدولت عربوں کی دھاک بیٹھ گئی، اس قلیل مدت میں انہوں نے جس قدر وسیع ملک اور مختلف زبردست قبائل کو تسخیر کیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں بہ آسانی دستیاب نہ ہو سکے گی، اس معاملہ میں ہم مجبور ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بے نظیر شجاعت اور قابلیت سپہ سالاری پر درود وسلام بھیجیں۔

لیکن ان تمام خالدی کارناموں کی ایک روح ہے، اس روح کو بھی ہمیں تلاش کر لینا چاہیے، وہ روح انتخاب صدیقی، تربیت صدیقی اور ہدایات صدیقی ہیں، مدینہ منورہ اور لشکر اسلام کے درمیان برابر سلسلہ خط وکتابت ہمیشہ جاری رہتا، اور ہر ایک واقعہ کی خبر جلد از جلد خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتی تھی، اسی طرح معمولی معمولی باتوں کے متعلق خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایات پہنچتی رہتی تھیں۔

لما أصاب خالد يوم الولجة ما أصاب من نصارى بكر بن وائل الذين أعانوا الفرس-غضب لهم نصارى قومهم، فكاتبوا الفرس، واجتمعوا على أليس وعليهم عبد الأسود العجلي، وكان مسلمو بني عجل، منهم: عتبة بن النهاس، وسعيد بن مرة، وفرات بن حيان، ومذعور بن عدي، والمثنى بن لاحق-أشد الناس على أولئك النصارى. وكتب أردشير إلى بهمن جاذويه، وهو بقشيناثا، يأمره بالقدوم على نصارى العرب بأليس، فقدم بهمن جاذويه جابان إليهم، وأمره بالتوقف عن المحاربة إلى أن يقدم عليه، ورجع بهمن جاذويه إلى أردشير ليشاوره فيما يفعل، فوجده مريضا، فتوقف عليه، فاجتمع على جابان نصارى عجل، وتيم اللات وضبيعة وجابر بن بجير وعرب الضاحية من أهل الحيرة.

وكان خالد لما بلغه تجمع نصارى بكر وغيرهم سار إليهم ولا يشعر بدنو جابان. فلما طلع جابان بأليس قالت العجم له: أنعاجلهم أم نغدي الناس ولا نريهم أنا نحفل بهم، ثم نقاتلهم؟ فقال جابان: إن تركوكم فتهاونوا بهم. فعصوه وبسطوا الطعام، وانتهى خالد إليهم وحط الأثقال، فلما وضعت توجه إليهم، وطلب

مبارزة عبد الأسود وابن أبجر ومالك بن قيس، فبرز إليه مالك من بينهم، فقتله خالد وأعجل الأعاجم عن طعامهم. فقال لهم جابان: ألم أقل لكم، والله ما دخلتني من مقدم جيش وحشة إلا هذا؛ وقال لهم: حيث لم تقدروا على الأكل فسموا الطعام، فإن ظفرتم فأيسر هالك، وإن كانت لهم هلكوا بأكله. فلم يفعلوا، واقتتلوا قتالا شديدا، والمشركون يزيدهم ثبوتا توقعهم قدوم بهمن جاذويه، فصابروا المسلمين، فقال خالد: اللهم إن هزمنهم فعلي أن لا أستبقي منهم من أقدر عليه حتى أجري من دمائهم نهرهم.

فانهزمت فارس فنادى منادي خالد: الأسراء الأسراء إلا من امتنع فاقتلوه. فأقبل بهم المسلمون أسراء، ووكل بهم من يضرب أعناقهم يوما وليلة. فقال له القعقاع وغيره: لو قتلت أهل الأرض لم تجر دماؤهم، فأرسل عليها الماء تبر يمينك، ففعل، وسمي نهر الدم

فلما فرغ من أليس سار إلى أمغيشيا، وقيل اسمها منيشيا، فأصابوا فيها ما لم يصيبوا مثلها؛ لأن أهلها أعجلهم المسلمون أن ينقلوا أموالهم وأثاثهم وكراعهم وغير ذلك، وأرسل إلى أبي بكر بالفتح ومبلغ الغنائم والسبي وأخرب أمغيشيا. فلما بلغ ذلك أبا بكر قال: عجز النساء أن يلدن مثل خالد

ثم سار خالد من أمغيشيا إلى الحيرة وحمل الرحال والأثقال في السفن، فخرج مرزبان الحيرة، وهو الأزاذبه، فعسكر عند الغريين، وأرسل ابنه فقطع الماء عن السفن، فبقيت على الأرض. فسار خالد في خيل نحو ابن الأزاذبه فلقيه على فرات بادقلي، فضربه وقتله وقتل أصحابه، وسار نحو الحيرة، فهرب منه الأزاذبه، وكان قد بلغه موت أردشير وقتل ابنه، فهرب بغير قتال، ونزل المسلمون عند الغريين، وتحصن أهل الحيرة فحصرهم في قصورهم. وكان ضرار بن الأزور محاصرا القصر الأبيض وفيه إياس بن قبيصة الطائي

»ثم سار خالد على تعبيته إلى الأنبار، وإنما سمي الأنبار لأن أهراء الطعام كانت بها أنابير، وعلى مقدمته الأقرع بن حابس. فلما بلغها أطاف بها وأنشب القتال، وكان قليل الصبر عنه، وتقدم إلى رماته أن يقصدوا عيونهم، فرموا رشقا واحدا، ثم تابعوا فأصابوا ألف عين، فسميت تلك الوقعة ذات العيون. وكان من بها من الجند شيرزاد صاحب ساباط، فلما رأى ذلك أرسل يطلب الصلح على أمر يرضه خالد، فرد رسله ونحر من إبل العسكر كل ضعيف وألقاه في خندقهم، ثم عبره«

»الکامل في التاریخ - ت تدمری« (2/241):

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ملک شام میں

ایرانیوں کی جانب سے کسی قدر اطمینان ہو چکا تھا' اور امید نہ تھی کہ اب جلد وہ مدینہ منورہ میں فوج کشی کے خواب دیکھیں گے' جس وقت عرب کے ہر ایک حصہ میں فتنہ ارتداد فرو ہو گیا اور ایرانی خطرہ کی اہمیت بھی کسی عجلت کی متقاضی نہ رہی' تو اب سب سے مقدم اور سب سے زیادہ اہم ملک شام کا انتظام اور اس طرف سے رومی و غسانی خطرہ کی روک تھام تھی' شرجیل بن عمرو غسانی بادشاہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ایلچی کو شہید کر دیا تھا جس کے بعد جنگ موتہ ہوئی، پھر رومیوں اور غسانیوں نے ملکر مدینہ منورہ پر فوج کشی کی تیاریاں کیں، جس کا حال سن کر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوج لے کر تبوک تک تشریف لے گئے، مگر اس وقت تک عیسائی پورے طور پر اتنے بڑے عربی و اسلامی لشکر کے مقابلہ کی جرات نہ کر سکے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرحد شام پر رعب ڈال کر واپس تشریف لے آئے، اس کے بعد پھر خبر پہنچی کہ سرحد شام پر فوجی تیاریاں ہو رہی ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، جو بعد وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سرحد شام کی طرف گئے، اور جو مقابل ہوا اس کو شکست دے کر جلدی سے واپس چلے آئے، کیوں کہ فتنہ ارتداد کا اندرون ملک میں خوب زور و شور تھا۔

فتنہ ارتداد کی روک تھام کے لیے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب گیارہ لشکر تیار کر کے روانہ کئے تو ان میں سے ایک لشکر سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دے کر حکم دیا کہ تم سرحد شام کی طرف جاؤ، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامی خطرہ کو محسوس کئے ہوئے تھے اور انہوں نے فتنہ ارتداد کے فرو کرنے میں شامی خطرہ کو بخوبی پیش نظر رکھا تھا، جب ارتداد سے اطمینان ہو گیا تو انہوں نے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عراق کی طرف متوجہ کر دیا کہ ایرانی خطرہ کی طرف سے اطمینان حاصل ہو، اور ملک عرب کے ہر حصے میں ایلچی بھیج کر لڑائی کے لیے جنگی سپاہیوں کو طلب کیا، مدعا یہ تھا کہ عرب کی متحدہ طاقت سے رومی اور ایرانی شہنشاہیوں کا مقابلہ کیا جائے، تاکہ ہمیشہ کے لیے عیسائیوں، مجوسیوں کے خطرہ سے عرب کو نجات ملے، دوسرے عرب کے جنگجو قبائل جو خاموش بیٹھنے کے عادی نہ تھے، ان کو ہر حصہ ملک سے طلب کر کے غیر مسلم دشمنوں کے مقابلہ میں شام و عراق کی طرف بھیج دیا جائے، تاکہ عرب کے اتحاد و قوت اور اسلام کی مرکزی قوت کے لیے کسی اندرونی فتنہ کا اندیشہ باقی نہ رہے، اندریں صورت کہا جا سکتا ہے کہ فتنہ ارتداد بھی اسلامی فتوحات کا ایک بہت بڑا سبب تھا اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تدبیر و رائے نے اسلامی عظمت و شوکت کی نشو نما کے لیے وہ کام کیا جو ایک تجربہ کار اور ہوشیار مالی اپنے باغیچہ کی سرسبزی کے لیے کر سکتا ہے۔

سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے، لیکن وہ راستے سے صدیقی ہدایت کے موافق جس قدر مسلمان ہو سکے اپنے ہمراہ لیتے گئے، خالد بن ولید کو حکم دیا گیا تھا، کہ جہاں تک ممکن ہو سکے مرتدین کو درست کرنا اور عیسائی لشکر مقابلہ پر آئے تو حتی الامکان جنگ چپادل سے کام لینا، میدان داری اور جم کر مقابلہ کرنے سے پرہیز کرنا، ایسا حکم دینے کی وجہ یہی تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سب سے اول عرب کو قابو میں لا چاہتے تھے، اور جب تک فتنہ ارتداد بکلی فرو نہ ہو جائے، اس وقت تک ہرقل و کسریٰ کی فوجوں سے لڑائی چھیڑنا مناسب نہ سمجھتے تھے، جس طرح دوسرے سرداران لشکر کے ساتھ دربار خلافت سے سلسلہ خط و کتابت جاری تھا، اسی طرح خالد بن ولید کی نقل و حرکت سے بھی صدیق اکبر باخبر تھے اور برابر خالد بن ولید کے پاس مدینہ منورہ سے احکام پہنچتے رہے۔

ہرقل نے اسلامی لشکر کے حدود شام میں ہونے کی خبر سن کر اول سرحدی قبائل اور سرحدی رؤساء کو مقابلہ کے لیے ابھارا، لیکن جب یہ چھوٹے چھوٹے رئیس اور عرب مستنصرہ کے قبائل اسلامی لشکر کے مقابلہ میں مغلوب ہوتے گئے تو قیصر روم ہرقل نے ماہان نامی رومی کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ آگے بڑھایا، جب عیسائی اور اسلامی فوجوں کا مقابلہ ہوا تو ماہان کے لشکر کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کے ہاتھ بہت سامال غنیمت آیا۔

اس شکست کا حال سن کر ہرقل خود قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر ملک شام میں آیا اور تمام فوجوں کو جمع کر کے لڑائی کا اہتمام اس نے براہ راست اپنے ہاتھ میں لیا' خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خط سے یہ تمام کیفیت صدیق اکبر کو معلوم ہوئی جس کا ان کو پہلے سے اندازہ تھا۔

اتفاقاً جس روز یہ خط مدینہ میں پہنچا ہے اسی روز عکرمہ بن ابی جہل اپنی مہم سے فارغ ہو کر مدینہ میں پہنچے تھے' ساتھ ہی ملک کے ہر حصہ سے لڑائی کے لیے آمادہ اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے تیار ہو کر قبائل آنے شروع ہو گئے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کو فوراً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کر دیا' ان کے بعد سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر دے کر روانہ کر دیا کہ خالد بن ولید اور ان کے ہمراہیوں کو ساتھ لیتے ہوئے فلسطین کے راستے حملہ آور ہوں۔

ان کے بعد آئے ہوئے قبائل کی ایک فوج مرتب کر کے یزید بن ابی سفیان کو سردار بنا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ تم دمشق کی طرف جا کر حملہ آور ہو۔

پھر ایک فوج ترتیب دے کر اس کا سردار سیدنا ابوعبیدہ ابن الجراح کو بنایا اور حکم دیا کہ تم حمص کی جانب جا کر حملہ کرو۔

اسی عرصہ میں شرجیل بن حسنہ عراق کی طرف سے مدینہ منورہ تشریف لائے تھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک اور لشکر مرتب فرما کر اس کا سردار شرجیل بن حسنہ کو مقرر فرما دیا اور حکم دیا کہ تم اردن کی جانب سے حملہ کرو' اس طرح صدیق اکبر نے چار لشکر مرتب فرما کر چار مختلف راستوں سے ماہ محرم ۱۳ھ میں روانہ کیئے کہ ملک شام پر حملہ آور ہوں۔

جب یہ چاروں لشکر حدود شام میں پہنچے اور ہرقل کو اس کی اطلاع ملی کہ عربوں نے چار حصوں میں منقسم ہو کر چار مقامات پر حملہ آوری کا قصد کیا ہے تو اس نے بھی اپنے چار سپہ سالاروں کو چار عظیم الشان لشکر دے کر الگ الگ روانہ کیا۔

عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص کے مقابلہ کے واسطے اس نے اپنے حقیقی بھائی تذارق کو نوے ہزار فوج دے کر فلسطین کی طرف روانہ کیا۔

جرجہ بن نوذیہ کو چالیس ہزار فوج دے کر یزید بن ابی سفیان کے مقابل دمشق کی سمت بھیجا۔

راقص نامی سردار کو پچاس ہزار فوج کے ساتھ شرجیل بن حسنہ کے مقابلہ پر اردن کی جانب

اور رفیقاء بن نسطورس کو ساٹھ ہزار سوار کی جمعیت کے ساتھ ابوعبیدہ بن الجراح کے مقابلہ کو حمص کی طرف روانہ کیا۔

ہرقل نے اپنے چاروں سرداروں کے ماتحت کل دو لاکھ چالیس ہزار فوج مسلمانوں کے مقابلہ کی غرض سے روانہ کی' حالاں کہ مسلمانوں کے چاروں لشکروں کا مجموعہ تیس ہزار کے قریب تھا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہرقل نے کیسی زبردست تیاریاں مسلمانوں کے استیصال کی پہلے سے کر رکھی تھیں' لیکن اس میں شک نہیں کہ خود ہرقل اپنی ذات سے اس بات کا خواہشمند نہ تھا کہ ضرور مسلمانوں سے لڑے اور وہ تو لڑائی کو ٹالنا اور جہاں تک ممکن ہو مسلمانوں سے بے تعلق رہنا چاہتا تھا' لیکن اس کے تمام درباری' تمام امراء' تمام سرداران فوج' اور تمام صوبیدار ہمہ تن آمادہ و مستعد تھے کہ ملک عرب پر حملہ کیا جائے' اس مطلب کو ان الفاظ میں بھی ادا کیا جا سکتا ہے کہ ہرقل تو لڑائی پر آمادہ نہ تھا' لیکن رومی گورنمنٹ پورے پر طور پر آمادہ و مستعد تھی' لہذا ہرقل کو رومی گورنمنٹ کا شہنشاہ ہونے کی حیثیت سے ہر ایک اہتمام ایک ہوشیار و

تجربہ کار مہتمم کی طرح کرنا پڑتا تھا۔
مسلمان سردار اگرچہ ایک دوسرے سے جدا سفر کر رہے تھے لیکن حکم صدیقی کے موافق ایک دوسرے کے حالات سے باخبر اور آپس میں سلسلہ پیام رسانی کو قائم رکھے ہوئے تھے' جب حدود شام میں داخل ہونے کے بعد ان کو معلوم ہوا کہ ہر ایک لشکر کے مقابلہ پر اس سے آٹھ گنی رومی فوج جو ہر طرح کیل کانٹے سے درست ہے آرہی ہے تو ایک طرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی' دوسری طرف انہوں نے مناسب سمجھا کہ ہم کو ایک جگہ متحد ہو کر مقابلہ کرنا چاہیے۔
اتفاق کی بات کہ ادھر چاروں سردار اپنی اپنی فوجوں کو لیے ہوئے ایک جگہ یرموک میں جمع ہوئے' ادھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رومی لشکر کی کثرت اور تیاریوں کا حال سن کر ایک طرف تو چاروں سرداروں کے نام ایک جگہ جمع ہو کر مقابلہ کرنے کا حکم بھیجا' دوسری طرف سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ تم صوبہ حیرہ میں اپنی جگہ مثنی بن رضی اللہ عنہ حاثہ کو وہاں کا ذمہ دار افسر بنا کر نصف فوج مثنی رضی اللہ عنہ کے پاس چھوڑ کر اور نصف فوج خود لے کر شام کی طرف چلے جاؤ اور وہاں کی تمام افواج اسلام کا اہتمام بحیثیت سپہ سالار اعظم اپنے ہاتھ میں لے لو۔
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دیکھ چکے تھے کہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے ایرانی افواج کو کس طرح پیہم شکستیں دے کر ایک بڑا علاقہ سلطنت ایران سے چھین لیا ہے' ان کی نظر میں خالد رضی اللہ عنہ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا جو اس خطرناک حالت میں رومیوں کا مقابلہ کامیابی سے کر سکے' یہ بھی جانتے تھے کہ خالد کا سب سے بڑا اور سب سے پہلا کارنامہ جنگ موتہ تھا کہ انہوں نے اسلامی لشکر کی بگڑی ہوئی تھی حالت کو سدھار لیا تھا' جس کے صلہ میں بارگاہ ایزدی سے ان کو سیف اللہ کا خطاب ملا تھا' لہٰذا انہوں نے مناسب سمجھا کہ چاروں نہایت زبردست اور قابل سپہ سالاروں کے پاس سیف اللہ کو بھیجنا اور ان چاروں پر ان کو سردار بنا دینا ضرور مفید ہوگا چنانچہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دس ہزار فوج مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس چھوڑ دی' اور دس ہزار فوج لے کر شام روانہ ہوئے۔
ادھر ہرقل نے جب یہ دیکھا کہ چاروں اسلامی لشکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں تو اس نے بھی اپنے چاروں سرداروں کو حکم دیا کہ ایک جگہ جمع ہو کر مقابلہ کرو' چاروں رومی لشکر جمع ہو کر چشمہ یرموک کے دوسری جانب ایک ایسے بیضوی میدان میں خیمہ زن ہوئے جو پشت کی جانب پہاڑ اور سامنے کی جانب پانی سے محصور تھا' اس دو لاکھ چالیس ہزار رومی لشکر کا سپہ سالار اعظم ہرقل کا بھائی تذارق تھا' ہرقل نے اس کو لکھا کہ میں ایک زبردست لشکر اور تمہاری کمک کے لیے روانہ کر رہا ہوں' چنانچہ ماہان نامی سردار کو یرموک کی طرف روانہ کیا' اسلامی لشکر جو چشمہ یرموک کے اس طرف میدان میں پڑا ہوا تھا خود رومیوں پر اپنی قلت کے سبب حملہ نہ کر سکتا تھا' ادھر رومی جو ایک قدرتی حصار کے اندر محفوظ تھے باہر نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے میں پس و پیش کر رہے تھے۔
یرموک میں جب دونوں طرف کے لشکر جمع ہوئے ہیں تو صفر کا مہینہ تھا' انہیں ایام میں یا دو چار روز بعد سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید عراق سے اپنا دس ہزار لشکر لے کر یرموک کی جانب روانہ ہوئے' راستہ میں سیدنا خالد بن ولید کو کئی جگہ دشمن قبائل اور دشمن رئیسوں کی فوجوں نے روکا ٹوکا' ہر جگہ خالد لڑتے دشمنوں کو مارتے بھگاتے اور سامنے سے ہٹاتے ہوئے ماہ ربیع الاول ۱۳ھ میں یرموک پہنچ گئے' یرموک میں ہرقل کی

طرف سے کئی سرداراور بطریق فوجی امداد کے ساتھ رومی لشکر میں آآ کر شریک ہو چکے تھے‘ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے آنے سے پہلے اگر چہ معمولی چھیڑ چھاڑ دونوں لشکروں میں ہو جاتی تھی‘ مگر کوئی اہم قابل تذکرہ معرکہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔

جنگ یرموک

سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے ایک تجربہ کار سپہ سالار کی حیثیت سے تمام حالات کا معائنہ کیا‘ ایک رات ان کو محسوس ہوا کہ صبح رومی لشکر متفقہ طور پر حملہ آور ہوگا‘ انہوں نے رات ہی کے وقت تمام لشکر اسلام کو جس کی تعداد چالیس ہزار سے چھیالیس ہزار تک بیان کی گئی ہے بہت سے چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کر کے ہر ایک دستہ پر ایک ایک تجربہ کار بہادر شخص کو افسر مقرر کیا اور چیدہ چیدہ بہادروں کا ایک مختصر دستہ اپنی رفاقت کے لیے مخصوص کر کے نہایت عمدگی کے ساتھ ہر ایک افسر کو اس کے فرائض اور مناسب ہدایات سمجھا دیں۔

رومی لشکر کی جانب سے اول چالیس ہزار سواروں کے ایک لشکر نے حملہ کیا‘ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے اپنے مٹھی بھر رفیقوں کے ساتھ آگے بڑھ کر اس لشکر کو بھگا دیا‘ اس کے بعد جرجہ بن بوذیہ رومی سردار آگے بڑھ کر آیا اور خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو کچھ باتیں کرنے کے لیے طلب کیا‘ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اس کے پاس گئے‘ اس نے خالد رضی اللہ عنہ بن ولید سے اسلام کے متعلق کچھ سوالات کیئے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو نہایت خوبی کے ساتھ اسلام کی حقیقت سمجھائی‘ وہ اسی وقت مسلمان ہو کر تنہا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اسلامی لشکر میں چلے آئے اور پھر مسلمانوں کے ساتھ شریک ہو کر رومی لشکر پر حملہ آور ہوئے‘ اسی لڑائی میں جرجہ بن بوذیہ نہایت بہادری کے ساتھ لڑ کر شہید ہوئے۔

دونوں طرف سے سخت حملہ شروع ہوا‘ اسلامی سرداروں کی حیرت انگیز بہادری نے باوجود مسلمانوں کی کمی کے کسی لشکری کے دل میں ہمت ہارنے اور بددل ہونے کے خیال تک کو بھی نہیں آنے دیا‘ جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ عورتوں نے بھی جو اسلامی لشکر کے ساتھ تھیں‘ لڑنے اور کفار کے قتل کرنے میں حصہ لیا‘ ابی سفیان رجز پڑھ پڑھ کر دلوں میں جوش اور لڑائی کی امنگ پیدا کر رہے تھے‘ سیدنا عکرمہ نے بلند آواز سے کہا کہ کون ہے جو میرے ہاتھ پر موت کے لیے بیعت کرے‘ اسی وقت سیدنا ضرار بن ازدر اور دوسرے چار سو آدمیوں نے بیعت کی کہ ہم یا تو شہید ہو جائیں گے یا فتح مند ہو کر میدان سے واپس آئیں گے‘ اس کے بعد یہ جماعت رومی لشکر میں بھوکے شیروں کی طرح گھس گئی‘ سیدنا مقداد بلند آواز سے سورہ انفال کی تلاوت فرما کر غازیان اسلام کے دلوں میں شوق شہادت پیدا کر رہے تھے‘ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ‘ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ‘ شرجیل بن حسنہ‘ یزید بن ابی سفیان‘ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل‘ قعقاع رضی اللہ عنہ بن عمر‘ ابوسفیان رضی اللہ عنہ‘ ابوداؤد رضی اللہ عنہ‘ عمرو رضی اللہ عنہ بن عاص‘ حارث بن ضرار رضی اللہ عنہ‘ جرجہ رضی اللہ عنہ بن بوذیہ وغیرہ بہادران اسلام نے وہ وہ کارہائے نمایاں کیئے کہ چشم فلک نے آج تک نہ دیکھے تھے‘ صبح سے شام تک شمشیر وخنجر اور تیر وسنان کا استعمال بڑی تیزی اور سرگرمی سے جاری رہا‘ ظہر وعصر کی نمازیں غازیان اسلام نے محض اشاروں سے میدان جنگ میں لڑتے ہوئے پڑھیں‘ دن ختم ہو گیا مگر لڑائی ختم نہ ہوئی۔

بالآخر رومی دن بھر کی صعوبت کشی سے افسردہ و مضمحل ہو کر مسلمانوں کے مقابلہ پر نہ جم سکے‘ پیچھے ہٹے اور ہٹتے ہٹتے دامن کوہ میں پہنچے‘ لیکن

مسلمان ان کے ساتھ ساتھ بڑھتے بڑھتے اور دھکیلتے ہوئے گئے' جب پیچھے ہٹنے اور بھاگنے کی جگہ نہ ملی تو ادھر ادھر کو پھوٹ پھوٹ کر ان کا سیلاب نکلا' مسلمانوں نے ان کا پیچھا نہ چھوڑا' بہت سے پانی میں ڈوب کر' بہت سے خندق میں گر کر ہلاک ہوئے' ایک لاکھ تیس ہزار رومی لقمہ اجل ہوئے' باقی اپنی جان بچا کر بھاگ نکلے' ان مفرورین میں سوار زیادہ تھے' پیدل قریباً سب مارے گئے۔

لڑائی تمام دن اور تمام رات جاری رہ کر اگلے دن صبح کے وقت مسلمانوں کی فتح کی شکل میں ختم ہوئی' اور رومی سپاہیوں سے میدان بالکل خالی نظر آیا' رومیوں کا سپہ سالار اعظم تذارق برادر ہرقل بھی مارا گیا' اور بھی کئی سردار مارے گئے' مسلمانوں کے تین ہزار بہادر شہید ہوئے' ان تین ہزار میں جرجہ بن بوذیہ نومسلم' عکرمہ بن ابی جہل' عمرو بن عکرمہ' سلمہ بن ہشام' عمرو بن سعید' ابان بن سعید' ہشام بن العاص' ہبار بن سفیان' طفیل بن عمرو وغیرہ شہداء رضی اللہ عنہم خاص طور پر قابل تذکرہ ہیں۔

جنگ یرموک ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۳ھ میں بیان کی جاتی ہے' مگر یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا' جنگ یرموک یقیناً جمادی الثانی کی آخری تاریخوں میں ہوئی ہے' رومی لشکر کے یرموک میں آنے سے پہلے مسلمانوں نے بصریٰ وغیرہ مقامات فتح کئے تھے' وفات صدیقی تک فتح یرموک کی خبر مدینہ میں نہیں پہنچی تھی' یہ غیر ممکن تھا کہ فتح یرموک کی خبر دو ڈھائی مہینے تک مدینہ میں نہ پہنچتی۔

استهلت هذه السنة والصديق عازم على جمع الجنود ;ليبعثهم إلى الشام, وذلك بعد مرجعه من الحج, وذلك عملا بقوله تعالى :{يا أيها الذين آمنوا قاتلوا الذين يلونكم من الكفار وليجدوا فيكم غلظة واعلموا أن الله مع المتقين} [التوبة123 :]. وبقوله تعالى :{قاتلوا الذين لا يؤمنون بالله ولا باليوم الآخر} [التوبة29 :] الآية [التوبة29 :]. واقتداء برسول الله صلى الله عليه وسلم ;فإنه جمع المسلمين لغزو الشام وذلك عام تبوك, حتى وصلها في حر شديد وجهد, فرجع عامه ذلك, ثم بعث قبل مؤتة أسامة بن زيد مولاه ;ليغزو تخوم الشام, كما تقدم, ولما فرغ الصديق من أمر جزيرة العرب بسط يمينه إلى العراق, فبعث إليها خالد بن الوليد, ثم أراد أن يبعث إلى الشام كما بعث إلى العراق, فشرع في جمع الأمراء في أماكن متفرقة من جزيرة العرب. وكان قد استعمل عمرو بن العاص على صدقات قضاعة, معه الوليد بن عقبة فيهم, فكتب إليه يستنفره إلى الشام :إني كنت قد رددتك على العمل الذي ولاكه رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة, وسماه لك أخرى, وقد أحببت, أبا عبد الله, أن أفرغك لما هو خير لك في حياتك ومعادك منه, إلا أن يكون الذي أنت فيه أحب إليك. فكتب إليه عمرو بن العاص :إني سهم من سهام الإسلام, وأنت فعبد الله الرامي بها, والجامع لها, فانظر أشدها وأخشاها فارم بي فيها. وكتب إلى الوليد بن عقبة بمثل ذلك, ورد عليه مثله, وأقبلا -بعدما استخلفا في عملهما- إلى المدينة.

وقدم خالد بن سعيد بن العاص من اليمن, فدخل المدينة وعليه جبة ديباج, فلما رآها عمر عليه أمر من هناك من الناس بتمزيقها عنه, فغضب خالد بن سعيد, وقال لعلي بن أبي طالب :يا أبا الحسن, أغلبتم يا بني عبد مناف عن الإمرة؟ فقال له علي :أمغالبة تراها أم خلافة؟ فقال :لا يغالب على هذا الأمر أولى منكم.

فقال له عمر بن الخطاب :اسكت فض الله فاك، والله لا تزال كاذبا تخوض فيما قلت، ثم لا تضر إلا نفسك، وأبلغها عمر أبا بكر ،فلم يتأثر لها أبو بكر ،ولما اجتمع عند الصديق من الجيوش ما أراد، قام في الناس خطيبا ،فأثنى على الله بما هو أهله، ثم حث الناس على الجهاد فقال :ألا لكل أمر جوامع، فمن بلغها فهي حسبه، ومن عمل لله كفاه الله، عليكم بالجد والقصد، فإن القصد أبلغ، ألا إنه لا دين لأحد لا إيمان له، ولا إيمان لمن لا حسبة له، ولا عمل لمن لا نية له، ألا وإن في كتاب الله من الثواب على الجهاد في سبيل الله لما ينبغي للمسلم أن يحب أن يخص به، هي التجارة التي دل الله عليها ،ونجى بها من الخزي، وألحق بها الكرامة.

ثم شرع الصديق في تولية الأمراء ،وعقد الألوية والرايات، فيقال :إن أول لواء عقده لخالد بن سعيد بن العاص، فجاء عمر بن الخطاب فثناه عنه وذكره بما قال، فلم يتأثر به الصديق كما تأثر به عمر ،بل عزله عن الشام وولاه أرض تيماء يكون بها فيمن معه من المسلمين حتى يأتيه أمره. ثم عقد لواء يزيد بن أبي سفيان، ومعه جمهور الناس، ومعه سهيل بن عمرو وأشباهه من أهل مكة، وخرج معه ماشيا يوصيه بما اعتمده في حربه ومن معه من المسلمين، وجعل له دمشق. وبعث أبا عبيدة بن الجراح على جند آخر ،وخرج معه ماشيا يوصيه، وجعل له نيابة حمص. وبعث عمرو بن العاص ومعه جند آخر ،وجعله على فلسطين. وأمر كل أمير أن يسلك طريقا غير طريق الآخر ;لما لحظ في ذلك من المصالح، وكان الصديق اقتدى في ذلك بنبي الله يعقوب حين قال لبنيه :{يابني لا تدخلوا من باب واحد وادخلوا من أبواب متفرقة وما أغني عنكم من الله من شيء إن الحكم إلا لله عليه توكلت وعليه فليتوكل المتوكلون} [يوسف :67]. فكان سلوك يزيد بن أبي سفيان على تبوك. قال المدائني بإسناده عن شيوخه، قالوا :وكان بعث أبي بكر هذه الجيوش في أول سنة ثلاث عشرة. قال محمد بن إسحاق، عن صالح بن كيسان :خرج أبو بكر ماشيا ويزيد بن أبي سفيان راكبا، فجعل يوصيه، فلما فرغ قال :أقرئك السلام وأستودعك الله. ثم انصرف ومضى يزيد فأخذ التبوكية، ثم تبعه شرحبيل ابن حسنة، ثم أبو عبيدة مددا لهما ،فسلكوا ذلك الطريق، وخرج عمرو بن العاص حتى نزل العربات من أرض الشام ويقال :إن يزيد بن أبي سفيان نزل البلقاء أولا ،ونزل شرحبيل بالأردن، ويقال :ببصرى. ونزل أبو عبيدة بالجابية، وجعل الصديق يمدهم بالجيوش، وأمر كل واحد منهم أن ينضاف إلى من أحب من الأمراء.

ويقال :إن أبا عبيدة لما مر بمآب من أرض البلقاء قاتلهم حتى صالحوه، وكان أول صلح وقع بالشام.

ويقال :إن أول حرب وقع بالشام أن الروم اجتمعوا بمكان يقال له :العربة. من أرض فلسطين، فوجه إليهم يزيد أبا أمامة في سرية فقتلهم وغنم منهم ،وقتل منهم بطريقا عظيما. ثم كانت بعد هذه وقعة مرج الصفر، استشهد فيها خالد بن سعيد بن العاص وجماعة من المسلمين. ويقال :إن الذي استشهد في مرج الصفر ابن لخالد بن سعيد. وأما هو ففر حتى انحاز إلى أرض الحجاز. فالله أعلم. حكاه ابن جرير.

قال ابن جرير :ولما انتهى خالد بن سعيد إلى تيماء اجتمع له جنود من الروم في جمع كثير من نصارى العرب;

من بهراء، وتنوخ، وبنى كلب، وسليح، ولخم، وجذام، وغسان، فتقدم إليهم خالد بن سعيد، فلما اقترب منهم تفرقوا عنه ودخل كثير منهم فى الإسلام، وبعث إلى الصديق يعلمه بما وقع من الفتح، فأمره الصديق أن يتقدم ولا يحجم، وأمده بالوليد بن عقبة وعكرمة بن أبي جهل، وجماعة، فسار إلى قريب من آبل، فالتقى هو وأمير من الروم يقال له: باهان. فكسره، ولجأ باهان إلى دمشق، فلحقه خالد بن سعيد، وبادر الجيوش إلى نحو دمشق وطلب الحظوة، فوصلوا إلى مرج الصفر فانطوت عليه مسالح باهان، وأخذوا عليهم الطريق، وزحف باهان، ففر خالد بن سعيد، فلم يرد إلى ذى المروة، واستحوذ الروم على جيشهم إلا من فر على الخيل، وثبت عكرمة بن أبي جهل، وقد تقهقر عن الشام قريبا، وبقى ردءا لمن نفر إليه، وأقبل شرحبيل ابن حسنة من العراق؛ من عند خالد بن الوليد إلى الصديق، فأمره على جيش وبعثه إلى الشام فلما مر بخالد بن سعيد بذى المروة، أخذ جمهور أصحابه الذين هربوا معه إلى ذى المروة، ثم اجتمع عند الصديق طائفة من الناس، فأمر عليهم معاوية بن أبي سفيان، وأرسله وراء أخيه يزيد بن أبي سفيان، ولما مر بخالد بن سعيد أخذ من كان بقى معه بذى المروة إلى الشام، ثم أذن الصديق لخالد بن سعيد فى الدخول إلى المدينة وقال: كان عمر أعلم بخالد. على ما ذكره سيف بن عمر فى هذه السنة قبل فتح دمشق، وتبعه على ذلك، أبو جعفر بن جرير، رحمه الله. وأما الحافظ ابن عساكر، رحمه الله، فإنه نقل عن يزيد بن عبيدة والوليد وابن لهيعة والليث وأبي معشر، أنها كانت فى سنة خمس عشرة بعد فتح دمشق. وقال محمد بن إسحاق: كانت فى رجب سنة خمس عشرة. وقال خليفة بن خياط: قال ابن الكلبى: كانت وقعة اليرموك يوم الاثنين لخمس مضين من رجب سنة خمس عشرة. قال ابن عساكر: وهذا هو المحفوظ، وما قاله سيف من أنها قبل فتح دمشق سنة ثلاث عشرة، فلم يتابع عليه.

قلت: وهذا ذكر سياق سيف وغيره على ما أورده ابن جرير وغيره. قالوا: ولما توجهت هذه الجيوش نحو الشام أفزع ذلك الروم وخافوا خوفا شديدا، وكتبوا إلى هرقل يعلمونه بما كان من الأمر. فيقال: إنه كان يومئذ بحمص. ويقال: بل كان حج عامه ذلك إلى بيت المقدس. فلما انتهى إليه الخبر قال لهم: ويحكم! إن هؤلاء أهل دين جديد، وإنهم لا قبل لأحد بهم، فأطيعونى وصالحوهم بما تصالحونهم على نصف خراج الشام، ويبقى لكم جبال الروم، وإن أنتم أبيتم ذلك، أخذوا منكم الشام وضيقوا عليكم جبال الروم. فنخروا من ذلك نخرة حمر الوحش، كما هى عاداتهم فى قلة المعرفة، والرأى بالحرب والنصرة فى الدين والدنيا، فعند ذلك سار إلى حمص، وأمر هرقل بخروج الجيوش الرومية صحبة الأمراء، فى مقابلة كل أمير من المسلمين جيش كثيف، فبعث إلى عمرو بن العاص أخاه لأبويه تذارق فى تسعين ألفا من المقاتلة، وبعث جرجة بن توذرا إلى ناحية يزيد بن أبي سفيان، فعسكر بإزائه، وبعث الدراقص إلى شرحبيل ابن حسنة، وبعث القيقار - ويقال: القيقلان. قال ابن إسحاق: وهو حصى هرقل - ابن نسطورس، فى ستين ألفا إلى أبي عبيدة بن الجراح. وقالت الروم: والله لنشغلن أبا بكر عن أن يورد الخيول إلى أرضنا. وجميع عساكر المسلمين أحد وعشرون ألفا سوى الجيش الذى

مع عكرمة بن أبي جهل، وكان واقفا في طرف الشام ردءا للناس في ستة آلاف، فكتب الأمراء إلى أبي بكر وعمر يعلمونهما بما وقع من الأمر العظيم، فكتب إليهم أن يجتمعوا فيكونوا جندا واحدا، والقوا جنود المشركين، فأنتم أعوان الله، والله ناصر من نصره، وخاذل من كفره، ولن يؤتى مثلكم عن قلة، ولكن من تلقاء الذنوب، فاحترسوا منها، وليصل كل رجل منكم بأصحابه. وقال الصديق: والله لأشغلن النصارى عن وساوس الشيطان بخالد بن الوليد. وبعث إليه وهو بالعراق ليقدم إلى الشام، فيكون الأمير على من به، فإذا فرغ عاد إلى عمله بالعراق. فكان ما سنذكره. ولما بلغ هرقل ما أمر به الصديق أمراءه من الاجتماع، بعث إلى أمرائه أن يجتمعوا أيضا، وأن ينزلوا بالجيش منزلا واسع العطن، واسع المطرد، ضيق المهرب، وعلى الناس أخوه تذارق، وعلى المقدمة جرجة، وعلى المجنبتين باهان والدراقص، وعلى الحرب القيقلان..

وقال محمد بن عائذ عن عبد الأعلى، عن سعيد بن عبد العزيز: إن المسلمين كانوا أربعة وعشرين ألفا، وعليهم أبو عبيدة، والروم كانوا عشرين ومائة ألف، عليهم باهان وسقلاب، يوم اليرموك.

وكذا ذكر ابن إسحاق أن سقلاب الخصي كان على الروم يومئذ في مائة ألف، وعلى المقدمة جرجة من أرمينية في اثني عشر ألفا، ومن المستعربة اثنا عشر ألفا عليهم جبلة بن الأيهم، والمسلمون في أربعة وعشرين ألفا، فقاتلوا قتالا شديدا، حتى قاتلت النساء من ورائهم أشد القتال.

وقال الوليد، عن صفوان، عن عبد الرحمن بن جبير قال: بعث هرقل مائتي ألف، عليهم باهان الأرمني.

قال سيف: فسارت الروم فنزلوا الواقوصة قريبا من اليرموك، وصار الوادي خندقا عليهم، وبعث الصحابة إلى الصديق يستمدونه، ويعلمونه بما اجتمع من جيش الروم باليرموك، فكتب الصديق عند ذلك إلى خالد بن الوليد أن يستنيب على العراق، وأن يقفل بمن معه إلى الشام فإذا وصل إليهم فهو الأمير عليهم. فاستناب المثنى بن حارثة على العراق، فسار خالد مسرعا في تسعة آلاف - ويقال: ثمانمائة، أو خمسمائة - ودليله رافع بن عميرة الطائي، فأخذ به على السماوة، حتى انتهى إلى قراقر، وسلك به أراضي لم يسلكها قبله أحد، فاجتاب البراري والقفار، وقطع الأودية، وتصعد على الجبال، وسار في غير مهيع، وجعل رافع يدلهم في مسيرهم على الطريق وهو أرمد، وعطش النوق وسقاها الماء عللا بعد نهل، وقطع مشافرها وكعمها حتى لا تجتر، وخل أدبارها، واستاقها معه، فلما فقدوا الماء نحرها فشربوا ما في أجوافها من الماء، ويقال: بل سقاه الخيل وشربوا ما كانت تحمله من الماء وأكلوا لحومها، ووصل، ولله الحمد والمنة، في خمسة أيام، فخرج على الروم من ناحية تدمر، فصالح أهل تدمر وأرك، ولما مر بعذراء أباحها وغنم لغسان أموالا عظيمة، وخرج من شرقي دمشق، ثم سار حتى وصل إلى قناة بصرى، فوجد الصحابة محاصريها، فصالحه صاحبها وسلمها إليه، فكانت أول مدينة فتحت من الشام. ولله الحمد.

وبعث خالد بأخماس ما غنم من غسان مع بلال بن الحارث المزني إلى الصديق«

البدایۃ والنہایۃ«(9/550):

وفات صدیقی

شام کے ملک میں یرموک کی لڑائی نے قیصر ہرقل کو بدحواس بنا دیا تھا' جب یرموک کے بھاگے ہوئے سپاہی حمص میں ہرقل کے پاس جہاں وہ نتیجہ جنگ کا انتظار کر رہا تھا پہنچے ہیں تو وہ اپنے کئی لاکھ آہن پوش لشکر کا مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھ سے تہس نہس ہونا سن کر ششدر رہ گیا اور فوراً حمص سے روانہ ہو کر کسی دوسرے مقام کی طرف چل دیا' جاتے ہوئے یہ حکم دے گیا کہ دمشق اور حمص کو اچھی طرح قلعہ بند اور مضبوط کر لیا جائے' مسلمان یرموک سے بڑھ کر دمشق کا محاصرہ کر چکے تھے' شام کے ملک پر گویا مسلمان قابض ومتصرف ہو ہی چکے تھے یا ہونے والے تھے' ہرقل کی کمر یرموک میں ٹوٹ چکی تھی اور اب بجائے اس کے رومی عرب کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ان کی نگاہوں میں خود اپنی موت و ہلاکت پھرنے لگی تھی' اسی طرح عراق کا زرخیز و وسیع حصہ مسلمانوں کے قبضہ وتصرف میں آ چکا تھا' اسلامی حکومت ملک عرب میں مستقل و پائدار ہو کر ایران وروم کی سرحدوں کو پیچھے ہٹانے اور خود وسیع ہونے میں مصروف ہو چکی تھی۔

شروع ماہ جمادی الثانی ۱۳ھ میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعارضہ تپ مبتلا ہوئے' پندرہ روز برابر شدت کا بخار رہا' جب آپ کو یقین ہوا کہ وقت آخر آ پہنچا ہے' تو آپ نے سب سے پہلے سیدنا عبدالرحمن بن عوف کو بلا کر خلافت کے متعلق مشورہ کیا' سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کی بابت تمہارا کیا خیال ہے' انہوں نے کہا کہ عمر کے مزاج میں سخت گیری زیادہ ہے' آپ نے فرمایا کہ عمر کی سختی کا سبب صرف یہ ہے کہ میں نرم طبیعت رکھتا تھا' میں نے خود اندازہ کر لیا ہے کہ جس معاملہ میں نرمی اختیار کرتا تھا اس میں عمر رضی اللہ عنہ کی رائے سختی کی جانب مائل نظر آتی تھی' لیکن جن معاملات میں میں نے سختی سے کام لیا ہے ان میں عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ نرمی کا پہلو اختیار کرتے تھے' میرا خیال ہے کہ خلافت ان کو ضرور نرم دل اور معتدل بنا دے گی' اس کے بعد آپ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہی سوال کیا' انہوں نے جواب دیا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا باطن ان کے ظاہر سے اچھا ہے' اور ہم میں سے کوئی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا' پھر آپ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر یہی سوال کیا' انہوں نے بھی یہی جواب دیا جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ دے چکے تھے' اس کے بعد سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے' آپ نے ان کے سامنے بھی فرمایا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کر جاؤں' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ خدائے تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے کہ آپ نے رعیت کے ساتھ کیسا معاملہ کیا' یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اٹھا کر بٹھا دو' چنانچہ آپ کو بٹھایا گیا' آپ نے فرمایا میں خدائے تعالیٰ کو جواب دوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر تیری مخلوق کے بہترین شخص کو خلیفہ مقرر کیا ہے' یہ سن کر سیدنا طلحہ خاموش ہو رہے' پھر آپ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلا کر وصیت نامہ لکھنے کا حکم دیا' شدت علالت کی وجہ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رک رک کر بولتے جاتے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ لکھتے جاتے تھے' اس وصیت نامہ کا مضمون یہ تھا۔

''یہ وہ عہد ہے جو ابوبکر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کیا ہے جب کہ اس کا آخری وقت دنیا میں اور اول وقت آخرت کا ہے' ایسی حالت میں کافر بھی ایمان لاتا اور فاجر بھی یقین لے آتا ہے' میں نے تم لوگوں پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا ہے اور میں نے

تم لوگوں کی بھلائی اور بہتری میں کوتاہی نہیں کی' پس اگر عمر رضی اللہ عنہ نے صبر وعدل سے کام لیا تو یہ میری اس کے ساتھ واقفیت تھی اور اگر برائی کی تو مجھ کو غیب کا علم نہیں ہے' اور میں نے تو بہتری اور بھلائی کا قصد کیا ہے' اور ہر شخص کو اپنے نتائج اعمال سے سابقہ پڑتا ہے {وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنقَلَبٍ يَّنقَلِبُوْنَ} (الشعرآء ۲۶ : /۲۲۷) (جنہوں نے ظلم کیا ہے عنقریب دیکھ لیں گے کہ کس پہلو پر پھیرے جاتے ہیں"۔)

»قال :لما نزل بأبي بكر رحمه الله الوفاة دعا عبد الرحمن بن عوف، فقال :أخبرني عن عمر، فقال :يا خليفة رسول الله، هو والله أفضل من رأيك فيه من رجل، ولكن فيه غلظة. فقال أبو بكر :ذلك لأنه يراني رقيقا، ولو أفضى الأمر إليه لترك كثيرا مما هو عليه ويا أبا محمد قد رمقته، فرأيتني إذا غضبت على الرجل في الشيء أراني الرضا عنه، وإذا لنت له أراني الشدة عليه، لا تذكر يا أبا محمد مما قلت لك شيئا، قال :نعم ثم دعا عثمان بن عفان، قال :يا أبا عبد الله، أخبرني عن عمر، قال :أنت أخبر به، فقال أبو بكر :على ذاك يا أبا عبد الله! قال :اللهم علمي به أن سريرته خير من علانيته، وأن ليس فينا مثله قال أبو بكر رحمه الله :رحمك الله يا أبا عبد الله، لا تذكر مما ذكرت لك شيئا، قال :أفعل، فقال له أبو بكر :لو تركته ما عدوتك، وما أدري لعله تاركه، والخيرة له ألا يلي من أموركم شيئا، ولوددت أني كنت خلوا من أموركم، وأني كنت فيمن مضى من سلفكم، يا أبا عبد الله، لا تذكرن مما قلت لك من أمر عمر، ولا مما دعوتك له شيئا«

» تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبری «(3/428):

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا آخری خطبہ!

جب یہ تحریر لکھی جا چکی تو آپ نے حکم دیا کہ لوگوں کو پڑھ کر سنا دو' پھر خود اسی شدت مرض کی حالت میں باہر تشریف لائے اور مسلمانوں کے مجمع کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "میں نے اپنے کسی عزیز رشتہ دار کو خلیفہ نہیں بنایا' اور میں نے صرف اپنی ہی رائے سے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں بنایا' بلکہ صاحب الرائے لوگوں سے مشورہ کر لینے کے بعد خلیفہ بنایا ہے' پس کیا تم لوگ اس شخص کے خلیفہ ہونے پر رضا مند ہو جس کو میں نے تمہارے لیے انتخاب کیا ہے؟ یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے انتخاب اور آپ کی تجویز کو پسند کرتے ہیں' پھر سیدنا صدیق اکبر نے فرمایا کہ تم کو چاہیے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کہنا سنو' اور اس کی اطاعت کرو' سب نے اقرار اطاعت کیا' اس کے بعد سیدنا عمر فاروق کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:

"اے عمر! میں نے تم کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا نائب بنایا ہے' اللہ تعالیٰ سے ظاہر و باطن میں ڈرتے رہنا' اے عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ کے بعض حقوق ہیں' جو رات سے متعلق ہیں' ان کو وہ دن میں قبول نہیں کرے گا' اسی طرح بعض حقوق دن سے متعلق ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں کرے گا' اللہ تعالیٰ نوافل کو قبول نہیں فرماتا جب تک کہ فرائض ادا نہ کئے جائیں۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! جن کے اعمال صالحہ قیامت میں وزنی ہوں گے وہی فلاح پائیں گے اور جن کے نیک اعمال کم ہوں گے وہ مبتلائے مصیبت ہوں گے' اے

عمر! فلاح ونجات کی راہیں قرآن مجید پر عمل کرنے اور حق کی پیری سے میسر ہوتی ہیں‘ اے عمر! کیا تم کو معلوم نہیں کہ ترغیب وترہیب اور انذار و بشارت کی آیات قرآن مجید میں ساتھ ساتھ نازل ہوئی ہیں تا کہ مومن اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور اس سے اپنی مغفرت طلب کرتا رہے‘ اے عمر! جب قرآن مجید میں اہل نار کا ذکر آئے تو دعا کرو کہ الٰہی! تو مجھے ان میں شامل نہ کرنا‘ اور جب اہل جنت کا ذکر آئے تو دعا کرو کہ الٰہی! تو مجھے ان میں شامل کر‘ اے عمر! تم جب میری ان وصیتوں پر عمل کرو گے تو مجھے گویا اپنے پاس بیٹھا ہوا پاؤ گے“۔

یہ تحریر اور وصیت وغیرہ کی کارروائی ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ عمل میں آئی‘ اسی روز دن کے دوسرے حصے میں یا ۲۲ اور ۲۳ جمادی الثانی کی درمیانی شب میں جو شب سہ شنبہ تھی بعد مغرب بعمر ۶۳ سال آپ کا انتقال ہوا اور عشاء سے پہلے یا رات کے کسی وقت میں آپ دفن کر دیئے گئے‘ سوا دو سال آپ نے خلافت کی‘ مکہ کے عامل سیدنا عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید نے بھی مکہ میں اسی روز انتقال کیا‘ جس روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے تحریر لکھوائی‘ اور مسلمانوں کو اسکی اطلاع دی‘ وہ صدیق اکبر کی زندگی کا آخری دن تھا۔

اسی روز بعد تکمیل تحریر سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ جو حیرہ (عراق) سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے تھے مدینہ منورہ پہنچے‘ وہاں (عراق) کی یہ صورت پیش آئی تھی کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نصف فوج خود لے کر اور نصف مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہو گئے تو بہمن جادویہ ایرانی سپہ سالار یہ سمجھ کر کہ اب خالد بن ولید کی غیر موجودگی میں مسلمانوں کا اس ملک سے نکال دینا آسان ہے ایک لشکر عظیم لے کر آیا‘ مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حیرہ سے چل کر بابل کے قریب اس ایرانی لشکر کا استقبال کیا‘ جنگ عظیم برپا ہوئی بڑے کشت وخون کے بعد ایرانیوں کو شکست فاش نصیب ہوئی‘ مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے مدائن کے قریب تک ایرانیوں کا تعاقب کیا اور پھر واپس حیرہ میں چلے آئے۔

اس شکست کے بعد ایرانیوں نے اپنے اندرونی جھگڑوں کو ملتوی کر کے اور ایرانی سپہ سالاروں اور وزیروں نے اپنی رقابتوں کو فراموش کر کے از سر نو تیاریاں شروع کیں‘ تمام ملک اور صوبوں میں زندگی جوش اور ہمت کی لہر دوڑ گئی ایرانی قبائل اور رؤسا ملک سب مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں جانے اور لڑنے مرنے پر مستعد ہو گئے‘ سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے جب ایرانیوں کی جنگی سرگرمیوں کے حالات سنے تو ان کو اپنی قلت فوج کے تصور سے پریشانی ہوئی‘ لہٰذا وہ بشیر بن خصاصیہ رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ مقرر کر کے خود عازم مدینہ ہوئے کہ خلیفۃ الرسول کو زبانی بالتفصیل تمام حالات سنائیں اور اس موقعہ کی اہمیت ونزاکت سمجھائیں‘ سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ جب مدینہ میں پہنچے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے صرف چند گھنٹے باقی تھے‘ انہوں نے مثنیٰ رضی اللہ عنہ سے تمام حالات سنے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم مثنیٰ کے ساتھ فوج جمع کر کے ضرور اور جلد روانہ کرنا۔

جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس سے باہر نکلے تو آپ نے فرمایا۔ اے اللہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی بہتری اور فتنہ وفساد کے خطرے کو دور کرنے کے لیے اپنے بعد خلیفہ منتخب کیا ہے‘ میں نے جو کچھ کیا ہے مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کیا ہے‘ تو دلوں کے حال سے خوب واقف ہے‘ میں نے مسلمانوں سے مشورہ بھی لے لیا ہے اور ان میں سے اس شخص کو جو سب سے بہتر قوی اور مسلمانوں کی

بھلائی چاہنے والا اور امین ہے ان کا والی بنایا ہے۔ پس تو میرا خلیفہ ان میں قائم رکھ وہ تیرے بندے ہیں اور ان کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے ان کے والیوں کو نیک بنا اور عمر کو بہتر خلیفہ بنا اور اس کی رعیت کو اس کے لیے اچھی رعیت بنا دے۔

حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ فِي كَمْ كَفَّنْتُمْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ وَقَالَ لَهَا فِي أَيِّ يَوْمٍ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ قَالَ فَأَيُّ يَوْمٍ هَذَا قَالَتْ يَوْمُ الِاثْنَيْنِ قَالَ أَرْجُو فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيهِ بِهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفِّنُونِي فِيهَا قُلْتُ إِنَّ هَذَا خَلَقٌ قَالَ إِنَّ الْحَيَّ أَحَقُّ بِالْجَدِيدِ مِنْ الْمَيِّتِ إِنَّمَا هُوَ لِلْمُهْلَةِ فَلَمْ يُتَوَفَّ حَتَّى أَمْسَى مِنْ لَيْلَةِ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 1325 حدیث مرفوع

معلی بن اسد، وہیب، ہشام بن عروہ، عروہ، عائشہ (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابوبکر (رض) کے پاس پہنچی، تو انھوں نے پوچھا کہ تم نے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ جواب دیا کہ تین سفید سحولی کپڑوں میں اس میں نہ تو قمیص تھا اور نہ عمامہ تھا اور ان سے (عائشہ (رض) سے پوچھا گیا کہ کس دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وفات پائی تھی؟ میں نے کہا کہ دوشنبہ کے دن۔ ابوبکر (رض) نے کہا مجھے امید ہے کہ اس وقت سے لے کر رات کے وقت تک (گزر جاؤں گا) پھر اس کپڑے پر نگاہ کی جو مرض کی حالت میں پہنے ہوئے تھے اس میں زعفران کا ایک اثر تھا۔ فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھو دو اور اسی کپڑے کو اور زیادہ کر کے کفن بناؤ میں نے کہا کہ یہ تو پرانا ہے فرمایا کہ زندہ نئے کپڑوں کا مردے سے زیادہ مستحق ہے اس لیے کہ کفن تو میت کے لیے ہے پھر اس دن وفات پائی یہاں تک کہ منگل کی رات آگئی اور صبح ہونے سے پہلے دفن کئے گئے۔

ثم إن أبا بكر أحضر عثمان بن عفان خاليا ليكتب عهد عمر، فقال له: اكتب: بسم الله الرحمن الرحيم، هذا ما عهد أبو بكر بن أبي قحافة إلى المسلمين، أما بعد- ثم أغمي عليه- فكتب عثمان: أما بعد، فإني قد استخلفت عليكم عمر بن الخطاب، ولم آلكم خيرا. ثم أفاق أبو بكر فقال: اقرأ علي. فقرأ عليه، فكبر أبو بكر وقال: أراك خفت أن يختلف الناس إن مت في غشيتي. قال: نعم. قال: جزاك الله خيرا عن الإسلام وأهله.

فلما كتب العهد أمر به أن يقرأ على الناس، فجمعهم وأرسل الكتاب مع مولى له ومعه عمر، فكان عمر يقول للناس: أنصتوا واسمعوا لخليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم فإنه لم يألكم نصحا. فسكن الناس، فلما قرئ عليهم الكتاب سمعوا وأطاعوا، وكان أبو بكر أشرف على الناس وقال: أترضون بمن استخلفت عليكم؟ فإني ما استخلفت عليكم ذا قرابة، وإني قد استخلفت عليكم عمر فاسمعوا له وأطيعوا، فإني والله ما ألوت من جهد الرأي. فقالوا: سمعنا وأطعنا. ثم أحضر أبو بكر عمر فقال له: إني قد استخلفتك على أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأوصاه بتقوى الله، ثم قال: يا عمر، إن لله حقا بالليل لا يقبله في النهار، وحقا في النهار لا يقبله

بالليل، وإنه لا يقبل نافلة حتى تؤدى الفريضة. ألم تر يا عمر أنما ثقلت موازين من ثقلت موازينه يوم القيامة باتباعهم الحق وثقله عليهم، وحق لميزان لا يوضع فيه غدا إلا حق أن يكون قيلا. ألم تر يا عمر أنما خفت موازين من خفت موازينه يوم القيامة باتباعهم الباطل وخفته عليهم، وحق لميزان لا يوضع فيه غدا إلا باطل أن يكون خفيفا. ألم تر يا عمر أنما نزلت آية الرخاء مع آية الشدة، وآية الشدة مع آية الرخاء، ليكون المؤمن راغبا راهبا، لا يرغب رغبة يتمنى فيها على الله ما ليس له، ولا يرهب رهبة يلقى فيها بيديه. أولم تر يا عمر أنما ذكر الله أهل النار بأسوأ أعمالهم، فإذا ذكرتهم قلت: إني لأرجو أن لا أكون منهم، وأنه إنما ذكر أهل الجنة بأحسن أعمالهم، لأنه يجاوز لهم ما كان من سيئ، فإذا ذكرتهم قلت أين عملي من أعمالهم؟ فإن حفظت وصيتي فلا يكونن غائب أحب إليك من حاضر من الموت، ولست بمعجزه«

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/268):

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تاثرات:

جس وقت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خبر وفات مدینہ میں پھیلی تمام شہر میں کہرام وتلاطم برپا ہوگیا اور وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دن کا نقشہ دوبارہ لوگوں کو نگاہوں میں پھرنے لگا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو سنا تو رو پڑے اور روتے ہوئے آپ کے مکان پر آئے' دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے۔

''اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے' اللہ تعالیٰ تم تمام امت میں سب سے پہلے ایمان لائے اور ایمان کو اپنا خلق بنایا' تم سب سے زیادہ صاحب ایقان سب سے غنی اور سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ونگہداشت کرتے' سب سے زیادہ اسلام کے حامی' اور خیر خواہ مخلوق تھے' تم خلق' فضل' ہدایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھے' اللہ تعالیٰ تم کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزا دے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بہترین جزا دے' تم نے آپ کی تصدیق کی جب دوسروں نے تکذیب کی اور اس وقت رسول اللہ تعالیٰ کی غمخواری کی جب دوسروں نے بخل کیا' جب لوگ نصرت وحمایت سے رکے ہوئے تھے تم نے کھڑے ہو کر رسول اللہ کی مدد کی' اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی کتاب میں صدیق کہا { وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ } (الزمر ۳۹ : /۳۳) تم اسلام کے پشت پناہ اور کافروں کے بھگانے والے تھے' نہ تمہاری حجت بے راہ ہوئی اور نہ تمہاری بصیرت ناتواں ہوئی' تمہارے نفس نے کبھی بزدلی نہیں دکھائی' تم پہاڑ کی مانند۔۔۔مستقل مزاج تھے' تند ہوائیں نہ تم کو اکھاڑ سکیں نہ ہلا سکیں' تمہاری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضعیف البدن' قوی الایمان' منکسر المزاج' اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ' زمین پر بزرگ' مومنوں میں بڑے ہیں' نہ تمہارے سامنے کسی کو طمع ہو سکتی تھی نہ خواہش' کمزور تمہارے نزدیک قوی اور قوی کمزور تھا' یہاں تک کہ کمزور کا حق دلا دو' اور زور آور سے حق لے لو''۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس خبر کو سن کر فرمانے لگے۔

''اے خلیفہ رسول اللہ! تم نے اپنے بعد قوم کو بڑی سخت تکلیف دی اور ان کو مصیبت میں ڈال دیا' تمہارے غبار کو بھی پہنچنا بہت مشکل ہے

میں تمہاری برابری کہاں کرسکتا ہوں‘‘۔

عمال خلافت صدیقی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں امین الملت سیدنا ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ بیت المال کے افسر اور مہتمم تھے‘ محکمہ قضاء سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا‘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کتابت اور دفتر کا کام سپرد تھا‘ ان حضرات میں سے جب کوئی موجود نہ ہوتا تو دوسرا جو کوئی موجود ہوتا اس کام کو انجام دے لیتا تھا‘ مکہ معظمہ میں سیدنا عتاب رضی اللہ عنہ بن اسید عامل تھے جن کا انتقال اسی روز ہوا‘ جس روز سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی‘ طائف کے عامل سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ تھے‘ صنعا میں مہاجر بن ابی امیہ اور سیدنا موت میں زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ عامل تھے‘ صوبہ خولان میں یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ‘ یمن میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ‘ نجد میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ‘ بحرین میں علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ‘ دومتہ الجندل میں عیاض رضی اللہ عنہ بن غنم رضی اللہ عنہ‘ عراق میں مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ عامل یا گورنر کے عہدے پر مقرر تھے‘ ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ آخر میں سپہ سالاری کی خدمت میں مامور ہو کر شام کی طرف بھیجے گئے تھے‘ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ‘عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ‘شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ بھی سپہ سالاری کی خدمت پر ملک شام میں مصروف تھے‘ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خلافت صدیقی میں سپہ سالار اعظم کے عہدے پر فائز اور خلافت صدیقی سے وہی نسبت رکھتے تھے جو رستم کو کیکاؤس و کی خسرو کی سلطنت سے تھی۔

اولاد و ازواج

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پہلی بیوی قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تھیں‘ جس سے عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ) پیدا ہوئے‘ دوسری بیوی آپ رضی اللہ عنہ کی ام رومان تھیں ان کے بطن سے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ‘ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ صدیقہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے‘ جب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو پہلی بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کیا‘ اس کو آپ رضی اللہ عنہ نے طلاق دے دی‘ دوسری بیوی ام رومان رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئیں‘ مسلمان ہونے کے بعد بھی آپ رضی اللہ عنہ نے دو نکاح اور کئے‘ ایک اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو جعفر رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی بیوہ تھیں‘ ان کے بطن سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے دوسرا نکاح حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ رضی اللہ عنہ سے جو قبیلہ خزرج سے تھیں۔ ان کے بطن سے ایک بیٹی ام کلثوم آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئیں۔

(2) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نسب وولادت

آپ رضی اللہ عنہ اشراف قریش میں سے تھے، زمانہ جاہلیت میں آپ کے خاندان سے سفارت مخصوص و متعلق تھی، یعنی جب قریش کی کسی دوسری قبیلے سے لڑائی ہوتی تھی تو آپ رضی اللہ عنہ کے بزرگوں کو سفیر بنا کر بھیجا جاتا تھا، یا جب کبھی تفاخر نسب کے اظہار کی ضرورت پیش آتی تو اس کام کے لیے آپ رضی اللہ عنہ ہی کے بزرگ آگے نکلتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے، عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی، کعب کے دو بیٹے تھے، ایک عدی دوسرے مرہ، مرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں ہیں، یعنی آٹھویں پشت میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں مل کر ایک ہو جاتا ہے، عمر فاروق کی کنیت ابوحفص تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو فاروق کے لقب سے ملقب فرمایا تھا، آپ رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے چالیس سال پہلے پیدا ہوئے لڑکپن میں اونٹوں کے چرانے کا شغل تھا، جوان ہونے کے بعد عرب کے دستور کے موافق نسب دانی، سپہ گری، شہسواری اور پہلوانی کی تعلیم حاصل کی، عہد جاہلیت میں بھی اور مسلمان ہونے کے بعد بھی تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔

عمر بن الخطّاب رضی الله عنه وأرضاه ابن نُفَيل بن عبد العُزّى بن رياح بن عبد الله بن قُرْط بن رَزَاح بن عدىّ بن كعب، ويكنى أبا حفص. وأمّه حَنْتمة بنت هاشم بن المغيرة بن عبد الله بن عمر بن مخزوم

بعض خصوصی فضائل

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پیشتر بازار عکاظ میں جہاں اہل فن کا سالانہ اجتماع ہوتا تھا اور بہت بڑا میلہ لگتا تھا اکثر دنگل میں کشتی لڑا کرتے تھے اور ملک عرب کے نامی پہلوانوں میں سمجھے جاتے تھے، شہسواری میں یہ کمال حاصل تھا کہ گھوڑے پر اچھل کر سوار ہوتے اور اس طرح جم کر بیٹھتے کہ بدن کو حرکت نہ ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت فتوح البلدان کی روایت کے موافق قریش میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان میں ایک سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، مسلمانوں میں سے چالیس مسلمان مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام لائے، بقول بعض انتالیس مردوں اور تیئیس عورتوں کے بعد، اور بقول دیگر ۴۵ مردوں اور گیارہ عورتوں کے بعد اسلام میں داخل ہوئے، آپ سابقین اولین اور عشرہ مبشرہ میں ہیں، آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خسر ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کا شمار علماء اور زہاد صحابہ رضی اللہ عنھم میں ہے، ۳۹ھ حدیثیں آپ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں جن کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، انس رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن عاص، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، براء بن عازب، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین نے روایت کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس روز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس روز مشرکین نے کہا کہ آج مسلمانوں نے ہم سے سارا بدلہ لے لیا اور اسی روز آیت {يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ} (الانفال ۸ : ۶۴) نازل ہوئی' ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جس روز سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس روز سے اسلام عزت ہی پاتا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا اسلام گویا فتح اسلام تھی' اور آپ رضی اللہ عنہ کی ہجرت گویا نصرت تھی' اور آپ رضی اللہ عنہ کی امامت رحمت تھی' ہماری مجال نہ تھی کہ ہم کعبہ شریف میں نماز پڑھ سکیں' لیکن جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو آپ رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے اس قدر جدال و معرکہ آرائی کی کہ مجبوراً ان کو ہمیں نماز پڑھنے کی اجازت دینی پڑی۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اسلام بمنزلہ ایک اقبال مند آدمی کے ہو گیا کہ ہر قدم پر ترقی کرتا تھا' اور جب سے آپ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی اسلام کے اقبال میں کمی آ گئی کہ ہر قدم پیچھے ہی پڑتا ہے۔

ابن سعد' صہیب بن سنان رومی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے اسلام ظاہر ہوا' ہم کعبہ کے گرد بیٹھنے' طواف کرنے' مشرکین سے بدلہ لینے اور ان کو جواب دینے لگے' ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ ہر شخص نے خفیہ طور پر ہجرت کی ہے' لیکن جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہجرت کا قصد کیا تو ایک ہاتھ میں برہنہ تلوار لی' دوسرے میں تیر اور پشت پر کمان کو لگا کر خانہ کعبہ میں تشریف لائے' سات مرتبہ طواف کیا اور دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہو کر پڑھیں' پھر سرداران قریش کے حلقہ میں تشریف لائے اور ایک ایک سے کہا کہ تمہارے منہ کالے ہوں جو شخص اپنی ماں کو بے فرزند اور اپنی بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہو وہ آ کر مجھ سے مقابل ہو' کسی کو جرات نہ ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ کو روکتا۔۔ امام نووی کہتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہر ایک جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور یوم احد میں ثابت قدم رہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے بحالت خواب (یا سفر معراج میں) جنت میں دیکھا کہ ایک عورت ایک قصر کے پہلو میں بیٹھی ہوئی وضو کر رہی ہے' میں نے پوچھا کہ یہ قصر کس کا ہے' معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ کا ہے' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مجھ کو تمہاری غیرت یاد آ گئی اور میں وہیں سے لوٹ آیا' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا کہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیرت کروں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ میں نے دودھ پیا ہے اور اس کی تازگی میرے ناخنوں تک پہنچ گئی ہے' پھر میں نے وہ دودھ عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا' لوگوں نے پوچھا' کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تعبیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دودھ سے مراد علم ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور وہ قمیص پہنے ہوئے ہیں' بعض کے قمیص سینے تک ہیں' بعض کے اس سے زیادہ' مگر عمر رضی اللہ عنہ کا قمیص زمین میں گھسٹتا جاتا ہے' لوگوں نے پوچھا کہ قمیص سے مراد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ واللہ جس راستے سے تم جاتے ہو اس راستے کو شیطان چھوڑ کر کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہونے والا ہوتا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہی ہوتا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ چراغ اہل جنت ہیں۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک عمر رضی اللہ عنہ تمہارے درمیان رہے گا فضول کا دروازہ بند رہے گا۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کا ہر فرشتہ عمر رضی اللہ عنہ کا وقار کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان اس سے ڈرتا ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے نبی مبعوث ہوئے ہیں ان کی امت میں ایک محدث ضرور رہا ہے' اگر میری امت میں بھی کوئی محدث ہو سکتا ہے تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہے لوگوں نے پوچھا کہ محدث کسے کہتے ہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی زبان سے ملائکہ باتیں کریں۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی شخص عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ مجھ کو عزیز نہیں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب صالحین کا ذکر کرو تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو نہ بھول جاؤ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ ذہین پایا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر دنیا بھر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے پلڑے میں رکھ کر تولا جائے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہے گا۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دنیا بھر کا علم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی گود میں پڑا ہوا ہے' نیز یہ کہ کوئی شخص سوائے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایسا نہیں ہے جس نے جرات کے ساتھ راہ اللہ تعالیٰ میں ملامت سنی ہو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو کپڑا اوڑھے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ اس کپڑے اوڑھے ہوئے شخص سے زیادہ مجھے کوئی عزیز نہیں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ارادہ کی پختگی اور ہوش مندی و دلیری سے پر ہیں۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت ان چار باتوں سے معلوم ہوتی ہے' اول اسیران جنگ بدر کے قتل کا حکم دیا اور اس کے بعد آیت {لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ} (الانفال ۸ : /۶۸) ''اگر اللہ کا حکم پہلے نہ ہو چکا ہوتا تو......'' نازل ہوئی' دوم آپ رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین کو پردہ کرنے کے لیے کہا اور پھر آیت پردہ نازل ہوئی۔ اسی پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ وحی تو ہمارے گھر میں اترتی ہے اور تم کو پہلے ہی القا ہو جاتا ہے' سوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا کرنا الٰہی عمر رضی اللہ عنہ کو مسلمان کر کے اسلام کی مدد فرما' چہارم آپ رضی اللہ عنہ کا اول ہی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لینا۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اکثر یہ ذکر کیا کرتے تھے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں شیطان قید میں رہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آزاد ہو گئے۔ ابواسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم جانتے بھی ہو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کون تھے۔ وہ اسلام کے لیے بمنزلہ ماں اور باپ کے تھے۔ سیدنا جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ میں اس شخص سے بیزار ہوں جو سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ کو بھلائی سے یاد نہ کرے۔

»أخبرنا محمّد بن عمر قال :حدّثني إبراهيم بن إسماعيل بن أبي حبيبة عن داود بن الحُصين قال :وحدّثني مَعمر عن الزّهريّ قالا :أسلَم عمر بن الخطّاب بعد أن دخل رسول الله، صلى الله عليه وسلم، دار الأرقم وبعد أربعين أو نيّف وأربعين بين رجال ونساء قد أسلَموا قبله، وقد كان رسول الله، صلى الله عليه وسلم، قال بالأمس اللهمّ أيّدِ الإسلام بأحبّ الرّجلين إليك :عمرَ بن الخطّاب أو عمرو بن هشام. فلمّا أسلَم عمر نَزَلَ جبريل فقال :يا محمّد لقد استبشر أهلُ السّماءِ بإسلام عمر. قال :أخبرنا محمّد بن عمر قال :أخبرنا محمّد بن عبد الله عن الزهريّ عن سعيد بن المسيب قال :أسلَم عمر بعد أربعين رجلًا وعشر نسوة، فما هو إلّا أن أسلم عمر فظهر الإسلام بمكّة. قال :أخبرنا محمّد بن عمر قال :حدّثني علي بن محمّد عن عُبيد الله بن سلمان الأغرّ عن أبيه عن صُهيب بن سِنان قال :لمّا أسلَم عُمر ظهر الإسلام ودُعي إليه علانية، وجلسنا حول البيت حِلَقًا وطُفنا بالبيت وانتصفنا ممّن غلظ علينا ورددنا عليه بعض ما يأتي به. قال :أخبرنا محمّد بن عمر قال :حدّثني محمّد بن عبد الله عن أبيه قال :ذكرتُ له حديث عمر فقال :أخبرني عبد الله بن ثَعلبة بن صُعَير قال :أسلَمَ عمر بعد خمسةٍ وأربعين رجلًا وإحدى عشرة امرأة. قال :أخبرنا محمّد بن عمر قال :حدّثني أُسامة بن زَيد بن أسْلَم عن أبيه عن جَدّه قال :سمعتُ عمر بن الخطّاب يقول :وُلدتُ قبل الفجار الأعظم الآخر بأربع سنين. وأسلَم في ذي الحجّة السنة السادسة من النبوّة وهو ابن ستّ وعشرين سنة. قال :وكان عبد الله بن عمر يقول :أسلَم عمر وأنا ابن ستّ سنين. قال :أخبرنا عبد الله بن نُمير ويَعْلَى ومحمّد ابنا عُبيد قالوا :أخبرنا إسماعيل بن أبي خالد عن قَيْس بن أبي حازم قال :سمعتُ عبد الله بن مَسعود يقول :ما زِلْنا أعِزّةً منذ أسلَم عُمر. قال محمّد بن عُبيد في حديثه :لقد رأيتُنا وما نستطيع أن نُصلّي بالبيت حتّى أسلم عمر، فلمّا أسلَم عمر قَاتَلَهم حتّى تركونا نصلّي. قال :أخبرنا يَعْلَى ومحمّد ابنا عُبيد وعُبيد الله بن موسى والفضل بن دُكين ومحمّد بن عبد الله الأسديّ قالوا :أخبرنا مِسْعَرُ عن القاسم بن عبد الرّحمن قال :قال عبد الله بن مَسعود :كان إسلامُ عمر فتحًا وكانت هجرته نَصرًا وكانت إمارته رَحمةً، لقد رأيتُنا وما نستطيع أن نصلّي بالبيت حتّى أسلم عمر، فلمّا أسلَم عمر قَاتَلَهم حتّى تركونا فصلّينا. قال :أخبرنا يعقوب بن إبراهيم بن سعد عن أبيه عن صالح بن كيسان قال :قال ابن شهاب :بلغنا أنّ أهل الكتاب كانوا أوّل مَن قال لعمر الفاروق، وكان المسلمون يأثرون ذلك من قولهم ولم يبلغنا أنّ رسول الله، صلى الله عليه وسلم، ذكر من ذلك شيئًا، ولم يبلغنا أنّ ابن عمر قال ذلك إلا لعمر، كان فيما يَذْكُرُ من مناقب عمر الصالحة ويثني عليه، قال :وقد بلغنا أنّ عبد الله بن عمر كان يقول :قال رسول الله، صلى الله عليه وسلم، اللهمّ أيّدْ دينك بعمر بن الخطّاب. قال :أخبرنا أحمد بن محمّد الأزرقيّ المكّي قال: أخبرنا عبد الرّحمن بن حسن عن أيّوب بن موسى قال :قال رسول الله، صلى الله عليه وسلم. إنّ الله جَعَل الحقّ على لسان عمر وقلبه وهو الفاروق فرق الله به بين الحقّ والباطل.

قال :أخبرنا محمّد بن عمر قال :أخبرنا أبو حَزرةَ يعقوب بن مجاهد عن محمّد بن إبراهيم عن أبي عمرو ذكوان

قال :قلتُ لعائشة مَنْ سَمّی عمر الفاروق؟ قالت :النّبیّ، علیه السلام

»الطبقات الکبیر« (3/ 249ط الخانجی):

حلیہ فاروقی رضی اللہ عنہ

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رنگت سفید تھی' لیکن سرخی اس پر غالب تھی' قد نہایت لمبا تھا' پیادہ پا چلنے میں معلوم ہوتا تھا کہ سوار جا رہا ہے' رخساروں پر گوشت کم تھا' ڈاڑھی گھنی' مونچھیں بڑی' سر کے بال سامنے سے اڑ گئے تھے' ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دراز قد موٹے تازے تھے' رنگت میں سرخی غالب تھی' گال پچکے ہوئے' مونچھیں بڑی تھیں اور ان کے اطراف میں سرخی تھی' آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ شریفہ ابوجہل کی بہن تھیں' اس رشتے سے آپ رضی اللہ عنہ ابوجہل کو ماموں کہا کرتے تھے۔

خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ کے اہم واقعات

۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز سہ شنبہ مدینہ منورہ میں تمام مسلمانوں نے بلا اختلاف سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی' ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ بروز دوشنبہ مثنیٰ بن رضی اللہ عنہ حارثہ کے آنے اور حالات سنانے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلا کر جو حکم دیا تھا اس کے الفاظ یہ تھے۔:

مجھے قوی امید ہے کہ میں آج ہی مر جاؤں گا' پس میرے مرنے کے بعد تم کل کا دن ختم کرنے سے پہلے پہلے مثنیٰ کے ساتھ لوگوں کو لڑائی پر روانہ کر دینا' تم کو کوئی مصیبت تمہارے دینی کام اور حکم الٰہی سے غافل نہ کرنے پائے تم نے دیکھا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کیا کیا تھا حالانکہ وہ سب سے بڑی مصیبت تھی' جب اہل شام پر فتح حاصل ہو جائے تو اہل عراق کو عراق کی طرف واپس بھیج دینا' کیونکہ اہل عراق' عراق ہی کے کاموں کو خوب سرانجام دے سکتے ہیں اور عراق ہی میں ان کا دل خوب کھلا ہوا ہے۔

ان الفاظ سے ایک یہ حقیقت بھی خوب سمجھ میں آجاتی ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو کچھ کیا دینی کام اور دینی مقصد کو مقدم سمجھ کر کیا' مرتے وقت بھی ان کو دینی کاموں ہی کی فکر تھی' اپنی اولاد و ازواج کے حق میں کوئی وصیت نہیں فرمائی' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیعت خلافت لینے کے بعد لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی' مہاجرین و انصار کو خاص طور پر مخاطب کر کے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے پکارا' مگر مجمع نے آمادگی اور جوش کا اظہار نہ کیا' تین دن تک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے جہاد کا وعظ سنایا مگر لوگوں کی طرف سے خاموشی رہی' چوتھے روز ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے جہاد عراق کے لیے اپنی آمادگی ظاہر کی' ان کے بعد سعد بن عبید رضی اللہ عنہ انصاری کھڑے ہوئے پھر سیدنا سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ اور اسی طرح بہت سے لوگ یکے بعد دیگرے آمادہ ہو گئے' اور ایک لشکر عراق کے لیے تیار ہو گیا' سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہی کو جو سب سے پہلے آمادہ ہوئے تھے اس لشکر کا سردار بنا کر مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عراق کی جانب روانہ کیا۔

تین دن تک لوگوں کا خاموش رہنا مؤرخین کو خاص طور پر محسوس ہوا ہے اور انہوں نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی دن چونکہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا فرمان لکھ کر شام کے ملک کی طرف بھیجا تھا' لہٰذا لوگ ان سے ناخوش

ہو گئے تھے اور اسی لیے ان کے آمادہ کرنے سے آمادہ نہیں ہوئے تھے' مگر یہ خیال سراسر غلط اور نادرست ہے' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان کی کسی نے بھی مدینہ میں ایسی مخالفت نہیں کی' کہ اس کا حال عام لوگوں کو معلوم ہوا ہو' اگر واقعی سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے لوگ مدینہ میں پہلے ہی دن ناخوش ہو گئے تھے تو یہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا' اس کا ذکر خاص الخاص طور پر مؤرخین کو لکھنا پڑتا اور اس ناراضی کے دور ہونے کے اسباب بھی بیان کرنے ضروری تھے' یہ ایک ایسا غلط خیال ہے کہ اصحاب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بہت بڑی گستاخی لازم آتی ہے' وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ کسی اختلاف رائے کی بنا پر ترغیب جہاد کی تحقیر کرتے' بات صرف یہ تھی کہ جہاد کے لیے سب تیار تھے' مگر ذمہ داری لینے یا بیڑا اٹھانے میں متامل اور ایک دوسرے کے منتظر تھے' ان میں ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ مجھ سے زیادہ بزرگ اور مجھ سے زیادہ قابل عزت لوگ موجود ہیں وہ جواب دیں گے' اسی طرح ہر ایک شخص دوسرے کا منتظر تھا' بعض اوقات اس قسم کی گرہ بڑے بڑے مجمعوں میں لگ جایا کرتی ہے اور ہم اپنے زمانہ میں بھی اس قسم کی مثالیں دیکھتے رہتے ہیں' یہ انسانی فطرت کا خاصہ معلوم ہوتا ہے' اسی لیے اعمال نیک اور خیرات وصدقات کے متعلق ایک طرف سے بچنے کے لیے چھپانے کی ترغیب ہے' تو دوسری طرف علانیہ بھی ان نیک کاموں کے کرنے کا حکم ہے' تاکہ دوسروں کو تحریص وجرات ہو' اور خاموشی ورکاوٹ کی کوئی گرہ نہ لگنے پائے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اگر اپنی خلافت کے پہلے ہی دن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا حکم لکھا تھا تو جہاد کی ترغیب تو انہوں نے بیعت خلافت لینے کے بعد ہی پہلی تقریر اور پہلی ہی مجلس میں دی تھی' اس تقریر اور اس ترغیب کے بعد ہی انہوں نے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کی معزولی کا فرمان لکھوایا ہوگا' پس سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس پہلی ترغیب کا جواب مجمع کی طرف سے کیوں نہ ملا؟ بات یہ ہے کہ بعض اوقات کوئی استاد اپنے شاگردوں کو مدرسہ کے کمرہ میں حکم دیتا ہے کہ تختہ سیاہ کو کپڑے سے صاف کر دو یا نقشے کو لپیٹ دو' مگر اس کے حکم کی کوئی طالب علم تعمیل نہیں کرتا' اس کا سبب یہ نہیں ہوتا کہ اس استاد کی تعمیل کو شاگرد ضروری نہیں سمجھتے بلکہ تعمیل نہ ہونے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ استاد نے سارے کے سارے شاگردوں کو مخاطب کر کے حکم دیا تھا' جب وہی استاد کسی ایک یا دو شاگردوں کا نام لے کر یہی حکم دیتا ہے تو فوراً اس کے حکم کی تعمیل ہو جاتی ہے۔

بہر حال لوگوں کے مجمع کا تین دن تک خاموش رہنا خواہ کسی سبب سے ہو مگر یہ سبب تو ہرگز نہ تھا کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کے حکم سے ناراض تھے کیونکہ خود مدینہ منورہ میں انصار رضی اللہ عنہ کی ایک بڑی جماعت ایسی موجود تھی جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مالک بن نویرہ کے معاملہ میں قابل مواخذہ یقین کرتی تھی' اگر اور لوگ ناراض تھے تو وہ جماعت تو ضرور سیدنا فاروق اعظم سے خوش ہو گی' ان لوگوں کو کس چیز نے خاموش رکھا؟

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو افواج شام کا سپہ سالار اعظم بنا کر بھیجا تھا' سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک زبردست جنگ جو اور بے نظیر بہادر سپہ سالار تھے' عراق میں بھی اب تک خالد بن رضی اللہ عنہ ولید ہی سپہ سالار اعظم تھے' اور ان کی حیرت انگیز بہادری اور جنگی قابلیت نے دربار ایران اور ساسانی شہنشاہی کو حیران وششدر اور مرعوب بنا دیا تھا' رومی سلطنت کو بھی ابتداء میں اسی

طرح مرعوب بنانے اور ایک زبردست ٹکر لگانے کی ضرورت تھی' لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سیف اللہ رضی اللہ عنہ کو شام کی طرف سپہ سالارِ اعظم بنا کر بھیج دیا اور ان کا اندازہ نہایت صحیح ثابت ہوا' کیونکہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شام میں پہنچ کر یرموک کے میدان میں ایسی زبردست ٹکر لگائی کہ رومی شہنشاہی کی کمر ٹوٹ گئی' اور قیصر کے رعب و سطوت میں زلزلہ برپا ہو گیا' ان ابتدائی لڑائیوں کے بعد لشکر اسلام کے قبضہ میں ایران و روم کے آباد و سرسبز صوبے آنے والے تھے اور دونوں شہنشاہیوں کی باقاعدہ افواج سے معرکہ آرائی و میدان داری شروع ہونے والی تھی' لہٰذا اب ضرورت تھی کہ اسلامی افواج نہ صرف ایک فتحمند و ملک گیر سپہ سالار کے زیرِ حکم کام کریں بلکہ ایک مدبر اور ملک دار افسر کی ماتحتی میں مصروف کار ہوں۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جنگی قابلیت کے منکر نہ تھے بلکہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو کسی قدر غیر محتاط اور مشہور شخص سمجھتے تھے' ان کو شروع ہی سے یہ اندیشہ تھا کہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید رضی اللہ عنہ کی بے احتیاطی کہیں مسلمانوں کی کسی جمعیت کو ہلاکت میں نہ ڈال دے' سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی اس احساس میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مخالف نہ تھے' لیکن وہ عراق و شام کے ابتدائی معرکوں میں خالد رضی اللہ عنہ بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کو سب سے زیادہ موزوں اور مناسب سمجھتے تھے' وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرداری کے نقائص کو خوبیوں کے مقابلے میں کمتر پاتے تھے اور اسی لیے انہوں نے دنیا کی دونوں سب سے بڑی طاقتوں (روم و ایران) کو سیدنا سیف اللہ رضی اللہ عنہ کی برش و تابانی دکھانی ضروری سمجھی' یہ مدعا چونکہ حاصل ہو چکا تھا' لہٰذا اب ضرورت نہ تھی کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی سپہ سالارِ اعظم رہیں' اس موقع پر ان الفاظ کو پھر ایک مرتبہ پڑھو' جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے آخری وقت میں لشکر عراق کی نسبت فرمائے تھے اور جو اوپر درج ہو چکے ہیں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ:

خدائے تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے کہ انہوں نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امارت کی پردہ پوشی کر دی' کیونکہ انہوں نے مجھ کو خالد رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں کی نسبت اپنے آخری وقت میں حکم دیا کہ عراق کی جانب واپس بھیج دینا لیکن خالد رضی اللہ عنہ کا کچھ ذکر نہیں کیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا حکم دیا وہ منشائے صدیقی کے خلاف نہ تھا اور یہ بھی کیسے ہو سکتا تھا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلا کام وہ کرتے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے منشاء اور خواہش کے بالکل خلاف ہوتا' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا حال شروع کرتے ہوئے عام طور پر مؤرخین اس بات کو بھی بھول جاتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لشکر اسامہ رضی اللہ عنہ سے صرف اس لیے جدا کر کے اپنے پاس رکھا تھا کہ امور خلافت میں ان کے مشورے سے امداد حاصل کریں اور خلافت صدیقی کے پورے زمانہ میں آخر وقت تک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وزیر و مشیر رہے' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کوئی کام ایسا نہ تھا جس میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے امتزاج و استصواب نہ کر لیا گیا ہو' دنیا میں بہت سے لوگ ظاہر بیں ہوا کرتے ہیں اور وہ اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے بڑے بڑے

آدمیوں سے ایسی ایسی باتوں کو منسوب کر دیتے ہیں جن کا ان بڑے آدمیوں سے کوئی بھی تعلق نہیں ہوتا' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بعض بے احتیاطیوں پر ضرور اظہار ناراضگی کیا لیکن یہ اظہار ناراضگی بس وہیں تک تھا جہاں تک شریعت اوران کی تحقیق واجتہاد کا تعلق تھا' اس اظہار ناراضگی کو عداوت وعناد کا درجہ ہر گز حاصل نہیں ہوسکتا تھا' نہ ہوا' وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جو اسیران بدر کی نسبت یہ آزادانہ حکم دے کہ جو جس کا عزیز رشتہ دار ہے' وہ اسی کے ہاتھ سے قتل کیا جائے' اس کی نسبت یہ رائے قائم کرنی کہ ان کو خالد رضی اللہ عنہ سے کوئی کدیا ذاتی عداوت تھی سراسر ظلم اور نہایت ہی رکیک و بیہودہ خیال ہے۔ (یہ سبائی راویوں کا کیا دھرا ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم جو آپس میں شفیق اور کافروں پر سخت تھے' ان کو آپس میں لڑاکا اور جھگڑالو ثابت کرنے کے لیے یہ خبیث جھوٹی روایات گھڑتے اور پھیلاتے رہے ہیں)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خالد بن رضی اللہ عنہ ولید کو معزول کر کے در حقیقت امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا احسان کیا' اور ایک ایسی نظیر پیدا کر دی کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے اور خدمت دینی کے مقابلہ میں اپنی ہستی کو ہیچ سمجھنے کی مثالوں میں سب سے پہلے ہم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی کا نام لیتے ہیں' خالد رضی اللہ عنہ بن ولید اگر مرتے دم تک افواج اسلام کے سپہ سالار اعظم رہتے تب بھی ان کی بہادری اور جنگی قابلیت کے متعلق اس سے زیادہ کوئی شہرت نہ ہوتی جو آج موجود ہے' لیکن اس معزولی کے واقعہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت میں ایک ایسے عظیم الشان مرتبہ کا اضافہ کر دیا ہے جس کے آگے ان کی سپہ گری و بہادری کے مرتبہ کی کوئی حقیقت نہیں' ہم ایک طرف سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جنگی کارناموں پر فخر کرتے ہیں تو دوسری طرف ان کی للہیت اور اطاعت اولی الامر کو فخریہ پیش کرتے ہیں۔

بعض مؤرخین نے اپنی ایک یہ لطیف رائے بھی بیان کی ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو چونکہ ہر ایک معرکہ میں فتح وفیروزی حاصل ہوتی رہی تھی لہٰذا لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوسکتا تھا کہ تمام فتوحات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری کے سبب مسلمانوں کو حاصل ہوئیں' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو معزول کر کے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کی کامیابیاں اور فتح مندیاں کسی شخص سے وابستہ نہیں ہیں' بلکہ مشیت ایزدی اور اسلام کی برکات ان فتوحات کا اصل سبب ہے' اس روایت کی تائید اس طرح بھی ہوتی ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جس طرح افواج شام کی سپہ سالاری میں تبدیلی فرمائی اسی طرح افواج عراق کی سپہ سالاری بھی سیدنا مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ابوعبیدہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ماتحت بنا دیا تھا۔

آج بھی اگر مسلمان اسلام کی پیروی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا نمونہ بن جائیں تو وہی کامیابیاں اور وہی فتح مندیاں جو قرون اولیٰ میں حاصل ہوئی تھیں پھر حاصل ہونے لگیں۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد جو قابل تذکرہ جنگی انتظامات کئے ان میں سب سے پہلا کام یہ تھا کہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ بن ولید کو افواج شام کی اعلیٰ سپہ سالاری سے معزول کر کے سیدنا ابوعبیدہ ابن جراح رضی اللہ عنہ کو ملک شام کی اسلامی افواج کا سپہ سالار اعظم بنایا' اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں نہ صرف جان فروشی

اور کافرکشی میں پہلے سے زیادہ مستعدی دکھلائی بلکہ سیدنا ابوعبیدہ کو ہمیشہ مفید ترین جنگی مشورے دیتے رہے، یہی وہ امتیاز خاص ہے جو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اور عزت کو تمام دنیا کی نگاہ میں بہت بلند کر دیتا اور ان کو روئے زمین کا بہترین سپہ سالار اور سچا پکا مخلص انسان ثابت کرتا ہے کہ جس کے دل میں رضائے الٰہی کے سوا شہرت طلبی اور ریا کا نام ونشان بھی نہ تھا۔

دوسرا کام سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ تھا کہ انہوں نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن مسعود کو ایک فوج کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا اور ان کو ملک عراق کی تمام اسلامی افواج کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا۔

تیسرا کام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ تھا کہ یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کو ملک یمن کی جانب روانہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس آخری وصیت کو پورا کریں کہ ملک عرب میں مسلمانوں کے سوا کوئی یہودی اور کوئی نصرانی نہ رہنے پائے۔ چونکہ مسلمان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے سوا دو برس دوسرے عظیم امور کی انجام دہی میں مصروف رہے کہ اس وصیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پورا کرنے کا ابھی تک موقعہ نہ مل سکا تھا۔

»قال: إنما نزع عمر خالدا في كلام كان خالد تكلم به- فيما يزعمون- ولم يزل عمر عليه ساخطا ولأمره كارها في زمان أبي بكر كله، لوقعته بابن نويرة، وما كان يعمل به في حربه. فلما استخلف عمر كان أول ما تكلم به عزله، فقال: لا يلي لي عملا أبدا. فكتب عمر إلى أبي عبيدة: إن خالد أكذب نفسه فهو أمير على ما هو عليه، وإن هو لم يكذب نفسه فأنت الأمير على ما هو عليه، ثم انزع عمامته عن رأسه، وقاسمه ماله نصفين فلما ذكر أبو عبيدة ذلك لخالد، قال: انظرني استشر أختي في أمري، ففعل أبو عبيدة، فدخل خالد على أخته فاطمة بنت الوليد- وكانت عند الحارث بن هشام- فذكر لها ذلك، فقالت:

والله لا يحبك عمر أبدا، وما يريد إلا أن تكذب نفسك ثم ينزعك فقبل رأسها وقال: صدقت والله! فتم على أمره، وأبى أن يكذب نفسه فقام بلال مولى أبي بكر إلى أبي عبيدة، فقال: ما أمرت به في خالد؟ قال: أمرت أن أنزع عمامته، وأقاسمه ماله فقاسمه ماله حتى بقيت نعلاه، فقال أبو عبيدة: إن هذا لا يصلح إلا بهذا، فقال خالد: أجل، ما أنا بالذي أعصي أمير المؤمنين، فاصنع ما بدا لك! فأخذ نعلا وأعطاه نعلا.

ثم قدم خالد على عمر المدينة حين عزله

» تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري «(3/436):

»وكان أول كتاب كتبه إلى أبي عبيدة بن الجراح بتولية جند خالد، وبعزل خالد، لأنه كان عليه ساخطا في خلافة أبي بكر كلها، لوقعته بابن نويرة، وما كان يعمل في حربه، وأول ما تكلم به عزل خالد وقال: لا يلي لي عملا أبدا، وكتب إلى أبي عبيدة: إن أكذب خالد نفسه فهو الأمير على ما كان عليه، وإن لم يكذب نفسه فأنت الأمير على ما هو عليه، وانزع عمامته عن رأسه، وقاسمه ماله. فذكر ذلك لخالد، فاستشار أخته فاطمة، وكانت عند الحارث بن هشام، فقالت له: والله لا يحبك عمر أبدا، وما يريد إلا أن تكذب نفسك ثم ينزعك. فقبل

رأسها وقال: صدقت، فأبى أن يكذب نفسه، فأمر أبو عبيدة فنزع عمامة خالد وقاسمه ماله، ثم قدم خالد على عمر بالمدينة. وقيل: بل هو أقام بالشام مع المسلمين. وهو أصح«

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/268):

»فلما ولي عمر كان أول ما تكلم به أن عزل خالدا، وقال: لا يلي لي عملا أبدا. وكتب عمر إلى أبي عبيدة: إن أكذب خالد نفسه فهو أمير على ما كان عليه، وإن لم يكذب نفسه فهو معزول، فانزع عمامته عن رأسه وقاسمه ماله نصفين. فلما قال أبو عبيدة ذلك لخالد قال له خالد: أمهلني حتى أستشير أختي، فذهب إلى أخته فاطمة، وكانت تحت الحارث بن هشام، فاستشارها في ذلك فقالت له: إن عمر لا يحبك أبدا، وإنه سيعزلك وإن أكذبت نفسك. فقال لها: صدقت والله. فقاسمه أبو عبيدة حتى أخذ إحدى نعليه وترك له الآخر، وخالد يقول «سمعا وطاعة لأمير المؤمنين

»البدایۃ والنہایۃ« (9/575):

نجران کے عیسائیوں کی جلاوطنی

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ملک یمن کی طرف جا کر نجران کے عیسائیوں سے کہہ دو کہ تم اس ملک کو چھوڑ دو، ہم تم کو حدود عرب سے باہر ملک شام میں تمہاری ان زمینوں سے زیادہ زرخیز زمینیں اور ان زمینوں سے زیادہ وسیع زمینیں دیتے ہیں، اور تم کو کسی مالی و جسمانی محنت ونقصان میں مبتلا کرنا نہیں چاہتے، ملک عرب اب صرف مسلمانوں کے لیے رہے گا، غیر مسلم ہونے کی حالت میں تمہارا قیام یہاں ممکن نہیں۔

بعض کوتاہ فہم لوگ نجران کے نصرانیوں کی اس جلاوطنی کو ناجائز فعل قرار دے کر معترض ہوا کرتے ہیں، لیکن وہ یہ بات بھول جاتے ہیں کہ مدینہ کے یہودیوں نے بھی مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور رومیوں کو مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دینے میں خاص طور پر کوشش کی تھی، اور اب نجران کے عیسائی بھی مسلمانوں کے بیچ میں رہ کر رومی سلطنت کے لیے جو برسرِ پرخاش تھی جاسوسی اور ہر قسم کی مخالف اسلام سازشوں کے کامیاب بنانے میں مصروف تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملک عرب کے عیسائیوں اور یہودیوں کی سودخوری اور مخالف اسلام سازشی کارروائیوں سے واقف تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کی ہمسائیگی سے اس لیے بچانا چاہتے تھے کہ ان کی یہ بدعادات کہیں مسلمانوں میں سرایت نہ کر جائیں، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں سے جو عہد نامہ کیا تھا اس میں ایک یہ شرط بھی تھی کہ عیسائی سودخوری کی عادت ترک کر دیں گے اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی تھی کہ ملک عرب میں یہودی اور عیسائی نہ رہنے پائیں۔

نجران کے نصرانیوں نے ہرقل کے ساتھ ہمدردانہ طرزِ عمل اختیار کر کے اور سودخوری کو ترک نہ کر کے اپنے آپ کو خود ہی اس سلوک کا مستحق بنالیا تھا کہ ان کو ملک عرب سے جلاوطن کر دیا جائے۔

آج کل بھی ہم یہودیوں کی جلاوطنیوں کا حال اخبارات میں پڑھا کرتے ہیں جو ان کو یورپ کے متمدن ملکوں سے جبریہ اختیار کرنی اور اپنی جائدادیں حسرت کے ساتھ چھوڑنی پڑتی ہیں‘ان جلاوطنیوں کے مقابلہ میں نجران کے نصرانیوں کی جلاوطنی تو ایک رحمت تھی نہ کہ مصیبت۔

قَالَ أَبُو دَاوُد قُرِءَ عَلَى الْحَارِثِ بْنِ مِسْكِينٍ وَأَنَا شَاهِدٌ أَخْبَرَكَ أَشْهَبُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ قَالَ مَالِكٌ عُمَرُ أَجْلَى أَهْلَ نَجْرَانَ وَلَمْ يُجْلَوْا مِنْ تَيْمَاءَ لِأَنَّهَا لَيْسَتْ مِنْ بِلَادِ الْعَرَبِ فَأَمَّا الْوَادِي فَإِنِّي أَرَى أَنَّمَا لَمْ يُجْلَ مَنْ فِيهَا مِنْ الْيَهُودِ أَنَّهُمْ لَمْ يَرَوْهَا مِنْ أَرْضِ الْعَرَبِ

حَدَّثَنَا ابْنُ السَّرْحِ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ قَالَ مَالِكٌ وَقَدْ أَجْلَى عُمَرُ رَحِمَهُ اللَّهُ يَهُودَ نَجْرَانَ وَفَدَكَ

سنن ابوداؤد: جلد دوم: حدیث نمبر 1267 حدیث مقطوع

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میری موجودگی میں حارث بن مسکین کے سامنے یوں پڑھا گیا مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے نجران والوں (عیسائیوں) کو جلاوطن کر دیا لیکن تیما (ایک مقام کا نام ہے) سے جلاوطن نہیں کیا کیونکہ تیما بلاد عرب میں شامل نہیں ہے رہے وادی قری کے لوگ تو میرے خیال میں وہ اس لیے نہیں نکالے گئے کہ وہ وادی قری کو جزیرہ العرب میں شامل نہ سمجھتے تھے۔ابن سرح، ابن وہب، حضرت مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے نجران اور فدک کے یہودیوں کو (ان کے علاقوں سے) نکال باہر کیا۔(کیونکہ یہ دونوں علاقے حجاز عرب کا حصہ ہیں)۔

فتح دمشق

جنگ یرموک میں رومی لشکر شکست فاش کھا کر بھاگا اور مقام فحل میں جا کر رکا‘ ہرقل نے احکام جاری کئے جن کے موافق فحل میں بھی اور دمشق میں بھی عظیم رومی لشکر مقابلہ کے لیے فراہم ہو گئے‘دمشق کی خوب مضبوطی کر لی گئی اور فلسطین وحمص کی طرف سے بوقت ضرورت دمشق والوں کو مزید کمک بھیجنے کا مزید اہتمام بھی ہو گیا‘ افواج دمشق کا سپہ سالار اعظم ہرقل نے نسطاس بن نسطورس کو مقرر کیا اور ماہان نامی بطریق گورنر سپہ سالار پہلے سے وہاں موجود تھا‘ اسلامی لشکر ابھی یرموک ہی میں خیمہ زن تھا‘ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح نے فاروق اعظم کے حکم کے موافق لشکر عراق پر جو سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عراق سے آیا تھا‘ ہاشم بن رضی اللہ عنہ عتبہ کو امیر مقرر کر کے عراق کی جانب روانہ کر دیا‘ ایک دستہ فوج فحل کی جانب روانہ کیا‘ باقی فوج کے چند حصے کر کے ایک حصہ ذوالکلاع رضی اللہ عنہ کی سرداری میں روانہ کیا تاکہ دمشق اور حمص کے درمیان مقیم رہ کر اس فوج کو جو ہرقل حمص سے دمشق والوں کی کمک کو روانہ کرے روکیں‘ ایک حصہ کو فلسطین و دمشق کے درمیان متعین کیا کہ فلسطین کی طرف سے رومی فوجوں کو دمشق کی جانب نہ آنے دیں‘ باقی فوج کو لے کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود دمشق کی جانب متوجہ ہوئے‘ دمشق پہنچنے سے پہلے مقام غوطہ کو فتح کیا‘ آخر ماہ رجب ۱۳ھ میں اسلامی لشکر نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

شہر میں کافی فوج تھی‘ لیکن رومیوں کی جرات نہ ہوئی کہ میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے‘انہوں نے شہر کی مضبوط فصیلوں اور اپنے سامان مدافعت کی پناہ لینی مناسب سمجھی‘ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح باب الجابیہ کی جانب خیمہ زن ہوئے‘ سیدنا خالد بن ولید اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ باب توما کی جانب اترے‘ سیدنا شرجیل بن حسنہ فرادیس کی جانب اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

باب صغیر و باب کیسان کی جانب فروکش ہوئے‘اس طرح دمشق کے چاروں طرف اسلامی لشکر نے محاصرہ ڈال دیا‘محصورین شہر کی فصیلوں پر چڑھ کر کبھی پتھروں کی بارش منجنیقوں کے ذریعہ کرتے‘ کبھی تیروں کا مینہ برساتے‘مسلمان بھی ان کے جواب دینے میں کوتاہی نہ کرتے‘ اس طرح یہ محاصرہ ماہ رجب ۱۳ھ سے ۱۶ محرم ۱۴ھ تک چھ مہینے جاری رہا ہرقل نے حمص سے دمشق والوں کی کمک کے لیے جو فوجیں روانہ کیں ان کو ذوالکلاع رضی اللہ عنہ نے دمشق تک نہ پہنچنے دیا‘ کیونکہ وہ اسی غرض کے لیے دمشق و حمص کے درمیان مقیم تھے‘جب چھ مہینے گذر گئے تو دمشق والے ہرقل کی امداد سے مایوس ہو گئے اور ان میں مقابلہ کرنے کا جوش کم ہونے لگا تو سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے اس حالت سے بروقت مطلع ہو کر اور محاصرہ کو طول دینا مناسب نہ سمجھ کر ہر سمت کے سرداروں کو حکم دیا کہ کل شہر پر حملہ آوری شروع ہو گی۔

مسلمانوں کی اس جنگی تیاری اور حملہ آوری کا حال معلوم کر کے امراء دمشق کے ایک وفد نے باب توما کی جانب سے سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر امان طلب کی‘سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان کو امان نامہ لکھ دیا اور بلا مقابلہ شہر کے اندر داخل ہوئے‘خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو امان نامہ دمشق والوں کو لکھ کر دیا اس کا مضمون اس طرح تھا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دمشق والوں کو یہ رعایتیں دی ہیں کہ جب اسلامی لشکر دمشق میں داخل ہو گا تو دمشق والوں کو امان دی جائے گی‘ ان کی جان و مال اور گرجوں پر کوئی تصرف نہ کیا جائے گا‘ نہ شہر دمشق کی شہر پناہ منہدم کی جائے گی‘ نہ کسی مکان کو مسمار و منہدم کیا جائے گا‘ اسلامی لشکر کا کوئی شخص شہر والوں کے کسی مکان میں سکونت اختیار نہ کرے گا‘مسلمان اور ان کا خلیفہ بجز نیکی کے کوئی برا سلوک دمشق والوں سے نہ کریں گے جب تک کہ دمشق والے جزیہ ادا کرتے رہیں گے۔

ادھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ صلح نامہ کے ذریعہ شہر میں داخل ہوئے‘ٹھیک اسی وقت باقی ہر سہ جوانب سے اسلامی سردار سیڑھیاں لگا لگا کر اور دروازے توڑ توڑ کر قہر و غلبہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے‘وسط شہر میں سیدنا خالد رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی‘ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم نے شہر کو بزور شمشیر فتح کیا ہے‘سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے بمصالحت شہر پر قبضہ کیا ہے‘بعض روایات کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ بطریق ماہان نے خود امراء دمشق کو بھیج کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے عہد نامہ لکھوایا تھا‘ دراصل وہ مسلمانوں کے حملہ کی طاقت اور نتیجہ کو دیکھنا چاہتا تھا کہ اگر مسلمان اپنے متفقہ حملے اور پوری کوشش میں ناکام رہے اور بزور شمشیر دمشق میں داخل نہ ہو سکے تو آئندہ بھی مدافعت کو جاری رکھا جائے گا اور خالد رضی اللہ عنہ کے عہد نامہ کو کوئی وقعت نہ دی جائے گی‘لیکن اگر مسلمان اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئے اور زبردستی شہر میں داخل ہوئے تو اس عہد نامہ کے ذریعے اس برتاؤ سے محفوظ رہیں گے جو بزور شمشیر فتح کئے ہوئے شہر کے ساتھ آئین جنگ کے موافق کیا جاتا ہے۔

ادھر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بزور شمشیر شہر میں داخل ہوئے اور ادھر دمشق والوں نے خود دروازہ کھول کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو شہر کے اندر بلا لیا‘ بہر حال کوئی بات ہوئی‘ یہ ضرور ہوا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بذریعہ مصالحت داخل دمشق ہوئے اور ابوعبیدہ بن جراح بزور شمشیر۔

وسط شہر میں جب دونوں سردار ملاقاتی ہوئے تو یہ مسئلہ درپیش ہوا کہ دمشق بزور شمشیر مفتوح سمجھا جائے یا بمصالحت' بعض شخصوں نے کہا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چونکہ افواج اسلامی کے سپہ سالار اعظم نہ تھے' لہٰذا ان کا عہدنامہ جائز نہیں سمجھا جائے گا' ایسا عہدنامہ صرف ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لکھ سکتے تھے' سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں مسلمانوں کا کوئی ایک معمولی سپاہی بھی جو عہد و اقرار کرلے گا وہ تمام مسلمانوں کو تسلیم کرنا پڑے گا' لہٰذا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا عہدنامہ جائز سمجھا جائے گا' اس پر یہ رائے پیش کی گئی کہ وسط شہر باب توما تک نصف شہر بذریعہ مصالحت مفتوح سمجھا جائے گا اور نصف شہر بذریعہ شمشیر مسخر تصور کیا جائے گا' لیکن سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اسکو بھی پسند نہ فرمایا اور تمام شہر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے عہدنامہ کے موافق بمصالحت مفتوح سمجھا گیا اور ان تمام باتوں پر سختی سے عمل درآمد کیا گیا جن کی نسبت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدنامہ میں تصریح فرمادی تھی۔

ابن خلدون کی روایت کے موافق خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بزور شمشیر باب توما کی طرف سے داخل ہوئے تو شہر والوں نے باقی دروازوں کے سامنے والے سرداروں سے مصالحت کر کے ان کو بمصالحت شہر میں داخل کیا۔

بہر حال مسلمانوں نے دمشق والوں کے ساتھ مصالحانہ سلوک کیا اور شہر والوں کو کوئی آزار نہیں پہنچایا سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے یزید ابن ابی سفیان کو دمشق کا عامل مقرر کیا اور رومی سرداروں نیز سپاہیوں کو دمشق سے نکل کر جہاں ان کا جی چاہا چلے جانے دیا۔

جنگ فحل

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو دمشق میں ضروری جمعیت کے ساتھ چھوڑ کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح دمشق سے مقام فحل کی جانب بڑھے' جہاں ہرقل کا نامی سردار سقلا ر بن مخراق لاکھوں آدمیوں کا لشکر لیے ہوئے پڑا تھا' دمشق سے روانہ ہوتے وقت سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش کا' شرجیل بن حسنہ کو قلب کا' عمرو بن عاص کو میمنہ کا' ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو سواروں اور عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کو پیادوں کا افسر مقرر کیا اور خود میسرہ میں رہے۔

فحل کے قریب پہنچ کر اسلامی لشکر اپنے اپنے سرداروں کی ماتحتی میں مناسب موقعوں پر خیمہ زن ہوا' آدھی رات کے وقت رومیوں نے مسلمانوں کے قلب لشکر پر حملہ کیا' شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ مقابل ہوئے' لڑائی کا شور وغل سن کر تمام مسلمان سردار اپنا اپنا لشکر لے کر میدان میں آگئے' اور ہنگامہ زد و خورد پوری شدت اور تیزی سے گرم ہوا' یہ لڑائی کئی دن تک جاری رہی' جس طرح دن کو معرکہ کارزار گرم رہتا تھا اس طرح رات کو بھی جاری رہتا تھا' آخر رومی سردار سقلا ر میدان جنگ میں اسی ہزار رومیوں کو مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل کرا کر خود بھی مقتول ہوا' بقیۃ السیف نے راہ فرار اختیار کی اور مسلمانوں کے لیے بے شمار مال غنیمت چھوڑ گئے' فتح فحل کے بعد اسلامی لشکر بیسان کی جانب بڑھا۔

فتح بیسان

بیسان کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہاں بھی سخت مقابلہ کرنا پڑے گا' اسلامی لشکر نے شہر وقلعہ کا محاصرہ کرلیا' اسی حالت میں خبر پہنچی کہ ایک رومی سردار زبردست فوج لیے ہوئے دمشق کی جانب گیا ہے تا کہ اس کو مسلمانوں کے قبضے سے نکال لے' یہ خبر سن کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ

نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سواروں کا ایک دستہ دے کر دمشق کی جانب روانہ کیا' رومی سردار جب دمشق کے قریب پہنچا تو یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ عامل دمشق اس کے مقابلہ کو نکلے اور ہنگامہ جدال وقتال گرم ہوا' عین معرکہ جنگ میں رومیوں پر پیچھے سے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہنچ کر حملہ آور ہوئے اور اس رومی لشکر سے ایک شخص بھی بچ کر بھاگنے کا موقعہ نہ پاسکا' سب کے سب میدان جنگ میں کھیت رہے' سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہاں سے فارغ ہوتے ہی واپس ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔

بیسان والوں نے اول مسلمانوں کا مقابلہ کرنے اور حملہ آور ہونے میں کمی نہیں کی' لیکن بالآخر اپنے آپ کو اسلامی لشکر کے مقابلے کے قابل نہ پا کر صلح کی درخواست کی اور اسلامی سپہ سالار نے بخوشی اس درخواست کو منظور کر کے اہل بیسان پر جزیہ مقرر کر دیا اور ایک عامل وہاں مقرر فرما دیا' سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ابولاعور اسلمیٰ رضی اللہ عنہ کو ایک دستہ فوج دے کر طبریہ کی جانب روانہ کیا تھا' اہل طبریہ نے بیسان والوں کا انجام دیکھ کر ابوالاعور رضی اللہ عنہ کو بمصالحت شہر سپرد کر دیا۔

صیداء' عرقہ' جبیل' بیروت کی فتح

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے دمشق کے انتظامات پر قابو پا کر اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو ایک دستہ فوج دے کر عرقہ کی جانب روانہ کیا' انہوں نے عرقہ کو فتح کر لیا' پھر یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ صیدا و جبیل بیروت کی طرف متوجہ ہوئے اور معمولی زد وخورد کے بعد ان تمام مقامات پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا' اس طرح دمشق اور تمام علاقہ اردن مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

»حدثني عمر، عن علي بن محمد، بإسناده، عن النفر الذين ذكرت روايتهم عنهم في أول ذكري أمر أبي بكر، أنهم قالوا :قدم بوفاة أبي بكر إلى الشام شداد بن أوس بن ثابت الأنصاري ومحمية بن جزء، ويرفأ، فكتموا الخبر الناس حتى ظفر المسلمون- وكانوا باليا قوصه يقاتلون عدوهم من الروم، وذلك في رجب- فأخبروا أبا عبيدة بوفاة أبي بكر وولايته حرب الشام، وضم عمر إليه الأمراء، وعزل خالد بن الوليد.

فحدثنا ابن حميد، قال :حدثنا سلمة، عن ابن إسحاق، قال:

لما فرغ المسلمون من أجنادين ساروا إلى فحل من أرض الأردن، وقد اجتمعت فيها رافضة الروم، والمسلمون على أمرائهم وخالد على مقدمة الناس.

فلما نزلت الروم بيسان بثقوا أنهارها، وهي ارض صبخه، فكانت وحلا، ونزلوا فحلا- وبيسان بين فلسطين وبين الأردن- فلما غشيها المسلمون ولم «

يعلموا بما صنعت الروم، وحلت خيولهم، ولقوا فيها عناء، ثم سلمهم الله- وسميت بيسان ذات الردغة لما لقي المسلمون فيها- ثم نهضوا إلى الروم وهم بفحل، فاقتتلوا فهزمت الروم، ودخل المسلمون فحلا ولحقت رافضة الروم بدمشق، فكانت فحل في ذي القعدة سنة ثلاث عشرة، على ستة أشهر من خلافة عمر وأقام تلك الحجة للناس عبد الرحمن بن عوف.

ثم ساروا إلى دمشق وخالد على مقدمة الناس، وقد اجتمعت الروم إلى رجل منهم يقال له باهان بدمشق-

وقد كان عمر عزل خالد بن الوليد واستعمل أبا عبيدة على جميع الناس- فالتقى المسلمون والروم فيما حول دمشق، فاقتتلوا قتالا شديدا، ثم هزم الله الروم، وأصاب منهم المسلمون، ودخلت الروم دمشق، فغلقوا أبوابها وجثم المسلمون عليها فرابطوها حتى فتحت دمشق، وأعطوا الجزية، وقد قدم الكتاب على أبي عبيدة بإمارته وعزل خالد، فاستحيا أبو عبيدة أن يقرء خالدا الكتاب حتى فتحت دمشق، وجرى الصلح على يدى خالد، و كتب الكتاب باسمه فلما صالحت دمشق لحق باهان- صاحب الروم الذى قاتل المسلمين- بهرقل وكان فتح دمشق فى سنة أربع عشرة فى رجب، وأظهر أبو عبيدة إمارته وعزل خالد، وقد كان المسلمون، التقوا هم والروم ببلد يقال له عين فحل بين فلسطين والأردن، فاقتتلوا به قتالا شديدا، ثم لحقت الروم بدمشق.
وأما سيف- فيما ذكر السرى، عن شعيب، عنه، عن أبي عثمان، عن خالد وعبادة- فإنه ذكر فى خبره أن البريد قدم على المسلمين من المدينة بموت أبي بكر وتأمير أبي عبيدة، وهم باليرموك، وقد التحم القتال بينهم وبين الروم-

» تاریخ الطبر ی = تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبر ی « (3/434):

عراقی معرکہ

فتح یرموک کے بعد ملک شام میں مذکورہ بالا فتوحات مسلمانوں کو حاصل ہوچکیں تو انہوں نے اب حمص کی طرف جہاد قیصر ہرقل فروکش تھا بڑھنے کی تیاریاں کیں' اب ملک شام اور رومی لشکروں کے ساتھ مسلمانوں کی معرکہ آرائیوں کے حالات و واقعات بیان کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ملک عراق کے ان حالات اور واقعات کو بھی بیان کر دیا جائے جو خلافت فاروقی کی ابتداء سے لے کر اب تک وقوع پذیر ہوئے تھے' اگر ہم ملک شام کے واقعات کی سیر کرتے ہوئے دور تک آگے بڑھ گئے تو پھر ملک عراق کے حالات۔ بہت زیادہ پیچھے ہٹ کر شروع سے مطالعہ کرنے میں وہ لطف حاصل نہ ہو سکے گا جو شامی و عراقی معرکہ آرائیوں کی متوازی سیر اور تطابق زمانی کے صحیح تصور سے حاصل ہوسکتا ہے۔

ابوعبید بن مسعود کا پہلا کارنامہ

اوپر ذکر آچکا ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے پہلے ہی ہفتے میں مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ 'سعد بن عبید رضی اللہ عنہ' سلیط بن قیس اور ابوعبید بن مسعود رضی اللہ عنہ کو عراق کی جانب روانہ کر دیا تھا' مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے تو باقی مذکورہ سرداروں کے ساتھ ہی روانہ ہوئے تھے' لیکن ابوعبید بن مسعود رضی اللہ عنہ جو لشکر عراق کے سپہ سالار اعظم بنا کر بھیجے گئے تھے راستے کے عرب قبائل سے بھی لوگوں کو اپنے ہمراہ لیتے اور قیام کرتے ہوئے گئے' اس لیے وہ عراق میں مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ایک ماہ بعد پہنچے' مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حیرہ میں پہنچ کر دیکھا کہ ایرانیوں نے تمام رؤساء عراق کو مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ کر دیا ہے' ایران کے دربار مدائن میں خراسان کا گورنر رستم آ کر قابو یافتہ ہوگیا ہے' اس نے فوجی تنظیم اور انتظامی سررشتوں کو خوب مضبوط کر لینے کے علاوہ قبائل کو

مسلمانوں کے خلاف آمادہ کر لینے میں بھی کامیابی حاصل کر لی ہے سواد اور حیرہ کے مرزبان لڑائی کے لیے تلے ہوئے بیٹھے ہیں۔
مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے پر رستم نے ایک زبردست فوج مثنیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کو روانہ کی دوسری زبردست فوج شاہی خاندان کے ایک بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار نرسی کے ماتحت مقام کسکر کی جانب بھیجی اور تیسرا عظیم الشان لشکر جابان نامی سردار کے ماتحت نشیبی فرات کی سمت روانہ کیا' جس نے مقام نمارق میں آکر چھاؤنی ڈال دی۔
سیدنا مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے حیرہ سے نکل کر مقام خفان میں قیام کیا' اتنے میں ابوعبید بن مسعود پہنچ گئے انہوں نے تمام فوج کی سپہ سالاری اپنے ہاتھ میں لے کر مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سواروں کی سرداری سپرد کر کے مقام خفان ہی میں چھوڑا اور خود مقام نمارق میں جابان پر حملہ آور ہوئے' بڑی خون ریز جنگ ہوئی' آخر ابوعبید رضی اللہ عنہ نے بذات خود اللہ اکبر کہہ کر لشکر ایران پر نہایت سخت حملہ کیا اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر کے جمعیت کو منتشر کر دیا' مسلمانوں نے اپنے سپہ سالار کی اقتدا میں جی توڑ کر ایسے شیرانہ و جواں مردانہ حملے کئے کہ ایرانی میدان خالی چھوڑ کر بھاگ نکلے۔
ایرانی سپہ سالار جابان کو اسلامی لشکر کے ایک بہادر مطر بن فضہ ربیعی نے گرفتار کر لیا' جس کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ سپہ سالار ہے' جابان نے اس سے کہا کہ تم مجھ کو گرفتار کر کے کیا کرو گے' میں تم کو دو نہایت قیمتی غلام دوں گا' مجھ کو تم امان دے دو' مطر نے اس کو امان دے کر چھوڑ دیا' جب وہ چھوٹ کر چلا تو ایک اور شخص نے اس کو پہچان کر گرفتار کر لیا اور سیدنا ابوعبید بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لایا کہ ایرانی سپہ سالار ہے' اس نے دھوکہ دے کر امان حاصل کی تھی' سیدنا ابوعبید رضی اللہ عنہ نے مطر بن فضہ کو بلا کر پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں میں نے اس کو امان دی ہے' ابوعبید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب ایک مسلمان نے اس کو امان دے دی ہے تو اب اس کے خلاف عمل درآمد کرنا کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہو سکتا' یہ کہہ کر جابان کو بہ حفاظت میدان جنگ سے رخصت کر دیا' جابان وہاں سے روانہ ہو کر اپنی مفرور فوج سے جا ملا اور یہ تمام فراری مقام کسکر میں نرسی کے پاس پہنچے۔

فتح کسکر

نرسی پیشتر سے تیس ہزار فوج لیے ہوئے کسکر میں مقیم تھا' اب جابان اور اس کی ہزیمت خوردہ فوج بھی اس کے پاس آ گئی' دربار ایران کو جب جابان کی شکست کا حال معلوم ہوا تو رستم نے مدائن سے ایک عظیم الشان فوج جالینوس نامی سردار کی سرکردگی میں نرسی کی امداد کے لیے کسکر کی جانب روانہ کی' مگر سیدنا ابوعبید بن مسعود رضی اللہ عنہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے جالینوس کے پہنچنے سے پہلے ہی نشیبی کسکر کے مقام سقاطیہ میں نرسی کے ساتھ جنگ شروع کر دی' نرسی کے ساتھ شاہی خاندان کے دو اور ماتحت سردار تھے ان ایرانی شہزادوں نے قلب اور میمنہ و میسرہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر حملہ کیا' مسلمانوں کی فوج میں قلب لشکر کو سیدنا ابوعبید رضی اللہ عنہ لیے ہوئے تھے' سیدنا سعد بن عبید رضی اللہ عنہ میمنہ کے سردار تھے اور سیدنا سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ میسرہ کے' سیدنا مثنیٰ مقدمۃ الجیش کے افسر تھے۔
نہایت زور شور کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی' مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لڑائی طول کھینچ رہی ہے تو انہوں نے اپنے دستے کو جدا کر کے اور چار کوس کا چکر کاٹ کر ایرانی فوج کے عقب میں پہنچ کر حملہ کیا' نرسی نے اس غیر مترقبہ حملہ کو روکنے کے لیے اپنی فوج کے

ایک دستہ کو اس طرف متوجہ کیا' سیدنا سعد بن عبید رضی اللہ عنہ نے ایک زبردست حملہ کیا اور خاص نرسی کے سر پر جا پہنچے' ابوعبید رضی اللہ عنہ بھی صفوں کو چیرتے اور درہم برہم کرتے ہوئے ایرانی لشکر کے سمندر میں شناوری کرنے لگے' یہ حالت دیکھ کر مسلمانوں نے نعرہ تکبیر کے ساتھ ایک زبردست حملہ کیا کہ ایرانی میدان کو خالی کرنے لگے' نرسی سعد بن عبید رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں نہ جم سکا اور جان بچا کر پیچھے ہٹا' نرسی کے بھاگتے ہی تمام لشکر بھاگ پڑا۔

سیدنا مثنیٰ نے مفرورین کا تعاقب کیا اور باقی لشکر نے قیدیوں کو سنبھال کر ایرانیوں کے خیموں اور بازاروں پر قبضہ کیا' اس کے بعد ابوعبید رضی اللہ عنہ نے مثنیٰ رضی اللہ عنہ' عاصم رضی اللہ عنہ' اور سلیط رضی اللہ عنہ کو فوجی دستے دے کر ارد گرد کے ان مقامات کی طرف روانہ کیا جہاں ایرانی لشکر کے موجود ہونے کی خبر پہنچی تھی' ان سرداروں نے ہر جگہ فتح حاصل کر کے تمام علاقہ سواد کو تسخیر کر لیا۔

جنگ باقشیا

جالینوس کسکر تک نہ پہنچنے پایا تھا کہ نرسی کو شکست فاش حاصل ہوگئی' اس شکست کی خبر سن کر وہ باقشیا میں رک گیا' سیدنا ابوعبید رضی اللہ عنہ نے سقاطیہ اور کسکر سے روانہ ہو کر باقشیا میں جالینوس پر حملہ کیا' اور جالینوس تاب مقاومت نہ لا کر وہاں سے بھاگا اور مدائن میں جا کر دم لیا۔

ابوعبید بن مسعود رضی اللہ عنہ ثقفی کا آخری کارنامہ

جالینوس جب شکست کھا کر مدائن میں پہنچا' تو تمام دربار اور دارالسلطنت میں ہل چل مچ گئی' رستم نے جو سلطنت ایران کا مدار المہام تھا سر دربار اعلان کیا کہ کون سا بہادر ہے جو لشکر عرب کی پیش قدمی کو روک سکتا ہے اور اب تک کی ایرانی شکستوں کا انتقام لے سکتا ہے۔

سب نے بالا تفاق کہا کہ بہمن جادویہ کے سوا اور کوئی ایسا تجربہ کار اور بہادر سپہ سالار نظر نہیں آتا' چنانچہ بہمن جادویہ کو رستم نے تین ہزار فوج اور تین سو جنگی ہاتھی نیز ہر قسم کا سامان جنگ اور سامان رسد دے کر روانہ کیا اور اس کی کمک کے لیے جالینوس کو مقرر کر کے بہمن جادویہ سے کہا کہ اگر اب کی مرتبہ بھی جالینوس میدان سے بھاگا تو ضرور اس کی گردن اڑا دی جائے گی' بہمن جادویہ کو درفش کادیانی بھی دیا گیا' جس کی نسبت ایرانیوں کا عقیدہ تھا کہ جس فوج کے ساتھ یہ جھنڈا ہوتا ہے اس کو کبھی شکست نہیں ہوتی' بہمن جادویہ پورے ساز و سامان اور بڑے کروفر کے ساتھ مدائن سے روانہ ہوا۔

راستے میں جس قدر شہر' قصبے اور قریے آتے تھے' بہمن جادویہ ہر جگہ سے لوگوں کو عرب کے مقابلے پر آمادہ کر کے اپنے ساتھ لیتا جاتا تھا' یہاں تک کہ وہ دریائے فرات کے کنارے مقام قس ناطف میں آ کر مقیم ہوا۔

ادھر ابوعبیدہ بن مسعود اس لشکر عظیم کی آمد کا حال سن کر مقام کسکر سے روانہ ہوئے اور دریائے فرات کے اس کنارے پر مقام مروحہ میں مقیم ہوئے' چونکہ دریائے فرات بیچ میں حائل تھا لہٰذا دونوں لشکر چند روز تک خاموش پڑے رہے' بالآخر فریقین کی رضامندی سے دریائے فرات پر پل تیار کیا گیا' جب پل بن کر تیار ہوگیا تو بہمن جادویہ نے ابوعبیدہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم دریا کو عبور کر کے اس طرف آتے ہو یا ہم کو دریا کے اس طرف بلاتے ہو' اگرچہ دوسرے سرداروں کی رائے یہی تھی کہ اہل فارس کو دریا کے اس طرف بلانا چاہیے لیکن ابوعبید نے یہی پسند کیا کہ ہم دریا کے اس طرف جا کر ایرانیوں کا مقابلہ کریں' چنانچہ وہ اسلامی لشکر لے کر فرات کے اس طرف گئے وہاں ایرانی لشکر اور

دریائے فرات کے درمیان بہت ہی تھوڑا سا میدان تھا جو لشکر اسلام کے سے کھچا کھچ بھر گیا' بہر حال صفیں آراستہ کر کے فریقین نے میدان کارزار گرم کیا' بہمن جادویہ نے ہاتھیوں کی صف کو لشکر کے آگے رکھا' ان ہاتھیوں پر تیرانداز بیٹھے ہوئے تھے اور وہ لشکر اسلام پر تیراندازی کر رہے تھے' مسلمانوں کے گھوڑوں نے اس سے پیشتر کبھی ہاتھی نہ دیکھے تھے' لہٰذا جب مسلمان حملہ آور ہوتے ان کے گھوڑے ہاتھیوں کو دیکھ کر بدکتے اور بے قابو ہو کر ادھر ادھر بھاگتے' لڑائی کا یہ عنوان دیکھ کر ابوعبید نے حکم دیا کہ پیادہ ہو کر حملہ کرو' یہ حملہ بڑی جاں بازی و مردانگی کے ساتھ کیا گیا' لیکن ہاتھیوں نے جب اسلامی صفوف پر حملہ کرنا اور لوگوں کو کچلنا شروع کیا تو مسلمانوں کی صفیں درہم برہم ہونے لگیں' ابوعبید رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے لوگوں کو جرات دلائی اور کہا کہ ہاتھیوں کی سونڈوں کو تلوار سے کاٹو' یہ کہہ کر انہوں نے خود ہاتھیوں پر حملہ کیا اور یکے بعد دیگرے کئی ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹ کر ان کے اگلے پاؤں تلوار کی ضرب سے کاٹے' اور اس طرح ہاتھیوں کو گرا کر ان کے سواروں کو قتل کیا۔

اپنے سپہ سالاروں کی یہ بہادری دیکھ کر دوسروں کو بھی جرات ہوئی اور مسلمانوں نے ایرانی ہاتھیوں کے مقابلہ میں شیرانہ حملے کئے' عین اس حالت میں کہ معرکہ کارزار تیزی سے گرم تھا' سیدنا ابوعبیدہ بن مسعود سپہ سالار لشکر اسلام پر جنگی ہاتھی نے حملہ کیا' ابوعبید رضی اللہ عنہ نے نہایت چابک دستی سے تلوار کا وار کیا اور ہاتھی کی سونڈ کٹ کر الگ جا پڑی لیکن ہاتھی نے اسی حالت میں آگے بڑھ کر ان کو گرا دیا' اور سینے پر پاؤں رکھ دیا' جس سے ان کی پسلیاں چور چور ہو گئیں' ابوعبیدہ کی شہادت کے بعد ان کے بھائی حکم نے فوراً آگے بڑھ کر علم اپنے ہاتھ میں لیا لیکن وہ بھی ہاتھی پر حملہ آور ہو کر ابوعبیدہ کی طرح شہید ہوئے' ان کے بعد قبیلہ بنو ثقیف کے اور چھ آدمیوں نے یکے بعد دیگرے علم ہاتھ میں لیا اور جام شہادت نوش کیا' آٹھویں شخص جنہوں نے علم کو سنبھالا مثنیٰ بن حارثہ تھے انہوں نے علم ہاتھ میں لیتے ہی مدافعت اور استقامت میں جرات کا اظہار کیا' لیکن لوگ اپنے سات سرداروں کو یکے بعد دیگرے قتل ہوتے دیکھ اور ہاتھیوں کی حملہ آوری کی تاب نہ لا کر فرار پر آمادہ ہو چکے تھے ان بھاگنے والوں کو روکنے کے لیے عبداللہ بن مرثد ثقفی نے جا کر پل کے تختے توڑ دیئے اور رسے کاٹ دیئے اور کہا کہ لوگو! اب بھاگنے کا راستہ بھی بند ہو گیا' لہٰذا مرو جس طرح تمہارے بھائی اور تمہارے سردار شہید ہو چکے ہیں' پل کے ٹوٹنے سے یہ خرابی واقع ہوئی کہ لوگ دریا میں کودنے اور پانی میں غرق ہونے لگے' سیدنا مثنیٰ بچی کھچی فوج سمیٹ کر اور ابومحجن ثقفی وغیرہ سرداروں کو ہمراہ لے کر میدان میں ڈٹ کر کھڑے ہو گئے' ساتھ ہی پل کے تیار کرنے کا حکم دیا اور تمام لشکر میں اعلان کرایا کہ میں ایرانی لشکر کو آگے بڑھنے سے روکے ہوئے ہوں' اطمینان کے ساتھ پل کے راستے دریا کو عبور کرو' سیدنا مثنیٰ نے بڑی بہادری اور جاں بازی کے ساتھ ایرانیوں کے حملے کو روکا اور جب مسلمان دریا کے دوسری طرف عبور کر گئے تب سب سے آخر میں خود پل کے راستے اس طرف آئے۔

مسلمانوں کی تعداد نو ہزار تھی جس میں سے چار ہزار اور بروایت دیگر چھ ہزار شہید ہو گئے' سیدنا سلیط بن قیس' عقبہ وعبداللہ پسران قبطی بن قیس' عباد بن قیس بن السکن' ابوامیہ فزاری وغیرہ صحابی بھی انہیں شہداء میں شامل تھے' ایرانیوں کے بھی چھ ہزار آدمی مارے گئے' لیکن اب تک کی تمام لڑائیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کا اس لڑائی میں نسبتاً زیادہ نقصان ہوا تھا' اور اسی لڑائی میں ایسا اتفاق بھی ہوا کہ مسلمان ایرانیوں کے مقابلے سے فرار بھی ہوئے' لیکن ہر ایک شخص جو فرار کی عار گوارا کرنے پر مجبور ہوا مدت العمر ندامت وشرمندگی سے لوگوں کو اپنا منہ نہ

دکھانا چاہتا تھا، بہمن جادویہ کی اتنی ہمت نہ تھی کہ وہ فرات کو عبور کر کے مسلمانوں پر جو بہت ہی تھوڑے اور خستہ حالت میں رہ گئے تھے حملہ آور ہوتا، وہ وہیں سے مدائن کی جانب چل دیا، یہ لڑائی ماہ شعبان ۱۳ھ کو واقع ہوئی۔

»قد ذكرنا قدوم المثنى بن حارثة الشيباني من العراق على أبي بكر، ووصية أبي بكر عمر بالمبادرة إلى إرسال الجيوش معه. فلما أصبح عمر من الليلة التي مات فيها أبو بكر أول ما عمل أن ندب الناس مع المثنى بن حارثة الشيباني إلى أهل فارس، ثم بايع الناس، ثم ندب الناس وهو يبايعهم، ثلاثا، ولا ينتدب أحد إلى فارس، وكانوا أثقل الوجوه على المسلمين، وأكرههم إليهم لشدة سلطانهم وشوكتهم وقهرهم الأمم. فلما كان اليوم الرابع ندب الناس إلى العراق، فكان أول منتدب أبو عبيد بن مسعود الثقفي، وهو والد المختار، وسعد بن عبيد الأنصاري، وسليط بن قيس، وهو ممن شهد بدرا، وتتابع الناس.

وتكلم المثنى بن حارثة فقال: أيها الناس، لا يعظمن عليكم هذا الوجه، فإنا قد فتحنا ريف فارس، وغلبناهم على خير شقي السواد، ونلنا منهم، واجترأنا عليهم، ولنا إن شاء الله ما بعدها. فاجتمع الناس، فقيل لعمر: أمر عليهم رجلا من السابقين من المهاجرين أو الأنصار. قال: لا والله لا أفعل، إنما رفعهم الله - تعالى - بسبقهم ومسارعتهم إلى العدو، فإذا فعل فعلهم قوم وتثاقلوا كان الذين ينفرون خفافا وثقالا ويسبقون إلى الرفع أولى بالرئاسة منهم، والله لا أؤمر عليهم إلا أولهم انتدابا. ثم دعا أبا عبيد، وسعدا وسليطا، وقال لهما: لو سبقتماه لوليتكما، ولأدركتما بها إلى ما لكما من السابقة. فأمر أبا عبيد وقال له: اسمع من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأشركهم في الأمر، ولم يمنعني أن أؤمر سليطا إلا سرعته إلى الحرب، وفي التسرع إلى الحرب ضياع الأعراب، فإنه لا يصلحها إلا الرجل المكيث. وأوصاه بجنده. فكان بعث أبي عبيد أول جيش سيره عمر، ثم بعده سير يعلى بن منية إلى اليمن، وأمره بإجلاء أهل نجران بوصية رسول الله صلى الله عليه وسلم وأن لا يجتمع بجزيرة العرب دينان«

فسار أبو عبيد الثقفي، وسعد بن عبيد وسليط بن قيس الأنصاريان، والمثنى بن حارثة الشيباني أحد بني هند من المدينة، وأمر عمر المثنى بالتقدم إلى أن يقدم عليه أصحابه، وأمرهم باستنفار من حسن إسلامه من أهل الردة. ففعلوا ذلك، وسار المثنى فقدم الحيرة، وكانت الفرس تشاغلت عن المسلمين بموت شهريران حتى اصطلحوا على سابور بن شهريار بن أردشير، فثارت به آزرميدخت، فقتلته وقتلت الفرخزاد، وملكت بوران، وكانت عدلا بين الناس حتى يصطلحوا، فأرسلت إلى رستم بن الفرخزاد بالخبر وتحثه على السير، وكان على فرج خراسان، فأقبل لا يلقى جيشا لآزرميدخت إلا هزمه، حتى دخل المدائن، فاقتتلوا، وهزم سياوخش وحصره وآزرميدخت بالمدائن. ثم افتتحها رستم وقتل سياوخش وفقأ عين آزرميدخت، ونصب بوران على أن تملكه عشر سنين، ثم يكون الملك في آل كسرى إن وجدوا من غلمانهم أحدا، وإلا ففي نسائهم، ودعت مرازبة

فارس وأمرتهم أن يسمعوا له ويطيعوا، وتوجته. فدانت له فارس قبل قدوم أبي عبيد. وكان منجما حسن المعرفة به وبالحوادث. فقال له بعضهم: ما حملك على هذا الأمر وأنت ترى ما ترى؟ قال: حب الشرف والطمع.

ثم قدم المثنى إلى الحيرة في عشر، وقدم أبو عبيد بعده بشهر. فكتب رستم إلى الدهاقين أن يثوروا بالمسلمين، وبعث في كل رستاق رجلا يثور بأهله. فبعث جابان إلى فرات بادقلى، وبعث نرسى إلى كسكر ووعدهم يوما، وبعث جندا لمصادمة المثنى، وبلغ المثنى الخبر فحذر، وعجل جابان ونزل النمارق، وثاروا وتوالوا على الخروج، وخرج أهل الرساتيق من أعلى الفرات إلى أسفله، وخرج المثنى من الحيرة، فنزل خفان لئلا يؤتى من خلفه بشيء يكرهه، وأقام حتى قدم عليه أبو عبيد. فلما قدم لبث أياما يستريح هو وأصحابه، واجتمع إلى جابان بشر كثير، فنزل النمارق، وسار إليه أبو عبيد فجعل المثنى على الخيل، وكان على مجنبتي جابان جشنس ماه ومردانشاه، فاقتتلوا بالنمارق قتالا شديدا، فهزم الله أهل فارس وأسر جابان، أسره مطر بن فضة التيمي، وأسر مردانشاه، أسره أكتل بن شماخ العكلي فقتله.

وأما جابان فإنه خدع مطرا وقال له: هل لك أن تؤمنني وأعطيك غلامين أمردين خفيفين في عملك، وكذا وكذا؟ ففعل، فخلى عنه، فأخذه المسلمون وأتوا به أبا عبيد وأخبروه أنه جابان، وأشاروا عليه بقتله. فقال: إني أخاف الله أن أقتله وقد آمنه رجل مسلم، والمسلمون كالجسد الواحد، ما لزم بعضهم فقد لزم كلهم، وتركوه. وأرسل في طلب المنهزمين حتى أدخلوهم عسكر نرسى، وقتلوا منهم

ولحق المنهزمون نحو كسكر وبها نرسى، وهو ابن خالة الملك، وكان له النرسيان، وهو نوع من التمر يحميه، لا يأكله إلا ملك الفرس أو من أكرموه بشيء منه، ولا يغرسه غيرهم، واجتمع إلى النرسى الفالة، وهو في عسكره. فسار أبو عبيد إليهم من النمارق، وكان على مجنبتي نرسى بندويه وتيرويه ابنا بسطام خال الملك، ومعه أهل باروسما والزوابي. ولما بلغ الخبر بوران ورستم بهزيمة جابان بعثا الجالينوس إلى نرسى، فلحقه قبل الحرب، فعاجلهم أبو عبيد، فالتقوا أسفل من كسكر، بمكان يدعى السقاطية، فاقتتلوا قتالا شديدا ثم انهزمت فارس وهرب نرسى، وغلب المسلمون على عسكره وأرضه وجمعوا الغنائم، فرأى أبو عبيد من الأطعمة شيئا كثيرا، فنفله من حوله من العرب، وأخذوا النرسيان فأطعموه الفلاحين، وبعثوا بخمسه إلى عمر وكتبوا إليه: إن الله أطعمنا مطاعم كانت الأكاسرة تحميها، وأحببنا أن تروها، لتشكروا إنعام الله وإفضاله. وأقام أبو عبيد وبعث أبو عبيد المثنى إلى باروسما، وبعث والقا إلى الزوابي، وعاصما إلى نهر جوبر، فهزموا من كان تجمع، وأخرجوا وسبوا أهل زندورد وغيرها، وبذل لهم فروخ وفراونداد عن أهل باروسما والزوابي وكسكر -الجزاء معجلا، فأجابوا إلى ذلك وصاروا صلحا، وجاء فروخ وفراونداد إلى أبي عبيد بأنواع الطعام والأخصبة وغيرها، فقال: هل أكرمتم الجند بمثلها؟ فقالوا: لم يتيسر ونحن فاعلون. وكانوا يتربصون قدوم الجالينوس. فقال

أبو عبيد :لا حاجة لنا فيه، بئس المرء أبو عبيد إن صحب قوما من بلادهم استأثر عليهم بشيء، ولا الله لا آكل ما أتيتم به ولا مما أفاء الله إلا مثل ما يأكل أوساطهم. فلما هزم الجالينوس أتوه بالأطعمة أيضا، فقال :ما آكل هذا دون المسلمين. فقالوا له :ليس من أصحابك أحد إلا وقد أتى بمثل هذا، فأكل حينئذ

ولما بعث رستم الجالينوس أمره أن يبدأ بنرسى، ثم يقاتل أبا عبيد، فبادره أبو عبيد إلى نرسى فهزمه، وجاء الجالينوس فنزل بباقسياثا من باروسما، فسار إليه أبو عبيد وهو على تعبيته، فالتقوا بها، فهزمهم المسلمون وهرب الجالينوس، وغلب أبو عبيد على تلك البلاد، ثم ارتحل حتى قدم الحيرة، وكان عمر قد قال له :إنك تقدم على أرض المكر والخديعة والخيانة والجبرية، تقدم على قوم تجرءوا على الشر فعلموه، وتناسوا الخير فجهلوه، فانظر كيف تكون، واحرز لسانك، ولا تفشين سرك، فإن صاحب السر ما يضبطه متحصن لا يؤتى من وجه يكرهه، وإذا ضيعه كان بمضيعة

وبعث إليه بهمن جاذويه :إما أن تعبر إلينا وندعكم والعبور، وإما أن تدعونا نعبر إليكم. فنهاه الناس عن العبور، ونهاه سليط أيضا، فلج وترك الرأى وقال :لا يكونوا أجرأ على الموت منا. فعبر إليهم على جسر عقده ابن صلوبا للفريقين، وضاقت الأرض بأهلها واقتتلوا، فلما نظرت الخيول إلى الفيلة، والخيل عليها التجافيف، رأت شيئا منكرا لم تكن رأت مثله، فجعل المسلمون إذا حملوا عليهم لم تقدم عليهم خيولهم، وإذا حملت الفرس على المسلمين بالفيلة والجلاجل فرقت خيولهم وكراديسهم ورموهم بالنشاب. واشتد الأمر بالمسلمين، فترجل أبو عبيد والناس، ثم مشوا إليهم ثم صافحوهم بالسيوف، فجعلت الفيلة لا تحمل على جماعة إلا دفعتهم، فنادى أبو عبيد :احتوشوا الفيلة واقطعوا بطانها واقلبوا عنها أهلها، ووثب هو على الفيل الأبيض فقطع بطانه ووقع الذين عليه، وفعل القوم مثل ذلك، فما تركوا فيلا إلا حطوا رحله وقتلوا أصحابه. وأهوى الفيل لأبي عبيد، فضربه أبو عبيد بالسيف، وخبطه الفيل بيده فوقع، فوطئه الفيل وقام عليه. فلما بصر به الناس تحت الفيل خشعت أنفس بعضهم، ثم أخذ اللواء الذى كان أمره بعده، فقاتل حتى تنحى عن أبي عبيد، فأخذه المسلمون فأحرزوه، ثم قتل الفيل الأمير الذى بعد أبي عبيد، وتتابع سبعة أنفس من ثقيف، كلهم يأخذ اللواء ويقاتل حتى يموت، ثم أخذ اللواء المثنى، فهرب عنه الناس، فلما رأى عبد الله بن مرثد الثقفى ما لقى أبو عبيد وخلفاؤه، وما يصنع الناس بادرهم إلى الجسر فقطعه وقال :يا أيها الناس، موتوا على ما مات عليه أمراؤكم أو تظفروا! وحاز المشركون المسلمين إلى الجسر، فتواثب بعضهم إلى الفرات فغرق من لم يصبر، وأسرعوا فيمن صبر. وحمى المثنى وفرسان من المسلمين الناس وقال :إنا دونكم فاعبروا على هينتكم، ولا تدهشوا، ولا تغرقوا انفوسكم. وقاتل عروة بن زيد الخيل قتالا شديدا وأبو محجن الثقفى، وقاتل أبو زبيد الطائى حمية للعربية، وكان نصرانيا قدم الحيرة لبعض أمره، ونادى المثنى :من عبر نجا. فجاء العلوج فعقدوا الجسر وعبر الناس.

وكان آخر من قتل عند الجسر سليط بن قيس، وعبر المثنى وحمى جانبه. فلما عبر ارفض عنه أهل المدينة وبقي المثنى في قلة. وكان قد جرح وأثبت فيه حلق من درعه.

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (273/2):

جنگ بویب

سیدنا فاروق اعظم کو جب ابوعبیدہ بن مسعود ثقفی کی شہادت، اور مسلمانوں کے نقصان عظیم کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے خاص اہتمام کے ساتھ ایرانیوں کے مقابلہ کی تیاریاں شروع کیں، قبائل کی طرف قاصد بھیجے اور لوگوں کو لڑائی کے لیے ترغیب دی، چنانچہ متعدد قبائل فاروق اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مدینہ منورہ سے مثنی بن حارثہ کی امداد کے لیے عراق کی طرف روانہ کئے گئے، سیدنا مثنی نے بھی عراق عرب میں فوجی بھرتی جاری کر کے ایک نئی فوج عراق عرب کی مرتب فرمائی تھی۔

ان تیاریوں کا حال دوبارہ ایران کو معلوم ہوا تو وہاں سے رستم (ایران کا وزیراعظم اور وزیر جنگ) نے مہران ہمدانی کو سالار جنگ بنا کر بارہ ہزار انتخابی فوج کے ساتھ روانہ کیا، مہران کے انتخاب کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس نے ملک عرب میں تربیت و پرورش پائی تھی، اور وہ اہل عرب کی اور عربی لشکر کی صحیح قوت کا اندازہ کرسکتا تھا، سیدنا مثنی نے مہران ہمدانی کی روانگی کا حال سن کر اپنی تمام افواج کو دریائے فرات کے کنارے مقام بویب میں مجتمع کیا، مہران بھی بویب کے بالمقابل فرات کے دوسرے کنارے پہنچ کر خیمہ زن ہوا اور مثنی کے پاس پیغام بھیجا کہ تم خود دریائے فرات کو عبور کر کے اس طرف آؤ یا ہم کو دریائے فرات کے عبور کرنے کا موقع دو کہ ہم اس طرف آ کر صفوف آراستہ کریں، سیدنا مثنی چوں کہ گذشتہ جنگ میں دریا کے عبور کرنے کا تلخ تجربہ دیکھ چکے تھے، لہٰذا انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ تم ہی فرات کو عبور کر کے اس طرف آجاؤ، چنانچہ مہران اپنی تمام ایرانی افواج اور جنگی ہاتھیوں کو لے کر دریا کے اس طرح آیا، اور سب سے آگے پیادوں کو رکھ کر ان کے پیچھے ہاتھیوں کی صفوں کو کھڑا کیا، جن پر تیرانداز سوار تھے، داہنے بائیں سواروں کے دستے تھے۔

ادھر سے اسلامی فوج بھی مقابلہ کے لیے صف بستہ ہو کر تیار ہوگئی، ایرانیوں نے حملہ کیا، مسلمانوں نے ان کا بڑی پامردی و جواں مردی کے ساتھ مقابلہ کیا، طرفین سے خوب خوب داد شجاعت دی گئی، بالآخر لشکر ایران کو مسلمانوں کے مقابلہ میں شکست حاصل ہوئی، جب ایرانیوں کو بھاگتے ہوتے دیکھا تو مثنی بن حارثہ سپہ سالار اسلام نے دوڑ کر پل کو توڑ دیا تا کہ ایرانی بہ آسانی دریا کو عبور کر کے نہ بھاگ سکیں، نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ایرانی قتل اور بہت سے غرق دریا ہوئے، مہران ھمدانی میدان جنگ میں مارا گیا، ایرانی لشکر کے قریباً ایک لاکھ آدمی (بروایت ابن خلدون) اس لڑائی میں مقتول ہوئے، اور مسلمانوں کے لشکر سے صرف سو آدمی شہید ہوئے، ایرانی لشکر سے جو لوگ بچ کر بھاگے ان کا تعاقب مسلمانوں نے مقام ساباط تک کیا۔ اس لڑائی کے بعد سواد سے دجلہ تک کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آگیا، یہ لڑائی ماہ رمضان ۱۳ھ میں ہوئی۔

بویب کی شکست

مہران کے قتل اور لشکر عظیم کی بربادی کا حال معلوم صرف دربار ایران بلکہ تمام ملک ایران میں کہرام برپا ہوگیا، لڑائی کے لکھ کر بھیجا گیا کہ فوراً

مدینہ کی طرف آؤ' چنانچہ سیدنا سعد چند روز کے بعد فاروق اعظم کی خدمت میں پہنچے لشکر مقام ضرار میں مقیم رہا۔
سیدنا فاروق اعظم نے سیدنا سعد بن ابی وقاص کو مناسب ہدایات کیں اور ہر ایک چھوٹے بڑے واقعہ سے اطلاع دیتے رہنے کی تاکید کر کے اور سپہ سالار افواج بنا کر روانہ کیا' سعد بن ابی وقاص چار ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے اور اٹھارہ منزلیں طے کر کے مقام ثعلبہ میں پہنچ کر مقیم ہوئے' سیدنا سعد کی روانگی کے بعد ہی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دو ہزار یمانی اور دو ہزار نجدی بہادروں کا لشکر سعد رضی اللہ عنہ کی کمک کے لیے روانہ فرمایا' جو سعد بن ابی وقاص سے آملے مثنی بن حارثہ موضع ذی قار میں سیدنا سعد بن ابی وقاص کی آمد کے منتظر آٹھ ہزار آدمیوں کا لشکر لیے ہوئے پڑے تھے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر فرات کی طرف بڑھیں۔
سیدنا مثنی بن حارثہ رضی اللہ عنہ واقعہ جسر میں زخمی ہو گئے تھے' ان کے زخموں کی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی بالآخر جب کہ سیدنا سعد بن ابی وقاص مقام ثعلبہ میں جا کر فروکش ہوئے ہیں تو وہاں خبر پہنچی کہ سیدنا مثنی بن حارثہ نے انتقال فرمایا۔

» كتب إلى السري، عن شعيب، عن سيف، عن محمد وطلحة وزياد بإسنادهم، قالوا: وبعث المثنى بعد الجسر فيمن يليه من الممدين «فتوافوا إليه في جمع عظيم، وبلغ رستم والفيرزان ذلك، وأتتهم العيون به وبما ينتظرون من الأمداد، واجتمعا على أن يبعثا مهران الهمذاني، حتى يريا من رأيهما، فخرج مهران في الخيول وأمراه بالحيرة، وبلغ المثنى الخبر وهو معسكر بمرج السباخ بين القادسية وخفان في الذين أمدوه من العرب عن خبر بشير وكنانة- وبشير يومئذ بالحيرة- فاستبطن فرات بادقلي، وأرسل إلى جرير ومن معه: إنا جاءنا أمر لم نستطع معه المقام حتى تقدموا علينا، فعجلوا اللحاق بنا، وموعدكم البويب. وكان جرير ممداله، وكتب إلى عصمة ومن معه، وكان ممداله بمثل ذلك، وإلى كل قائد أظله بمثل ذلك، وقال: خذوا على الجوف، فسلكوا القادسية والجوف، وسلك المثنى وسط السواد، فطلع على النهرين ثم على الخورنق، وطلع عصمة على النجف، ومن سلك معه طريقه، وطلع جرير على الجوف ومن سلك معه طريقه، فانتهوا إلى المثنى، وهو على البويب، ومهران من وراء الفرات بإزائه، فاجتمع عسكر المسلمين على البويب مما يلي موضع الكوفة اليوم، وعليهم المثنى وهم بإزاء مهران وعسكره فقال المثنى لرجل من اهل السواد: ما يقال للرقعة للتي فيها مهران وعسكره؟ قال: بسوسيا فقال: أكدى مهران وهلك! نزل منزلا هو البسوس، وأقام بمكانه حتى كاتبه مهران: إما أن تعبروا إلينا، وإما أن نعبر إليكم، فقال المثنى: اعبروا، فعبر مهران، فنزل على شاطئ الفرات معهم في الملطاط، فقال المثنى لذلك الرجل: ما يقال لهذه الرقعة التي نزلها مهران وعسكره؟ قال: شوميا- وذلك في رمضان- فنادى في الناس: انهدوا لعدوكم، فتناهدوا، وقد كان المثنى عبى جيشه، فجعل على مجنبتيه مذعورا والنسير، وعلى المجردة عاصما، وعلى الطلائع عصمة، واصطف الفريقان، وقام المثنى فيهم خطيبا، فقال: إنكم صوام، والصوم مرقة ومضعفة، وإني أرى من الرأي أن تفطروا ثم تقووا بالطعام على قتال عدوكم قالوا: نعم، فأفطروا، فأبصر رجلا يستوفز ويستنتل من الصف، فقال: ما بال هذا؟ قالوا: هو ممن فر

من الزحف يوم الجسر، وهو يريد ان يستقبل، فقرعه بالرمح، وقال: لا ابالك! الزم موقفك، فإذا أتاك قرنك فأغنه عن صاحبك ولا تستقتل، قال: إني بذلك لجدير، فاستقر ولزم الصف

تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبری «(3/460):

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ملک عراق میں

سیدنا مثنیٰ بن حارثہ نے فوت ہوتے وقت اپنی جگہ سیدنا بشیر بن خصاصیہ کو اپنی فوج کا سردار تجویز فرمادیا تھا' اس وقت آٹھ ہزار فوج سیدنا مثنیٰ کے پاس موجود تھی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص کے لیے راستہ اور راستے کی منزلیں بھی خود مقرر فرمادی تھیں اور روزانہ ہدایات بھیجتے رہتے اور لشکر اسلام کی خبریں منگاتے رہتے تھے' جب سیدنا سعد بن ابی وقاص مقام ثعلبہ سے مقام سیراف کی جانب روانہ ہوئے تو راستے میں قبیلہ بنی اسد کے تین ہزار جوان جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم نامہ کے موافق سر راہ گذر منتظر تھے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی فوج میں شریک ہوگئے' مقام سیراف میں پہنچے تو یہاں اشعث بن قیس حکم فاروق کے موافق اپنے قبیلہ کے دو ہزار غازیوں کو لے کر حاضر اور لشکر سعد میں شامل ہوئے' اسی جگہ سیدنا مثنیٰ کے بھائی معنیٰ بن حارثہ شیبانی سیدنا سعد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ تمام ضروری ہدایتیں جو سیدنا مثنیٰ نے فوت ہوتے وقت فوج اور دشمن کی جنگ کے متعلق بیان فرمائی تھیں بیان کیں' اسی جگہ وہ آٹھ ہزار کا لشکر بھی جو سیدنا مثنیٰ کے پاس تھا لشکر سعد میں آ کر شامل ہوگیا' سیدنا سعد بن ابی وقاص نے اس جگہ لشکر اسلام کا جائزہ لیا' تو بیس اور تیس ہزار کے درمیان تعداد تھی' جس میں تین سو صحابی ایسے تھے جو بیعت الرضوان میں موجود تھے اور ستر صحابی ایسے تھے جو غزوہ بدر میں شریک تھے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص ابھی مقام سیراف میں مقیم تھے کہ فاروق اعظم کا پیغام ان کے نام پہنچا کہ قادسیہ کی طرف بڑھو اور قادسیہ میں پہنچ کر اپنے مورچے ایسے مقام پر قائم کرو کہ تمہارے سامنے فارس کی زمین ہو اور تمہارے پیچھے عرب کے پہاڑ ہوں' اگر اللہ تعالیٰ تم کو فتح نصیب کرے تو جس قدر چاہو بڑھتے چلے جاؤ لیکن خدانخواستہ معاملہ برعکس ہو تو پہاڑ پر آ کر ٹھہرو اور پھر خوب چوکس ہو کر حملہ کرو' سیدنا سعد نے اس حکم کے موافق مقام سیراف سے کوچ کیا اور سیدنا زبیر بن عبداللہ بن قتادہ کو مقدمۃ الجیش کا' عبداللہ بن المعتصم کو میمنہ کا' شرجیل بن السمط کندی کو میسرہ کا' عاصم بن عمر تمیمی کو ساقہ کا سردار مقرر کیا' لشکر سعد میں سیدنا سلمان فارسی سامان رسد کے افسر اعلیٰ تھے' عبدالرحمن بن ربیعہ باہلی قاضی وخزانچی تھے' ہلال ہجری مترجم اور زیاد بن ابی سفیان کاتب یا سکریٹری تھے' سیدنا سعد اپنا لشکر لیے ہوئے مقام سیراف سے قادسیہ کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں مقام عذیب آیا جہاں ایرانیوں کا میگزین تھا' اس پر قبضہ کرتے ہوئے قادسیہ پہنچے' قادسیہ پہنچ کر لشکر فارس کے انتظار میں قریباً دو ماہ کا انتظار کرنا پڑا' اس زمانہ میں لشکر اسلام کو جب سامان رسد کی ضرورت ہوتی تو ایرانی علاقوں پر مختلف دستے چھاپے مارتے اور ضروری سامان حاصل کرتے۔

»ثم بعث أمير المؤمنين عمر بن الخطاب سعد بن أبي وقاص الزهري أحد العشرة في ستة آلاف أميرا على العراق، وكتب إلى جرير بن عبد الله والمثنى بن حارثة أن يكونا تبعا له، وأن يسمعا له ويطيعا، فلما وصل إلى

العراق كانا معه، وكانا قد تنازعا الإمرة، فالمثنى يقول لجرير: إنما بعثك أمير المؤمنين مددا لي. ويقول جرير: إنما بعثني أميرا عليك. فلما قدم سعد على إمرة العراق انقطع نزاعهما. قال ابن إسحاق: وتوفي المثنى بن حارثة في هذه السنة. كذا قال ابن إسحاق«

»البدایۃ والنہایۃ« (9/599):

مدائن سے رستم کی روانگی

دارالسلطنت ایران میں پیہم خبریں پہنچنی شروع ہوئیں کہ قادسیہ میں عربی لشکر کا قیام ہے اور فرات وغیرہ کا درمیانی علاقہ عربوں نے لوٹ کر ویران کر دیا ہے' قادسیہ کے متصلہ علاقوں کے لوگ دربار میں شاکی بن کر پہنچنے شروع ہوئے کہ جلد کچھ تدارک ہونا چاہیے ورنہ ہم سب مجبوراً عربوں کی فرماں برداری اختیار کر لیں گے' دربار ایران میں رستم بہت عقلمند اور تجربہ کار شخص تھا' اس کی رائے آخر تک یہی رہی کہ عربوں کو ان کے حال پر آزاد چھوڑ دیا جائے اور جہاں تک ممکن ہو جنگ و پیکار کے مواقع کو ٹال دیا جائے' لیکن یزدجرد شہنشاہ ایران نے ان خبروں کو سن کر رستم اپنے وزیر جنگ کو طلب کیا اور حکم دیا تو خود لشکر عظیم لے کر قادسیہ کی طرف روانہ ہو اور عربوں کے روز روز کے جھگڑے کو پورے طور پر ختم کر دے' رستم چاہتا تھا کہ یکے بعد دیگرے دوسرے سرداروں کو روانہ کرے اور مسلسل طور پر لڑائی کے سلسلے کو جاری رکھے لیکن یزدجرد کے اصرار پر مجبوراً رستم کو مدائن سے روانہ ہونا پڑا۔

رستم نے مدائن سے روانہ ہو کر مقام ساباط میں قیام کیا اور ملک کے ہر حصہ سے افواج آ آ کر اس کے گرد جمع ہونی شروع ہوئی' یہاں تک کہ ڈیڑھ لاکھ ایرانی لشکر ساباط میں رستم کے گرد جمع ہو گیا' جو ہر طرح سامان حرب سے مسلح اور لڑائی کے جوش و شوق میں ڈوبا ہوا تھا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں ایرانیوں کی جنگی تیاریوں اور نقل و حرکت کے حالات بھیجے' فاروق اعظم نے سیدنا سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ تم ایرانیوں کی کثرت افواج اور ساز و سامان کی فراوانی دیکھ کر مطلق خائف و مضطرب نہ ہونا' بلکہ خدائے تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور خدائے تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرتے رہو اور قبل از جنگ چند آدمیوں کی ایک سفارت یزدجرد شاہ ایران کے پاس بھیجو تاکہ وہ دربار ایران میں جا کر دعوت اسلام کے فرض سے سبکدوش ہوں' تاکہ شاہ فارس اگر دعوت اسلام کو قبول نہ کرے تو اس انکار کا وبال بھی اس پر پڑے' اس حکم کے پہنچنے پر سیدنا سعد بن ابی وقاص نے لشکر اسلام سے سمجھ دار خوش گفتار' وجیہ' بہادر اور ذی حوصلہ افراد کو منتخب کر کے قادسیہ سے مدائن کی جانب روانہ کیا۔

اسلامی سفارت

اس سفارت میں جو قادسیہ سے مدائن کی جانب روانہ ہوئے مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے' نعمان بن مقرن' قیس بن زرارہ' اشعث بن قیس' فرات بن حیان' عاصم بن عمرو' عمرو بن معدیکرب' مغیرہ بن شعبہ' معنی بن حارثہ' عطارد بن حاجب' بشیر بن ابی رہم' حنظلہ بن الربیع' عدی بن سہیل رضی اللہ عنھم۔

یہ تمام حضرات اپنے عربی گھوڑوں پر سوار راستے میں رستم کے لشکر کو چھوڑتے ہوئے سیدھے مدائن پہنچے' وہاں یزدجرد نے ان سفیروں کے

آنے کی خبر سن کر دربار کو خوب آراستہ کیا' جب یہ اسلامی سفراء دربار میں اپنی سادہ وسپاہیانہ وضع کے ساتھ داخل ہوئے تو تمام درباران کو دیکھ کر حیران رہ گیا' اول یزدجرد نے ان سے معمولی سوالات کیئے اور ان کے باصواب جواب پا کر اس نے دریافت کیا کہ تم لوگوں کو ہمارے مقابلہ کی جرات کیسے ہوئی اور تم کس طرح یہ بات بھول گئے کہ تمہاری قوم دنیا میں ذلیل واحمق سمجھی جاتی ہے' کیا تم اس بات کو بھی بھول گئے ہو کہ جب کبھی تم لوگوں سے کوئی سرکشی یا بغاوت دیکھی جاتی تھی تو ہم اپنی سرحد کے عاملوں اور صوبیداروں کو حکم دے دیا کرتے تھے کہ تم کو سیدھا کردیں' چنانچہ وہ تم کو ٹھیک بنادیا کرتے تھے۔

یہ سن کر سیدنا نعمان بن مقرن نے جواب دیا کہ ہم دنیا سے بت پرستی اور شرک مٹانے کی کوشش کرتے اور تمام دنیا کے سامنے اسلام پیش کرتے ہیں کہ اسلام ہی کے ذریعہ انسان سعادت انسانی حاصل کرسکتا ہے' اگر کوئی شخص اسلام کو قبول نہیں کرتا تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی حفاظت وسرپرستی میں سپرد کردے اور جزیہ ادا کرے' لیکن اگر وہ اسلام اور ادائے جزیہ دونوں باتوں سے انکار کرتا ہے تو اس کے اور ہمارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی۔

قیس بن زرارہ کی تقریر

یزدجرد اس گفتگو کو سن کر برافروختہ ہوا' لیکن ضبط کرکے بولا کہ تم لوگ محض وحشی اور جنگلی لوگ ہو' تمہاری تعداد بھی کم ہے' تم ہمارے ملک کے کسی حصہ کی طمع نہ کرو' ہم تم پر اس قدر احسان کرسکتے ہیں کہ تم کو کھانے کے لیے غلہ اور پہننے کے لیے کپڑا دے دیں' اور تمہارے اوپر کوئی ایسا حاکم مقرر کردیں' جو تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے' اس بات کو سن کر سیدنا قیس بن زرارہ فوراً آگے بڑھے اور کہا کہ یہ لوگ جو تمہارے سامنے موجود ہیں' رؤساء وشرفاء عرب ہیں اور شرفائے عرب ایسی لغو باتوں کا جواب دینے سے شرم کرتے ہیں' میں تمہاری باتوں کا جواب دیتا ہوں اور یہ سب میری باتوں کی تصدیق کرتے جائیں گے' سنو! تم نے جو عرب کی حالت اور اہل عرب کی کیفیت بیان کی' درحقیقت ہم اس سے بھی بہ درجہا زیادہ خراب وناقص حالت میں تھے' لیکن خدائے تعالیٰ نے ہم پر بڑا فضل واحسان کیا کہ ہماری ہدایت کے لیے نبی بھیجا جس نے ہم کو صراط مستقیم کی ہدایت کی اور حق وصداقت کے دشمنوں کو مغلوب وذلیل کیا اور دنیا میں فتوحات حاصل ہونے کا ہم کو وعدہ دیا' پس تمہارے لیے اب مناسب یہی ہے کہ تم ہم کو جزیہ دینا منظور کرو یا اسلام قبول کرو' ورنہ ہمارے تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کردے گی۔

یزدجرد اس کلام کو سن کر آپے سے باہر ہوگیا' اس نے کہا اگر سفیروں کا قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تم کو ضرور قتل کردیتا' پھر اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ ایک مٹی کی ٹوکری بھر کر لاؤ اور جو شخص ان میں سردار ہے اس کے سر پر رکھ دو اور اسی حالت میں اس کو مدائن سے باہر نکال دو' پھر بولا کہ رستم بہت جلد تم سب کو قادسیہ کی خندق میں دفن کردے گا' اتنے میں مٹی کی ٹوکری آگئی' سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ نے فوراً اٹھ کر وہ ٹوکری اپنے کاندھے پر اٹھالی اور کہا کہ میں اس وفد کا سردار ہوں' یہ سب حضرات یزدجرد کے دربار سے نکلے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہوکر مٹی کی وہ ٹوکری لیے ہوئے سیدنا سعد بن ابی وقاص کے پاس پہنچے اور کہا کہ ملک ایران کی فتح مبارک ہو' خدائے تعالیٰ نے ان کے ملک کی مٹی ہم کو عطا کی ہے' سیدنا سعد بن ابی وقاص بھی اس تفاول (یعنی نیک فال لینا) سے بہت ہی خوش ہوئے۔

»فأرسل سعد نفرا، منهم :النعمان بن مقرن، وبسر بن أبي رهم، وحملة بن حوية، وحنظلة بن الربيع، وفرات بن

حيان، وعدى بن سهيل، وعطارد بن حاجب، والمغيرة بن زرارة بن النباش الأسدى، والأشعث بن قيس، والحارث بن حسان، وعاصم بن عمرو، وعمرو بن معدى كرب، والمغيرة بن شعبة، والمعنى بن حارثة - إلى يزدجرد دعاة. فخرجوا من العسكر فقدموا على يزدجرد. وطووا رستم واستأذنوا على يزدجرد فحبسوا، وأحضر وزراءه ورستم معهم، واستشارهم فيما يصنع ويقوله لهم. واجتمع الناس ينظرون إليهم وتحتهم خيول كلها صهال، وعليهم البرود وبأيديهم السياط. فأذن لهم، وأحضر الترجمان وقال له: سلهم ما جاء بكم وما دعاكم إلى غزونا والولوع ببلادنا؟ أمن أجل أننا تشاغلنا عنكم اجترأتم علينا؟ فقال النعمان بن مقرن لأصحابه: إن شئتم تكلمت عنكم، ومن شاء آثرته. فقالوا: بل تكلم. فقال: إن الله رحمنا فأرسل إلينا رسولا يأمرنا بالخير وينهانا عن الشر، ووعدنا على إجابته خير الدنيا والآخرة. فلم يدع قبيلة إلا وقاربه منها فرقة وتباعد عنه بها فرقة. ثم أمر أن ينبذ إلى من خالفه من العرب، فبدأ بهم، فدخلوا معه على وجهين: مكره عليه فاغتبط، وطائع أتاه فازداد. فعرفنا جميعا فضل ما جاء به على الذى كنا عليه من العداوة والضيق، ثم أمرنا أن نبدأ بمن يلينا من الأمم فندعوهم إلى الإنصاف، فنحن ندعوكم إلى ديننا، وهو دين حسن الحسن وقبح القبيح كله. فإن أبيتم فأمر من الشر هو أهون من آخر شر منه: الجزية. فإن أبيتم فالمناجزة. فإن أجبتم إلى ديننا خلفنا فيكم كتاب الله، وأقمنا على أن تحكموا بأحكامه، ونرجع عنكم وشأنكم وبلادكم، وإن بذلتم الجزاء قبلنا ومنعناكم، وإلا قاتلناكم. فتكلم يزدجرد فقال: إنى لا أعلم فى الأرض أمة أشقى ولا أقل عددا ولا أسوأ ذات بين منكم، قد كنا نوكل بكم قرى الضواحى فيكفوننا أمركم، ولا تطمعوا أن تقوموا لفارس. فإن كان غرر لحقكم فلا يغرنكم منا، وإن كان الجهد فرضنا لكم قوتا إلى خصبكم، وأكرمنا وجوهكم وكسوناكم، وملكنا عليكم ملكا يرفق بكم. فأسكت القوم، فقام المغيرة بن زرارة فقال: أيها الملك، إن هؤلاء رءوس العرب ووجوههم، وهم أشراف يستحيون من الأشراف، وإنما يكرم الأشراف ويعظم حقهم الأشراف، وليس كل ما أرسلوا به قالوه، ولا كل ما تكلمت به أجابوك عليه، فجاوبنى لأكون الذى أبلغك وهم يشهدون على ذلك لى. فأما ما ذكرت من سوء الحال فهى على ما وصفت وأشد. ثم ذكر من سوء عيش العرب وإرسال الله النبى صلى الله عليه وسلم إليهم نحو قول النعمان، وقتال من خالفهم أو الجزية. ثم قال له: اختر إن شئت الجزية عن يد وأنت صاغر، وإن شئت فالسيف، أو تسلم فتنجى نفسك. فقال: لولا أن الرسل لا تقتل لقتلتكم! لا شىء لكم عندى. ثم استدعى بوقر من تراب فقال: احملوه على أشراف هؤلاء، ثم سوقوه حتى يخرج من باب المدائن، ارجعوا إلى صاحبكم فأعلموه أنى مرسل إليه رستم حتى يدفنه ويدفنكم معه فى خندق القادسية، ثم أورده بلادكم حتى أشغلكم بأنفسكم بأشد مما نالكم من سابور. فقام عاصم بن عمرو ليأخذ التراب وقال: أنا أشرفهم، أنا سيد هؤلاء. فحمله على عنقه وخرج إلى راحلته فركبها، وأخذ التراب وقال لسعد: أبشر فوالله لقد أعطانا الله أقاليد ملكهم

»الکامل فی التاریخ-ت تدمری« (292/2):

ان سفراء کی واپسی کے بعد دربار ایران سے رستم کے پاس ساباط میں تازہ احکام پہنچے اور کمکی سردار بھی روانہ کیے گئے' ساٹھ ہزار فوج کا بڑا حصہ خاص رستم کے زیر کمان تھا' مقدمۃ الجیش کا سردار جالینوس تھا' جس کے ہمراہ چالیس ہزار کا لشکر تھا' بیس ہزار فوج ساقہ میں تھی' میمنہ پر تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ ہرمزان' اور میسرہ پر تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مہران بن بہرام رازی تھا' اس طرح کل ایرانی لشکر کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار تک پہنچ گئی' اس کے علاوہ ایک سو جنگی ہاتھی قلب میں رستم کے ساتھ تھے' پچھتر ہاتھی میمنہ میں اور پچھتر میسرہ میں' بیس ہاتھی مقدمۃ الجیش میں اور تیس ساقہ میں تھے' اس ترتیب و سامان کے ساتھ رستم ساباط سے روانہ ہو کر مقام کوثا میں پہنچا اور وہاں خیمہ زن ہوا۔

قادسیہ اور مدائن کے درمیان تیس چالیس کوس کا فاصلہ تھا' ایرانی اور اسلامی لشکروں کا فاصلہ اب بہت ہی کم رہ گیا تھا' طرفین سے چھوٹے چھوٹے دستے ایک دوسرے پر چھاپہ مارنے اور سامان رسد لوٹنے کے لیے ہر روز روانہ ہوتے رہتے تھے' رستم لڑائی کو ٹالنا چاہتا تھا' اس لیے اس نے مدائن سے قادسیہ تک پہنچنے میں چھ مہینے صرف کر دئے' مقام کوثا سے روانہ ہو کر رستم قادسیہ کے سامنے پہنچا اور مقام عتیق میں خیمہ زن ہوا' دربار ایران سے بار بار رستم کے پاس تقاضوں کے پیغام آتے تھے کہ جلد عربوں کا مقابلہ کرو لیکن رستم یہ چاہتا تھا کہ بلا مقابلہ کام چل جائے تو اچھا ہے' چنانچہ اس نے قادسیہ پہنچ کر سیدنا سعد بن ابی وقاص کے پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنے کسی سفیر کو ہمارے پاس بھیج دو تاکہ ہم اس سے مصالحت کی گفتگو کریں۔

سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر رستم کے پاس روانہ کیا' رستم نے بڑے تکلف اور شان و تجمل کے ساتھ دربار کیا' سونے کا تخت بچھوایا اور اس کے چاروں طرف دیبا و حریر اور رومی قالینوں کا فرش کرایا' تکیوں اور شامیانوں کی جھالریں سچے موتیوں کی تھیں' غرض سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ اس شان و شوکت والے دربار میں داخل ہوئے اور گھوڑے کو ایک گاؤ تکیے سے جو لب فرش پڑا ہوا تھا باندھ کر تیر کی آنی ٹیکتے اور اس فرش کو چاک و سوراخ دار بناتے ہوئے تخت کی طرف بڑھے اور بڑھ کر رستم کے برابر جا بیٹھے' لوگوں نے ربعی کو تخت سے نیچے اتارنا اور ان کے ہتھیاروں کو علیحدہ کرنا چاہا' تو سیدنا ربعی نے جواب دیا کہ میں تمہارے یہاں تمہارا بلایا ہوا آیا ہوں' خود اپنی کوئی استدعا لے کر نہیں آیا' ہمارے مذہب میں اس کی سخت ممانعت ہے کہ ایک شخص اللہ تعالیٰ بن کر بیٹھے اور باقی آدمی بندوں کی طرح ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑے ہوں۔

رستم نے اپنے آدمیوں کو خود منع کر دیا کہ کوئی شخص اس کے حال سے معترض نہ ہو مگر کچھ سوچ کر سیدنا ربعی خود رستم کے پاس سے اٹھے اور تخت سے اتر کر خنجر سے زمین پر بچھے ہوئے قالین اور فرش کو چاک کر کے نیچے سے خالی زمین نکال کر اس پر بیٹھ گئے اور رستم سے مخاطب ہو کر کہا کہ ہم کو تمہارے اس پر تکلف فرق کی بھی ضرورت نہیں ہمارے لیے خدائے تعالیٰ کا بچھایا ہوا فرش یعنی زمین کافی ہے' اس کے بعد رستم نے ترجمان کے ذریعہ سیدنا ربعی سے سوال کیا کہ اس جنگ و پیکار سے تمہارا مقصد کیا ہے؟

سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم خدائے تعالیٰ کے بندوں کو دنیا کی تنگی سے دار آخرت کی وسعت میں لانا' ظلم اور مذاہب باطلہ کی

جگہ عدل اور اسلام کی اشاعت کرنا چاہتے ہیں، جو شخص عدل اور اسلام پر قائم ہو جائے گا ہم اس سے اور اس کے ملک و اموال سے متعرض نہ ہوں گے، جو شخص ہمارے راستے میں حائل ہوگا ہم اس سے لڑیں گے یہاں تک کہ جنت میں پہنچ جائیں گے یا فتح مند ہوں گے، اگر تم جزیہ دینا منظور کرو گے تو ہم اس کو قبول کرلیں گے اور تم سے متعرض نہ ہوں گے اور جب کبھی تم کو ہماری ضرورت ہوگی تمہاری مدد کو موجود ہوں گے اور تمہارے جان و مال کی حفاظت کریں گے۔

یہ باتیں سن کر رستم نے سوال کیا کہ کیا تم مسلمانوں کے سردار ہو؟ سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نہیں میں ایک معمولی سپاہی ہوں، لیکن ہم میں ہر ایک شخص خواہ وہ ادنیٰ ہو اعلیٰ کی طرف سے اجازت دے سکتا اور ہر متنفس ہر معاملہ میں پورا اختیار رکھتا ہے، یہ سن کر رستم اور اس کے درباری دنگ رہ گئے، پھر رستم نے کہا کہ تمہاری تلوار کا نیام بہت بوسیدہ ہے، سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ نے فوراً تلوار نیام سے کھینچ کر کہا کہ اس پر آب ابھی رکھائی گئی ہے، پھر رستم نے کہا تمہارے نیزے کا پھل بہت چھوٹا ہے، یہ لڑائی میں کیا کام دیتا ہوگا، سیدنا ربعی نے فرمایا کہ یہ پھل سیدھا دشمن کے سینے کو چھیدتا ہوا پار ہو جاتا ہے، کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آگ کی چھوٹی سی چنگاری تمام شہر کو جلا ڈالنے کے لیے کافی ہوتی ہے، اسی قسم کی نوک جھوک کی باتوں کے بعد رستم نے کہا کہ اچھا ہم تمہاری باتوں پر غور کرلیں اور اپنے اہل الرائے اشخاص سے بھی مشورہ لے لیں، ربعی وہاں سے اٹھے اور اپنے گھوڑے کے پاس آکر اس پر سوار ہو کر سیدنا سعد بن ابی وقاص کی خدمت میں پہنچے۔

دوسرے روز رستم نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ آج بھی میرے پاس اپنے ایلچی کو بھیج دیجئے، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے سیدنا حذیفہ بن محصن کو روانہ کیا، سیدنا حذیفہ بھی اسی انداز اور اسی آزادانہ روش سے گئے جیسے کہ سیدنا ربعی گذشتہ روز گئے تھے، سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ رستم کے سامنے پہنچ کر اپنے گھوڑے سے نہ اترے بلکہ گھوڑے پر چڑھے ہوئے اس کے تخت کے قریب پہنچ گئے، رستم نے کہا کیا سبب ہے کہ آج تم بھیجے گئے اور کل والے صاحب نہیں آئے؟ سیدنا حذیفہ نے کہا کہ ہمارا سردار عدل کرتا ہے، ہر خدمت کے لیے ہر ایک شخص کو موقعہ دیتا ہے، کل ان کی باری تھی آج میری باری آگئی، رستم نے کہا کہ تم ہم کو کتنے دنوں کی مہلت دے سکتے ہو؟ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آج سے تین روز تک کی، رستم یہ سن کر خاموش ہوا اور سیدنا حذیفہ اپنے گھوڑے کی باگ موڑ کر سیدھے اسلامی لشکر گاہ کی طرف روانہ ہوئے۔

آج بھی سیدنا حذیفہ کی بے باکی اور حاضر جوابی سے تمام دربار حیران و ششدر رہ گیا، اگلے روز رستم نے پھر لشکر اسلام سے ایک سفیر کو طلب کیا، آج سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ کو روانہ کیا، سیدنا مغیرہ کو رستم نے لالچ بھی دینا چاہا اور ڈرانے کی بھی کوشش کی لیکن سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے نہایت سخت اور معقول جواب دیا، جس سے رستم کو غصہ آیا، اور اس نے کہا میں اب تم سے ہرگز صلح نہ کروں گا اور تم سب کو قتل کر ڈالوں گا، سیدنا مغیرہ وہاں سے اٹھ کر اپنے لشکر گاہ کی جانب تشریف لے آئے۔

فأرسل إلى سعد :أن ابعث إلينا رجلا نكلمه ويكلمنا . فدعا سعد جماعة ليرسلهم إليهم . فقال له ربعي بن عامر :متى نأتهم جميعا يروا أنا قد احتفلنا بهم، فلا تزدهم على رجل. فأرسله وحده. فسار إليهم، فحبسوه على القنطرة. وأعلم رستم بمجيئه فأظهر زينته، وجلس على سرير من ذهب، وبسط البسط والنمارق والوسائد

المنسوجة بالذهب، وأقبل ربعي على فرسه وسيفه في خرقة، ورمحه مشدود بعصب وقد، فلما انتهى إلى البسط قيل له :انزل، فحمل فرسه عليها ونزل، وربطها بوسادتين شقهما، وأدخل الحبل فيهما، فلم ينهوه وأروه التهاون، وعليه درع، وأخذ عباءة بعيره فتدرعها وشدها على وسطه. فقالوا :ضع سلاحك. فقال :لم آتكم فأضع سلاحي بأمركم، أنتم دعوتموني. فأخبروا رستم، فقال :ائذنوا له. فأقبل يتوكأ على رمحه ويقارب خطوه، فلم يدع لهم نمرقا ولا بساطا إلا أفسده وهتكه، فلما دنا من رستم جلس على الأرض، وركز رمحه على البسط، فقيل له :ما حملك على هذا؟ قال :إنا لا نستحب القعود على زينتكم. فقال له ترجمان رستم، واسمه عبود من أهل الحيرة :ما جاء بكم؟ قال :الله جاء بنا، وهو بعثنا لنخرج من يشاء من عباده من ضيق الدنيا إلى سعتها، ومن جور الأديان إلى عدل الإسلام، فأرسلنا بدينه إلى خلقه، فمن قبله قبلنا منه، ورجعنا عنه وتركناه وأرضه دوننا، ومن أبى قاتلناه حتى نفضي إلى الجنة أو الظفر. فقال رستم :قد سمعنا قولكم، فهل لكم أن تؤخروا هذا الأمر حتى ننظر فيه؟ قال :نعم، وإن مما سن لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن لا نمكن الأعداء أكثر من ثلاث، فنحن مترددون عنكم ثلاثا، فانظر في أمرك، واختر واحدة من ثلاث بعد الأجل :إما الإسلام وندعك وأرضك، أو الجزاء فنقبل ونكف عنك، وإن احتجت إلينا نصرناك، أو المنابذة في اليوم الرابع، إلا أن تبدأ بنا، أنا كفيل بذلك عن أصحابي. قال أسيدهم أنت؟ قال :لا، ولكن المسلمين كالجسد الواحد، بعضهم من بعض، يجير أدناهم على أعلاهم. فخلا رستم برؤساء قومه فقال :هل رأيتم كلاما قط أعز وأوضح من كلام هذا الرجل؟ فقالوا :معاذ الله أن نميل إلى دين هذا الكلب! أما ترى إلى ثيابه؟ فقال :ويحكم! لا تنظروا إلى الثياب، ولكن انظروا إلى الرأي والكلام والسيرة، إن العرب تستخف باللباس وتصون الأحساب، ليسوا مثلكم. فلما كان من الغد أرسل رستم إلى سعد :أن ابعث إلينا ذلك الرجل. فبعث إليهم حذيفة بن محصن، فأقبل في نحو من ذلك الزي، ولم ينزل عن فرسه، ووقف على رستم راكبا. قال له :انزل. قال :لا أفعل. فقال له :ما جاء بك ولم يجئ الأول؟ قال له :إن أميرنا يحب أن يعدل بيننا في الشدة والرخاء، وهذه نوبتي. فقال :ما جاء بكم؟ فأجابه مثل الأول. فقال رستم :أو الموادعة إلى يوم ما؟ قال :نعم، ثلاثا من أمس. فرده وأقبل على أصحابه وقال :ويحكم! أما ترون ما أرى؟ جاءنا الأول بالأمس فغلبنا على أرضنا، وحقر ما نعظم وأقام فرسه على زبرجنا، وجاء هذا اليوم فوقف علينا وهو في يمن الطائر، يقوم على أرضنا دوننا. فلما كان الغد أرسل :ابعثوا إلينا رجلا. فبعث المغيرة بن شعبة، فأقبل إليهم وعليهم التيجان والثياب المنسوجة بالذهب، وبسطهم على غلوة، لا يوصل إلى صاحبهم حتى يمشي عليها، فأقبل المغيرة حتى جلس مع رستم على سريره، فوثبوا عليه وأنزلوه ومعكوه، وقال :قد كانت تبلغنا عنكم الأحلام، ولا أرى قوما أسفه منكم، إنا معشر العرب لا نستعبد بعضنا بعضا، فظننت أنكم تواسون قومكم كما نتواسى، فكان أحسن من الذي صنعتم أن تخبروني أن بعضكم أرباب بعض، فإن هذا الأمر لا يستقيم فيكم ولا يصنعه أحد، وإني لم آتكم

ولكن دعوتموني، اليوم علمت أنكم مغلبون، وأن ملكا لا يقوم على هذه السيرة ولا على هذه العقول. فقالت السفلة: صدق والله العربي. وقالت الدهاقين: والله لقد رمى بكلام لا تزال عبيدنا ينزعون إليه، قاتل الله أولينا حين كانوا يصغرون أمر هذه الأمة! ثم تكلم رستم فحمد قومه وعظم أمرهم وقال: لم نزل متمكنين في البلاد، ظاهرين على الأعداء، أشرافا في الأمم، فليس لأحد مثل عزنا وسلطاننا، ننصر عليهم ولا ينصرون علينا، إلا اليوم واليومين والشهر للذنوب، فإذا انتقم الله منا ورضي علينا ردلنا الكرة على عدونا، ولم يكن في الأمم أمة أصغر عندنا أمرا منكم، كنتم أهل قشف ومعيشة سيئة لا نراكم شيئا، وكنتم تقصدوننا إذا قحطت بلادكم، فنأمر لكم بشيء من التمر والشعير ثم نردكم، وقد علمت أنه لم يحملكم على ما صنعتم إلا الجهد في بلادكم، فأنا آمر لأميركم بكسوة وبغل وألف درهم، وآمر لكل منكم بوقر تمر وتنصرفون عنا، فإني أشتهي أن أقتلكم فتكلم المغيرة فحمد الله وأثنى عليه، وقال: إن الله خالق كل شيء ورازقه، فمن صنع شيئا فإنما هو يصنعه، وأما الذي ذكرت به نفسك وأهل بلادك فنحن نعرفه، فالله صنعه بكم ووضعه فيكم، وهو له دونكم، وأما الذي ذكرت فينا من سوء الحال والضيق والاختلاف فنحن نعرفه ولسنا ننكره، والله ابتلانا به والدنيا دول، ولم يزل أهل الشدائد يتوقعون الرخاء حتى يصيروا إليه، ولم يزل أهل الرخاء يتوقعون الشدائد حتى تنزل بهم، ولو شكرتم ما آتاكم الله لكان شكركم يقصر عما أوتيتم، وأسلمكم ضعف الشكر إلى تغير الحال، ولو كنا فيما ابتلينا به أهل كفر لكان عظيم ما ابتلينا به مستجلبا من الله رحمة يرفه بها عنا، إن الله تبارك وتعالى بعث فينا رسولا. ثم ذكر مثل ما تقدم من ذكر الإسلام والجزية والقتال، وقال له: وإن عيالنا قد ذاقوا طعام بلادكم، فقالوا: لا صبر لنا عنه. فقال رستم: إذا تموتون دونها. فقال المغيرة: يدخل من قتل منا الجنة ومن قتل منكم النار، ويظفر من بقي منا بمن بقي منكم. فاستشاط رستم غضبا ثم حلف أن لا يرتفع الصبح غدا حتى نقتلكم أجمعين. وانصرف المغيرة وخلص رستم بأهل فارس وقال: أين هؤلاء منكم! هؤلاء والله الرجال، صادقين كانوا أم كاذبين، والله لئن كان بلغ من عقلهم وصونهم لسرهم أن لا يختلفوا، فما قوم أبلغ لما أرادوا منهم، ولئن كانوا صادقين فما يقوم لهؤلاء شيء! فلجوا وتجلدوا. فأرسل رستم مع المغيرة وقال له: إذا قطع القنطرة فأعلمه أن عينه تفقأ غدا، فأعلمه الرسول ذلك: فقال المغيرة: بشرتني بخير وأجر، ولولا أن أجاهد بعد هذا اليوم أشباهكم من المشركين لتمنيت أن الأخرى ذهبت. فرجع إلى رستم فأخبره. فقال: أطيعوني يا أهل فارس، إني لأرى لله فيكم نقمة لا تستطيعون ردها«

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/300):

جنگ قادسیہ

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کے رخصت ہوتے ہی رستم نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دے دیا' دونوں لشکروں کے درمیان ایک نہر حائل تھی' رستم

نے نہر پر پل بنانے کا حکم دیا اور پل فوراً بن کر تیار ہو گیا' اگلے دن علی الصبح رستم نے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ تم نہر کے اس طرف آ کر لڑو گے یا ہم کو نہر کے اس طرف آنا چاہیے' سیدنا سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے کہلا بھیجا کہ تم ہی نہر کے اس طرف آجاؤ' چنانچہ تمام ایرانی لشکر نہر کو عبور کر کے میدان میں آ کر جم گیا' میمنہ و میسرہ اور ہر اول و ساقہ وغیرہ لشکر کے ہر ایک حصہ کو رستم نے جنگی ہاتھیوں اور زرہ پوش سواروں سے ہر طرح مضبوط و مکمل بنایا' خود قلب لشکر میں قیام کیا' یہ ایرانی لشکر جو زیادہ سے زیادہ تیس ہزار کے اسلامی لشکر کے مقابلہ میں آمادہ جنگ ہوا' پونے دو لاکھ سے زیادہ اور ہر طرح اسلامی لشکر کی نسبت سامان حرب سے مسلح تھا' سپہ سالار لشکر اسلام سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے دنبل (پھوڑے) نکل رہے تھے' اور عرق النساء کے درد کی بھی آپ کو شکایت تھی' لہٰذا نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتے تھے' نہ چل پھر سکتے تھے' میدان جنگ میں اسلامی لشکر گاہ کے سرے پر ایک پرانے زمانے کی بنی ہوئی پختہ عمارت کھڑی تھی' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ خود اس عمارت کی چھت پر گاؤ تکیہ کے سہارے بیٹھ گئے' اور اپنی جگہ میدان جنگ کا سردار خالد بن عرفطہ کو تجویز کیا' لیکن لڑائی کے نقشے اور میدان جنگ کے اہم تغیر و تبدل کو سیدنا سعد نے اپنے ہی ہاتھ میں رکھا' یعنی برابر سیدنا خالد بن عرفطہ کے پاس ہدایات روانہ کرتے رہے۔

ایرانی لشکر کی تیاریوں کی خبر سن کر اسلامی لشکر بھی جنگ کی تیاری میں مصروف ہو گیا تھا' سیدنا عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ' سیدنا عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ' سیدنا ربعی رضی اللہ عنہ عامر وغیرہ حضرات نے سیدنا سعد کے حکم کے موافق تمام لشکر اسلام میں گشت لگا کر لوگوں کو جہاد اور جنگ پر آمادہ کیا' شعراء نے رجز خوانی شروع کی' قاریوں نے سورہ انفال کی تلاوت سے تمام لشکر میں ایک جوش اور ہیجانی کیفیت پیدا کر دی۔

بہر حال دونوں فوجیں مسلح ہو کر ایک دوسرے کے مقابل صف آراء ہو گئیں' سب سے پہلے لشکر ایران کی طرف سے ہرمز نامی ایک شہزادہ میدان میں نکلا جو زریں تاج پہنے ہوئے تھا' اور ایران کے مشہور پہلوانوں میں شمار ہوتا تھا' اس کے مقابلے کے لیے سیدنا غالب بن عبداللہ اسدی اسلامی لشکر سے نکلے' سیدنا غالب نے میدان میں جاتے ہی ہرمز کو گرفتار کر لیا اور گرفتار کر کے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے پاس لا کر ان کے سپرد کر گئے' اس کے بعد ایک اور زبردست شہسوار اہل فارس کی جانب سے نکلا' ادھر سے سیدنا عاصم اس کے مقابلے کو پہنچے' طرفین سے ایک ایک دو دو وار ہی ہونے پائے تھے کہ ایرانی شہسوار بھاگا' سیدنا عاصم نے اس کا تعاقب کیا' لشکر فارس کی صف اول کے قریب پہنچ کر اس کے گھوڑے کی دم پکڑ کر روک لیا اور سوار کو اس کے گھوڑے سے اٹھا کر اور اپنے آگے زبردستی بٹھا کر گرفتار کر لائے' یہ بہادری دیکھ کر لشکر ایران سے ایک اور بہادر چاندی کا گرز لیے ہوئے نکلا' اس کے مقابلہ پر سیدنا عمرو بن معدیکرب نکلے اور گرفتار کر کے لشکر اسلام میں لے آئے۔

رستم نے اپنے کئی سرداروں کو اس طرح گرفتار ہوئے دیکھ کر فوراً جنگ مغلوبہ شروع کر دی اور سب سے پہلے ہاتھیوں کی صف کو مسلمانوں کی طرف ریلا' ہاتھیوں کے اس حملہ کو قبیلہ بجیلہ نے روکا' لیکن ان کا بہت نقصان ہوا' سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو بڑے غور سے میدان جنگ کا رنگ دیکھ رہے تھے' فوراً بنی اسد کے لوگوں کو بجیلہ کی کمک کے لیے حکم دیا' بنو اسد نے آگے بڑھ کر خوب خوب داد مردانگی

دی، لیکن جب ان کی بھی حالت نازک ہوئی، تو سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فوراً قبیلہ کندہ کے بہادروں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا، بنوکندہ نے آگے بڑھ کر اس شان سے حملہ کیا کہ اہل فارس کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹنے لگے، رستم نے یہ رنگ دیکھ کر تمام لشکر ایران کو مجموعی طاقت سے یک بارگی حملہ کرنے کا حکم دیا، اس متفقہ سخت حملے کو دیکھ کر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی، اور تمام اسلامی لشکر نے سیدنا سعد کی تقلید میں تکبیر کہہ کر ایرانیوں پر حملہ کیا، گویا دو سمندر ایک دوسرے پر امنڈ آئے یا دو پہاڑ ایک دوسرے سے ٹکرائے، فریقین کی فوجیں ایک دوسرے میں خلط ملط ہو گئیں، اس حالت میں ایرانیوں کے جنگی ہاتھیوں نے اسلامی لشکر کو سخت نقصان پہنچانا شروع کیا، سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فوراً تیراندازوں کو حکم دیا کہ ہاتھیوں پر اور ہاتھیوں کے سواروں پر تیراندازی کرو، سیدنا عاصم رضی اللہ عنہ نے نیزہ لے کر ہاتھیوں پر حملہ کیا، ان کی تقلید میں دوسرے بہادروں نے بھی ہاتھیوں کی سونڈوں پر تلواروں اور نیزوں سے زخم پہنچانے شروع کئے، تیراندازوں نے ایسے تیر برسائے کہ فیل نشینوں کو جوابی تیراندازی کی مہلت ہی نہ ملی، نتیجہ یہ ہوا کہ ہاتھی پیچھے ہٹے اور بہادروں کے لیے میدان میں شمشیر زنی کے جوہر دکھانے کے مواقع ملے، صبح سے شام تک میدان کارزار گرم رہا، رات کی تاریکی نے لڑائی کو کل کے لیے ملتوی کر دیا، یہ دوشنبہ کا روز تھا محرم ۱۴ھ کا واقعہ ہے۔

اگلے دن علی الصبح بعد نماز فجر سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے کل کے شہداء کو قادسیہ کے مشرق کی جانب دفن کرایا، کل کے شہدا کی تعداد پانچ سو تھی زخمیوں کی مرہم پٹی کا سامان رات ہی میں کر دیا گیا تھا، شہداء کے دفن سے فارغ ہو کر اسلامی لشکر نے اپنی صفیں مرتب کیں، ایرانی بھی میدان مین آڈٹے، ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی کہ ملک شام سے روانہ کئے ہوئے لشکر کے قریب پہنچنے کی خبر پہنچی، ملک شام سے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح نے سیدنا ہاشم بن عتبہ کی سرداری میں لشکر عراق کو واپس بھیجا تھا، اس لشکر کے مقدمۃ الجیش پر سیدنا قعقاع بن عمرو افسر تھے اور وہ ایک ہزار کا مقدمۃ الجیش لیے ہوئے سب سے پہلے قادسیہ پہنچے اور سیدنا سعد کو بڑے لشکر کے قریب پہنچنے کی خوش خبری سنا کر خود اجازت لے کر میدان میں نکلے اور مبارز طلب کیا، ان کے مقابلہ پر بہمن جادویہ آیا، طرفین سے دادِ سپہ گری دی گئی اور جوہر مردانگی دکھائے گئے لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ سیدنا قعقاع کے ہاتھ سے بہمن جادویہ ہلاک ہوا اس کے بعد کئی مشہور و نامور ایرانی بہادر میدان میں نکلے اور مقتول ہوئے۔ بالآخر رستم نے عام حملہ کا حکم دیا اور بڑے زور و شور سے لڑائی ہونے لگی۔

ہاشم بن عتبہ نے میدان جنگ کے گرم ہونے کا حال سن کر اپنی چھ ہزار فوج کے بہت سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دئے اور حکم دیا کہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ایک ایک حصہ تکبیر کہتا ہوا داخل ہو، اس طرح شام تک یکے بعد دیگرے یہ دستے لشکر اسلام میں داخل ہوتے، اور ایرانی اس طرح پیہم کمکی دستوں کی آمد دیکھ کر خوف زدہ ہوتے رہے۔

آج بھی ہاتھیوں کا فتنہ لشکر اسلام کے لیے بہت سخت تھا لیکن مسلمانوں نے ایک نئی تدبیر یہ کی کہ اونٹوں پر بڑی بڑی جھولیں ڈالیں، وہ بھی ہاتھیوں کی طرح مہیب نظر آتے اور ایرانیوں کے گھوڑے ان کو دیکھ دیکھ کر بدکنے لگے، جس قدر ہاتھیوں سے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچتا تھا، اسی قدر ایرانی لشکر کو ان مصنوعی ہاتھیوں سے نقصان پہنچنے لگا، آج سیدنا قعقاع نے بہت سے ایرانی سرداروں اور مشہور شہسواروں کو قتل کیا، شام تک بازار جنگ گرم رہا، آج ایک ہزار مسلمان اور دس ہزار ایرانی میدان جنگ میں کام آئے۔

تیسرے روز سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے نماز فجر سے فارغ ہوتے ہی اول شہداء کی لاشوں کے دفن کرنے کا انتظام کیا' مجروحوں کو عورتوں کے سپرد کیا گیا کہ وہ مرہم پٹی کریں' اس کے بعد دونوں فوجیں میدان جنگ میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں' آج بھی ایرانیوں نے ہاتھیوں کو آگے رکھا لیکن قعقاع و عاصم نے مل کر فیل سفید پر جو تمام ہاتھیوں کا سردار تھا حملہ کیا اور اس کو مار ڈالا فیل سفید کے مارے جانے کے بعد ایک دوسرے ہاتھی پر حملہ ہوا تو وہ میدان سے اپنی جان بچا کر بھاگا' اس کو بھاگتے ہوئے دیکھ کر دوسرے ہاتھیوں نے بھی تقلید کی اور اس طرح آج ہاتھیوں کا وجود بجائے اس کے اسلامی لشکر کو نقصان پہنچاتا خود ایرانیوں کے لیے نقصان رساں ثابت ہوا۔

آج بھی بڑے زور کی لڑائی ہوئی اور صبح سے شام تک جاری رہی' غروب آفتاب کے بعد تھوڑی دیر کے لیے دونوں فوجیں ایک دوسرے سے جدا ہوئیں اور پھر فوراً مستعد ہو کر ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہو گئیں' مغرب کے وقت سے شروع ہو کر صبح تک لڑائی جاری رہی' تمام رات لڑائی کا شور وغل اور ہنگامہ برپا رہا' نہ پوری کیفیت سیدنا سعد کو معلوم ہو سکتی تھی نہ رستم کو' غرض یہ رات بھی ایک عجیب قسم کی رات تھی' سپہ سالار اسلام سیدنا سعد رات بھر دعا میں مصروف رہے' آدھی رات کے بعد انہوں نے میدان جنگ کے شور وغل میں سیدنا قعقاع کی آواز سنی کہ وہ اپنے لوگوں کو کہہ رہے ہیں کہ سب سمٹ کر قلب پر حملہ کرو اور رستم کو گرفتار کرلو' اس آواز نے نہ صرف سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو تسکین دی بلکہ تمام مسلمانوں میں از سر نو طاقت پیدا کر دی' تمام دن اور تمام رات لڑتے ہوئے غازیان اسلام تھک کر چور چور ہو گئے تھے' مگر اب پھر ہر قبیلہ کے سردار نے اپنی اپنی قوم کو مقابلہ کے لیے برانگیختہ کیا' بڑے زور شور سے تلوار چلنے لگی۔

سیدنا قعقاع کی رکابی فوج لڑتی ہوئی اس مقام تک پہنچ گئی جہاں رستم ایک زریں تخت پر بیٹھا ہوا اپنی فوج کو لڑا رہا' اور حصہ فوج کو احکام بھیج رہا تھا۔ اسلامی حملہ آوروں کے قریب پہنچنے پر رستم خود تخت سے اتر کر لڑنے لگا' جب زخمی ہوا تو پیٹھ پھیر کر بھاگا' سیدنا ہلال بن علقمہ نے فوراً آگے بڑھ کر بھاگتے ہوئے برچھے کا وار کیا' جس سے اس کی کمر ٹوٹ گئی اور نہر میں گر پڑا' ہلال نے فوراً گھوڑے سے کود کر اور جھک کر رستم کی ٹانگیں پکڑ کر باہر کھینچ لیا' اور اس کا کام تمام کر کے فوراً رستم کے تخت پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے پکارا کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے" اس آواز کے سنتے ہی اسلامی فوجوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور ایرانیوں کے ہوش وحواس باختہ ہو گئے' ایرانی میدان سے بھاگے' لشکر ایران میں سواروں کی تعداد تیس ہزار تھی جن میں سے بمشکل تیس سوار بھاگ کر اپنی جان بچا کر جا سکے' باقی سب میدان جنگ میں مارے گئے۔ سیدنا ضرار بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے درفش کاویانی ایرانیوں کے مشہور جھنڈے پر قبضہ کیا جس کے عوض انہوں نے تیس ہزار دینار لیے حالانکہ وہ دو لاکھ دس ہزار دینار کر مالیت کا تھا۔

اس لڑائی میں مسلمانوں کے کل چھ ہزار آدمی شہید ہوئے' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے رستم کا تمام سامان و اسلحہ ہلال بن علقمہ کو دیا اور قعقاع و شرجیل کو تعاقب کے لیے روانہ کیا' لیکن ان سے بھی پہلے سیدنا زہرہ بن حیوۃ ایک دستہ فوج لے کر ایرانیوں کے پیچھے روانہ ہو چکے تھے' راستے میں جالینوس مفروروں کو روک روک کر مجتمع کر رہا تھا' سیدنا زہرہ نے اس کو حملہ کر کے قتل کر دیا اور اس کے تمام مال و سامان پر قبضہ کر کے سیدنا سعد کی خدمت میں حاضر ہوئے' سیدنا سعد کو جالینوس کا سامان ان کے حوالہ کرنے میں تامل ہوا' اور اس معاملہ میں دربار خلافت

سے اجازت طلب کی' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا زہرہ کی ستائش کی اور جالینوس کا سامان انہیں کو دے دینے کا حکم دیا۔
سیدنا سعد نے میدان جنگ کا ہنگامہ فرو ہونے کے بعد مال غنیمت فراہم کیا' فوراً سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتح کی خوش خبری کا خط لکھا اور ایک تیز رفتار شتر سوار کو دے کر مدینہ کی طرف روانہ کیا' یہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ روزانہ صبح اٹھ کر مدینے سے باہر دور تک نکل جاتے اور قادسیہ کے قاصد کا انتظار کر کے دو پہر کے بعد مدینہ میں واپس آجاتے تھے' ایک روز حسب دستور وہ باہر تشریف لے گئے' دور سے ایک شتر سوار نظر پڑا' اس کی طرف لپکے' قریب پہنچ کر دریافت کیا کہ کہاں سے آتے ہو' اس نے کہا کہ میں قادسیہ سے آرہا ہوں اور خوش خبری لایا ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا کی' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس لڑائی کی کیفیت اور فتح کے تفصیلی حالات دریافت کرنے شروع کئے اور شتر سوار کی رکاب پکڑے ہوئے اس کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے مدینے میں داخل ہوئے' شتر سوار حالات سناتا جاتا تھا اور اپنے اونٹ پر سوار مدینہ میں دربار خلافت کی جانب چلا جاتا تھا۔
شہر میں داخل ہو کر شتر سوار نے دیکھا کہ ہر شخص جو سامنے آتا ہے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہہ کر سلام علیک کرتا ہے' تب اس کو معلوم ہوا کہ جو شخص میرے ساتھ پیدل چل رہا ہے وہ خلیفہ وقت ہے' یہ معلوم کر کے وہ ڈرا اور اونٹ سے اترنا چاہا لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم حالات سناتے جاؤ اور بدستور اپنے اونٹ پر سوار چلے چلو' چنانچہ اسی طرح گھر تک آئے' مسجد نبوی میں پہنچ کر لوگوں کو جمع کیا اور فتح کی خوش خبری سب کو سنائی' ایک نہایت پر اثر تقریر فرمائی جس کا خاتمہ اس طرح تھا۔
''بھائیو! میں بادشاہ نہیں ہوں کہ تم کو اپنا غلام بنانا چاہوں' میں تو خود اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں' البتہ خلافت کا کام میرے سپرد ہے' اگر میں یہ کام اس طرح انجام دوں کہ تم آرام سے اپنے گھروں میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرو تو یہ میری خوش نصیبی ہے اور اگر خدانخواستہ میری یہ خواہش ہو کہ تم لوگ میرے دروازے پر حاضری دیا کرو تو یہ میری بدبختی ہوگی' میں تم کو تعلیم دیتا ہوں اور نصیحت کرتا ہوں لیکن صرف قول سے نہیں بلکہ عمل سے بھی''

فتح بابل و کوثی

ایرانیوں نے قادسیہ سے بھاگ کر بابل میں قیام کیا اور کئی نامور سرداروں نے مفرور لوگوں کو فراہم کر کے مقابلہ کی تیاریاں کیں' سیدنا سعد نے فتح کے بعد دو مہینے تک قادسیہ میں قیام فرمایا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے حکم کا انتظار کیا' دربار خلافت سے احکام کے وصول ہونے پر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اہل و عیال کو تو قادسیہ ہی میں چھوڑا اور خود لشکر اسلامی کے ساتھ مدائن کی جانب روانہ ہوئے' اپنی روانگی سے پہلے سیدنا زہرہ بن حیوۃ کو مقدمۃ الجیش بنا کر آگے روانہ کیا' زہرہ دشمنوں کو مارتے ہٹاتے محکوم بناتے ہوئے بڑھے چلے جاتے تھے' یہاں تک کہ بابل کے قریب پہنچے' یہاں سیدنا سعد بھی اپنی پوری فوج لے کر آپہنچے۔
ایرانی سرداروں نے سیدنا سعد کے آنے کی خبر سنی تو وہ بابل میں قیام نہ کر سکے' کچھ مدائن کی طرف چل دئے' کچھ ہواز اور نہاوند کی جانب چلے گئے اور راستے میں تمام پلوں کو توڑتے اور دریائے دجلہ اور اس کی نہروں اور ندیوں کو ناقابل عبور بناتے ہوئے گئے' ایرانیوں کے فرار و منتشر ہو جانے کی خبر سن کر سیدنا سعد نے سیدنا زہرہ کو حسب دستور آگے روانہ کیا اور خود بھی ان کے پیچھے بڑے لشکر کو لے کر متحرک ہوئے' سیدنا

زہرہ جب مقام کوثی پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہاں ایرانیوں کا مشہور سردار شہریار مقابلہ پر آمادہ ہے۔
کوثی وہ مقام ہے جہاں نمرود نے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو قید کیا تھا' قید خانہ کی جگہ اس وقت تک محفوظ تھی' شہریار سیدنا زہرہ کے قریب پہنچنے کا حال سن کر کوثی سے باہر نکلا' اور مسلمانوں کے مقابل صف آرا ہو کر میدان میں آگے بڑھ کر للکارا کہ تمہارے سارے لشکر میں جو سب سے زیادہ بہادر جنگ جو ہو وہ میرے مقابلے پر آئے' یہ سن کر سیدنا زہرہ نے جواب دیا کہ میں خود تیرے مقابلہ پر آنے کو تیار تھا' لیکن اب تیری یہ لن ترانی سن کر تیرے مقابلے پر اس لشکر میں سے کسی ادنیٰ ترین غلام کو بھیجتا ہوں کہ وہ تیرے غرور کا سر نیچا کر دے۔
یہ کہہ کر آپ نے نائل بن جعشم اعرج کو جو قبیلہ بنو تمیم کا غلام تھا اشارہ کیا' سیدنا نائل بن جعشم فوراً گھوڑا اڑا کر میدان میں شہریار کے مقابل پہنچے' شہریار ان کو نہایت کمزور دیکھ کر ان کی طرف بھاگا اور گردن پکڑ کر کھینچا اور زمین پر گرا کر ان کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا' اتفاقاً شہریار کا انگوٹھا سیدنا نائل کے منہ میں آ گیا' انہوں نے اس کو اس زور سے چبایا کہ شہریار بیتاب ہو گیا اور سیدنا نائل فوراً اٹھ کر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے اور بلا توقف خنجر نکال کر اس کا پیٹ چاک کر دیا' شہریار کے مارے جاتے ہی تمام ایرانی فوجیں بھاگ پڑی' شہریار کی زرہ' قیمتی پوشاک' زریں تاج اور ہتھیار سب نائل کو ملے' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے پہنچ کر شہریار کے مارے جانے اور کوثی کے فتح ہونے کا حال سنا اور اس مقام کو جا کر دیکھا جہاں سیدنا ابراہیم علیہ السلام قید رہے تھے' پھر سیدنا نائل کو حکم دیا کہ شہریار کی پوشاک پہن کر اور شہریار کے تمام ہتھیار لگا کر آئیں' چنانچہ اس حکم کی تعمیل ہوئی اور لشکر اسلام اس نظارہ کو دیکھ کر خدئے تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف ہوا۔

»كانت وقعة القادسية وقعة عظيمة لم يكن بالعراق أعجب منها ؛ وذلك أنه لما تواجه الصفان كان سعد رضي الله عنه، قد أصابه عرق النسا، ودماميل في جسده، فهو لا يستطيع الركوب وإنما هو في قصر متكئ على صدره فوق وسادة، وهو ينظر إلى الجيش ويدبر أمره، وقد جعل أمر الحرب إلى خالد بن عرفطة، وجعل على الميمنة جرير بن عبد الله البجلي، وعلى الميسرة قيس بن مكشوح وكان قيس والمغيرة بن شعبة قد قدما على سعد مددا من عند أبي عبيدة من الشام بعد ما شهدا وقعة اليرموك. وزعم ابن إسحاق أن المسلمين كانوا ما بين السبعة آلاف إلى الثمانية آلاف، وأن رستم كان في ستين ألفا، فصلى سعد بالناس الظهر، ثم خطب الناس فوعظهم وحثهم وتلا قوله تعالى : {ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر أن الأرض يرثها عبادي الصالحون} [الأنبياء: 105]. وقرأ القراء آيات الجهاد وسوره، ثم كبر سعد أربعا، ثم حملوا بعد الرابعة، فاقتتلوا حتى كان الليل، فتحاجزوا، وقد قتل من الفريقين بشر كثير، ثم أصبحوا إلى مواقفهم، فاقتتلوا يومهم ذلك وعامة ليلتهم، ثم أصبحوا كما أمسوا على مواقفهم، فاقتتلوا حتى أمسوا، ثم اقتتلوا في اليوم الثالث كذلك، وأمست هذه الليلة تسمى ليلة الهرير، فلما أصبح اليوم الرابع اقتتلوا قتالا شديدا، وقد قاسوا من الفيلة بالنسبة إلى الخيول العربية بسبب نفرتها منها، أمرا بليغا، وقد أباد الصحابة الفيلة ومن عليها، وقلعوا عيونها، وأبلى جماعة من الشجعان في هذه الأيام مثل طليحة الأسدي، وعمرو بن معديكرب، والقعقاع بن عمرو، وجرير بن عبد الله البجلي، وضرار بن الخطاب، وخالد بن عرفطة وأشكالهم وأضرابهم، فلما كان وقت الزوال من هذا اليوم-

ويسمى يوم القادسية، وكان يوم الاثنين من المحرم سنة أربع عشرة. كما قاله سيف بن عمر التميمي -هبت ريح شديدة فرفعت خيام الفرس عن أماكنها، وألقت سرير رستم الذي هو منصوب له، فبادر فركب بغلته وهرب، فأدركه المسلمون فقتلوه، وقتلوا الجالنوس مقدم الطلائع القارسية، وانهزمت الفرس -ولله الحمد والمنة -عن بكرة أبيهم، ولحقهم المسلمون في أقفائهم، فقتل يومئذ المسلسلون بكمالهم، وكانوا ثلاثين ألفا، وقتل في المعركة عشرة آلاف، وقتلوا قبل ذلك قريبا من ذلك، وقتل من المسلمين في هذا اليوم وما قبله من الأيام ألفان وخمسمائة، رحمهم الله. وساق المسلمون خلفهم المنهزمين حتى دخلوا وراءهم مدينة الملك، وهي المدائن التي فيها الإيوان الكسروي، وقد أذن لمن ذكرنا عليه، فكان منهم إليه ما قدمنا. وقد غنم المسلمون من وقعة القادسية هذه من الأموال والسلاح ما لا يحد ولا يوصف كثرة، فحصلت الغنائم بعد صرف الأسلاب، وخمست وبعث بالخمس والبشارة إلى أمير المؤمنين عمر بن الخطاب، رضي الله عنه. وقد كان عمر، رضي الله عنه، يستخبر عن أمر القادسية كل من لقيه من الركبان ويخرج من المدينة إلى ناحية العراق يستنشق الخبر، فبينما هو ذات يوم من الأيام إذا هو براكب يلوح من بعد، فاستقبله عمر فاستخبره، فقال له: فتح الله على المسلمين بالقادسية، وغنموا غنائم كثيرة. وجعل يحدثه، وهو لا يعرف عمر، وعمر ماش تحت راحلته، فلما اقتربا من المدينة جعل الناس يحيون عمر بالإمارة، فعرف الرجل عمر فقال: يرحمك الله يا أمير المؤمنين، هلا أعلمتني أنك الخليفة؟ فقال: لا حرج عليك يا أخي

»البداية والنهاية« (629/9):

بہرہ شیر کی فتح

بہرہ شیر ایک مقام کا نام تھا' جو مدائن کے قریب ایک زبردست قلعہ اور شہر تھا' بہرہ شیر میں شاہی باڈی گارڈ کا ایک زبردست رسالہ اور دارالسلطنت کی حفاظت کے لیے نہایت زبردست اور بہادر فوج رہتی تھی مدائن اور بہرہ شیر کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا' بہرہ شیر اس طرف تھا اور مدائن دجلہ کے اس طرف تھا' شہنشاہ ایران کبھی بہرہ شیر میں آ کر رہتا تھا' یہاں بھی شاہی ایوان' اور شاہی کارخانے موجود تھے' اسلامی لشکر کوثی سے آگے بڑھا تو بہرہ شیر پہنچنے تک کئی مقامات پر ایرانیوں کا مقابلہ کرنا اور ان کو شکست دے کر راستے سے ہٹانا پڑا' یہاں تک کہ مسلمانوں نے بہرہ شیر کا محاصرہ کر لیا' یہ محاصرہ تین مہینے تک جاری رہا' آخر محصورین سختی سے تنگ آ کر مقابلہ پر آمادہ ہوئے' اور شہر پناہ سے باہر مقابلے پر آئے' بالآخر مقتول و مفرور ہوئے اور اسلامی لشکر فاتحانہ بہرہ شیر میں داخل ہوا' بہرہ شیر کے مفتوح ہوتے ہی یزدجرد نے مدائن سے بھاگنے اور اموال وخزائن کے مدائن سے منتقل کرنے کی تدابیر اختیار کیں' مدائن سے یزدجرد کا معہ خزائن کے بھاگ جانا مسلمانوں کے لیے خطرات کا بدستور باقی رہنا تھا۔

بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

سیدنا سعد کو اب اس بات کا خیال تھا کہ جس قدر جلد ہو مدائن پر قبضہ کریں' لیکن دریائے دجلہ بیچ میں حائل تھا اور اس کا پایاب عبور کرنا سخت

دشوار تھا' ایرانیوں نے بہرہ شیر سے بھاگتے ہوئے پل کو بالکل مسمار اور منہدم کر دیا تھا' دور دور تک کوئی کشتی بھی نہیں چھوڑی تھی' دوسرے کنارے پر ایرانی فوج بھی متعین تھی جو عبور دریا سے مانع تھی۔ دوسرے روز سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر اور تمام فوج کی کمر بندی کرا کر فرمایا کہ تم میں کون ایسا بہادر سردار ہے جو اپنی جمعیت کے ساتھ اس بات کا وعدہ کرے کہ وہ ہم کو دریا کے عبور کرنے کے وقت دشمن کے حملہ سے بچائے گا' سیدنا عاصم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اس خدمت کی ذمہ داری قبول کی اور چھ سو تیر اندازوں کی ایک جماعت لے کر دریائے دجلہ کے اس کنارے ایک اونچے مقام پر جا بیٹھے' سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے نستعين بالله و نتوكل عليه حسبنا الله و نعم الوكيل ولا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم (ہم اللہ سے ہی مدد چاہتے ہیں اور اسی پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اللہ ہمارے لیے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ نہ کسی میں (نیکی کرنے کی) قوت ہے نہ (برائی سے بچنے کی) طاقت مگر اللہ کی توفیق سے' جو سب سے بلند مرتبہ اور بڑائی والا ہے) کہہ کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا' ان کی تقلید میں دوسروں نے بھی جرات سے کام لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے لشکر اسلام دجلہ کی طوفانی موجوں کا مقابلہ کرتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف متوجہ ہوا' یہ سیلاب لشکر جب نصف سے زیادہ دریا کو عبور کر چکا تو اس طرف سے ایرانی تیر اندازوں نے تیر بازی شروع کی ادھر سے عاصم اور ان کی جماعت نے ایرانی تیر اندازوں پر اس زور وقوت کے ساتھ تیر پھینکے کہ بہت سے ایرانی مقتول و مجروح ہوئے اور اس بلائے بے درماں سے اپنی جان بچانے کی تدبیروں میں مصروف ہو کر لشکر اسلام کو عبور دریا سے نہ روک سکے مسلمانوں نے اس طرف پہنچ کر ایرانیوں کو قتل کرنا شروع کیا۔

فتح مدائن

یزدجرد مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے اہل و عیال اور خزانوں کو مدائن سے روانہ کر چکا تھا' تاہم قصر ابیض (شاہی محل) اور دارالسلطنت میں مال و دولت کی کمی نہ تھی' اسلامی لشکر کے دریا عبور کر لینے کا حال سن کر یزدجرد بھی مدائن سے چل دیا' مسلمانوں نے شہر کی مختلف سمتوں سے شہر میں داخل ہونا شروع کیا' خود باشندگان شہر نے شاہی محلات کی لوٹ مار مسلمانوں کے پہنچنے اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے شروع کر کر دی تھی' سیدنا سعد قصر ابیض میں داخل ہوئے اور ان کی زبان سے بے اختیار یہ آیتیں نکلیں۔

{ كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ وَزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۙ وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فَاكِهِيْنَ ۙ كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِيْنَ } (الدخان :۴۴/۲۵تا۲۸)

''وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جن میں رہا کرتے تھے چھوڑ گئے (یہ قصہ) اسی طرح واقع ہوا اور ہم نے ان (چیزوں) کا مالک ایک دوسری قوم کو بنا دیا۔''

پھر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے وہیں ایک سلام سے آٹھ رکعتیں صلوۃ الفتح کی پڑھیں' یہ جمعہ کا روز تھا' قصر ابیض میں جس جگہ کسریٰ کا تخت تھا وہاں ممبر رکھا گیا اور اسی قصر میں جمعہ ادا کیا گیا' یہ پہلا جمعہ تھا جو دارالسلطنت ایران میں ادا کیا گیا' اس محل شاہی میں جس قدر تصاویر و تماثیل تھیں وہ علیٰ حالہ قائم رہیں' نہ سیدنا سعد نے ان کو توڑا پھوڑا نہ وہاں سے جدا کیا' بوجہ نیت اقامت اس قصر میں نماز کو قصر بھی نہیں کیا

گیا۔

زہرہ بن حیوۃ کو ایرانیوں کے تعاقب میں نہروں کی جانب روانہ کیا گیا' مال غنیمت کے فراہم کرنے پر عمرو بن مقرن کو اور اس کی تقسیم پر سلیمان بن ربیعہ باہلی کو مقرر کیا گیا۔

مال غنیمت میں شہنشاہ ایران کی بہت سی نادر روزگار چیزیں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں چاندی سونے اور جواہرات کی بہت سی مورتیں' کسریٰ کا شاہی لباس' اس کا زرنگار تاج' اس کی زرہ اور اس قسم کی بہت سی چیزیں مسلمانوں نے ان بھاگنے والوں سے چھینیں جو ان چیزوں کو لے کر ایوان شاہی سے بھاگتے تھے' ایوان شاہی کے خزانے اور عجائب خانے میں سے خاقان چین' قیصر روم' داہر شاہ ہند' بہرام گور' سیاوش' نعمان بن منذر' کسریٰ ہرمز' فیروز کے خود' زرہیں' تلواریں اور خنجر دستیاب ہوئے' جو عجائبات روزگار سمجھ کر شاہی خزانے میں محفوظ رکھے جاتے تھے اور ایرانی ان چیزوں پر فخر کیا کرتے تھے' ان چیزوں کے فراہم ہو جانے پر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے سیدنا قعقاع کو اجازت دی کہ تلواروں میں سے جس تلوار کو پسند کر و لے لو' سیدنا قعقاع نے یہ سن کر قیصر روم ہرقل کی تلوار اٹھالی' پھر سیدنا سعد نے اپنی طرف سے بہرام گور کی زرہ بھی ان کو مرحمت فرمائی۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے علاوہ خمس کے جو چیزیں نوادرات روزگار میں شمار ہوتی تھیں وہ سب جمع کر کے دربار خلافت کو روانہ کر دیں' انہیں نوادرات روزگار میں کسریٰ کا فرش تھا جو بہار کے نام سے موسوم تھا' یہ فرش نوے گز لمبا اور دس گز چوڑا تھا' اس میں پھول' پتیاں' درخت' نہریں' تصویریں' غنچے' سب سونے' چاندی اور جواہرات سے بنائے گئے تھے' شاہان فارس جب موسم بہار گذر جاتا تھا تو اس کی یاد میں اس فرش پر بیٹھ کر شراب نوشی کیا کرتے تھے' جب یہ تمام چیزیں مدینہ منورہ میں پہنچیں تو لوگ دیکھ کر حیران رہ گئے' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تمام اسباب و سامان کو لوگوں میں تقسیم کر دیا' فرش کی نسبت عام طور پر لوگوں کی رائے تھی کہ اس کو تقسیم نہ کیا جائے لیکن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ نہیں اس کو بھی تقسیم کر دیا جائے' چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی کی رائے سے اس فرش کو بھی کاٹ کاٹ کر لوگوں میں تقسیم کر دیا' سیدنا علی کے حصہ میں جو ٹکڑا فرش کا آیا تھا وہ بہت نفیس ٹکڑوں میں نہ تھا' تاہم انہوں نے اس کو تیس ہزار دینار کو فروخت کیا۔

سیدنا سعد نے مدائن پر قابض و متصرف ہو کر اپنے اور اہل لشکر کے اہل و عیال کو قادسیہ سے بلوایا اور شاہی ایوانات لوگوں میں تقسیم کر دیئے جن میں انہوں نے اپنے اہل و عیال کو ٹھہرایا۔

»ثم إن الفرس هربت من دير قرة إلى المدائن يريدون نهاوند، واحتملوا معهم الذهب والفضة والديباج والفرند والحرير والسلاح وثياب كسرى وبناته، وخلوا ما سوى ذلك، وأتبعهم سعد الطلب من المسلمين، فبعث خالد بن عرفطة حليف بني أمية، ووجه معه عياض بن غنم في أصحابه، وجعل على مقدمة الناس هاشم بن عتبة بن أبي وقاص، وعلى ميمنتهم جرير بن عبد الله البجلي، وعلى ميسرتهم زهرة بن حوية التميمي، وتخلف سعد لما به من الوجع، فلما أفاق سعد من وجعه ذلك اتبع الناس بمن بقي معه من المسلمين، حتى أدركهم دون دجلة على بهرسير، فلما وضعوا على دجلة العسكر والأثقال طلبوا المخاضة، فلم يهتدوا لها، حتى أتى سعدا علج

من أهل المدائن، فقال :أدلكم على طريق تدركونهم قبل أن يمعنوا في السير! فخرج بهم على مخاضة بقطربل، فكان أول من خاض المخاضة هاشم ابن عتبة في رجله، فلما جاز اتبعته خيله، ثم أجاز خالد بن عرفطة بخيله، ثم أجاز عياض بن غنم بخيله، ثم تتابع الناس فخاضوا حتى أجازوا، فزعموا أنه لم يهتد لتلك المخاضة بعد ثم ساروا حتى انتهوا إلى مظلم ساباط، فأشفق الناس أن يكون به كمين للعدو، فتردد الناس، وجبنوا عنه، فكان أول من دخله بجيشه هاشم بن عتبة، فلما أجاز ألاح للناس بسيفه، فعرف الناس أن ليس به شيء يخافونه، فأجاز بهم خالد بن عرفطة، ثم لحق سعد بالناس، حتى انتهوا إلى جلولاء وبها جماعة من الفرس، فكانت وقعة جلولاء بها، فهزم الله الفرس، وأصاب المسلمون بها من الفيء أفضل مما أصابوا بالقادسية، وأصيبت ابنة لكسرى، يقال لها منجانة، ويقال :بل ابنة ابنه«

» تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبری «(3/578):

معرکہ جلولاء

جب مدائن پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تو یزدجرد مدائن سے بھاگ کر مقام حلوان میں مقیم ہوا' رستم بن فرخ زاد کے بھائی خرزاد بن فرخ زاد نے مقام جلولاء میں لشکر اور سامان حرب بڑی قابلیت اور حوصلے کے ساتھ فراہم کرنا شروع کیا' قلعہ اور شہر کے گرد خندق کھدوائی' گوکھرو بنوا کر مسلمانوں کی آمد اور حملے کے راستوں پر بچھوائے' یہ جنگی تیاری اور فوجی اجتماع اس قدر عظیم واہم تھا کہ ایک طرف ایرانیوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی اس کا خاص طور پر خیال تھا' چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے یہ تمام کیفیت مدینہ منورہ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس لکھ کر بھیجی۔

دربار فاروقی سے حکم آیا کہ ہاشم بن عتبہ بارہ ہزار کی فوج لے کر جلولاء کی مہم پر روانہ ہوں' مقدمۃ الجیش سیدنا قعقاع کو سپرد کیا جائے' معشر بن مالک کو میمنہ کی اور عمرو بن مالک کو میسرہ کی سرداری دی جائے اور ساقہ پر عمرو بن مرہ کو مقرر کیا جائے' اس حکم فاروقی کے موافق سیدنا ہاشم مدائن سے روانہ ہو کر چوتھے روز جلولاء پہنچے اور شہر کا محاصرہ کیا' یہ محاصرہ کئی مہینے جاری رہا' ایرانی قلعہ سے نکل کر حملہ آور بھی ہوتے رہتے تھے۔ اس طرح مسلمانوں اور ایرانیوں میں جلولاء کے محاصرہ کے ایام میں بہت سے معرکے ہوئے اور ہر معرکہ میں ایرانی مغلوب ہوتے رہے' جلولاء میں لاکھوں ایرانی جنگ جو موجود تھے' مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے متجاوز نہ تھی' اپنی جمعیت کی کثرت اور سامان حرب کی فراوانی پر اعتماد کر کے ایرانیوں نے خوب جی توڑ کر مقابلہ کیا مگر آخر مسلمانوں کے مقابلہ میں ناکام و نامراد ثابت ہوئے' ایک لاکھ ایرانی اس معرکہ میں مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے' تین کروڑ کا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

یزدجرد نے حلوان میں جب جلولاء کے سقوط کا حال سنا تو وہ حلوان میں نہ ٹھہر سکا۔ وہاں سے بھاگ کر رے کی جانب روانہ ہوا اور حلوان میں خسرو شنوم کو ایک مناسب جنگی جمعیت کے ساتھ چھوڑ گیا' سیدنا قعقاع معرکہ جلولاء کے بعد مقام حلوان کی طرف روانہ ہوئے' خسرو شنوم سے حلوان سے نکل کر مقابلہ کیا' مگر شکست کھا کر بھاگا اور قعقاع نے حلوان پر قبضہ کیا۔

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان فتوحات کے بعد مال غنیمت کا خمس اور فتح کی خوش خبری سیدنا زیاد کے ہاتھ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجی، اور ملک ایران میں آگے بڑھنے کی اجازت طلب کی، سیدنا زیاد رضی اللہ عنہ یہ مال غنیمت لے کر شام کے وقت مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فتوحات کا حال سن کر لوگوں کو جمع کیا اور زیاد کو حکم دیا کہ اب ان سب کو وہ حالات جو مجھ کو سنا چکے ہو سناؤ، چنانچہ سیدنا زیاد رضی اللہ عنہ نے نہایت طاقت وفصاحت کے ساتھ مسلمانوں کی بہادریوں کے نقشے کھینچ کر سامعین کے سامنے رکھ دیئے، پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مال غنیمت کا انبار صحن مسجد میں اسی طرح موجود ہے، اس کی چوکسی ونگرانی کا انتظام کر دیا اگلے دن فجر کے بعد آپ نے وہ تمام مال و اسباب لوگوں کو تقسیم فرما دیا، جواہرات کے انبار اور مال غنیمت کی بیش قیمتی وکثرت دیکھ کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ رو پڑے تو سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ امیر المومنین یہ تو مقام شکر تھا، آپ روتے کیوں ہیں؟ سیدنا عمر فاروق اعظم نے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ جس قوم کو دنیا کی دولت عطا فرماتا ہے اس میں رشک اور حسد بھی پیدا ہو جاتا ہے اور اس لیے اس قوم میں تفرقہ پڑ جاتا ہے، پس مجھ کو اس وقت اسی تصور نے رولا دیا۔

اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد کے جواب میں ان کے پاس حکم بھیجا، کہ مسلمانوں نے پیہم صعوبات برداشت کی ہیں، ابھی چند روز اپنے لشکر کو آرام کرنے کا موقع دو۔

جنگ جلولا ۱۶ھ میں واقع ہوئی، یہاں تک حالات کے بیان کرنے میں دانستہ تاریخ، مہینہ اور سال کا ذکر اس لیے ترک کر دیا ہے کہ بعض واقعات کی تاریخ اور سنہ ایک مورخ کچھ بیان کرتا اور دوسرا کچھ اور، اندریں صورت واقعات کی ترتیب کا صحیح ہونا کافی سمجھا گیا، عراق کے حالات ۱۶ھ یعنی معرکہ جلولا تک اسی ترتیب سے وقوع پذیر ہوئے، جو اوپر مذکور ہوئے۔ اب ان حالات کو یہیں تک چھوڑ کر پھر ملک شام کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

شامی معرکے

عراقی معرکوں کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے اور ہم ۱۶ھ میں یزدجرد شاہ ایران کو مقام حلوان سے رئے کی جانب فرار ہوتا ہوا دیکھ چکے ہیں، لیکن اب ہم کو قریباً دو سال پیچھے ہٹ کر ملک شام کے حالات کی سیر کرنا ہے، دمشق کی فتح کا حال ہم اوپر پڑھ چکے ہیں، فتح دمشق کے بعد مقام فحل اور مقام بیسان کے معرکوں کی کیفیت بھی زیر مطالعہ آچکی ہے، اب اسلامی لشکر مقام حمص کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

فتح حمص

سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح نے حمص کے ارادے سے روانہ ہو کر ذوالکلاع میں پڑاؤ ڈالا، حمص ملک شام کے چھ اضلاع میں سے ایک ضلع کا نام ہے اور یہی نام ایک شہر کا ہے، جس کے نام سے یہ ضلع موسوم ہے، انگریزی میں حمص کو امیسا کہتے ہیں، اس شہر میں سورج کا مندر تھا جس کی زیارت کے لیے دور دور سے بت پرست آیا کرتے تھے، اردن اور دمشق کے اضلاع کی فتح کے بعد اب حمص، انطاکیہ، بیت المقدس بڑے بڑے اور مرکزی مقامات باقی تھے جو مسلمانوں کو فتح کرنے تھے، جب اسلامی لشکر مقام ذوالکلاع میں جا کر خیمہ زن ہوا تو قیصر ہرقل نے تو ذربطریق کو مقابلہ کے لیے روانہ کیا جس نے حمص سے روانہ ہو کر مقام مرج روم میں پہنچ کر قیام کیا، اس کے بعد قیصر نے شمس بطریق کو بھی

لکھا' ان دونوں بطریقوں سے اسلامی فوجوں کا مقابلہ ہوا' نتیجہ یہ ہوا کہ شمس بطریق سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارا گیا اور رومی لشکر شکست یاب ہو کر بھاگا۔

یہ بھاگا ہوا لشکر جب حمص پہنچا تو قیصر ہرقل جو حمص میں مقیم تھا حمص کو چھوڑ کر وہاں سے الرہا کی طرف چلا گیا' سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے مرج روم سے روانہ ہو کر حمص کا محاصرہ کیا' ہرقل نے بہت کوشش کی کہ اہل حمص کو مدد پہنچائے مگر اس کی کوئی کوشش کارگر ثابت نہ ہوئی اور اہل حمص کو کوئی امداد رومیوں کی نہ پہنچ سکی' آخر مجبور و مایوس ہو کر اہل حمص نے انہیں شرائط پر کہ جن پر اہل دمشق نے صلح کی تھی حمص کو مسلمانوں کے سپرد کر دیا۔

فتح حمص کے بعد شہر حماۃ پر جو حمص وقنسرین کے درمیان واقع ہے فوج کشی ہوئی' اہل حماۃ نے بھی جزیہ دینا منظور کیا اور صلح کی' اس کے بعد شیرز اور معرۃ پر اسی طرح مسلمانوں کا قبضہ ہوا' اس کے بعد شہر الاذقیہ پر عیسائیوں نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا' مگر مغلوب و مفتوح ہوئے الاذقیہ کے بعد سلمیہ کو بھی بزورِ تیغ مسلمانوں نے فتح کیا۔

»في هذه السنة كانت الوقعة بمرج الروم، وكان من ذلك أن أبا عبيدة وخالد بن الوليد سارا بمن معهما من فحل قاصدين حمص، فنزلا على ذي الكلاع، وبلغ الخبر هرقل. فبعث توذر البطريق، حتى نزل بمرج الروم غرب دمشق، ونزل أبو عبيدة بمرج الروم أيضا، وناز له يوم نزوله شنش الرومي في مثل خيل توذر، إمدادا لتوذر وردءا لأهل حمص. فلما نزل أصبحت الأرض من توذر بلاقع، وكان خالد بإزائه، وأبو عبيدة بإزاء شنش، وسار توذر يطلب دمشق، فسار خالد وراءه في جريدة، وبلغ يزيد بن أبي سفيان فعل توذر فاستقبله فاقتتلوا، ولحق بهم خالد وهم يقتتلون فأخذهم من خلفهم ولم يفلت منهم إلا الشريد، وغنم المسلمون ما معهم، فقسمه يزيد في أصحابه وأصحاب خالد، وعاد يزيد إلى دمشق، ورجع خالد إلى أبي عبيدة وقد قتل توذر. وقاتل أبو عبيدة بعد مسير خالد شنش، فاقتتلوا بمرج الروم، فقتلت الروم مقتلة عظيمة، وقتل شنش، وتبعهم المسلمون إلى حمص، فلما بلغ هرقل ذلك أمر بطريق حمص بالمسير إليها، وسار هو إلى الرهاء، وسار أبو عبيدة إلى حمص« وقيل: إنما سار المسلمون إلى حمص من مرج الروم، وقد تقدم ذكره. فلما نزلوها قاتلوا أهلها فكانوا يغادونهم القتال ويراوحونهم في كل يوم بارد. ولقي المسلمون بردا شديدا، والروم حصارا طويلا، فصبر المسلمون والروم، وكان هرقل قد أرسل إلى أهل حمص يعدهم المدد، وأمر أهل الجزيرة جميعها بالتجهيز إلى حمص فساروا نحو الشام ليمنعوا حمص عن المسلمين. فسير سعد بن أبي وقاص السرايا من العراق إلى هيت وحصروها، وسار بعضهم إلى قرقيسيا، فتفرق أهل الجزيرة وعادوا عن نجدة أهل حمص، فكان أهلها يقولون: تمسكوا بمدينتكم فإنهم حفاة، فإذا أصابهم البرد تقطعت أقدامهم. فكانت أقدام الروم تسقط ولا يسقط للمسلمين إصبع. فلما خرج الشتاء قام شيخ من الروم فدعاهم إلى مصالحة المسلمين فلم يجيبوه، وقام آخر فلم يجيبوه، فناهدهم المسلمون فكبروا تكبيرة، فانهدم كثير من دور حمص، وزلزلت حيطانهم فتصدعت،

فكبروا ثانية فأصابهم أعظم من ذلك، فخرج أهلها إليهم يطلبون الصلح، ولا يعلم المسلمون بما حدث فيهم، فأجابوهم وصالحوهم على صلح دمشق، وأنزلها أبو عبيدة السمط بن الأسود الكندي في بني معاوية، والأشعث بن ميناس في السكون، والمقداد في بلي، وأنزلها غيرهم، وبعث بالأخماس إلى عمر مع عبد الله بن مسعود، وكتب عمر إلى أبي عبيدة :أن أقم بمدينتك وارع أهل القوة من عرب الشام، فإني غير تارك البعثة إليك

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/321):

فتح قنسرین

سلمیہ کی فتح کے بعد سیدنا خالد بن ولید اپنی رکابی فوج لے کر بحکم سیدنا ابوعبیدہ قنسرین کی جانب بڑھے وہاں میناس نامی رومی سردار نے جس کا مرتبہ ہرقل کے بعد سب سے بڑا تھا آگے بڑھ کر خالد بن ولید کا مقابلہ کیا' خالد بن ولید نے سخت مقابلہ کے بعد اس کو پسپا ہونے پر مجبور کیا' وہ قنسرین میں داخل ہو کر قلعہ بند ہوا اور خالد بن ولید نے آگے بڑھ کر قنسرین کا محاصرہ کر لیا' انجام کار قنسرین مفتوح ہوا' اس فتح کا حال جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ سیدنا خالد بن ولید سے بہت خوش ہوئے اور ان کے اختیارات اور فوجی سرداری میں نمایاں اضافہ فرمایا۔

»ثم أرسل أبو عبيدة خالد بن الوليد إلى قنسرين. فلما نزل الحاضر زحف إليهم الروم وعليهم ميناس، وكان من أعظم الروم بعد هرقل، فاقتتلوا فقتل ميناس ومن معه مقتلة عظيمة لم يقتلوا مثلها، فماتوا على دم واحد. وسار خالد حتى نزل على قنسرين فتحصنوا منه، فقالوا :لو كنتم في السحاب لحملنا الله إليكم أو لأنزلكم إلينا. فنظروا في أمرهم ورأوا ما لقي أهل حمص فصالحوهم على صلح حمص، فأبى خالد إلا على إخراب المدينة فأخربها. فعند ذلك دخل هرقل القسطنطينية ;وسببه :أن خالدا وعياضا أدربا إلى هرقل من الشام، وأدرب عمرو بن مالك من الكوفة، فخرج من ناحية قرقيسيا، وأدرب عبد الله بن المعتم من ناحية الموصل، ثم رجعوا، فعندها دخل هرقل القسطنطينية، وكانت هذه أول مدربة في الإسلام سنة خمس عشرة، وقيل :ست عشرة. فلما بلغ عمر صنيع خالد قال :أمر خالد نفسه، يرحم الله أبا بكر هو كان أعلم بالرجال مني! وقد كان عزله والمثنى بن حارثة وقال :إني لم أعزلهما عن ريبة ولكن الناس عظموهما فخشيت أن يوكلوا إليهما«

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/324):

فتح حلب وانطاکیہ

مہم قنسرین سے فارغ ہو کر سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حلب کی جانب کوچ کیا' جب حلب کے قریب پہنچے تو خبر آئی کہ اہل قنسرین نے عہد شکنی اور بغاوت اختیار کی ہے' چنانچہ سیدنا ابوعبیدہ نے فوراً ایک دستہ فوج کو قنسرین کی طرف روانہ کیا' اہل قنسرین نے محصور ہو کر پھر اظہار اطاعت کیا اور بھاری جرمانہ دے کر اپنے آپ کو بچایا' سیدنا ابوعبیدہ نے حلب کے قریب پہنچ کر مقام کیا اور سیدنا عیاض بن غنم نے جو

مقدمۃ الجیش کے افسر تھے اپنی ماتحت فوج کو لے کر حلب کا محاصرہ کیا' اہل حلب نے سیدنا عیاض بن غنم سے اب تک کے مفتوحہ شہروں کی شرائط پر صلح کر کے شہر کو سپرد کر دیا' سیدنا ابو عبیدہ نے ان شرائط کو جو عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ نے طے کی تھیں جائز قرار دیا اور اپنے دستخط سے معاہدہ لکھ دیا۔

حلب کو فتح کر کے سیدنا ابو عبیدہ انطاکیہ کی جانب بڑھے انطاکیہ قیصر ہرقل کا ایشیائی دار السلطنت تھا' یہاں ہرقل کے شاہی محلات بنے ہوئے تھے اور ہر قسم کی حفاظت کا سامان جو ایک دار السلطنت کے لیے ضروری ہے یہاں موجود تھا اسی لیے مختلف مقامات کے مفرور عیسائی بھاگ بھاگ کر انطاکیہ ہی میں پناہ گزیں ہوئے تھے' حلب کے بھی بہت سے عیسائی انطاکیہ میں آ گئے تھے۔

جب مسلمان انطاکیہ کے قریب پہنچے تو عیسائیوں نے انطاکیہ سے نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور شکست کھا کر شہر میں جا گھسے' اسلامی لشکر نے انطاکیہ کا محاصرہ کیا' چند روز کے بعد شہر والوں نے مجبور ہو کر جزیہ کے وعدہ پر صلح کر لی' بعض عیسائی انطاکیہ سے کسی طرف کو خود ہی جلا وطن ہو گئے' مسلمانوں نے ان کے حال سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

اس کے بعد خبر پہنچی کہ حلب کے قریب مقام معرہ مصرین میں مسلمانوں کے خلاف عیسائی لشکر جمع ہو رہا ہے' اس خبر کو سن کر سیدنا ابو عبیدہ اس طرف کو روانہ ہوئے' وہاں بڑی بھاری جنگ ہوئی' بہت سے عیسائی اور رومی سردار مارے گئے' اور اہل معرہ مصرین نے اہل حلب کی طرح صلح کر لی' یہاں یہ صلح نامہ ابھی مکمل نہیں ہونے پایا تھا کہ انطاکیہ والوں کی بغاوت و بدعہدی کی خبر پہنچی مگر عیاض بن غنم اور حبیب بن مسلمہ موجود تھے انہوں نے لڑ کر عیسائیوں کو پھر مغلوب کیا اور شہر پر قابض ہو گئے' اس بغاوت و بدعہدی کے بعد انطاکیہ والوں نے پھر پہلی شرائط پر ہی صلح کی درخواست کی' سیدنا ابو عبیدہ نے ان کی اس درخواست کو منظور کر لیا۔

عیسائیوں کی بار بار کی بغاوت و بدعہدی دیکھ کر سیدنا ابو عبیدہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ ان عیسائیوں کے بار بار کے نقض عہد سے بعض اوقات اسلامی لشکر کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا ہو جاتا ہے' ان کے ساتھ کس خاص قسم کا برتاؤ کیا جائے؟

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ عیسائیوں کے بڑے بڑے مرکزی شہروں اور قبوں میں جن کو تم فتح کر چکے ہو ایک ایک فوجی دستہ مدامی طور پر موجود رکھو' ایسے ہر ایک حفاظتی دستہ کو ہم بیت المال سے وظائف اور تنخواہیں دیں گے' فتح انطاکیہ کے بعد اردگرد کے تمام مواضعات وقصبات نے بطیب خاطر مسلمانوں کی اطاعت قبول کی' اور قورس بنج تل عزاز وغیرہ قصبات مع مفصلات بلا جنگ و پیکار مسلمانوں کی اطاعت وقبضہ میں داخل ہو گئے اور فرات تک شام کے تمام شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

فتح بغراس، مرعش، حدث

اب شام کی طرف سے مطمئن ہو کر اور تمام شہروں میں عامل مقرر کرنے اور فوجی دستے متعین فرما دینے کے بعد سیدنا ابو عبیدہ نے فلسطین کی طرف توجہ فرمائی اور ایک لشکر میسرہ بن مسروق کی سرداری میں مقام بغراس کو روانہ کیا جو علاقہ انطاکیہ میں ایشیائے کوچک کی سرحد پر ایک مقام تھا' یہاں بہت سے عرب قبائل غسان' تنوخ ایاد وغیرہ آباد تھے اور عیسائی مذہب رکھنے کی وجہ سے فتح انطاکیہ کا حال سن کر ہرقل کے پاس جانے کی تیاریاں کر رہے تھے' میسرہ بن مسروق نے جاتے ہی ان پر حملہ کیا' بڑا بھاری معرکہ ہوا' سیدنا ابو عبیدہ نے انطاکیہ سے مالک

بن اشترنخعی کو میسرہ کی کمک پر روانہ کیا' اس نئی فوج کو آتے ہوئے دیکھ کر عیسائی گھبرا گئے اور حواس باختہ ہو کر بھاگے' سیدنا خالد بن ولید ایک چھوٹا سا لشکر لے کر مرعش کی طرف گئے اور عیسائیوں نے جلاوطنی کی اجازت حاصل کر کے شہر خالد بن ولید کے سپرد کر دیا' اسی طرح ایک لشکر لے کر حبیب بن مسلمہ قلعہ حارث کی طرف گئے اور اس کو فتح کیا۔

فتح قیساریہ (قیرہ) و فتح اجنادین انہیں ایام میں انطاکیہ و علاقہ انطاکیہ کو اسلامی لشکر فتح کر رہا تھا' دمشق کے عامل سیدنا یزید بن ابی سفیان نے اپنے بھائی معاویہ بن ابی سفیان کو حکم فاروق کی بنا پر فوج دے کر قیساریہ کی طرف بھیجا' وہاں سخت معرکہ پیش آیا اور اسی ہزار عیسائی میدان جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ مارے گئے اور قیساریہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔

مہم مرج روم اور فتح بیسان کے بعد قیصر ہرقل نے ارطبون نامی بطریق کو جو نہایت بہادر اور مشہور سپہ سالار تھا مقام اجنادین میں فوجیں جمع کرنے کا حکم دیا' ارطبون نے ایک زبردست فوج تو اپنے پاس مقام اجنادین میں رکھی اور ایک فوج مقام رملہ میں اور ایک بیت المقدس میں تعینات کی' یہ افواج اسلامی حملہ آوروں کی منتظر اور ہر طرح کیل کانٹے سے لیس اور تعداد میں بے شمار تھیں' سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے جو اس سمت کے حصہ افواج کی سرداری رکھتے تھے بحکم ابوعبیدہ' علقمہ بن حکیم فراسی اور مسرور بن العکی کو بیت المقدس کی طرف' اور ابوایوب المالکی کو رملہ کی جانب روانہ کیا' عمرو خود ارطبون کے مقابلہ کو اجنادین کی جانب بڑھے' اجنادین میں نہایت سخت معرکہ آرائی ہوئی' یہ لڑائی جنگ یرموک کی مانند تھی' بالآخر ارطبون سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کے مقابلہ سے شکست کھا کر بیت المقدس کی طرف بھاگا' سیدنا علقمہ بن حکیم فراسی نے جو بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے تھے راستہ دے دیا' ارطبون بیت المقدس میں داخل ہو گیا اور اجنادین پر سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ کا قبضہ ہوا۔

فتح بیت المقدس

ارطبون جب بیت المقدس میں داخل ہو گیا تو سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ نے غزہ' سبسطیہ' نابلس' لد' عمواس' بیت جبرین' یافا وغیرہ مقامات پر قبضہ کیا' اور بیت المقدس کے ارد گرد کے تمام علاقے پر قابض ہو کر بیت المقدس کی طرف بڑھے' اور محاصرہ کو سختی سے جاری رکھا' انہیں ایام میں سیدنا ابوعبیدہ شام کے انتہائی اضلاع قنسرین وغیرہ کی فتح سے فارغ ہو کر فلسطین و بیت المقدس کی طرف روانہ ہو چکے تھے' عیسائی قلعہ بند ہو کر نہایت سختی سے محاصرین کی مدافعت اور مقابلہ کر رہے تھے' ابوعبیدہ کے آجانے کی خبر سن کر ان کی ہمت کچھ پست سی ہو گئی اور سپہ سالار اعظم یعنی سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پہنچنے پر انہوں نے صلح کے سلام و پیام جاری کئے' مسلمانوں کی طرف سے صلح میں کوئی تامل ہوتا ہی نہ تھا' مسلمانوں کی طرف سے جو شرائط پیش ہوتے تھے وہ بہت سادہ اور ایسے مقررہ معینہ تھے کہ تمام عیسائی ان سے واقف تھے' لیکن بیت المقدس کے عیسائیوں نے صلح کی شرائط میں ایک خاص شرط کا اضافہ ضروری و لازمی قرار دیا' وہ یہ کہ عہد نامہ خود خلیفہ وقت آ کر لکھے۔

ارطبون بطریق بیت المقدس سے نکل کر مصر کی طرف بھاگ گیا تھا' رؤسا شہر اور شرفائے بیت المقدس ہی مدافعت میں استقامت دکھا رہے تھے اور اب شہر کا قبضہ میں آجانا کچھ بھی دشوار نہ تھا' لیکن سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح نے یہی مناسب سمجھا کہ جہاں تک ہو سکے کشت و خون کا امکان محدود کیا جائے اور جنگ پر صلح کو فوقیت دی جائے۔

چنانچہ انہوں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ان حالات کا ایک خط لکھا اور اس میں تحریر کیا کہ آپ کے یہاں تشریف لانے سے بیت المقدس بلا جنگ قبضہ میں آسکتا ہے فاروق اعظم نے اس خط کے پہنچنے پر اھل الرائے حضرات کو مسجد نبوی میں بغرض مشورہ طلب کیا' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عیسائی اب مغلوب ہو چکے ہیں' ان میں مقابلے اور مدافعت کی ہمت و طاقت نہیں رہی' آپ بیت المقدس کا سفر اختیار نہ کریں' خدائے تعالیٰ عیسائیوں کو اور بھی زیادہ ذلیل کرے گا اور وہ بلا شرط شہر کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں گے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری رائے میں آپ کو ضرور جانا چاہیے۔

فاروق اعظم کا سفر فلسطین

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی کی رائے کو پسند کیا اور روٹیوں کا ایک تھیلا' ایک اونٹ' ایک غلام' ایک لکڑی کا پیالہ ہمراہ لے کر اور اپنی جگہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرما کر روانہ ہو گئے' آپ کے اس سفر کی سادگی و جفاکشی عام طور پر مشہور ہے' کبھی غلام اونٹ کی مہار پکڑ کر چلتا اور سیدنا فاروق اعظم اونٹ پر سوار ہوتے اور کبھی غلام اونٹ پر سوار ہوتا اور فاروق اعظم اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے آگے چلتے' یہ اس عظیم الشان شہنشاہ اور خلیفہ اسلام کا سفر تھا جس کی فوجیں قیصر و کسریٰ کے محلات اور تخت و تاج کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں میں روند چکی تھیں۔

یہ مہینہ جس میں فاروق اعظم کا یہ سفر شروع ہوا ہے رجب کا مہینہ تھا اور ۱۶ھ جب کہ مدائن و انطاکیہ فتح ہو چکے تھے' عزم روانگی کے ساتھ ہی روانگی سے پہلے آپ نے دمشق و بیت المقدس کی اسلامی افواج کے سردار کو اطلاع دے دی تھی' سب سے پہلے یزید بن ابی سفیان' ان کے بعد ابوعبیدہ بن جراح' ان کے بعد سیدنا خالد بن ولید نے آپ کا استقبال کیا' آپ نے ان سرداروں کو خوبصورت اور شان و شوکت کے لباس میں اپنے استقبال کو آتے دیکھا' دیکھ کر طیش و غضب کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ تم لوگوں نے دو ہی برس میں عجمیوں کی خو بو اختیار کر لی' مگر جب ان سرداروں نے فرمایا کہ ہماری ان پر تکلف قباؤں کے نیچے سلاح حرب موجود ہیں اور ہم عربی اخلاق پر قائم ہیں تب آپ کو اطمینان ہوا۔

عیسائیوں کو امان نامہ

آپ مقام جابیہ میں مقیم ہوئے' یہیں رؤساء بیت المقدس آپ کی ملاقات کو حاضر ہوئے اور یہ عہد نامہ آپ نے اپنے سامنے ان کو لکھوایا۔

''یہ وہ امان نامہ ہے جو امیر المومنین عمر نے ایلیا والوں کو دیا ہے' ایلیا والوں کی جان و مال' گرجے' صلیب' بیمار' تندرست سب کو امان دی جاتی ہے اور ہر مذہب والے کو امان دی جاتی ہے' ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کی جائے گی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے یہاں تک کہ ان کے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا' نہ ان کی صلیبوں اور مالوں میں کسی قسم کی کمی کی جائے گی' نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا کوئی تشدد کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو کوئی ضرر پہنچائے گا' اور ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہ رہنے پائیں گے' اور ایلیا والوں کا فرض ہے کہ وہ جزیہ دیں' اور یونانیوں کو نکال دیں' پس یونانیوں یعنی رومیوں میں سے جو شہر سے نکل جائے گا اس کے جان و مال کو امان دی جاتی ہے جب تک وہ محفوظ مقام تک نہ پہنچ جائیں' اور اگر کوئی رومی ایلیا ہی میں رہنا پسند کرتا ہے تو اس کو باقی اہل شہر کی طرح جزیہ ادا کرنا ہوگا'

اور اگر اہل ایلیا میں سے کوئی شخص رومیوں کے ساتھ جانا چاہے تو اس کو امن وامان ہے یہاں تک کہ وہ محفوظ مقام پر پہنچ جائیں' جو کچھ اس عہد نامہ میں درج ہے اس پر خدا' رسول اور خلفاء اور تمام مسلمانوں کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ اہل ایلیاء مقررہ جزیہ کی ادائیگی سے انکار نہ کریں''۔

اس عہد نامہ پر سیدنا خالد بن ولید' عمرو بن العاص' عبدالرحمن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان کے دستخط بطور گواہ ثبت ہوئے' بیت المقدس والوں نے فوراً جزیہ ادا کر کے شہر کے دروازے کھول دیئے' اسی طرح اہل رملہ نے بھی مصالحت کے ساتھ شہر مسلمانوں کے سپرد کر دیا' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پیادہ پا بیت المقدس میں داخل ہوئے' سب سے پہلے مسجد اقصیٰ میں گئے اور محراب داؤد کے پاس پہنچ کر سجدہ داؤدی کی آیت پڑھ کر سجدہ کیا' پھر عیسائیوں کے گرجے میں گئے اور اس کی سیر کر کے واپس تشریف لائے' بیت المقدس کی فتح کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صوبہ فلسطین کے دو حصے کر دیئے' ایک حصہ پر علقمہ بن حکیم کو عامل مقرر کر کے رملہ میں قیام کا حکم دیا' دوسرے حصہ پر علقمہ بن مجزز کو عامل مقرر فرما کر بیت المقدس میں رہنے کا حکم دیا۔

»ذكره أبو جعفر بن جرير في هذه السنة عن رواية سيف بن عمر، وملخص ما ذكره هو وغيره، أن أبا عبيدة لما فرغ من دمشق، كتب إلى أهل إيلياء يدعوهم إلى الله وإلى الإسلام، أو يبذلون الجزية أو يؤذنون بحرب. فأبوا أن يجيبوا إلى ما دعاهم إليه. فركب إليهم في جنوده، واستخلف على دمشق سعيد بن زيد، ثم حاصر بيت المقدس وضيق عليهم حتى أجابوا إلى الصلح بشرط أن يقدم إليهم أمير المؤمنين عمر بن الخطاب. فكتب إليه أبو عبيدة بذلك فاستشار عمر الناس في ذلك، فأشار عثمان بن عفان بأن لا يركب إليهم؛ ليكون أحقر «لهم وأرغم لأنوفهم، وأشار علي بن أبي طالب بالمسير إليهم؛ ليكون أخف وطأة على المسلمين في حصارهم بينهم، فهوى ما قال علي ولم يهو ما قال عثمان. وسار بالجيوش نحوهم، واستخلف على المدينة علي بن أبي طالب، وسار العباس بن عبد المطلب على مقدمته، فلما وصل إلى الشام تلقاه أبو عبيدة ورءوس الأمراء كخالد بن الوليد، ويزيد بن أبي سفيان، فترجل أبو عبيدة وترجل عمر، فأشار أبو عبيدة ليقبل يد عمر، فهم عمر بتقبيل رجل أبي عبيدة، فكف أبو عبيدة، فكف عمر. ثم سار حتى صالح نصارى بيت المقدس، واشترط عليهم إجلاء الروم إلى ثلاث، ثم دخلها إذ دخل المسجد من الباب الذي دخل منه رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة الإسراء. ويقال: إنه لبى حين دخل بيت المقدس، فصلى فيه تحية المسجد بمحراب داود، وصلى بالمسلمين فيه صلاة الغداة من الغد، فقرأ في الأولى بسورة "ص" وسجد فيها والمسلمون معه، وفي الثانية بسورة "بني إسرائيل" ثم جاء إلى الصخرة فاستدل على مكانها من كعب الأحبار، وأشار عليه كعب أن يجعل المسجد من ورائه، فقال: ضاهيت اليهودية. ثم جعل المسجد في قبلي بيت المقدس، وهو العمري اليوم، ثم نقل التراب عن الصخرة في طرف ردائه وقبائه، ونقل المسلمون معه في ذلك. وسخر أهل الأردن في نقل بقيتها، وقد كانت الروم جعلوا الصخرة مزبلة؛ لأنها قبلة اليهود، حتى إن المرأة كانت ترسل خرقة

حيضتها من داخل الحوز لتلقى فى الصخرة. وذلك مكافأة لما كانت اليهود عاملت به القمامة. وهى المكان الذى كانت اليهود صلبوا فيه المصلوب، فجعلوا يلقون على قبره القمامة. فلأجل ذلك سمى ذلك الموضع القمامة، وانسحب الاسم على الكنيسة التى بناها النصارى هنالك. وقد كان هرقل حين جاءه الكتاب النبوى وهو بإيلياء، وعظ النصارى فيما كانوا قد بالغوا فى إلقاء الكناسة على الصخرة حتى وصلت إلى محراب داود، قال لهم: إنكم لخليق أن تقتلوا على هذه الكناسة مما امتهنتم هذا المسجد، كما قتلت بنو إسرائيل على دم يحيى بن زكريا. ثم أمروا بإزالتها، فشرعوا فى ذلك، فما أزالوا ثلثها حتى فتحها المسلمون فأزالها عمر بن الخطاب. وقد استقصى هذا كله بأسانيده ومتونه الحافظ بهاء الدين ابن الحافظ أبي القاسم بن عساكر فى كتابه "المستقصى فى فضائل المسجد الأقصى". وذكر سيف فى سياقه أن عمر رضى الله عنه، ركب من المدينة على فرس; ليسرع السير بعدما استخلف عليها على بن أبي طالب، فسار حتى قدم الجابية، فنزل بها وخطب بالجابية خطبة طويلة بليغة، منها: أيها الناس، أصلحوا سرائركم تصلح علانيتكم، واعملوا الآخرتكم تكفوا أمر دنياكم، واعلموا أن رجلا ليس بينه وبين آدم أب حى ولا بينه وبين الله هوادة، فمن أراد لحب وجه الجنة فليلزم الجماعة; فإن الشيطان مع الواحد، وهو مع الاثنين أبعد، ولا يخلون أحدكم بامرأة; فإن الشيطان ثالثهما، ومن سرته حسنته وساءته سيئته فهو مؤمن. وهى خطبة طويلة اختصرناها. ثم صالح عمر أهل الجابية ورحل إلى بيت المقدس وقد كتب إلى أمراء الأجناد أن يوافوه فى اليوم الفلانى إلى الجابية، فتوافوا أجمعون فى ذلك اليوم إلى الجابية، فكان أول من تلقاه يزيد بن أبي سفيان، ثم أبو عبيدة، ثم خالد بن الوليد فى خيول المسلمين وعليهم يلامق الديباج، فسار إليهم عمر ليحصبهم، فاعتذروا إليه بأن عليهم السلاح، وأنهم يحتاجون إليه فى حروبهم، فسكت عنهم واجتمع الأمراء كلهم بعدما استخلفوا على أعمالهم سوى عمرو بن العاص وشرحبيل فإنهما موافقان الأرطبون بأجنادين، فبينما عمر فى الجابية إذا بكردوس من الروم بأيديهم سيوف مسللة، فسار إليهم المسلمون بالسلاح، فقال عمر: إن هؤلاء قوم يستأمنون. فساروا نحوهم، فإذا هم جند من بيت المقدس يطلبون الأمان والصلح من أمير المؤمنين حين سمعوا بقدومه، فأجابهم عمر، رضى الله عنه، إلى ما سألوا، وكتب لهم كتاب أمان ومصالحة، وضرب عليهم الجزية، واشترط عليهم شروطا ذكرها ابن جرير، وشهد فى الكتاب خالد بن الوليد، وعمرو بن العاص، وعبد الرحمن بن عوف، ومعاوية بن أبي سفيان، وهو كاتب الكتاب، وذلك فى سنة خمس عشرة

»البدایۃ والنہایۃ« (9/655):

فتح تکریت وجزیرہ

مذکورہ بالا واقعات کے پڑھنے سے رجب ۱۶ھ تک کی اسلامی تاریخ جو شام وعراق سے تعلق رکھتی ہے ہماری نظر سے گذر گئی اب آگے روم و

ایران کے واقعات میں سے کسی ایک کے سلسلہ کو شروع کرنے سے پیشتر تکریت کی فتح اور صوبہ جزیرہ پر لشکر اسلام کے قبضہ کا حال اس لیے بیان کرنا ضروری ہے کہ تکریت میں رومیوں اور ایرانیوں نے مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا تھا' اسی طرح جزیرہ کے قبضہ میں لانے کا باعث مسلمانوں کی عراقی وشامی دونوں فوجیں ہوئی ہیں' نیز یہ کہ مذکورہ بالا واقعات کے بعد ہی تکریت والجزیرہ کے واقعات وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

تکریت میں ایک ایرانی صوبہ دار رہا کرتا تھا' اس نے جب سنا کہ مدائن پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے تو اس نے رومیوں کو اپنی طرف متوجہ کیا' رومی لوگوں پر بھی چوں کہ اسلامی فوجوں کی ضربیں پڑ رہی تھیں وہ بہت آسانی سے اس سرحدی صوبہ دار کی اعانت پر آمادہ ہو گئے ساتھ ہی ایاد' تغلب' نمر وغیرہ عرب قبائل جو عیسائی تھے رومیوں کی ترغیب سے مرزبان تکریت کے ساتھ شریک ہو گئے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے مطابق سیدنا سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے عبداللہ بن معتم کو پانچ ہزار کی جمعیت کے ساتھ تکریت کی جانب روانہ کیا' اسلامی لشکر نے جا کر تکریت کا محاصرہ کر لیا' بڑی خوں ریز جنگ کے بعد رومیوں اور ایرانیوں کو شکست فاش حاصل ہوئی' عرب قبائل میں اکثر نے دین اسلام قبول کر لیا' بہت ہی تھوڑے ایرانی اور رومی جان بچا کر بھاگ سکے ورنہ سب وہیں مقتول ہوئے اس لڑائی میں مال غنیمت اس قدر ہاتھ آیا کہ جب خمس نکال کر لشکر پر تقسیم کیا گیا تو ایک ایک سوار کے حصہ میں تین تین ہزار درہم آئے۔

صوبہ جزیرہ بھی شام وعراق کے درمیان کبھی رومی سلطنت کے زیر اثر ہوتا' کبھی ایرانی سلطنت کی ماتحتی میں آ جاتا تھا' اہل جزیرہ نے اسلامی فتوحات کے نقشے دیکھ کر ہرقل کو لکھا کہ آپ شام کے مشرقی شہروں کی طرف حفاظتی افواج بھیجیں' ہم سب مل کر آپ کی اور آپ کی فوجوں کی مدد کریں گے' ہرقل نے اہل جزیرہ کی اس درخواست کو تائید غیبی سمجھ کر شام کے مشرقی شہروں کی طرف فوجیں روانہ کیں' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان حالات سے واقف ہو کر ایک طرف سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ اہل جزیرہ کو ان کی حدود سے باہر نہ نکلنے دو' دوسری طرف سیدنا ابوعبیدہ کو لکھا کہ قیصر کی فوجوں کو حمص وقنسرین کی طرف بڑھنے سے روکو' چنانچہ عراقی وشامی ہر دو افواج نے اپنا اپنا کام عمدگی سے انجام دیا اور تمام صوبہ جزیرہ سیدنا عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کے بعد ایک سرے سے دوسرے سرے تک مفتوح ہو گیا' یہ واقعہ ۱۷ھ کا ہے۔

قبیلہ ایاد کی واپسی

اسی سال جبکہ پورے صوبہ جزیرہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو وہاں سے قبیلہ ایاد جو عیسائی مذہب رکھتا تھا جلاوطن ہو کر ہرقل کے ملک میں چلا گیا اور وہاں سکونت اختیار کی' فاروق اعظم نے اس بات سے مطلع ہو کر ہرقل کو خط لکھا کہ

''مجھ کو یہ خبر پہنچی ہے کہ قبائل عرب سے ایک قبیلہ ہمارا ملک چھوڑ کر تمہارے شہروں میں چلا گیا ہے' اگر تم ان عربوں کو اپنے ملک سے نہ نکال دو گے تو ہم ان تمام عیسائیوں کو جو ہمارے ملک میں آباد ہیں نکال کر تمہارے پاس بھیج دیں گے''۔

ہرقل نے اس فاروقی خط کو پڑھتے ہی فوراً قبیلہ ایاد کو جو چار ہزار نفوس پر مشتمل تھا اپنے علاقے سے نکال دیا' وہ شام اور جزیرہ میں واپس آ

کر آباد ہو گئے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عراق عجم پر حبیب بن مسلمہ کو اور عراق عرب پر ولید بن عقبہ کو انتظامی افسر مقرر فرمایا تھا' ان عربوں کے واپس آنے پر ولید بن عقبہ کو لکھا کہ ان لوگوں کو اسلام لانے پر مجبور نہ کرو اگر وہ جزیہ دینا منظور کریں تو قبول کرلو۔

یہ بات کہ سوائے اسلام کے کوئی درخواست منظور نہ کی جائے گی جزیرۃ العرب مابین مکہ مدینہ اور یمن کے لیے مخصوص ہے ہاں اس شرط کا ان لوگوں کو ضرور پابند بناؤ کہ جن لڑکوں کے والدین مسلمان ہو گئے ہیں ان کو عیسائی نہ بنائیں یعنی مسلمانوں کی اولاد کو عیسائی بنانے کی کوشش نہ کریں اور جو مسلمان ہونا چاہے اس کو نہ روکیں۔

ولید بن عقبہ نے اس حکم فاروقی کی تعمیل کی' چند روز کے بعد قبیلہ ایاد نے ایک سفارت مدینہ منورہ میں بھیجی کہ ہم سے کوئی رقم جزیہ کے نام سے وصول نہ کی جائے' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست کو منظور کر کے جزیہ سے دو چند رقم صدقہ کے نام سے وصول کرنے کا حکم وہاں کے عامل کو لکھ بھیجا اور قبیلہ ایاد نے اس کو بخوشی منظور کرلیا' چند روز کے بعد قبیلہ ایاد نے ولید بن عقبہ کی شکایت کی تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر کے ان کی جگہ فرات بن حیان اور ہند بن عمرو الجملی کو مقرر فرمایا۔

اس جگہ یہ بات قابل تذکرہ ہے کہ صوبہ جزیرہ کی فتح کو بعض مورخین نے فتوحات شام میں شمار کیا ہے' بہر حال عیاض بن غنم اور خالد بن ولید جو عیاض بن غنم کے کمکی بن کر آئے تھے سیدنا ابوعبیدہ کی افواج یعنی افواج شام سے آئے تھے' صوبہ جزیرہ کی فتح کو شام و عراق دونوں کی فتوحات میں شامل سمجھنا چاہیے۔

خالد بن ولید رض کی معزولی اور اطاعت امیر کا بے مثل مظاہرہ:

عام طور پر لوگ کہتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا تھا' لیکن اس بات کے سمجھنے میں لوگوں سے بہت غلطی ہوئی ہے' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شروع عہد خلافت میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حقیقی طور پر معزول نہیں کیا تھا بلکہ ان کا درجہ کسی قدر کم کیا تھا' پہلے خالد بن ولید سپہ سالار اعظم تھے' سیدنا فاروق اعظم نے انہیں نائب سپہ سالار اعظم بنا دیا تھا' اس ایک درجہ کے ٹوٹنے سے ان کی ذمہ داریوں میں کوئی نمایاں فرق نہ آیا تھا' صرف اس بات کی روک تھام ہو گئی تھی کہ وہ آزادانہ طور پر مسلمانوں کی جمعیت کو کسی خطرے کے مقام میں نہیں لے جا سکتے تھے اور سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی رضامندی اور اجازت ان کو حاصل کرنی پڑتی تھی۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا اصل واقعہ ۱۷ھ کے آخری مہینوں میں ہوا' اور اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر سردار فوج' ہر عامل' ہر حصہ فوج اور ہر شہر کے حال سے باخبر رہتے تھے' آپ کے پرچہ نویس ہر فوج اور ہر شہر میں موجود ہوتے تھے اور بلا کم وکاست ضروری حالات سے خلیفہ وقت کو آگاہ رکھتے تھے' حالانکہ ہر ایک عامل اور ہر ایک سردار فوج خود بھی اپنے حالات کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجتا رہتا تھا۔

فاروق اعظم کو ان کے پرچہ نویس نے اطلاع دی کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو صوبہ جزیرہ کی فتح سے ابھی واپس ملک شام میں آئے ہیں اپنے ساتھ بے حد مال و دولت لائے ہیں اور انہوں نے اپنی مدح کے صلہ میں اشعث بن قیس شاعر کو دس ہزار درہم دیئے ہیں' سیدنا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے سرِ مجلس دریافت کیا جائے کہ تم نے اشعث کو انعام اپنی گرہ سے دیا ہے یا بیت المال سے؟ اگر اپنی گرہ سے دیا ہے تو اسراف ہے اور بیت المال سے دیا ہے تو خیانت‘ دونوں صورتوں میں معزولی کے قابل ہو‘ خالد رضی اللہ عنہ کا عمامہ اتار کر اسی عمامہ سے ان کی گردن باندھی جائے‘ قاصد سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اگر خالد بن ولید اپنی غلطی کا اقرار کریں تو ان سے درگذر کی جائے‘ چنانچہ وہ مجمع عام میں بلائے گئے‘ قاصد نے ان سے پوچھا کہ یہ انعام تم نے کہاں سے دیا؟ خالد رضی اللہ عنہ یہ سن کر خاموش رہے اور اپنی خطا کا اقرار کرنے پر رضامند نہ ہوئے‘ مجبوراً قاصد نے ان کا عمامہ اتارا اور اسی سے ان کی گردن باندھی اور پھر دوبارہ دریافت کیا تو خالد نے کہا کہ اشعث کو میں نے اپنے مال سے انعام دیا‘ بیت المال سے نہیں دیا‘ قاصد نے یہ سنتے ہی گردن کھول دی اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کیفیت کی اطلاع دی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو جواب دہی کے لیے مدینہ منورہ میں طلب فرمایا‘ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ! واللہ تم میرے معاملہ میں انصاف نہیں کرتے ہو‘ فاروق اعظم نے کہا‘ تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آئی اور اس قدر انعام وصلہ شاعر کو تم نے کہاں سے دیا؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مال غنیمت سے جو میرے حصہ میں آیا تھا انعام دیا تھا‘ پھر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا ساٹھ ہزار سے جو کچھ زیادہ ہو وہ بیت المال میں داخل کرتا ہوں‘ چنانچہ حساب کرنے پر بیس ہزار زائد نکلے اور بیت المال میں داخل کر دیئے گئے۔

اس کے بعد دونوں حضرات میں صفائی ہو گئی اور کوئی وجہ کدورت باقی نہ رہی۔

»قال ابن جرير وفي هذه السنة أدرب خالد بن الوليد وعياض بن غنم، أي سلكا درب الروم وأغارا عليهم، فغنموا أموالا عظيمة وسبيا كثيرا. ثم روى من طريق سيف، عن أبي عثمان وأبي حارثة والربيع وأبي المجالد، قالوا: لما رجع خالد ومعه أموال جزيلة من الصائفة، انتجعه الناس يبتغون رفده ونائله، فكان ممن دخل عليه الأشعث بن قيس، فأجازه بعشرة آلاف، فلما بلغ ذلك عمر كتب إلى أبي عبيدة يأمره أن يقيم خالدا، ويكشف عمامته، وينزع عنه قلنسوته، ويقيده بعمامته، ويسأله عن هذه العشرة آلاف، إن كان أجازها الأشعث من ماله فهو سرف، وإن كان من مال الصائفة فهي خيانة، ثم اعزله عن عمله. فطلب أبو عبيدة خالدا، وصعد أبو عبيدة المنبر، وأقيم خالد بين يدي المنبر، وقام إليه بلال ففعل به ما أمر به عمر بن الخطاب هو والبريد الذي قدم بالكتاب. هذا وأبو عبيدة ساكت لا يتكلم، ثم نزل أبو عبيدة واعتذر إلى خالد مما كان بغير اختياره وإرادته؛ فعذره خالد، وعرف أنه لا قصد له في ذلك. ثم سار خالد إلى قنسرين فخطب أهل البلد وودعهم، وسار بأهله إلى حمص فخطبهم أيضا وودعهم وسار إلى المدينة فلما« دخل خالد على عمر أنشد عمر قول الشاعر؛

صنعت فلم يصنع كصنعك صانع ... وما يصنع الأقوام فالله صانع

ثم سأله: من أين هذا اليسار الذي تجيز منه بعشرة آلاف؟ فقال: من الأنفال والسهمان. قال: فما زاد على

الستين ألفا فلك. ثم قوم أمواله وعروضه وأخذ منه عشرين ألفا، ثم قال :والله إنك علي لكريم، وإنك إلي لحبيب، ولن تعمل لي بعد اليوم على شيء.

وقال سيف، عن عبد الله عن المستورد، عن أبيه، عن عدي بن سهل قال :كتب عمر إلى الأمصار :إني لم أعزل خالدا عن سخطة ولا خيانة، ولكن الناس فتنوا به، فأحببت أن يعلموا أن الله هو الصانع.

»البدایۃ والنہایۃ« (10 / 46):

بصرہ کوفہ

۱۴ ھ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سردار لشکر کی رپورٹوں اور عراق کی طرف سے آنے والے سپاہیوں کے معائنہ سے اس بات کا احساس ہوگیا تھا کہ عربوں کو عراق کی آب وہوا موافق نہیں آتی' چنانچہ آپ نے احکام جاری کئے کہ اہل عرب کے لیے ایسی چھاؤنیاں قائم کی جائیں جن کی آب وہوا ملک عرب سے بہت مشابہ اور صحت بخش ہو تاکہ فوجیں جب لڑائی کے کام سے فارغ ہوا کریں تو ان چھاؤنیوں میں آکر قیام کیا کریں' اسی زمانہ میں بصرہ کے مقام پر فوجی چھاؤنی دجلہ کے قریب قائم کی گئی' اس چھاؤنی میں صرف پھوس کے چھپر تھے اور جب لشکری لوگ کسی مہم پر جاتے تو ان چھپروں کو آگ لگا جاتے تھے واپس آکر پھر اپنی ضرورت کے موافق چھپر ڈال لیتے تھے۔

۱۷ھ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں مکانات بنائے اور ایک دوسری چھاؤنی کوفہ کے آباد کرنے کی منظوری دی' اسی سال بصرہ میں میں مکانات بننے شروع ہوئے اور اسی سال کوفہ کی آبادی شروع ہوئی' ان دو مقامات کی آب وہوا عربوں کو بہت موافق آئی اور چندروز کے بعد یہ دونوں شہر اسلامی طاقت کے مرکز شمار ہونے لگے۔

فتح اہواز و اسلام ہرمزان

ایرانیوں کا نامی سردار ہرمزان جنگ قادسیہ سے فرار ہو کر صوبہ اہواز کے دارالصدر خوزستان میں آکر اس علاقہ کے تمام متعلقہ شہروں میں قابض ہو کر فوجیں جمع کرنے کی کوشش میں مصروف ہوا اور رفتہ رفتہ اس علاقہ پر خود مختارانہ حکومت کر کے اپنی حدود حکومت کو وسیع کرنا شروع کیا' کوفہ و بصرہ کی چھاؤنیوں سے اسلامی افواج نے اس پر حملہ کیا اور شکست پر شکست دے کر صوبہ اہواز پر اپنا قبضہ قائم رکھنے کے لیے جزیہ دے کر مسلمانوں سے صلح کرلی' چندروز کے بعد ہرمزان نے بغاوت اختیار کی اور مقام سوق اہواز میں اسلامی فوج سے شکست کھا کر مقام رام ہرمز میں جا کر پناہ لی۔

اس مرتبہ ہرمزان نے عاجز ہو کر پھر صلح کی درخواست کی اور ادائے جزیہ کی شرط پر مسلمانوں نے باقی علاقہ ہرمزان کے قبضہ میں چھوڑ کر اس سے پھر صلح کرلی' سیدنا حرقوص بن زہیر سعدی فاتح اہواز نے جبل اہواز پر ڈیرے ڈال کر علاقہ اہواز کے ویران شدہ شہروں کی آبادی کا کام شروع کیا۔

اسی عرصہ میں خبریں پہنچیں کہ یزدجرد شاہ فارس نے بہت سی فوجیں جمع کر کے مسلمانوں پر پھر چڑھائی کا مصمم ارادہ کیا ہے۔ اس خبر کو سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص کو لکھا کہ اس خطرے کے سدباب کے لیے مختلف سمتوں اور مختلف راستوں پر

اسلامی دستے متعین کر دو چنانچہ سیدنا سعد نے ایک دستہ احتیاطاً ہرمزان کے مقابل رام ہرمز کی جانب بھی متعین کیا' کیوں کہ ہرمزان یزدجرد کے احکام کی تعمیل اور اس کے عزائم کو کامیاب بنانے کی تدابیر میں مصروف تھا' اس دستہ فوج کے مقابلہ پر ہرمزان فوج لے کر میدان میں نکلا' لڑائی ہوئی' ہرمزان کو شکست فاش حاصل ہوئی اور مسلمانوں نے رام ہرمز پر قبضہ کر لیا' ہرمزان شکست خوردہ فرار ہو کر مقام تستر میں پہنچ کر مسلمانوں کے خلاف فوجیں جمع کرنے لگا تستر کے قلعہ کی مرمت بھی کرا لی' چاروں طرف خندق کو بھی درست کر لیا اور برجوں کی پورے طور پر مضبوطی کر لی' ایرانی فوجیں بھی تستر میں اس کے پاس آ آ کر جمع ہونے لگیں' ان حالات سے مطلع ہو کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی افواج کا سردار بنا کر بھیجا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے تستر کی جانب حرکت کے قریب پہنچ کر لڑائیوں کا سلسلہ جاری کیا' ہرمزان نے اول کئی معرکے میدان میں کئے' پھر تستر میں محصور ہو کر مدافعت میں مستعد ہوا' بہت سی لڑائیوں اور حملہ آوریوں کے بعد شہر تستر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا' ہرمزان نے تشتر کے قلعہ میں پناہ لی' قریب تھا کہ قلعہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو جائے کہ ہرمزان نے ابوموسیٰ کی خدمت میں یہ درخواست بھیجی کہ میں اپنے آپ کو اس شرط پر تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ مجھ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے اور میرے معاملہ کو انہیں کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے' ابوموسیٰ نے اس شرط کو منظور کر لیا' چنانچہ ہرمزان کو انس بن مالک اور احنف بن قیس وغیرہ کی ایک سفارت کے ہمراہ مدینہ منورہ کی جانب روانہ کیا گیا۔

مدینہ منورہ کے قریب پہنچ کر ہرمزان نے مرصع تاج سر پر رکھا اور زرق برق لباس پہنا' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب ایسے بڑے سردار کو اس طرح گرفتار دیکھا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا' ہرمزان سے پوچھا تم نے کئی مرتبہ بدعہدی کی ہے' اس کی سزا میں تمہارے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے اور بتاؤ کہ تم اپنی براءت اور معذرت میں کیا کہنا چاہتے ہو؟۔ ہرمزان نے کہا مجھے خوف ہے کہ کہیں تم میری طرف سے معذرت سنے بغیر ہی مجھ کو قتل نہ کر دو' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں تم خوف نہ کرو' تمہاری معذرت ضرور سنی جائے گی' پھر ہرمزان نے پانی مانگا' پانی آیا تو ہرمزان نے پیالہ ہاتھ میں لے کر کہا' مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں تم مجھ کو پانی پینے کی حالت میں قتل نہ کر دو' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا' تم مطلق خوف نہ کرو جب تک پانی نہ پی لو گے اس وقت تک تم کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے گا' ہرمزان نے یہ سنتے ہی پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا کہ میں پانی نہیں پیتا اور اس شرط کے موافق اب تم مجھ کو قتل نہیں کر سکتے' کیوں کہ تم نے مجھ کو امان دے دی ہے، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ تو جھوٹ بولتا ہے' ہم نے تجھ کو امان نہیں دی' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فوراً بول اٹھے کہ امیر المومنین ہرمزان سچ کہتا ہے' آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ جب تک پورا حال نہ کہہ لو گے اور پانی نہ پی لو گے کسی خطرہ میں نہ ڈالے جاؤ گے' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سن کر حیران رہ گئے اور ہرمزان سے مخاطب ہو کر بولے کہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے' مگر میں تم کو کوئی دھوکا نہ دوں گا' مناسب ہے کہ تم مسلمان ہو جاؤ' ہرمزان نے اسی وقت کلمہ توحید پڑھا' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے' ہرمزان کو مدینے میں رہنے کی جگہ دی' دو ہزار سالانہ تنخواہ مقرر کر دی' اور اس کے بعد مہم فارس میں اکثر ہرمزان سے مشورہ لیتے رہتے تھے اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انس بن مالک اور احنف بن قیس وغیرہ ارکان سفارت سے مخاطب ہو کر کہا کہ شاید تم لوگ

ذمیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے ہو؛اسی لیے یہ بار بار بغاوت اختیار کرتے ہیں ۔ یہ سن کر سیدنا احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے جواباً عرض کیا کہ امیر المومنین ہم ہمیشہ اپنے وعدوں کا ایفاء کرتے اور ذمیوں کے ساتھ نہایت رافت ومحبت کا برتاؤ کرتے ہیں،لیکن ان لوگوں کی بار بار بغاوت وسرکشی کا سبب صرف یہ ہے کہ آپ نے ہم کو بلاد فارس میں آگے بڑھنے کی ممانعت کر دی ہے،اہل فارس کا بادشاہ یزدجرد فارس کے ملک میں زندہ موجود ہے،جب تک یزدجرد فارس کے ملک میں زندہ وسلامت موجود رہے گا اس وقت تک اہل فارس لڑنے اور ہمارا مقابلہ کرنے سے کبھی باز نہ آئیں گے ۔فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے احنف کے کلام کی تصدیق کی اور اس کے بعد بلاد فارس میں اسلامی فوجوں کو پیش قدمی کی اجازت دے دی۔

»وأرسل أبو سبرة وفدا إلى عمر بن الخطاب، فيهم أنس بن مالك والأحنف بن قيس ومعهم الهرمزان، فقدموا به المدينة وألبسوه كسوته من الديباج الذي فيه الذهب وتاجه، وكان مكللا بالياقوت، وحليته ليراه عمر والمسلمون، فطلبوا عمر فلم يجدوه، فسألوا عنه فقيل: جلس في المسجد لوفد من الكوفة، فوجدوه في المسجد متوسدا برنسه، وكان قد لبسه للوفد، فلما قاموا عنه توسده ونام، فجلسوا دونه وهو نائم والدرة في يده، فقال الهرمزان: أين عمر؟ قالوا: هو ذا. فقال: أين حرسه وحجابه؟ قالوا: ليس له حارس ولا حاجب ولا كاتب. قال: فينبغي أن يكون نبيا. قالوا: بل يعمل بعمل الأنبياء. فاستيقظ عمر بجلبة الناس فاستوى جالسا ثم نظر إلى الهرمزان، فقال: الهرمزان؟ قالوا: نعم. فقال: الحمد لله الذي أذل بالإسلام هذا وغيره أشباهه! فأمر بنزع ما عليه، فنزعوه وألبسوه ثوبا صفيقا، فقال له عمر: يا هرمزان، كيف رأيت عاقبة الغدر وعاقبة أمر الله؟ فقال: يا عمر، إنا وإياكم في الجاهلية كان الله قد خلى بيننا وبينكم فغلبناكم، فلما كان الآن معكم غلبتمونا. ثم قال له: ما حجتك وما عذرك في انتقاضك مرة بعد أخرى؟ فقال: أخاف أن تقتلني قبل أن أخبرك. قال: لا تخف ذلك. واستسقى ماء فأتي به في قدح غليظ، فقال: لو مت عطشا لم أستطع أن أشرب في مثل هذا! فأتي به في إناء يرضاه، قال: إني أخاف أن أقتل وأنا أشرب. فقال عمر: لا بأس عليك حتى تشربه. فأكفأه، فقال عمر: أعيدوا عليه ولا تجمعوا عليه بين القتل والعطش. فقال: لا حاجة لي في الماء، إنما أردت أن أستأمن به. فقال عمر له: إني قاتلك. فقال: قد آمنتني. فقال: كذبت. قال أنس: صدق يا أمير المؤمنين، قد آمنته. قال عمر: يا أنس، أنا أؤمن قاتل مجزأة بن ثور والبراء بن مالك! والله لتأتين بمخرج أو لأعاقبنك. قال: قلت له: لا بأس عليك حتى تخبرني ولا بأس عليك حتى تشربه. وقال له من حوله مثل ذلك. فأقبل على« الهرمزان وقال: خدعتني، والله لا أنخدع إلا أن تسلم. فأسلم، ففرض له في ألفين وأنزله المدينة

»الكامل في التاريخ - ت تدمری« (2/369):

فتح مصر

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تھے تو عمرو بن العاص نے ان سے مصر پر فوج کشی کی اجازت حاصل کر لی تھی،

چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر بن العوام کو عمرو بن العاص کا کمکی مقرر فرمایا تھا' عمرو بن العاص چار ہزار اسلامی لشکر لے کر مصر کی جانب بڑھے' مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس فاروق اعظم کی ہدایت کے موافق سیدنا عمرو نے تین شرطیں یعنی اسلام' جزیہ' جنگ لکھ کر بھیج دیں' آج کل مصر میں رومی سردار ارطبون بھی معہ اپنی فوج کے مقیم تھا' سب سے پہلے ارطبون اپنی فوج لے کر آگے بڑھا اور سخت معرکہ کے بعد شکست کھا کر بھاگا' مسلمانوں نے مقام عین شمس کا آگے بڑھ کر محاصرہ کر لیا اور یہیں سے مصر کی فوجی چھاؤنی حصار اور اسکندریہ کے محاصرے کے لیے دو دستے روانہ کئے' تینوں جگہ چند روز تک لڑائی اور محاصرہ کا سلسلہ جاری رہا' بالآخر عین شمس والوں نے جزیہ دے کر صلح کر لی' صلح کے بعد سیدنا عمرو بن العاص نے ان قیدیوں کے واپس دینے سے انکار کیا جن کو بحالت جنگ اس سے پہلے گرفتار کر چکے تھے' یہ معاملہ فاروق اعظم کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ مصریوں کے تمام قیدیوں کو واپس کر دو۔

اس کے بعد سیدنا عمرو بن العاص نے سیدنا زبیر بن العوام کو سپہ سالار بنا کر مقام فسطاط کی طرف روانہ کیا یہاں ایک زبردست قلعہ تھا جس کو سیدنا زبیر نے جنگ و پیکار بسیار کے بعد فتح کر لیا' پھر عمرو بن العاص نے اسکندریہ پر حملہ کیا' تین مہینے کے محاصرہ کے بعد اسکندریہ مفتوح ہوا اور مقوقس شاہ مصر نے جو اسکندریہ میں مقیم تھا اس شرط پر صلح کی کہ جو شخص اسکندریہ سے جانا چاہے اس کو جانے دیا جائے اور جو اسکندریہ میں رہے اس کو رہنے دیا جائے' فتح اسکندریہ کے بعد سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام فوجی سرداروں اور لشکریوں کو اسکندریہ میں ٹھہرا کر بلاد و اطراف مصر کی طرف قبضہ و دخل اور انتظام قائم کرنے کے لیے تعینات کیا اور مصر سے فارغ ہو کر توبہ کی جانب توجہ کی۔

جنگ نہاوند

فتح مدائن و جلولاء کے بعد یزدجرد مقام رے میں جا کر مقیم ہوا تھا وہاں کے مرزبان مسمی آبان جادویہ نے یزدجرد کے قیام کو اپنی حکومت و اختیار کے منافی دیکھ کر بے وفائی کی علامات کا اظہار کیا اور یزدجرد رے سے روانہ ہو کر اصفہان چلا گیا' اصفہان کے چند روز قیام کے بعد کرمان کی طرف آیا' وہاں سے پھر اصفہان میں' جب مسلمانوں نے صوبہ اہواز پر تصرف کیا تو یزدجرد مشرقی ایران یعنی خراسان کے شہر مرو میں آ کر مقیم ہوا' یہاں اس نے ایک آتش کدہ بنوایا اور اطمینان کے ساتھ رہنے لگا' اس کا خیال تھا کہ اہل عرب اب آگے نہ بڑھیں گے' اور سرحدی مقامات تک ان کی فتوحات کا سلسلہ ختم ہو جائے گا' لیکن اہواز کے تمام و کمال مسلمانوں کے قبضہ میں چلے جانے اور ہرمزان کے گرفتار ہو کر مدینہ چلے جانے کی خبر سن کر اس کو طیش آ گیا اور وہ پھر ایک مرتبہ پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں کے استیصال کی غرض سے فوجوں کے فراہم کرنے میں مصروف ہوا' اس نے اطراف و جوانب کے امراء کو خطوط لکھے اور مسلمانوں کے مقابلے کے لیے غیرتیں دلا کر آمادہ و مستعد بنایا۔

چنانچہ یزدجرد کی ان کوششوں کے نتیجہ میں یکایک طبرستان' جرجان' خراسان اصفہان' ہمدان' سندھ وغیرہ ملکوں اور صوبوں میں مسلمانوں کے خلاف سخت جوش اور مستعدی پیدا ہوئی اور جوق در جوق لشکری لوگ یزدجرد کی خدمت میں آ آ کر جمع ہونے لگے' یزدجرد نے فیروز اور بقول دیگر مروان شاہ کو سپہ سالار بنا کر ڈیڑھ لاکھ لشکر جرار کے ساتھ نہاوند کی طرف روانہ کیا' یہاں یہ ڈیڑھ لاکھ لشکر جمع ہو رہا تھا اور ادھر مدینہ

منورہ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بلادِ ایران میں پیش قدمی کی اجازت مسلمانوں کو دے چکے تھے' انہیں ایام میں مدینے کے اندر خبر پہنچی کہ ڈیڑھ لاکھ کا لشکر جمع ہو گیا ہے۔

فاروق اعظم نے اس لشکر کے مقابلے کے خود جانے کا ارادہ کیا' لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے جانے کو مناسب نہ سمجھ کر اس رائے سے اختلاف کیا' فاروق اعظم نے ان بزرگوں کی رائے کو منظور کر کے کوفہ کی افواج کا سپہ سالار نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کو مقرر کر کے حکم دیا کہ کوفہ کے قریب کسی چشمہ پر جا کر قیام کرو۔

ان ایام میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اپنے پاس بلوایا ہوا تھا' وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھے' ان سے دریافت کیا گیا کہ تم کوفہ میں کس کو اپنا قائم مقام بنا کر آئے ہو' انہوں نے عرض کیا کہ عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان کو حکم لکھ کر بھیجا کہ کوفہ کی افواج کو نعمان بن مقرن کے ساتھ روانہ کر دو' اور فلاں چشمہ پر نعمان بن مقرر کے پاس بھیج دو۔ انہوں نے اس حکم کی تعمیل میں حذیفہ بن الیمان اور نعیم بن مقرن کے ہمراہ فوج مرتب کر کے روانہ کر دی' ساتھ ہی اہواز کی مقیم افواج کو لکھ بھیجا کہ فارس و اصفہان کی ناکہ بندی کرو تا کہ اہل نہاوند کو ایرانی امداد نہ پہنچا سکیں۔

نعمان بن مقرن کے پاس جب فوجیں جمع ہو گئیں تو انہوں نے اپنے بھائی نعیم بن مقرن کو مقدمۃ الجیش کا افسر مقرر کیا' میمنہ حذیفہ بن الیمان کو دیا' میسرہ سوید بن مقرن کے سپرد کیا' پیادہ فوج پر قعقاع کو اور ساقہ پر مجاشع بن مسعود کو متعین و مامور کیا' اس تمام اسلامی لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی' کوفہ سے روانہ ہو کر یہ لشکر نہاوند کی طرف برابر بڑھتا چلا گیا اور وہاں سے نو میل کے فاصلہ پر قیام کیا' ادھر سے ایرانی لشکر بھی جس کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تھی میدان میں نکل آیا۔

چہار شنبہ کے روز لڑائی شروع ہو کر جمعرات تک جاری رہی اور کوئی فیصلہ فتح و شکست کا نہ ہو سکا' جمعہ کے روز سے ایرانی پھر شہر اور شہر پناہ کے اندر چلے گئے' انہوں نے شہر کے باہر لوہے کے گوکھرو بچھا رکھے تھے جن کی وجہ سے اسلامی لشکر شہر کی فصیل کے قریب بھی نہیں جا سکتا تھا اور ایرانی جب چاہتے دروازوں سے نکل کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے' یہ رنگ دیکھ کر نعمان نے سرداران لشکر کو اپنے خیمہ میں بغرض مشورہ طلب کیا' اور ہر ایک سے لڑائی کے متعلق رائے لی گئی' سیدنا طلیحہ بن خالد کی رائے سب کو پسند آئی اور اسی کے موافق اسلامی فوج مرتب و مسلح ہو کر چھ سات میل شہر سے پیچھے ہٹ کر مقیم ہوئی' اور قعقاع تھوڑی سی فوج لے کر شہر والوں پر حملہ آور ہوئے ایرانی اس تھوڑی سی فوج کو حملہ آور دیکھ کر بڑے جوش و خروش کے ساتھ مقابلہ کو نکلے' سیدنا قعقاع نے ایرانیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنا شروع کیا' ایرانی فتح کی خوشی میں ان کی جمعیت کو دباتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے چلے آئے یہاں تک کہ اپنی خندقوں وغیرہ سے بہت فاصلہ پر آ کر اسلامی لشکر اور تازہ دم فوج کی زد پر آ گئے' نعمان بن مقرن اور ان کے ساتھ تمام اسلامی لشکر نے نعرہ تکبیر کے ساتھ یکا یک حملہ کیا تو ایرانی لشکر نہایت بے سروسامانی کے ساتھ بھاگا' اور مسلمانوں نے بے دریغ ان کو قتل کرنا شروع کیا' عین معرکہ قتال کی شدت کے عالم میں سیدنا نعمان بن مقرن زخمی ہو کر گھوڑے سے گرے' ان کے بھائی نعیم بن مقرن نے فوراً اپنے بھائی کے کپڑے پہن کر علم ہاتھوں میں لے لیا' اور لشکر والوں کو

آخر تک اپنے سپہ سالار کے شہید ہونے کا حال معلوم نہ ہوا' ایرانی لشکر جو میدان سے سراسیمہ ہو کر بھاگا اور ان گوکھروں سے جو مسلمانوں کے لیے بچھائے تھے اپنے آپ کو نہ بچاسکا اور خود ان گوکھروں میں مبتلا ہو کر ہزاروں ایرانی ہلاک ہوئے' ایرانی سردار نہاوند سے بھاگے اور تمام بھگوڑے ہمدان میں جا کر جمع ہوئے' نعیم وقعقاع نے ان فراریوں کا پاشنہ کوب پہنچ کر ہمدان کا محاصرہ کر لیا اور بآسانی ہمدان پر اسلامی قبضہ ہو گیا' سیدنا نعمان کی شہادت کے بعد سیدنا حذیفہ بن الیمان لشکر اسلام کے سپہ سالار مقرر ہوئے تھے' انہوں نے نہاوند پہنچ کر مال غنیمت جمع کیا' یہاں کے آتش کدے کو بجھایا۔

ایک موبد نے خود سیدنا حذیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیش قیمت جواہرات کا ایک صندوقچہ جو اس کے پاس شاہی امانت کے طور پر رکھا تھا پیش کیا' سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت لشکر میں تقسیم کیا اور خمس کے ساتھ وہ جواہرات کا صندوقچہ بھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سائب بن الاقرع کے ہاتھ روانہ کیا' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو چند روز سے کوئی خبر جنگ کی نہیں پہنچی تھی' وہ بہت منتظر و پریشان تھے کہ سائب بن الاقرع خمس مع جواہرات اور فتح کی خوشخبری لے کر پہنچے' فاروق اعظم بہت خوش ہوئے جواہرات کو بیت المال میں داخل کرا کر سائب کو واپس جانے کا حکم دیا۔

سائب کوفہ میں داخل ہی ہوئے تھے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا فرستادہ قاصد بھی ان کے پیچھے کوفہ میں داخل ہوا اور سائب کو پھر مدینہ کی طرف لوٹا کر لے گیا' فاروق اعظم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فرشتے ان جواہرات کے رکھ لینے پر مجھ کو عذاب کی دھمکی دیتے ہیں' لہٰذا میں ان کو بیت المال میں ہرگز نہ رکھوں گا' تم ان جواہرات کو لے جاؤ اور فروخت کر کے ان کی قیمت لشکر اسلام پر تقسیم کر دو' سائب نے کوفہ میں ان جواہرات کو عمرو بن حریث مخزومی کے ہاتھ دو لاکھ درہم پر فروخت کیا اور وہ دو لاکھ درہم مسلمانوں میں تقسیم کر دیئے' سیدنا عمرو بن حریث نے ان جواہرات کو فارس میں لے جا کر چار لاکھ درہم میں فروخت کر دیا' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قاتل ابولولو نہاوند کا باشندہ تھا اور اسی لڑائی میں گرفتار کیا گیا تھا۔

ملک عجم کی عام تسخیر

فتح نہاوند کے بعد ہمدان فتح ہوا' چند روز کے بعد ہمدان والوں نے بغاوت اختیار کی' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد ایران کے مختلف صوبوں' اور مختلف سمتوں کی طرف مختلف سردار نامزد فرما کر حکم دیا کہ ملک تسخیر کرتے اور بدامنی دور کر کے امن و امان قائم کرتے چلے جاؤ' چنانچہ کوفہ بصرہ دونوں چھاؤنیوں کی سپاہ اور سردار تسخیر ایران کے کام میں مصروف ہو گئے' یہ عام لشکر کشی مذکورہ بالا واقعات کے بعد ۲۱ھ میں شروع ہوئی' لشکر کشی کا حکم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کی آئے دن کی بغاوتوں اور سازشوں سے تنگ آ کر دیا تھا' ورنہ فاروق اعظم کی خواہش یہی تھی کہ ہم اپنے مقبوضہ ممالک پر قانع رہیں اور اس حالت میں رہیں کہ ہم کو ایرانیوں کی چڑھائیوں کا کوئی خطرہ نہ ہو۔

غرض ایران میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اول اصفہان عبداللہ بن عبداللہ کے ہاتھ پر فتح ہوا' سیدنا نعیم بن مقرن نے رے اور آذربائیجان کو بڑے خون ریز معرکے کے بعد فتح کیا' نعیم بن مقرن کے بھائی اسفندیار سیدنا عتبہ کے مقابلہ میں گرفتار ہوا اور پھر جزیہ ادا کرنے کی شرط

پر رہا ہوا۔
سوید بن مقرن نے قومس کے بعد جرجان کو فتح کرلیا اس کے بعد کل صوبہ طبرستان مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا' سیدنا بکیر نے آرمینیہ فتح کیا' عبدالرحمن بن ربیعہ نے شہر بیضا اور علاقہ خزر فتح کرلیا۔
عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۳ھ میں ملک سیستان اور سہیل بن عدی نے کرمان فتح کیا' حکم بن عمرو تغلبی نے مکران یعنی بلوچستان کا ملک فتح کیا اور جنگ عظیم کے بعد اس ملک کے راجہ راسل نے جو ایرانیوں کا طرف دار باج گذار تھا شکست کھائی' حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں فتح کی خوش خبری کے ساتھ چند ہاتھی بھی جو لوٹ میں ہاتھ آئے تھے بھیجے' سیدنا صحار عبدی رضی اللہ عنہ سیدنا حکم کی طرف سے یہ خوش خبری اور ہاتھی لے کر مدینے گئے تھے' صحار عبدی رضی اللہ عنہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس نواح کے حالات معلوم کرنے کے بعد حکم بن عمرو کو لکھا کہ بس جہاں تک تم پہنچ گئے ہو یہیں رک جاؤ' اب آگے نہ بڑھو۔
اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یزدجرد دارالصدر خراسان یعنی مرو میں مقیم تھا' سیدنا فاروق اعظم نے خراسان کی فتح کا علم احنف بن قیس کو دیا جس نے اول ہرات کو فتح کیا' اس کے بعد وہ مرو یعنی مروشاہجہاں کی طرف بڑھے' یزدجرد یہیں مقیم تھا' وہ مروشاہجہاں سے مرورود چلا گیا' اور خاقان چین نیز دوسرے سلاطین کو امداد کے لیے خطوط لکھے' احنف بن قیس مروشاہجہاں پر قبضہ کرتے ہوئے مرورود کی طرف بڑھے' یزدجرد یہاں سے بھی بھاگا' اور بلخ میں جا کر دم لیا۔
خراسان میں چونکہ یزدجرد مقیم تھا اور یہاں سخت معرکہ پیش آنے کا احتمال تھا اس لیے فاروق اعظم نے احنف بن قیس کی کمک کے لیے کئی فوجی دستے' تجربہ کار اور بہادر سپہ سالاروں کی ماتحتی میں روانہ کیے تھے' یہ تازہ دم فوج جب احنف بن قیس کے پاس پہنچ گئی تو انہوں نے تمام لشکر کو ہمراہ لے کر بلخ پر حملہ کیا' مگر یزدجرد شکست کھا کر بھاگا اور دریائے جیحوں سے اتر کر ترکستان کے علاقہ میں چلا گیا' احنف بن قیس رضی اللہ عنہ نے تمام خراسان پر قبضہ کر کے مرورود کو صدر مقام قرار دیا' خراسان کی فتح کا حال جب فاروق اعظم کو معلوم ہوا تو احنف کی بہادری اور مردانہ کارناموں کی تعریف کی' لیکن فرمایا کہ کاش ہمارے اور خراسان کے درمیان آگ کا دریا حائل ہوتا' مدعا آپ کا یہ تھا کہ فتوحات کی وسعت کوئی اچھی بات نہیں ہے' آپ نے احنف بن قیس کو خط لکھا کہ تم جہاں تک پہنچ چکے ہو اس سے آگے ہرگز نہ بڑھو۔
یزدجرد جب خاقان کے پاس فرغانہ میں پہنچا' تو اس نے اس کی بڑی عزت کی اور زبردست فوج لے کر یزدجرد کے ہمراہ خراسان کی طرف روانہ ہوا' خاقان تو مرورود پر حملہ آور ہوا' اور یزدجرد نے مروشاہجہاں پر حملہ کیا' خاقان کو مرورود میں احنف بن قیس کے مقابلہ میں ناکامی ہوئی اور اپنے بعض ناموروں کو قتل کرا کر وہاں سے فرغانہ کی طرف چل دیا' خاقان کو فرغانہ کی طرف راہی سن کر یزدجرد نے بھی مروشاہجہاں سے محاصرہ اٹھایا اور ترکستان کی طرف چلا' یزدجرد کے امیروں اور سرداروں نے یہ دیکھ کر کہ یزدجرد کا اقبال یاور نہیں رہا' اس سے تمام زروجواہر اور مال واسباب جو وہ اپنے ہمراہ ترکستان کو لیے جا رہا تھا چھین لیا اور یزدجرد بیک بینی و دوگوش خاقان کے پاس فرغانہ میں پہنچا۔
اس فتح کی خوش خبری فاروق اعظم کے پاس مدینہ میں پہنچی تو انہوں نے منادی کرا کر شہر کے لوگوں کو مسجد نبوی میں طلب کیا پھر اس مجمع عام کے روبرو ایک تقریر فرمائی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ۔

آج مجوسیوں کی حکومت فنا ہو چکی اب وہ اپنے ملک میں بالشت بھر زمین کے بھی مالک نہ ہو سکیں گے کہ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکیں' مسلمانو! خدائے تعالیٰ نے تم کو مجوسیوں کی زمین' مجوسیوں کے ملک اور مجوسیوں کے اموال واملاک کا مالک بنا دیا ہے تاکہ اب تمہارے اعمال وافعال کو جانچے پس مسلمانو! تم اپنی حالت میں تغیر نہ ہونے دینا ورنہ خدائے تعالیٰ تم سے بھی حکومت چھین لے گا اور کسی دوسری قوم کو دے دے گا"۔

اس کے چند ہی روز بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ مدینہ منورہ میں پیش آیا۔

وفيها كانت فتوحات كثيرة فيما ذكر ابن جرير وغيره في هذا الشأن منها :فتح همذان ثانية، ثم الري وما بعدها، ثم أذربيجان. قال الواقدي وأبو معشر :كانت في سنة ثنتين وعشرين. وقال سيف :كانت في سنة ثماني عشرة بعد فتح همذان والري وجرجان. وأبو معشر يقول بأن أذربيجان كانت بعد هذه البلدان، ولكن عنده أن الجميع كان في هذه السنة. وعند الواقدي أن فتح همذان والري كان في سنة ثلاث وعشرين؛ فهمذان افتتحها المغيرة بعد مقتل عمر بستة أشهر، قال :ويقال :كان فتح الري قبل وفاة عمر بسنتين. إلا أن الواقدي وأبا معشر متفقان على أن أذربيجان في هذه السنة، وتبعهما ابن جرير وغيره. وكان السبب في ذلك أن المسلمين لما فرغوا من نهاوند وما وقع من الحرب المتقدم، فتحوا حلوان وهمذان بعد ذلك. ثم إن أهل همذان نقضوا عهدهم الذي صالحهم عليه القعقاع بن عمرو، فكتب عمر إلى نعيم بن مقرن أن يسير الى همذان، وأن يجعل على مقدمته أخاه سويد بن مقرن، وعلى مجنبتيه ربعي بن عامر الطائي، ومهلهل بن زيد اليمني. فسار حتى نزل على ثنية العسل، ثم تحدر على همذان، واستولى على بلادها، وحاصرها فسألوه الصلح فصالحهم ودخلها، فبينما هو فيها ومعه اثنا عشر ألفا من المسلمين إذ تكاتب الديلم وأهل الري وأهل أذربيجان، واجتمعوا على حرب نعيم بن مقرن في جمع كثير، فعلى الديلم ملكهم واسمه موتا، وعلى أهل الري أبو الفرخان، وعلى أهل أذربيجان إسفنديأذ أخو رستم، فخرج إليهم نعيم بن مقرن بمن معه من المسلمين حتى التقوا بمكان يقال له :واج روذ. فاقتتلوا قتالا شديدا وكانت وقعة عظيمة تعدل نهاوند ولم تك دونها، فقتلوا من المشركين جمعا كثيرا، وجما غفيرا لا يحصون كثرة، وقتل ملك الديلم موتا وتمزق شملهم، وانهزموا بأجمعهم، بعد من قتل بالمعركة منهم، فكان نعيم بن مقرن أول من قاتل الديلم من المسلمين. وقد كان نعيم كتب إلى عمر يعلمه باجتماعهم فهمه ذلك واغتم له. فلم يفجأه إلا البريد بالبشارة، فحمد الله وأثنى عليه، وأمر بالكتاب فقرئ على الناس، ففرحوا وحمدوا الله عز وجل. ثم قدم عليه بالأخماس ثلاثة من «الأمراء، وهم سماك بن خرشة -وليس بأبي دجانة- وسماك بن عبيد، وسماك بن مخرمة. فلما استسماهم عمر، قال :" اللهم اسمك بهم الإسلام، وأمد بهم الإسلام. ثم كتب إلى نعيم بن مقرن بأن يستخلف على همذان ويسير إلى الري

فقام عمر على المنبر وقرئ الكتاب بين يديه، ثم قال عمر :إن الله بعث محمدا بالهدى، ووعد على اتباعه من

عاجل الثواب وآجله خير الدنيا والآخرة. فقال: {هو الذى أرسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون} [التوبة33 :]. فالحمد لله الذى أنجز وعده، ونصر جنده. ألا وإن الله قد أهلك ملك المجوسية وفرق شملهم، فليسوا يملكون من بلادهم شبرا يضر بمسلم. ألا وإن الله قد أورثكم أرضهم وديارهم وأموالهم وأبناءهم، لينظر كيف تعملون، فقوموا فى أمره على وجل، يوف لكم بعهده، ويؤتكم وعده، ولا تغيروا فيستبدل قوما غيركم، فإني لا أخاف على هذه الأمة أن تؤتى إلا من قبلكم

»البداية والنهاية« (10 / 151):

قحط اور طاعون

۱۷ھ کے آخری ایام میں عراق، شام، مصر میں طاعون نمودار ہوا، اور ۱۸ھ کی ابتداء سے اس وباء میں اشتداد کی کیفیت پیدا ہوئی، ساتھ ہی سر زمین عرب میں قحط عظیم ظاہر ہوا، غلہ کی کمی سے تمام ملک میں بڑی پریشانی پھیلی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے قحط کے دور کرنے اور لوگوں کی مصیبت کو ہلکا کرنے کی کوشش میں حیرت انگیز سرگرمی اور جفاکشی کا اظہار فرمایا، صوبجات مملکت اسلامیہ کے عاملوں کے پاس پیغام بھیجے گئے کہ اہل مدینہ کے لیے غلہ جہاں تک ممکن ہو روانہ کریں، اس حکم کی تعمیل میں سیدنا عمرو بن العاص نے مصر سے بیس جہاز غلہ کے بھیجے، ان جہازوں کے آنے کی خبر سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ خود بندرگاہ تک جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھی تشریف لے گئے، غلہ کو جہازوں سے اتروا کر ایک محفوظ مکان میں رکھا گیا، اور ضرورت مندوں کی فہرستیں مرتب کرا کر غلہ ان میں تقسیم کرایا گیا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عہد کیا تھا کہ جب تک قحط کی بلا لوگوں پر مسلط ہے ہم گھی اور دودھ ہرگز استعمال نہ کریں گے، اس خشک سالی کے دور کرنے کے لیے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اہل مدینہ کو ہمراہ لے کر نماز استسقاء ادا کرنے کے لیے نکلے، دعا مانگی، دعا ابھی ختم نہ ہوئی تھی کہ بارش شروع ہو گئی۔

شام میں طاعون کی وبا کے نمودار ہونے کا حال سن کر فاروق اعظم مدینہ منورہ سے خود شام کی اسلامی فوجوں کی طرف روانہ ہوئے، مقام سرغ میں پہنچے تھے کہ سیدنا ابوعبیدہ ابن الجراح اور دوسرے سرداران لشکر نے بطریق استقبال آگے بڑھ کر ملاقات کی اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ آپ اب آگے طاعونی علاقہ میں تشریف نہ لے جائیں، سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ نے فرمایا ہے کہ جس جگہ وبا پھیلی ہو وہاں نہ جاؤ اور اگر اتفاق سے اس مقام پر وبا پھیل جائے جہاں تم موجود ہو تو وہاں سے نہ بھاگو۔ اس حدیث کو سن کر فاروق اعظم مدینہ منورہ کی طرف واپس ہوئے اور سرداران لشکر کو تاکیدی طور پر ہدایت کر آئے کہ جہاں تک ممکن ہو اس مرض کے متعلق انسدادی تدابیر کام میں لائیں، ابوعبیدہ لشکر اسلام کو لیے ہوئے ایک نشیبی علاقہ میں مقیم تھے، فاروق اعظم کے حکم کے موافق وہاں سے کوچ کر کے مقام جابیہ میں جس کی آب و ہوا اچھی تھی لشکر اسلام کو لے آئے۔ یہاں آ کر سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح مرض طاعون میں مبتلا ہوئے، جب مرض کی شدت اور زندگی سے مایوسی ہوئی تو سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی جگہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو سالار لشکر مقرر فرمایا اور تھوڑی دیر کے بعد فوت ہو گئے، معاذ بن جبل بھی زیادہ دنوں زندہ نہ رہ سکے، اول ان کے بیٹے

نے اسی مرض میں مبتلا ہو کر وفات پائی' پھر وہ بھی بیمار ہوئے انہوں نے مرنے سے پیشتر عمرو بن العاص کو اپنا جانشیں مقرر فرمایا۔
عمرو بن العاص سیدنا معاذ بن جبل کی وفات کے بعد لشکر اسلام کو لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں نے الگ الگ چوٹیوں پر قیام کیا چند روز کے بعد اس وبا کا زور شور کم ہو گیا۔
مصر کی فتح اس طاعون اور وبا سے یقینا پہلے ہو چکی تھی' اس وبا کے ایام میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر سے غلہ مدینہ کی جانب روانہ کرنے کے بعد سیدنا ابو عبیدہ کے پاس شام کے ملک میں اس لیے تشریف لے آئے تھے کہ فاروق اعظم کے حدود شام میں تشریف لانے کا حال ان کو معلوم ہو چکا تھا' اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خدمت میں حاضر ہو کر مصر کے حالات بیان کرنا اور انتظام ملکی کے متعلق فاروق اعظم سے ہدایات کا حاصل کرنا ضروری تھا۔ فاروق اعظم کی واپسی کے بعد سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اس وبا کی مصیبت اور سیدنا ابو عبیدہ و سیدنا معاذ کی وفات کے سبب فوراً مصر کو نہ جاسکتے تھے۔
اسی وبا میں یزید بن ابی سفیان جو دمشق کے عامل تھے فوت ہوئے' ان کے فوت ہونے کی خبر سن کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ ان کے بھائی کو دمشق کا عامل مقرر فرمایا' اس انتظام میں شرجیل بن حسنہ علاقہ اردن کے عامل مقرر ہوئے۔
اس وبا میں بڑے بڑے معزز و بزرگ صحابی فوت ہوئے اور اسلامی فتوحات کا سلسلہ جو ایک خاص رفتار کے ساتھ جاری تھا اس لیے رک گیا کہ لشکر اسلام اپنی ہی مصیبتوں میں گرفتار تھا۔
اسی سنہ ۱۸ھ میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شریح بن حارث کندی کو کوفہ کا اور کعب بن سوار ازدی کو بصرہ کا قاضی مقرر فرمایا' اسی سال فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافروں کی راحت کے لیے مکانات اور کنویں تعمیر کرائے' خانہ کعبہ کے صحت کی توسیع کی اور لوگوں کے مکانات خرید خرید کر صحن کعبہ میں شامل کیے۔

»في سنة ثماني عشرة أصاب الناس مجاعة شديدة وجدب وقحط، وهو عام الرمادة، وكانت الريح تسفي ترابا كالرماد فسمي عام الرمادة. واشتد الجوع حتى جعلت الوحش تأوي إلى الإنس، وحتى جعل الرجل يذبح الشاة فيعافها من قبحها.

وفيه أيضا كان طاعون عمواس وأقسم عمر أن لا يذوق سمنا ولا لبنا ولا لحما حتى يحيا الناس. فقدمت السوق عكة سمن ووطب من لبن، فاشتراها غلام لعمر بأربعين درهما ثم أتى عمر فقال: يا أمير المؤمنين قد أبر الله يمينك وعظم أجرك، قدم السوق وطب من لبن وعكة من سمن ابتعتهما بأربعين درهما. فقال عمر: أغليت بهما فتصدق بهما فإني أكره أن آكل إسرافا. وقال: كيف يعنيني شأن الرعية إذا لم يصبني ما أصابهم!
وكتب عمر إلى أمراء الأمصار يستغيثهم لأهل المدينة ومن حولها ويستمدهم، فكان أول من قدم عليه أبو عبيدة بن الجراح بأربعة آلاف راحلة من طعام، فولاه قسمتها فيمن حول المدينة، فقسمها وانصرف إلى عمله، وتتابع الناس واستغنى أهل الحجاز.
وأصلح عمرو بن العاص بحر القلزم، وأرسل فيه الطعام إلى المدينة، فصار الطعام بالمدينة كسعر مصر، ولم

ير أهل المدينة بعد الرمادة مثلها حتى حبس عنهم البحر مع مقتل عثمان، فذلوا وتقاصروا، وكان الناس بذلك وعمر كالمحصور عن أهل الأمصار.

فقال أهل بيت من مزينة لصاحبهم، وهو بلال بن الحارث: قد هلكنا فاذبح لنا شاة. قال: ليس فيهن شيء. فلم يزالوا به حتى ذبح فسلخ عن عظم أحمر، فنادى: يا محمداه! فأرى في المنام أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أتاه فقال: أبشر بالحيا، إيت عمر فأقرئه مني السلام، وقل له إني عهدتك وأنت وفي العهد شديد العقد، فالكيس الكيس يا عمر! فجاء حتى أتى باب عمر فقال لغلامه: استأذن لرسول رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى عمر فأخبره، ففزع وقال: رأيت به مسا؟ قال: لا، فأدخله، وأخبره الخبر، فخرج فنادى في الناس وصعد المنبر فقال: نشدتكم الله الذي هداكم هل رأيتم مني شيئا تكرهون؟ قالوا: اللهم لا، ولم ذاك؟ فأخبرهم ففطنوا ولم يفطن عمر، فقالوا: إنما استبطأك في الاستسقاء فاستسق بنا. فنادى في الناس، وخرج معه العباس ماشيا، فخطب وأوجز وصلى ثم جثا لركبتيه وقال: اللهم عجزت عنا أنصارنا وعجز عنا حولنا وقوتنا وعجزت عنا أنفسنا، ولا حول ولا قوة إلا بك، اللهم فاسقنا وأحي العباد والبلاد! وأخذ بيد العباس بن عبد المطلب عم رسول الله صلى الله عليه وسلم وإن دموع العباس لتتحادر على لحيته فقال: اللهم إنا نتقرب إليك بعم نبيك صلى الله عليه وسلم وبقية آبائه وكبر رجاله، فإنك تقول وقولك الحق: {وأما الجدار فكان لغلامين يتيمين في المدينة} [الكهف: 82] فحفظتهما بصلاح آبائهما، فاحفظ اللهم نبيك صلى الله عليه وسلم في عمه، فقد دلونا به إليك مستشفعين مستغفرين. ثم أقبل على الناس فقال: {استغفروا ربكم إنه كان غفارا} [نوح: 10].

وكان العباس قد طال عمره، وعيناه تذرفان ولحيته تجول على صدره وهو يقول: اللهم أنت الراعي فلا تهمل الضالة، ولا تدع الكسير بدار مضيعة، فقد صرخ الصغير ورق الكبير وارتفعت الشكوى، وأنت تعلم السر وأخفى، اللهم فأغثهم بغناك قبل أن يقنطوا فيهلكوا، فإنه لا ييأس إلا القوم الكافرون. فنشأت طريرة من سحاب، فقال الناس: ترون ترون! ثم التأمت ومشت فيها ريح ثم هدأت ودرت، فوالله ما تروحوا حتى اعتنقوا الجدار وقلصوا المآزر، فطفق الناس بالعباس يمسحون أركانه ويقولون: هنيئا لك ساقي الحرمين

»الكامل في التاريخ - ت تدمری« (2/374):

فتوحات فاروقی

اوپر جن جن ملکوں اور صوبوں کی فتوحات کا ذکر ہوا ہے' ان میں فارس وعراق وجزیرہ وخراسان و بلوچستان وشام وفلسطین ومصر وآرمینیا وغیرہ کا تذکرہ آچکا ہے' یہ فتوحات جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی دس سالہ خلافت کے زمانہ میں ہوئیں معمولی فتوحات نہیں سمجھی جا سکتیں' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ۲۲ ھ میں اسلامی سلطنت کے جو صوبے مقرر فرمائے تھے ان کی تفصیل اس طرح ہے' مکہ' مدینہ' شام' جزیرہ' بصرہ' کوفہ' مصر'

فلسطین، خراسان آذربائیجان، فارس، ان میں سے بعض صوبے ایسے بھی تھے جو دو دو صوبوں کے برابر تسلیم کئے جاتے تھے، بعض صوبوں کے صدر مقام بھی دو دو تھے اور دونوں جگہ الگ الگ صوبے دار معہ اپنے کامل عملہ کے رہتے تھے، ہر صوبہ میں ایک والی یا عامل، ایک کاتب یا میر منشی، ایک بخشی فوج، ایک صاحب الخراج یا کلکٹر، ایک افسر پولیس، ایک افسر خزانہ اور ایک قاضی ضرور ہوتا تھا۔

خلافت فاروقی پر ایک عام تبصرہ لکھنے سے پیشتر شہادت فاروقی کا حال بھی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واقعہ شہادت فاروق اعظم

مدینہ منورہ میں مغیرہ بن شعبہ کا ایک نصرانی غلام فیروز نامی جس کی کنیت ابولولو تھی رہتا تھا، اس نے ایک روز بازار میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ میرا آقا مغیرہ بن شعبہ مجھ سے زیادہ محصول لیتا ہے، آپ کم کرا دیجئے، فاروق اعظم نے اس سے دریافت کیا کہ کس قدر محصول وہ وصول کرتا ہے ابولولو نے کہا دو درہم (نصف تولہ چاندی برابر پچاس روپے تقریباً) روزانہ، فاروق اعظم نے دریافت فرمایا کہ تو کیا کام کرتا ہے، اس نے کہا آہن گری، نقاشی اور بخاری، آپ نے فرمایا کہ ان صنعتوں کے مقابلے میں یہ رقم زیادہ نہیں ہے، یہ سن کر ابولولو اپنے دل میں سخت ناراض ہوا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پھر اس سے مخاطب ہو کر کہا میں نے سنا ہے تو ایسی چکی بنانا جانتا ہے کہ جو ہوا کے زور سے چلتی ہے تو مجھ کو بھی ایسی چکی بنا دے، اس نے جواب میں کہا کہ بہت خوب! میں ایسی چکی بنا دوں گا جس کی آواز اہل مغرب و مشرق سنیں گے۔

دوسرے دن نماز فجر کے لیے لوگ مسجد نبوی میں جمع ہوئے، ابولولو بھی ایک خنجر لیے ہوئے مسجد میں داخل ہو گیا، جب نماز کے لیے صفیں درست ہو گئیں، اور فاروق اعظم امامت کے لیے آگے بڑھ کر نماز شروع کر چکے تو ابولولو نے جو مسلمانوں کے ساتھ صف اول میں کھڑا تھا نکل کر فاروق اعظم پر خنجر کے چھ وار کئے جن میں ایک وار ناف سے نیچے پڑا، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فوراً سیدنا عبدالرحمن بن عوف کو کھینچ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخموں کے صدمہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس حالت میں نماز پڑھائی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخمی سامنے پڑے تھے، ابولولو اپنا وار کر کے مسجد نبوی سے بھاگا، لوگوں نے اس کو پکڑنے کی کوشش کی، اس نے کئی شخصوں کو زخمی کیا اور کلیب بن ابی بکیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، بالآخر گرفتار کر لیا گیا، لیکن اس نے گرفتار ہوتے ہی خودکشی کر لی، نماز فجر پڑھ لینے کے بعد لوگ فاروق اعظم کو مسجد سے اٹھا کر ان کے گھر لائے، انہوں نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے یہ دریافت کیا کہ میرا قاتل کون تھا، لوگوں نے ابولولو کا نام بتایا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو یا جس نے اللہ تعالیٰ کو ایک سجدہ بھی کیا ہو۔

ایک طبیب نے آ کر آپ کو دودھ اور نبیذ پلایا تو وہ زخم کے راستے باہر نکل آیا، یہ حالت دیکھ کر لوگوں کو آپ کی زندگی سے مایوسی ہوئی اور عرض کیا کہ جس طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا تھا اسی طرح آپ بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیں۔ آپ نے سیدنا عبدالرحمن بن عوف، سیدنا سعد بن ابی وقاص، سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں تشریف نہ رکھتے تھے، فاروق اعظم نے

باقی پانچ آدمیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تین روز تک طلحہ کا انتظار کرنا' اگر وہ تین روز تک آجائیں تو ان کو بھی اپنی جماعت میں شامل کرنا اور تین روز تک نہ آئیں تو پھر تم پانچ آدمی ہی مشورہ کر کے اپنے آپ میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنا لینا' اس کے بعد آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو بلا کر کہا کہ اگر لوگ خلافت و امارت کے انتخاب میں اختلاف کریں تو تم کثرت کے ساتھ شریک ہونا اور اگر فریقین برابر تعداد کے ہوں تو تم اس گروہ میں شریک ہونا جس میں عبدالرحمن بن عوف شامل ہوں۔

پھر ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور مقداد بن رضی اللہ عنہ الاسود کو بلا کر حکم دیا کہ جب یہ لوگ خلیفہ کے تقرر اور انتخاب کی غرض سے ایک جگہ مشورہ کے لیے جمع ہوں تو تم دونوں دروازے پر کھڑے رہنا اور کسی کو ان کے پاس نہ جانے دینا جب تک وہ مشورے فارغ نہ ہو جائیں۔

پھر آپ نے مذکورہ بالا حضرات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص خلافت کے لیے منتخب ہو' اس کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے حقوق کا بہت لحاظ رکھے' کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی' مہاجرین کو اپنے گھروں میں ٹھہرایا' انصار تمہارے محسن ہیں' ان کے ساتھ تم کو احسان کرنا چاہیے' ان کی خطاء ولغزش سے حتی الامکان درگذر اور چشم پوشی اختیار کرنا مناسب ہے' تم میں سے جو شخص خلیفہ منتخب ہو اس کو مہاجرین کا بھی پاس ولحاظ رکھنا چاہیے' کیوں کہ یہی لوگ مادۂ اسلام ہیں' اسی طرح ذمیوں کا بھی پورا پورا خیال رکھنا چاہیے' ان کے ساتھ اللہ اور رسول کی ذمہ داری کو کما حقہ ملحوظ رکھا جائے اور ذمیوں سے جو وعدہ کیا جائے اس کو ضرور پورا کیا جائے' ان کے دشمنوں کو دور کیا جائے ان کی طاقت سے زیادہ ان کو تکلیف نہ دی جائے۔

پھر اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ بن عمر کو بلا کر حکم دیا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جاؤ اور سیدنا ابوبکر صدیق کے پہلو میں دفن کئے جانے کی اجازت حاصل کرو' وہ سیدنا صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور فاروق اعظم کی التجا پیش کی' سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ یہ جگہ میں نے اپنے لیے تجویز کی تھی لیکن اب میں عمر فاروق کو اپنی ذات پر ترجیح دیتی ہوں' ان کو ضرور اس جگہ دفن کیا جائے' یہ خبر جب سیدنا عبداللہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ میری سب سے بڑی آرزو بر آئی۔

چہار شنبہ ۲۷ ذی الحجہ ۲۳ھ کو آپ زخمی ہوئے اور یکم محرم ۲۴ھ کو ہفتہ کے دن فوت ہو کر مدفون ہوئے' ساڑھے دس برس خلافت کی' نماز جنازہ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ' سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ' سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔

»قال المسور بن مخرمة :خرج عمر بن الخطاب يطوف يوما في السوق، فلقيه أبو لؤلؤة غلام المغيرة بن شعبة، وكان نصرانيا، فقال :يا أمير المؤمنين، أعدني على المغيرة بن شعبة فإن علي خراجا كثيرا. قال :وكم خراجك؟ قال :درهمان كل يوم. قال :وأيش صناعتك؟ قال :نجار، نقاش، حداد. قال :فما أرى خراجك كثيرا على ما تصنع من الأعمال، قد بلغني أنك تقول :لو أردت أن أصنع رحى تطحن بالريح لفعلت! قال :نعم. قال :فاعمل لي رحى. قال :لئن سلمت لأعملن لك رحى يتحدث بها من بالمشرق والمغرب! ثم انصرف عنه. فقال عمر :لقد أوعدني العبد الآن.

ثم انصرف عمر إلى منزله، فلما كان الغد جاءه كعب الأحبار فقال له: يا أمير المؤمنين، اعهد فإنك ميت في ثلاث ليال. قال: وما يدريك؟ قال: أجده في كتاب التوراة. قال عمر: آلله! إنك لتجد عمر بن الخطاب في التوراة؟ قال: اللهم لا ولكني أجد حليتك وصفتك وأنك قد فني أجلك. قال: وعمر لا يحس وجعا! فلما كان الغد جاءه كعب فقال: بقي يومان. فلما كان الغد جاءه كعب فقال: مضى يومان وبقي يوم. فلما أصبح خرج عمر إلى الصلاة وكان يوكل بالصفوف رجالا فإذا استوت كبر، ودخل أبو لؤلؤة في الناس وبيده خنجر له رأسان نصابه في وسطه، فضرب عمر ست ضربات إحداهن تحت سرته وهي التي قتلته، وقتل معه كليب بن أبي البكير الليثي وكان خلفه، وقتل جماعة غيره.

فلما وجد عمر حر السلاح سقط، وأمر عبد الرحمن بن عوف فصلى بالناس، وعمر طريح، فاحتمل فأدخل بيته، ودعا عبد الرحمن فقال له: إني أريد أن أعهد إليك. قال: أتشير علي بذلك؟ قال: اللهم لا. قال: والله لا أدخل فيه أبدا. قال: فهبني صمتا حتى أعهد إلى النفر الذين توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو عنهم راض. ثم دعا عليا وعثمان والزبير وسعدا فقال: انتظروا أخاكم طلحة ثلاثا، فإن جاء وإلا فاقضوا أمركم، أنشدك الله يا علي إن وليت من أمور الناس شيئا أن تحمل بني هاشم على رقاب الناس، أنشدك الله يا عثمان إن وليت من أمور الناس شيئا أن تحمل بني أبي معيط على رقاب الناس، أنشدك الله يا سعد إن وليت من أمور الناس شيئا أن تحمل أقاربك على رقاب الناس، قوموا فتشاوروا ثم اقضوا أمركم وليصل بالناس صهيب.

ثم دعا أبا طلحة الأنصاري، فقال: قم على بابهم فلا تدع أحدا يدخل إليهم. وأوصى الخليفة من بعدي بالأنصار الذين تبوأوا الدار والإيمان، أن يحسن إلى محسنهم ويعفو عن مسيئهم، وأوصى الخليفة بالعرب، فإنهم مادة الإسلام، أن يؤخذ من صدقاتهم حقها فتوضع في فقرائهم، وأوصى الخليفة بذمة رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يوفى لهم بعهدهم، اللهم هل بلغت؟ لقد تركت الخليفة من بعدي على أنقى من الراحة، يا عبد الله بن عمر، اخرج فانظر من قتلني.

قال: يا أمير المؤمنين، قتلك أبو لؤلؤة غلام المغيرة بن شعبة. قال: الحمد لله الذي لم يجعل منيتي بيد رجل سجد لله سجدة واحدة! يا عبد الله بن عمر، اذهب إلى عائشة فسلها أن تأذن لي أن أدفن مع النبي صلى الله عليه وسلم وأبي بكر. يا عبد الله، إن اختلف القوم فكن مع الأكثر، فإن تشاوروا فكن مع الحزب الذي فيه عبد الرحمن بن عوف، يا عبد الله، ائذن للناس. فجعل يدخل عليه المهاجرون والأنصار فيسلمون عليه ويقول لهم: أهذا عن ملإ منكم؟ فيقولون: معاذ الله! قال: ودخل كعب الأحبار مع الناس فلما رآه عمر قال:

توعدني كعب ثلاثا أعدها ... ولا شك أن القول ما قال لي كعب

وما بي حذار الموت، إني لميت .... ولكن حذار الذنب يتبعه الذنب

ودخل عليه علي يعوده فقعد عند رأسه، وجاء ابن عباس فأثنى عليه، فقال له عمر: أنت لي بهذا يا ابن عباس؟

فأومأ إليه على أن قل نعم. فقال ابن عباس :نعم. فقال عمر :لا تغرني أنت وأصحابك. ثم قال :يا عبد الله، خذ رأسي عن الوسادة فضعه في التراب لعل الله -جل ذكره- ينظر إلي فيرحمني، والله لو أن لي ما طلعت عليه الشمس لافتديت به من هول المطلع.

ودعى له طبيب من بني الحارث بن كعب فسقاه نبيذا فخرج غير متغير، فسقاه لبنا فخرج كذلك أيضا، فقال له: اعهد يا أمير المؤمنين. قال :قد فرغت.

ولما احتضر ورأسه في حجر ولده عبد الله قال:

ظلوم لنفسي غير أني مسلم ... أصلي الصلاة كلها وأصوم

ولم يزل يذكر الله تعالى ويديم الشهادة إلى أن توفي ليلة الأربعاء لثلاث بقين من ذي الحجة سنة ثلاث وعشرين. وقيل :طعن يوم الأربعاء لأربع بقين من ذي الحجة ودفن يوم الأحد هلال محرم سنة أربع وعشرين. الكامل في التاريخ -ت تدمري «(2/427):

ازواج واولاد

فاروق اعظم کا پہلا نکاح زمانہ جاہلیت میں زینب بنت مظعون بن حبیب بن وہب بن حذافہ بن جمح سے ہوا تھا' جن کے بطن سے عبداللہ' عبدالرحمن اکبر اور سیدنا حفصہ پیدا ہوئیں' زینب مکہ میں ایمان لائیں اور وہیں فوت ہوئیں' یہ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں جو اول المسلمین تھے اور جن کا اسلام لانے والوں میں چودھواں نمبر تھا' دوسرا نکاح عہد جاہلیت ہی میں ملیکہ بنت جرول خزاعی سے کیا' جس سے عبیداللہ پیدا ہوئے چونکہ یہ بیوی ایمان نہیں لائی اس لیے اس کو ۶ ھ میں طلاق دے دی' تیسری بیوی قریبہ بنت ابی امیہ مخزومی تھی' جس سے جاہلیت ہی میں نکاح کیا' اور ۶ ھ میں بعد صلح حدیبیہ اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دے دی' چوتھا نکاح اسلام میں ام حکیم بنت الحرث بن ہشام مخزومی سے کیا جن کے بطن سے فاطمہ پیدا ہوئیں' پانچواں نکاح مدینہ میں آنے کے بعد ۷ ھ میں جمیلہ بنت عاصم بن ثابت بن ابی افلح اوسی انصاری سے کیا جن کے بطن سے عاصم پیدا ہوئے' لیکن ان کو بھی کسی وجہ سے طلاق دے دی تھی' چھٹا نکاح ۱۷ ھ میں ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے چالیس ہزار مہر پر کیا' ان کے بطن سے رقیہ اور زید پیدا ہوئے' عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی چچیری بہن تھیں اور فکیہ یمنیہ بھی فاروق اعظم کی بیویوں میں شمار کی جاتی ہیں' فکیہہ کی نسبت بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ وہ لونڈی تھیں' ان کے پیٹ سے عبدالرحمن اوسط پیدا ہوئے تھے۔

فاروق اعظم کی اولاد میں سیدنا حفصہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا عبداللہ دو بہت نامور ہیں سیدنا عبداللہ بن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریباً تمام غزوات میں شریک رہے۔

»تزوج في الجاهلية زينب بنت مظعون بن حبيب بن وهب بن حذافة بن جمح، فولدت له عبد الله وعبد الرحمن الأكبر، وحفصة. وتزوج مليكة بنت جرول الخزاعي في الجاهلية، فولدت له عبيد الله بن عمر، ففارقها في الهدنة، فخلف عليها أبو جهم بن حذيفة، وقتل عبيد الله بصفين مع معاوية، وقيل :كانت أمه أم زيد الأصغر أم

كلثوم بنت جرول الخزاعي، وكان الإسلام فرق بينها وبين عمر. وتزوج قريبة بنت أبي أمية المخزومي في الجاهلية، ففارقها في الهدنة أيضا، فتزوجها بعده عبد الرحمن بن أبي بكر الصديق، فكانا سلفي رسول الله صلى الله عليه وسلم لأن قريبة أخت أم سلمة زوج النبي صلى الله عليه وسلم وتزوج أم حكيم بنت الحارث بن هشام المخزومي في الإسلام، فولدت له فاطمة فطلقها، وقيل لم يطلقها. وتزوج جميلة أخت عاصم بن ثابت بن أبي الأقلح الأوسي الأنصاري في الإسلام، فولدت له عاصما فطلقها، ثم تزوج أم كلثوم بنت علي بن أبي طالب، وأمها فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأصدقها أربعين ألفا، فولدت له رقية وزيدا. وتزوج لهية امرأة من اليمن، فولدت له عبد الرحمن الأوسط، وقيل الأصغر، وقيل كانت أم ولد، وكانت عنده فكيهة أم ولد فولدت له زينب، وهي أصغر ولد عمر. وتزوج عاتكة بنت زيد بن عمرو بن نفيل، وكانت قبله عند عبد الله بن أبي بكر الصديق، فقتل عنها، فلما مات عمر تزوجها الزبير بن العوام، فقتل عنها أيضا، فخطبها علي، فقالت: لا أفعل، إني أضن بك عن القتل فإنك بقية الناس. فتركها «وخطب أم كلثوم ابنة أبي بكر الصديق إلى عائشة، فقالت أم كلثوم :لا حاجة لي فيه، إنه خشن العيش شديد على النساء. فأرسلت عائشة إلى عمرو بن العاص فقال :أنا أكفيك. فأتى عمر فقال :بلغني خبر أعيذك بالله منه. قال :ما هو؟ قال :خطبت أم كلثوم بنت أبي بكر. قال نعم، أفرغبت بي عنها أم رغبت بها عني؟ قال :ولا واحدة، ولكنها حدثة نشأت تحت كنف أمير المؤمنين في لين ورفق، وفيك غلظة، ونحن نهابك وما نقدر أن نردك عن خلق من أخلاقك، فكيف بها إن خالفتك في شيء فسطوت بها كنت قد خلفت أبا بكر في ولده بغير ما يحق عليك. وقال :فكيف بعائشة وقد كلمتها؟ قال :أنا لك بها وأدلك على خير منها، أم كلثوم بنت علي بن أبي طالب تعلق منها بسبب من رسول الله صلى الله عليه وسلم

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/431):

اولیات فاروقی

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بہت سی مالی وملکی، سیاسی وانتظامی، معاشرتی وتمدنی باتیں تجویز وایجاد فرمائی ہیں جن کو اولیات فاروقی کے نام سے پکارتے ہیں، ان میں بعض کی فہرست اس طرح ہے۔

بیت المال یا خزانہ باقاعدہ طور پر قائم کیا، سنہ ہجری قائم کیا، امیر المومنین کا لقب اختیار کیا، فوج کے واسطے باقاعدہ دفتر قائم کیا، مالی دفتر الگ قائم کیا، رضا کاروں کی تنخواہیں مقرر کیں، ملک کی پیمائش کا قاعدہ جاری کیا، مردم شماری کرائی، نہریں کھدوائیں، شہر آباد کرائے (مثلاً کوفہ بصرہ جیزہ فسطاط (قاہرہ) صامشرک) مقبوضہ جات کو باقاعدہ صوبوں میں تقسیم کیا، حربی تاجروں کو ملک میں آنے اور تجارت کرنے کی اجازت دی درہ کا استعمال کیا، جیل خانہ قائم کیا، پولیس کا محکمہ قائم کیا، راتوں کو خود گشت کر کے رعایا کے حال سے باخبر رہنے کا طریقہ نکالا، پرچہ نویس (خفیہ پولیس) مقرر کئے، راستے اور مسافروں کے لیے کنویں اور مکانات بنوائے، مفلوک الحال عیسائیوں اور یہودیوں کے روزینے مقرر کئے، نماز

تراویح باجماعت پڑھنے کا اہتمام کیا' تجارت کے گھوڑوں پر زکوۃ مقرر کی' نماز جنازہ میں چار تکبیروں پر سب کا اجماع کیا۔

متفرق حالات وخصوصیات

فاروق اعظم کی غذا نہایت سادہ ہوتی تھی' یہاں تک کہ بیرونی علاقوں اور صوبوں سے جو قاصد یا وفد آتے تھے وہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بحیثیت مہمان کھانا کھاتے تھے تو ان کو اس لیے تکلیف ہوتی تھی کہ وہ ایسی سادہ غذا کے عادی نہ ہوتے تھے' لباس بھی آپ کا بہت سادہ اور بے تکلفانہ ہوتا تھا' کپڑوں میں اکثر پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے' بعض اوقات کپڑے کی قمیص میں چمڑے کا پیوند بھی لگا لیتے تھے' ایک مرتبہ آپ دیر تک گھر میں رہے' جب باہر نکلے تو معلوم ہوا کہ بدن کے کپڑے جو میلے ہو گئے تھے ان کو دھو کر دھوپ میں ڈالا ہوا تھا' جب وہ سوکھ گئے تو پہن کر باہر آئے اور دوسرے کپڑے نہ تھے کہ ان کو پہن لیتے۔

ہجرت کے بعد ابتداء آپ مدینہ منورہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں میں رہتے تھے خلیفہ ہونے کے بعد آپ شہر مدینہ میں آ رہے تھے' مدینہ منورہ میں آپ کا مکان مسجد نبوی کے قریب باب السلام اور باب الرحمتہ کے درمیان تھا' مرتے وقت آپ مقروض تھے' آپ نے حکم دیا کہ میرا یہ مکان فروخت کر کے قرضہ ادا کیا جائے' چنانچہ اس مکان کو سیدنا معاویہ نے خریدا اور اس قیمت سے قرضہ ادا کیا گیا۔

ایک مرتبہ آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ لوگو! ایک وقت ایسا تھا کہ میں لوگوں کو پانی بھر کر لا دیا کرتا تھا اور وہ اس کے عوض مجھ کو کھجوریں دیتے اور میں وہی کھا کر بسر کرتا تھا' بعد میں لوگوں نے کہا کہ اس تذکرے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ نے فرمایا کہ میری طبیعت میں کچھ غرور پیدا ہو گیا تھا یہ اس کی دوا تھی۔

آپ نے بارہا مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے مدینہ تک سفر کیا' کبھی کوئی خیمہ یا چھولداری ساتھ نہ ہوتی تھی' کسی کیکر کے درخت پر چادر پھیلا دی اور اس کے نیچے آرام کی غرض سے ٹھہر گئے' لیٹنے یا سونے کی ضرورت پیش آتی تو زمین پر سنگریزوں اور پتھریوں کو ہموار کر کے اور پتھریوں کو ایک جگہ جمع کر کے تکیہ بنا کر اور کپڑا بچھا کر سو جاتے۔

آپ نے سیدنا ازواج مطہرات' اصحاب بدر' اصحاب بعیت الرضوان وغیرہ تمام جلیل القدر صحابیوں کی تنخواہیں بیت المال سے مقرر کر رکھی تھیں' جب سیدنا اسامہ کی تنخواہ اپنے بیٹے عبداللہ کی تنخواہ سے زیادہ مقرر کی تو سیدنا عبداللہ بن عمر نے اس پر عذر کیا' آپ نے اپنے بیٹے سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ کو تجھ سے اور اسامہ کے باپ کو تیرے باپ سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مشیر و ندیم سب علماء ہوتے تھے خواہ وہ بوڑھے ہوں یا نوعمر' آپ علماء کی بڑی قدر و عزت کرتے تھے' مردم شناسی و جوہر شناسی آپ کی خصوصیات میں شامل ہے ہر ایک شخص کی خوبیوں کو آپ بہت جلد معلوم کر لیتے' اور پھر ان کی پوری پوری قدر کرتے' اسی طرح صحابہ کرام میں سے ہر ایک شخص میں جو جو خاص صفت تھی اسی کے موافق خدمات اور عہدے ان کو عطا کئے تھے' فاروق اعظم کسی شخص کے محض روزے نماز سے بھی کبھی دھوکا نہ کھاتے تھے' وہ اگرچہ خود بڑی زاہدانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن ذمہ داری کے کاموں پر یا فوجوں کی سرداری اور صوبوں کی حکومت پر جن لوگوں کو مقرر فرماتے' ان کے انتخاب میں محض زہد و اتقاء اور زاہدانہ زندگی ہی کو معیار قرار نہ دیتے' بلکہ جن کاموں پر جن لوگوں کو مقرر فرماتے ان میں ان کاموں کے سرانجام و اہتمام کی پوری قابلیت دیکھ لیتے' آپ کی دس

سالہ خلافت کے زمانہ میں سینکڑوں بڑی بڑی لڑائیاں عراق وشام فلسطین اور مصر وخراسان وغیرہ ممالک میں ہوئیں لیکن آپ خود کسی لڑائی میں بہ نفس نفیس شریک نہ ہوئے تاہم ان لڑائیوں کا اہتمام اور ضروری انتظام فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ میں ہوتا تھا' ہر ایک سردار کو آپ کی طرف سے نہایت معمولی معمولی باتوں کے متعلق بھی ہدایات پہنچ جاتیں اور اس کو ان ہدایات کے موافق ہی کام کرنا پڑتا تھا' کسی لڑائی اور کسی معرکہ میں یہ نہیں بتایا جاسکتا ہے کہ فلاں حکم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے غلط اور غیر مفید دیا تھا' یا فلاں انتظام جو فاروق اعظم نے کیا وہ غیر ضروری تھا' آپ نے صوبوں کے تمام عمال کو لکھ بھیجا تھا کہ کوئی سپاہی میدان جنگ میں مسلسل چار مہینے سے زیادہ نہ روکا جائے' چار مہینے کے بعد اس کو اپنے اہل وعیال میں آنے کی رخصت دے دی جائے۔

ایک مرتبہ آپ کو کسی مرض کی وجہ سے کسی نے شہد کھانے کو بتایا' آپ کے یہاں شہد نہ تھا نہ کسی اور جگہ سے مل سکتا تھا' البتہ بیت المال میں تھوڑا سا شہد موجود تھا' لوگوں نے کہا کہ آپ اس شہد کو استعمال کریں' آپ نے کہا کہ یہ سارے مسلمانوں کا مال ہے' جب تک عام لوگ مجھ کو اجازت نہ دیں میں یہ استعمال نہیں کرسکتا۔ القصہ آپ نے شہد استعمال نہ کیا۔

ایک روز آپ اونٹ کے زخم دھوتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھ کو خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں قیامت کے دن مجھ اس سے اس کی بابت بھی سوال نہ ہو' آپ نے ایک روز سیدنا سلمان سے دریافت کیا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ' انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اگر آپ کسی مسلمان سے ایک درہم یا اس سے کم وبیش وصول کرکے بے جا خرچ کریں تو آپ بادشاہ ہیں' ورنہ خلیفہ۔

آپ نے خلیفہ ہونے کے بعد ابتداء مدتوں تک بیت المال سے ایک حبہ بھی نہیں لیا' رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ پر افلاس مستولی ہونے لگا اور فقر وفاقہ کی نوبت پہنچنے لگی' تب آپ نے اصحاب کرام کو مسجد نبوی میں جمع کرکے فرمایا کہ میں کاروبار خلافت میں اس قدر مصروف رہتا ہوں کہ اپنے نفقہ کا کوئی فکر نہیں کرسکتا' آپ سب مل کر میرے لیے کچھ مقرر کردیجئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صبح شام کا کھانا آپ کو بیت المال سے ملا کرے گا' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی کو منظور فرمالیا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ فاروق اعظم کو غصہ آیا ہو اور کسی نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا ہو' یا اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلایا ہو' یا قرآن شریف کی کوئی آیت پڑھی ہو اور آپ کا غصہ فرو نہ ہوگیا ہو' سیدنا بلال نے ایک مرتبہ سیدنا اسلم رضی اللہ عنہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حال دریافت کیا' انہوں نے کہا اس میں شک نہیں کہ آپ تمام آدمیوں سے بہتر ہیں لیکن جب آپ کو غصہ آجاتا ہے تو غضب ہی ہو جاتا ہے' سیدنا بلال نے کہا کہ اس وقت تم کوئی آیت کیوں نہیں پڑھ دیا کرتے کہ سارا غصہ اتر جائے۔

سیدنا عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک حصہ فوج پر ساریہ نامی ایک شخص کو سپہ سالار بنا کر بھیجا تھا' ایک روز خطبہ میں آپ نے تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا کہ ''اے ساریہ پہاڑ کی طرف جا'' چند روز (ایک ماہ) کے بعد ایک ایلچی آیا اور اس نے جنگ کے حالات سناتے ہوئے کہا کہ ہم کو شکست ہوا چاہتی تھی کہ ہم نے تین مرتبہ کسی شخص کی آواز سنی کہ ''ساریہ پہاڑ کی طرف جا'' چنانچہ ہم نے پہاڑ کی طرف رخ کیا اور خدائے تعالیٰ نے ہمارے دشمنوں کو شکست دی' جس روز خطبہ میں فاروق اعظم نے یہ الفاظ فرمائے تھے' اس روز لوگوں نے کہا کہ آپ یہاں ساریہ کو پکار رہے ہیں وہ تو نہاوند کے مقام پر کفار کے مقابلہ میں مصروف ہے' آپ نے فرمایا اس وقت میں

نے ایسا ہی نظارہ دیکھا کہ مسلمان مصروف جنگ ہیں اور پہاڑ کی طرف متوجہ ہونا ان کے لیے مفید ہے لہٰذا بے ساختہ میری زبان سے یہ الفاظ نکل گئے جب ساریہ کا خط اور ایلچی آیا ٹھیک جمعہ کے روز عین نماز جمعہ کے وقت اسی تاریخ کا واقعہ اس خط میں لکھا گیا اور ایلچی نے زبانی بھی بیان کیا۔

ایک مرتبہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے فاروق اعظم سے کہا کہ لوگ آپ سے بہت ڈرتے ہیں اور آپ کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے' اور نہ آپ کے سامنے لب ہلا سکتے ہیں' فاروق اعظم نے فرمایا کہ واللہ جس قدر یہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اس سے زیادہ میں ان لوگوں سے ڈرتا ہوں۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے صوبوں کے عاملوں اور گورنروں کو حکم دے رکھا تھا کہ ایام حج میں سب آ کر شریک حج ہوں' آپ خود بھی ہر سال حج کو جاتے رہے' عاملوں کے شریک حج کرنے میں ایک خاص مصلحت یہ تھی کہ حج کے موقعہ پر ہر ملک اور ہر صوبے کے لوگوں کو موقع حاصل ہے کہ وہ آ کر مجھ سے ملیں اور اپنے عامل میں اگر کوئی نقص دیکھتے ہیں تو اس کی شکایت کریں اور اسی وقت اس عامل سے بھی جو وہاں موجود ہے جواب طلب کیا جا سکے' اس طرح عاملوں کو اپنی عزت بچانے کا بہت خیال رہتا تھا کہ اگر ذرا سی بھی لغزش ہوگئی' تو حج کے مجمع عام میں بڑی فضیحت اور رسوائی ہوگی۔

آپ مساوات و جمہوریت کے حقیقت مفہوم سے واقف' اور اس کو قائم کرنا چاہتے تھے' نہ یہ کہ آپ آج کل جیسی یورپی جمہوریت کے دل دادہ تھے جو تعلیم اسلامی اور اصول اسلامی کے خلاف ہے' ایک مرتبہ سر منبر ایک عورت نے آپ کو ٹوک دیا اور آپ کے قول کو غلط بتایا' عورت نے چونکہ صحیح بات کہی تھی لہٰذا آپ نے مجمع عام میں فوراً اپنی غلطی کو تسلیم کر لیا' آج کل جبہ پوش نفس پرور مولویوں کی طرح اپنے قول کو صحیح ثابت کرنے کے لیے تاویلیں اور دور از حقیقت باتیں بنانے کی مطلق کوشش نہیں کی۔

فتوحات پر ایک نظر

فتوحات فاروقی کا رقبہ ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل بیان کیا جاتا ہے' یہ فتوحات ایران اور روم کی شہنشاہیوں کے مقابلے میں عرب کی ایک مفلوک الحال اور چھوٹی سے قوم کو حاصل ہوئیں۔

روم کی سلطنت جزیرہ نما بلقان' ایشیائے کوچک' شام' فلسطین' مصر' سوڈان پر چھائی ہوتی تھی' ایران کی سلطنت چند سال پیشتر اس قدر طاقتور تھی کہ رومی سلطنت کو شکست دے کر شام کے ملک میں فاتحانہ بڑھتی ہوئی ساحل بحر اور مصر تک پہنچ گئی تھی' ایرانیوں کے قبضہ میں رومیوں سے کم ملک نہ تھے' یہ دونوں سلطنتیں مشرقی و مغربی دنیا پر اپنے اثر' شہرت اور تمدن کے اعتبار سے مستولی تھیں' اور کوئی تیسری طاقت ان کے مقابلے پر آنے والی دنیا میں پائی نہیں جاتی تھی' مسلمانوں کی اس حیرت انگیز کامیابی اور خارق عادت فتوحات کے اسباب بیان کرتے ہوئے عیسائی اور غیر مسلم مؤرخ کہتے ہیں کہ رومی اور ایرانی دونوں سلطنتیں کمزور ہوگئی تھیں' اس لیے مسلمانوں کو بہ آسانی فتوحات کا موقع مل گیا' لیکن یہ وجہ بیان کرتے ہوئے وہ بھول جاتے ہیں کہ عربوں یا مسلمانوں کی طاقت ان کمزور شدہ سلطنتوں کے مقابلے میں کیا تھی' جب مسلمانوں اور ان دونوں سلطنتوں کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا ہے تو رومیوں اور ایرانیوں کے درمیان کوئی مخالفت اور لڑائی نہیں

تھی، نہ رومی ایرانیوں کے دشمن تھے، نہ ایرانی رومیوں کے خون کے پیاسے تھے، دونوں سلطنتوں کو الگ الگ اپنی اپنی پوری طاقت مسلمانوں کے مقابلے میں صرف کر دینے کی سہولت حاصل تھی جبکہ مسلمانوں کو بہ یک وقت رومیوں اور ایرانیوں دونوں طاقتوں کا مقابلہ کرنا پڑا، یہ دونوں سلطنتیں مہذب و متمدن سلطنتیں سمجھی جاتی تھیں اور بہت پرانی حکومتیں تھیں، ان کے پاس سامان حرب بافراط اور انتظامات مکمل، فوج باقاعدہ مرتب منتخب فوجی سردار اور انتظامی اہل کار شائستہ و تجربہ کار موجود، جبکہ مسلمان اور عرب قوم ان چیزوں سے تہی دست تھی۔

پھر یوں بھی طاقتوں کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ ایرانی بھی اور رومی بھی ایک ایک میدان میں دو دو لاکھ سے زیادہ مسلح اور آہن پوش لشکر لا سکے، درانحالیکہ اس دو لاکھ لشکر کی پشت پر کسی عقب کے مقام پر اسی قدر تعداد کا دوسرا مکمل لشکر بھی موجود ہوتا تھا اور اس دو لاکھ کے لشکر کو لڑتے ہوئے اطمینان ہوتا تھا کہ ہماری امداد کے لیے ہمارے پیچھے ہمارے بھائیوں کی اتنی ہی بڑی تعداد اور موجود ہے، لیکن مسلمانوں کی بڑی سے بڑی فوج جو کسی میدان میں جمع ہوسکی ہے، وہ تیس چالیس ہزار سے زیادہ نہ تھی اور یہ تعداد ہمیشہ اپنے دو دو لاکھ حریفوں کو میدان سے بھگانے اور فتح پانے میں کامیاب ہوئی، حالانکہ اس کی پشت پر کوئی زبردست فوجی چھاؤنی بھی نہ ہوتی تھی، پس یہ کہہ کر فارغ ہو جانا کہ ایرانیوں اور رومیوں کی سلطنتیں پہلے کی نسبت کمزور ہوگئی تھیں نہایت ہی احمقانہ بات ہے اور اس سے مسلمانوں کی فتح مندی کے اسباب تلاش کرنے کے کام سے ایک متلاشی حقیقت کو فراغت حاصل نہیں ہوسکتی۔

اس حقیقت کو اگر تلاش کرنا ہو تو اس بات پر غور کرو، ایرانی اور رومی دونوں شرک میں مبتلا تھے اور عرب ایمان کی دولت سے مالا مال ہو کر توحید پر قائم ہو چکے تھے، شرک ہمیشہ انسان کو بزدل اور ایمان ہمیشہ بہادر بنا دیتا ہے، بس ایمان و توحید کی بدولت عربوں میں وہ سچی بہادری پیدا ہو چکی تھی، جو ایمان کے لیے شرط لازم ہے اور جو کسی طاقت سے کبھی مغلوب ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اسلام نے عربوں کو قرآن کریم اور اسوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جہاں بانی کے وہ اصول اور گر سکھا دیئے تھے کہ ان کے مقابلے میں ایرانیوں اور رومیوں کی تہذیب اور اصول جہاں داری کسی طرح ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتے تھے، مسلمانوں نے جس بستی، جس شہر، جس ضلع اور جس صوبے کو فتح کیا وہاں کی غیر مسلم آبادی نے مسلمانوں کی آمد اور مسلمانوں کی حکومت کو جنت خیال کیا اور یہ سمجھا کہ اپنے ہم مذہبوں کی حکومت سے آزاد ہونا گویا ہمارے لیے دوزخ سے آزاد ہونا تھا، مفتوح اقوام نے اپنے فاتح عربوں کے اخلاق، شفقت علی خلق اللہ، عدل، رحم، سیر چشمی، بلند حوصلگی وغیرہ کو دیکھ کر بخوشی اپنے آپ کو ان کے قدموں میں ڈال دیا اور حقیقت یہ ہے کہ بنی نوع انسان اپنی انسانیت کو ان عرب فاتحین کی بدولت بچا سکی، پس رومیوں اور ایرانیوں کا کیا حوصلہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں فتح مند ہو سکتے۔

مسلمانوں نے عراق و شام و مصر کے سرسبز و زرخیز علاقوں کو فتح کیا، اور ایرانی شہروں پر قابض ہوئے، لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے آخر عہد خلافت تک ان فاتح مسلمانوں نے شام کے عیسائیوں اور ایران کے مجوسیوں کی عیش پرستی و راحت طلبی سے رتی برابر بھی اثر قبول نہیں کیا، عراق و فارس کو مسلمانوں نے فتح کیا، لیکن اس فاتح فوج کا قیام کوفہ و بصرہ میں چھپروں اور خیموں کے اندر رہا، اسی طرح شام کے ملک میں اسلامی لشکر نے شام کے شہروں کو اپنی قیام گاہ نہیں بنایا، بلکہ وہ موصل و دمشق کے صحراؤں اور پہاڑوں میں شہروں اور شہریوں

کے عیش وتکلفات سے بے خبر قیام پذیر رہتے' اوراپنی اس سپاہیانہ زندگی اور صعوبت کشی پر مسرور و مطمئن تھے' جس لشکر نے مصر کو فتح کیا' اس نے مصر کے سامان عیش رکھنے والے شہروں کو اپنے قیام کے لیے منتخب نہیں کیا' بلکہ فسطاط کی چھاؤنی کو جو آج شہر قاہرہ کی شکل میں تبدیل ہوگئی ہے پسند کیا' صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نہ صرف خود لوگوں کو زاہدانہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب دیتے تھے بلکہ خود اس کے اوپر عمل کر کے بھی انہوں نے اپنا بہترین نمونہ لوگوں کے سامنے رکھ دیا تھا۔

بیت المال کا ایک پیسہ بھی وہ بے جا خرچ نہ کرتے تھے اور نہ کسی کو ایک پیسہ ناجائز خرچ کرنے کی اجازت دیتے تھے' خلیفہ وقت بلا امتیاز خاندان وقبیلہ ہر ایک مسلمان کے ساتھ محبت کرتا' اور ہر خطاوار کو بلا امتیاز قبیلہ یکساں سزا دیتا تھا۔

(3) سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نام ونسب

عثمان بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب' آپ کی کنیت ابوعمرو ابوعبداللہ تھی' زمانہ جاہلیت میں آپ کی کنیت ابوعمرو تھی' مسلمان ہونے کے بعد سیدنا رقیہ سے آپ کے یہاں سیدنا عبداللہ پیدا ہوئے تو آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہوگئی' سیدنا عثمان کی نانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کی حقیقی بہن تھیں' جو سیدنا عبداللہ کے ساتھ توام یعنی جڑواں پیدا ہوئی تھیں اس طرح سیدنا عثمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی زاد بہن کے بیٹے تھے۔

فضائل

آپ خلق حیا میں خاص طور پر ممتاز تھے' سیدنا زید بن ثابت کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان میرے پاس سے گذرے تو مجھ سے ایک فرشتے نے کہا کہ مجھے ان سے شرم آتی ہے' کیوں کہ قوم ان کو قتل کر دے گی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس طرح عثمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے حیا کرتے ہیں فرشتے ان سے حیا کرتے ہیں۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیا کا ذکر آیا تو انہوں نے فرمایا کہ اگر کبھی سیدنا عثمان نہانا چاہتے تو دروازہ کو بند کر کے کپڑے اتارنے میں اس قدر شرماتے کہ پشت سیدھی نہ کر سکتے تھے۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرُونَ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنْ عَطَاءٍ وَسُلَيْمَانَ ابْنَيْ يَسَارٍ وَأَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُضْطَجِعًا فِي بَيْتِي كَاشِفًا عَنْ فَخِذَيْهِ أَوْ سَاقَيْهِ فَاسْتَأْذَنَ أَبُو بَكْرٍ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ عَلَى تِلْكَ الْحَالِ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُمَرُ فَأَذِنَ لَهُ وَهُوَ كَذَلِكَ فَتَحَدَّثَ ثُمَّ اسْتَأْذَنَ عُثْمَانُ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَوَّى ثِيَابَهُ قَالَ مُحَمَّدٌ وَلَا أَقُولُ ذَلِكَ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ فَدَخَلَ فَتَحَدَّثَ فَلَمَّا خَرَجَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَلَمْ تَهْتَشَّ لَهُ وَلَمْ تُبَالِهِ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ فَجَلَسْتَ وَسَوَّيْتَ ثِيَابَكَ فَقَالَ أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ

صحیح مسلم: جلد سوم: حدیث نمبر 1708 حدیث مرفوع مکررات 7 متفق علیہ 3

آپ ذوہجرتین تھے یعنی آپ نے حبش کی ہجرت بھی کی اور مدینہ کی بھی' آپ شکل وشمائل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از ہجرت اپنی بیٹی رقیہ کی شادی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دی تھی' جب جنگ بدر کے روز وہ فوت ہوگئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی سیدنا ام کلثوم کی شادی آپ سے کر دی' اسی لیے آپ ذی النورین کے خطاب سے مشہور ہیں ام کلثوم بھی ۹ ھ میں فوت ہوگئیں' سوائے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شخص دنیا میں ایسا نہیں گذرا جس

کے نکاح میں کسی نبی کی دو بیٹیاں رہی ہوں۔

حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ مُحَمَّدُ بْنُ عُثْمَانَ الْعُثْمَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي عُثْمَانُ بْنُ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيَ عُثْمَانَ عِنْدَ بَابِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ يَا عُثْمَانُ هَذَا جِبْرِيلُ أَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ قَدْ زَوَّجَكَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِمِثْلِ صَدَاقِ رُقَيَّةَ عَلَى مِثْلِ صُحْبَتِهَا

سنن ابن ماجہ: جلد اول: حدیث نمبر 110 حدیث مرفوع

مناسک حج سب سے بہتر سیدنا عثمان جانتے تھے' آپ کے بعد سیدنا عبداللہ بن عمر۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ چوتھے مسلمان تھے' یعنی آپ سے پیشتر صرف تین شخص ایمان لا چکے تھے۔آپ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تحریک سے مسلمان ہوئے تھے۔

آپ صحابہ کرام میں بہت مال دار تھے اور اسی طرح سب سے زیادہ سخی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے تھے۔

آپ سیدنا رقیہ رضی اللہ عنہ کی سخت علالت کے سبب جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت و حکم کے موافق مدینہ منورہ میں رہے تھے' لیکن جنگ بدر کے مال غنیمت میں سے آپ کو حصہ اسی قدر ملا جس قدر شرکاء جنگ کو ملا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو اصحاب بدر میں شامل سمجھنا چاہیے۔چنانچہ اصحاب بدر میں آپ کا شمار کیا جاتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مَوْهَبٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ إِنَّمَا تَغَيَّبَ عُثْمَانُ عَنْ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ تَحْتَهُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَتْ مَرِيضَةً فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لَكَ أَجْرَ رَجُلٍ مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمَهُ

صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 394 حدیث مرفوع

آپ صحابہ کرام میں کثرت عبادت کے لیے خصوصی شہرت رکھتے تھے' رات بھر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرتے اور برسوں روزے رکھا کرتے تھے' مسجد نبوی کی بغل میں ازواج مطہرات کے لیے کچھ زمین آپ نے اپنے خرچ سے خریدی تھی۔

ایک سال مدینہ میں قحط پڑا تو آپ نے تمام محتاجوں کو غلہ دیا' مسلمان جب مدینہ میں آئے تو پانی کی وہاں سخت تکلیف تھی' ایک یہودی کا کنواں تھا' وہ پانی نہایت ہی گراں فروخت کرتا تھا' آپ نے وہ کنواں اس یہودی سے ۳۵ ہزار درہم کو خرید کر وقف کر دیا' آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا' مسلمان ہونے کے بعد ہر ہفتے ایک غلام خرید کر آزاد کیا کرتے تھے' آپ نے کبھی اپنے مال دار ہونے پر فخر نہیں کیا اور زمانہ جاہلیت میں بھی آپ نے کبھی شراب نہیں پی' آپ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت عمدگی اور احتیاط کے ساتھ روایت کیا کرتے تھے' آپ نے جنگ تبوک کے واسطے ساڑھے چھ سو اونٹ اور پچاس گھوڑے راہ اللہ تعالیٰ میں پیش کئے' عہد جاہلیت میں آپ امرائے مکہ میں شمار ہوتے تھے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدٍ هُوَ ابْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ قَالَ لَمَّا حُصِرَ عُثْمَانُ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ فَوْقَ دَارِهِ ثُمَّ قَالَ أُذَكِّرُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ حِرَاءَ حِينَ انْتَفَضَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْبُتْ حِرَاءُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ قَالُوا نَعَمْ قَالَ أُذَكِّرُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ مَنْ يُنْفِقُ نَفَقَةً مُتَقَبَّلَةً وَالنَّاسُ مُجْهَدُونَ مُعْسِرُونَ فَجَهَّزْتُ ذَلِكَ الْجَيْشَ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ أُذَكِّرُكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ بِئْرَ رُومَةَ لَمْ يَكُنْ يَشْرَبُ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا بِثَمَنٍ فَابْتَعْتُهَا فَجَعَلْتُهَا لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ وَابْنِ السَّبِيلِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ وَأَشْيَاءَ عَدَّدَهَا قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هَذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمَانَ

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1665 حدیث مرفوع

حلیہ مبارک

آپ میانہ قد چیچک زدہ خوبصورت شخص تھے ڈاڑھی گھنی تھی اس کو حنا سے رنگین رکھتے تھے آپ کی ہڈی چوڑی تھی رنگت میں سرخی جھلکتی تھی، پنڈلیاں بھری بھری تھیں ہاتھ لمبے لمبے تھے جسم پر بال تھے سر کے بال گھونگھر والے تھے دونوں شانوں میں زیادہ فاصلہ تھا دانت بہت خوبصورت تھے کنپٹی کے بال بہت نیچے تک آئے ہوئے تھے سیدنا عبداللہ کا قول ہے کہ میں نے سیدنا عثمان سے زیادہ حسین وخوبصورت کسی مرد وعورت کو نہیں دیکھا۔

انتخاب

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے انتخاب خلیفہ کے لیے تین دن کی مہلت مقرر فرما کر سیدنا مقداد کو حکم دے دیا تھا کہ نامزد شدہ چھ اشخاص کی مجلس میں جب تک کہ وہ اپنے آپ میں سے کسی کو خلیفہ منتخب نہ کرلیں کسی دوسرے کو نہ جانے دینا صرف عبداللہ بن عمر کو رائے دینے کے لیے شریک ہونے کی اجازت تھی تا کہ اس طرح رائے دہندوں کی تعداد طاق یعنی سات ہوجائے لیکن عبداللہ بن عمر کے لیے پہلے سے آپ نے یہ حکم صادر فرما دیا تھا کہ ان کو ہرگز خلیفہ منتخب نہ کیا جائے اس وقت کسی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے لیے کہا تو آپ نے فرمایا تھا کہ بار خلافت کی ذمہ داری میرے لیے ہی کیا کم ہے کہ میں اپنے خاندان میں دوسروں پر بھی یہ محنت ڈالوں اور ان کو بہت سی آسائشوں سے محروم کردوں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جب کسی شخص نے خلیفہ کے متعین و نامزد فرما دینے کے لیے کہا تو آپ نے جواب دیا کہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کر کے کسی کو اپنے بعد نامزد کروں تو یہ میرے لیے جائز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کر کے کسی کو اپنے بعد نامزد نہ کروں تو یہ بھی میرے لیے جائز ہے میں اگر اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کرتا تو وہ ابوعبیدہ ابن الجراح تھے جو مجھ سے پہلے فوت ہوگئے یا پھر میں ابوحذیفہ کے غلام سالم کو خلیفہ بناتا وہ بھی مجھ سے پہلے فوت ہوگئے یہ فرما کر پھر آپ نے ان چھ شخصوں کے نام لیے جو اوپر درج ہوچکے ہیں۔

سیدنا مقداد الاسود اور سیدنا ابوطلحہ انصاری نے وصیت فاروقی کے موافق فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہو کر سیدنا صہیب کو تو عارضی طور پر تین دن کے لیے تا انتخاب خلیفہ مدینہ کا حکمراں اور امام مقرر کیا اور خود اپنے آدمیوں کی جمعیت لے کر سیدنا علی' سیدنا عثمان' سیدنا زبیر' سیدنا سعد عبدالرحمن' اور سیدنا عبداللہ بن عمر کو مسور بن مخرمہ اور بقول دیگر سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں جمع کر کے دروازے پر حفاظت کی غرض سے بیٹھ گئے' سیدنا طلحہ مدینہ میں موجود نہ تھے' کوئی اور اس مکان میں داخل نہیں ہو سکتا تھا' سیدنا عمرو بن العاص اور سیدنا مغیرہ بن شعبہ دروازے پر آ کر بیٹھ گئے تھے' سیدنا سعد بن ابی وقاص کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان دونوں کو دروازے پر بھی نہ بیٹھنے دیا' اور وہاں سے اٹھوا دیا تاکہ وہ کہیں یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم بھی اصحاب شوریٰ میں شامل تھے۔

جب سب صاحب اطمینان سے آ کر بیٹھ چکے تو سب سے اول سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے کھڑے ہو کر کہا کہ جو لوگ خلافت کے لیے نامزد کئے گئے ہیں ان میں سے کون ایسا ہے جو اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیتا ہے' اسی کو یہ اختیار دیا جائے گا کہ وہ جس کو تم میں سب سے افضل ولائق سمجھے اس کو خلیفہ مقرر کر دے' اس بات کو سن کر اس مختصر مجمع میں سے کسی نے کوئی جواب نہ دیا' سب خاموش رہے' تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے پھر اعلان کیا کہ میں اپنے آپ کو خلافت سے دست بردار قرار دیتا ہوں اور انتخاب خلیفہ کے کام کو انجام دینے پر تیار ہوں' یہ سن کر سب نے تائید کی اور سیدنا عبدالرحمن بن عوف کو اختیار دیا کہ آپ جس کو چاہیں ہم میں سے خلیفہ منتخب فرما دیں مگر سیدنا علی بن ابی طالب بالکل خاموش رہے' انہوں نے ہاں یا ناں کچھ نہیں کہا' تب سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا آپ نے کچھ نہیں فرمایا' آپ بھی اپنی رائے کا اظہار کیجئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں بھی اس رائے سے متفق ہوں' لیکن شرط یہ ہے کہ تم پہلے یہ اقرار کر لو کہ جو فیصلہ کرو گے بلا رو رعایت' اور نفسانیت کو دخل دیئے بغیر محض حق پرستی اور امت کی خیر خواہی کے لیے کرو گے' سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے کہا کہ میں تم سے عہد کرتا ہوں کہ بلا رو رعایت بلا نفسانیت اور محض امت کی بہتری و بھلائی کے لیے حق پرستی کی بنا پر فیصلہ کروں گا' لیکن تم سب اس بات کا اقرار کرو کہ جس کو میں منتخب کروں گا اس پر رضامند ہو جاؤ گے اور جو میری رائے اور میرے فیصلے کی مخالفت کرے گا تم سب اس کے مقابلہ میں میری مدد کرو گے' یہ سن کر سیدنا علی اور تمام مجمع نے اقرار کیا کہ ہم سب تمہارے فیصلہ کی تائید اور اس کے نفاذ میں تمہاری امداد کریں گے۔

یہ عہد و پیمان ہو جانے کے بعد مجمع منتشر ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے آئے کیونکہ ابھی تین دن کی مہلت باقی تھی' اس دن کے عرصہ میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف برابر صاحب الرائے اور جلیل القدر صحابہ کرام سے ان کی رائیں دریافت کرتے رہے' خود بھی غور و خوض میں مصروف رہے' سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے الگ لے جا کر دریافت کیا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو تو آپ مجھے کس کی بیعت کرنے کی رائے دیتے ہیں' انہوں نے کہا کہ آپ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیئے' پھر میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی تنہائی میں یہی سوال کیا تو انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا' پھر میں نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ سیدنا علی یا سیدنا عثمان دونوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لو' پھر میں نے سیدنا سعد سے تنہائی میں دریافت کیا تو انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیا' پھر میں نے اور صاحب الرائے

حضرات سے دریافت کیا' تو کثرت رائے سیدنا عثمان ہی کی نسبت ظاہر ہوئی' سہ روزہ مہلت کی آخری شب کو پھر مذکورہ بالا حضرات کا مجمع اسی مذکورہ مکان میں ہوا' سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کو الگ بلا کر کہا کہ عام طور پر علی و عثمان کی نسبت لوگوں کی زیادہ رائیں ظاہر ہوئی ہیں' ان دونوں حضرات نے بھی انہیں دونوں کی نسبت اپنی رائے ظاہر کی' پھر سیدنا سعد بن ابی وقاص نے کہا کہ آپ ہم سے تو بیعت لے لیں اور ہم کو ان جھگڑوں سے آزاد کر دیں' سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے فرمایا یہ کیسے ممکن ہے' میں تو ان لوگوں کے دائرہ سے آزاد ہو چکا ہوں جو خلافت کے لیے نامزد ہوئے تھے۔

پھر سیدنا عبدالرحمن نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو الگ لے جا کر کچھ باتیں کیں' انہیں مشوروں اور باتوں میں صبح ہو گئی' یہی صبح انتخاب خلیفہ کے اعلان ہونے کی صبح تھی' لوگ منتظر تھے' نماز فجر کے بعد تمام مسجد نبوی آدمیوں سے کھچا کھچ بھر گئی' تمام حضرات مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور منتظر تھے کہ دیکھئے سیدنا عبدالرحمن بن عوف کیا فیصلہ سناتے ہیں۔

سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے کچھ فرمانے سے پہلے بعض لوگوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر بھی کرنی شروع کر دی' یہ لوگ اصحاب شوریٰ میں نہ تھے مثلاً سیدنا عمار نے کہا کہ میں سیدنا علی کو مستحق خلافت سمجھتا ہوں' ابن ابی سرح اور عبداللہ بن ابی ربیعہ نے کہا کہ ہم سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو زیادہ مستحق و مناسب پاتے ہیں' اس قسم کی چہ می گوئیاں شروع ہوئیں تو سیدنا سعد بن ابی وقاص نے سیدنا عبدالرحمن بن عوف سے کہا کہ تم اب دیر کیوں کر رہے ہو' اندیشہ ہے کہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ نہ پیدا ہو جائے' تم جلد اپنی رائے کا اظہار کر کے اس مسئلہ کو ختم کر دو' سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اٹھے اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے کہا کہ جہاں تک میری طاقت میں تھا' میں نے ہر طبقہ اور ہر گروہ کی رائے معلوم کر لی ہے اور اس کام میں کسی غفلت و کم التفاتی کو مطلق راہ نہیں دی' میرے فیصلے سے اب کسی کو انکار کا موقع حاصل نہیں ہے' کیونکہ بہ رضا و رغبت تمام اصحاب شوریٰ اور نامزدگان خلافت نے میرے فیصلے کو ناطق تسلیم کر لیا ہے' اور میں اپنی تمام طاقت صحیح فیصلے تک پہنچنے کے لیے صرف کر چکا ہوں' یہ کہہ کر انہوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے احکام اور سنت شیخین پر چلنے کا اقرار کرو' انہوں نے اقرار کیا کہ میں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور صدیق رضی اللہ عنہ و فاروق رضی اللہ عنہ کے نمونے پر چلنے کی کوشش کروں گا' اس کے بعد سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

ان کے بعد سب لوگ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اول اس نظارہ سے کچھ دل گرفتگی ہوئی اور مسجد سے اٹھ کر باہر جانے لگے' لیکن پھر کچھ خیال آیا تو فوراً بڑی عجلت و بے تابی کے ساتھ صفوں کو چیرتے ہوئے بڑھے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی' سیدنا طلحہ اس روز یعنی یکم محرم کو مدینہ میں موجود نہ تھے اور اسی لیے وہ شریک مشورہ نہ ہو سکے تھے' سیدنا طلحہ اگلے روز یعنی ۲ محرم ۲۴ھ کو مدینہ میں تشریف لائے اور یہ سن کر کہ تمام لوگوں نے بالاتفاق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے سیدنا عثمان کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غنی نے ان سے کہا کہ آپ کی غیر موجودگی میں میرا انتخاب ہو گیا ہے اور زیادہ دنوں آپ کا انتظار نہیں ہو سکتا تھا' اگر آپ مدعی خلافت ہوں تو میں آپ کے حق میں خلع خلافت

کرنے کو تیار ہوں‘ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تمام لوگوں نے آپ کی خلافت پر بیعت کر لی ہے تو میں بھی آپ کی خلافت پر رضامند ہوں‘ میں مسلمانوں میں کوئی فتنہ اور اختلاف ڈالنا نہیں چاہتا‘ یہ کہہ کر انہوں نے بھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔
بیعت کے بعد سیدنا عثمان غنی منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے اعمال صالحہ کی رغبت دلائی‘ مال و دولت کی فراوانی سے جو غفلت پیدا ہوتی ہے اس سے ڈرایا اور رضائے الٰہی کو ہمیشہ مقدم رکھنے کی نصیحت کی‘ اس کے بعد صوبوں کے عاملوں اور حاکموں کے نام ایک حکم جاری کیا جس میں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات اور اپنے انتخاب کا تذکرہ تھا‘ نیز ان کو تاکید کی گئی تھی کہ جس طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دیانت اور امانت کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے ہو اسی طرح انجام دیتے رہو۔

»كان عمر بن الخطاب، رضي الله عنه، قد جعل الأمر بعده شورى بين ستة نفر، وهم: عثمان بن عفان، وعلي بن أبي طالب، وطلحة بن عبيد الله، والزبير بن العوام، وسعد بن أبي وقاص، وعبد الرحمن بن عوف، رضي الله عنهم. وتحرج أن يجعلها إلى واحد من هؤلاء على التعيين، وقال: لا أتحمل أمركم حيا وميتا، وإن يرد الله بكم خيرا يجمعكم على خير هؤلاء، كما جمعكم على خيركم بعد نبيكم، صلى الله عليه وسلم.

ومن تمام ورعه لم يذكر في أهل الشورى سعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل؛ لأنه ابن عمه خشي أن يراعي فيولى لكونه ابن عمه، فلذلك تركه، وهو أحد العشرة المشهود لهم بالجنة بل جاء في رواية المدائني، عن شيوخه أنه استثناه من بينهم وقال: لست مدخله فيهم. وقال لأهل الشورى: يحضركم عبد الله -يعني ابنه- وليس له من الأمر شيء، بل يحضر الشورى ويشير بالنصح« ولا يولى شيئا.

وأوصى أن يصلي بالناس صهيب بن سنان الرومي ثلاثة أيام حتى تنقضي الشورى، وأن يجتمع أهل الشورى ويوكل بهم أناس حتى ينبرم الأمر ووكل بهم خمسين رجلا من المسلمين وجعل عليهم مستحثا أبا طلحة الأنصاري، والمقداد بن الأسود الكندي. وقد قال عمر بن الخطاب: ما أظن الناس يعدلون بعثمان وعلي أحدا؛ إنهما كانا يكتبان الوحي بين يدي رسول الله، صلى الله عليه وسلم، مما ينزل به جبريل عليه.

قالوا: فلما مات عمر، رضي الله عنه، وأحضرت جنازته تبادر إليها علي وعثمان أيهما يصلي عليه، فقال لهما عبد الرحمن بن عوف لستما من هذا في شيء، إنما هذا إلى صهيب الذي أمره عمر أن يصلي بالناس. فتقدم صهيب وصلى عليه. ونزل في قبره مع ابنه عبد الله أهل الشورى سوى طلحة فإنه كان غائبا.

فلما فرغ من شأن عمر جمعهم المقداد بن الأسود في بيت المسور بن مخرمة، وقيل: في حجرة عائشة. وقيل: في بيت المال. وقيل: في بيت فاطمة بنت قيس أخت الضحاك بن قيس. والأول أشبه. والله أعلم. فجلسوا في البيت، وقام أبو طلحة يحجبهم، وجاء عمرو بن العاص، والمغيرة بن شعبة فجلسا من وراء الباب، فحصبهما سعد بن أبي وقاص، وطردهما، وقال: جئتما لتقولا: حضرنا أمر الشورى! رواه المدائني عن مشايخه، والله أعلم بصحته.

والمقصود أن القوم خلصوا من الناس فى بيت يتشاورون فى أمرهم فكثر القول، وعلت الأصوات، وقال أبو طلحة :إنى كنت أظن أن تدافعوها، ولم أكن أظن أن تنافسوها. ثم صار الأمر بعد حضور طلحة إلى أن فوض ثلاثة منهم ما لهم فى ذلك إلى ثلاثة؛ ففوض الزبير ما يستحقه من الإمارة إلى على، وفوض سعد ما له فى ذلك إلى عبد الرحمن بن عوف وترك طلحة حقه لعثمان بن عفان، فقال عبد الرحمن لعلى وعثمان :أيكما يبرأ من هذا الأمر فنفوض الأمر إليه، والله عليه والإسلام، ليولين أفضل الرجلين الباقيين. فأسكت الشيخان على وعثمان، فقال عبد الرحمن :فإنى أترك حقى من ذلك، والله على والإسلام أن أجتهد فأولى أولا كما بالحق. فقالا: نعم. ثم خاطب كل واحد منهما بما فيه من الفضل، وأخذ عليه العهد والميثاق لئن ولاه ليعدلن ولئن ولى عليه ليسمعن وليطيعن، فقال كل منهما :نعم. ثم تفرقوا.

ويروى أن أهل الشورى جعلوا الأمر إلى عبد الرحمن بن عوف؛ ليجتهد للمسلمين فى أفضلهم فيوليه. فيذكر أنه سأل كل من يمكنه سؤاله من أهل الشورى وغيرهم، فلا يشير إلا بعثمان بن عفان حتى أنه قال لعلى :أرأيت إن لم أولك، فمن تشير به؟ قال :بعثمان. وقال لعثمان :أرأيت إن لم أولك، فمن تشير به؟ قال :بعلى بن أبى طالب.

والظاهر أن هذا كان قبل أن ينحصر الأمر فى ثلاثة، وينخلع عبد الرحمن منها لينظر الأفضل، والله عليه والإسلام ليجتهدن فى أفضل الرجلين فيوليه ثم نهض عبد الرحمن بن عوف، رضى الله عنه، يستشير الناس فيهما ويجتمع برءوس الناس وأجنادهم، جميعا وأشتاتا، مثنى وفرادى ومجتمعين، سرا وجهرا، حتى خلص إلى النساء المخدرات فى حجابهن، وحتى سأل الولدان فى المكاتب، وحتى سأل من يرد من الركبان والأعراب إلى المدينة، فى مدة ثلاثة أيام بلياليها، فلم يجد اثنين يختلفان فى تقديم عثمان بن عفان؛ إلا ما ينقل عن عمار والمقداد أنهما أشارا بعلى بن أبى طالب، ثم بايعا مع الناس على ما سيذكر. فسعى فى ذلك عبد الرحمن ثلاثة أيام بلياليها لا يغتمض بكثير نوم إلا صلاة ودعاء واستخارة، وسؤالا من ذوى الرأى وغيرهم، فلم يجد أحدا يعدل بعثمان بن عفان، رضى الله عنه.

فلما كانت الليلة التى يسفر صباحها عن اليوم الرابع من موت عمر بن الخطاب، جاء إلى منزل ابن أخته المسور بن مخرمة، فقال :أنائم يا مسور! والله لم أغتمض بكثير نوم منذ ثلاث، اذهب فادع لى عليا وعثمان. قال المسور :فقلت :بأيهما أبدأ؟ فقال :بأيهما شئت. قال :فذهبت إلى على، فقلت :أجب خالى. فقال :أمرك أن تدعو معى أحدا؟ قلت :نعم. قال :من؟ قلت :عثمان بن عفان. قال :بأينا بدأ؟ قلت :لم يأمرنى بذلك، بل قال: ادع أيهما شئت أولا. فجئت إليك. قال :فخرج معى، فلما مررنا بدار عثمان بن عفان جلس على حتى دخلت فوجدته يوتر مع الفجر، فدعوته، فقال لى كما قال لى على سواء، ثم خرج، فدخلت بهما على خالى وهو قائم يصلى، فلما انصرف أقبل على على وعثمان فقال :إنى قد سألت الناس عنكما، فلم أجد أحدا يعدل بكما أحدا. ثم أخذ العهد على كل منهما أيضا لئن ولاه ليعدلن، ولئن ولى عليه ليسمعن وليطيعن، ثم خرج بهما إلى المسجد وقد

لبس عبد الرحمن العمامة التي عممه بها رسول الله، صلى الله عليه وسلم، وتقلد سيفا، وبعث إلى وجوه الناس من المهاجرين والأنصار ونودي في الناس عامة :الصلاة جامعة. فامتلأ المسجد حتى غص بالناس، وتراص الناس، وتراصوا حتى لم يبق لعثمان موضع يجلس فيه إلا في أخريات الناس- وكان رجلا حييا، رضي الله عنه ثم صعد عبد الرحمن بن عوف منبر رسول الله، صلى الله عليه وسلم، فوقف وقوفا طويلا، ودعا دعاء طويلا، لم يسمعه الناس، ثم تكلم، فقال :أيها الناس إني قد سألتكم سرا وجهرا، مثنى وفرادى، فلم أجد كم تعدلون بأحد هذين الرجلين، إما علي وإما عثمان، فقم إلي يا علي، فقام إليه فوقف تحت المنبر، فأخذ عبد الرحمن بيده فقال :هل أنت مبايعي على كتاب الله وسنة نبيه، صلى الله عليه وسلم، وفعل أبي بكر وعمر؟ قال :اللهم لا، ولكن على جهدي من ذلك وطاقتي. قال :فأرسل يده وقال قم يا عثمان. فأخذ بيده فقال :هل أنت مبايعي على كتاب الله وسنة نبيه، صلى الله عليه وسلم، وفعل أبي بكر وعمر؟ قال :اللهم نعم. قال :فرفع رأسه إلى سقف المسجد ويده في يد عثمان، فقال :اللهم اسمع واشهد، اللهم اسمع واشهد، اللهم اسمع واشهد، اللهم إني قد جعلت ما في رقبتي من ذاك في رقبة عثمان. قال :وازدحم الناس يبايعون عثمان حتى غشوه تحت المنبر قال: فقعد عبد الرحمن مقعد النبي، صلى الله عليه وسلم، وأجلس عثمان تحته على الدرجة الثانية، وجاء إليه الناس يبايعونه، وبايعه علي بن أبي طالب أولا، ويقال آخرا

»البدایۃ والنہایۃ« (10 /208):

دربارِ عثمانی میں پہلا مقدمہ

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چند روز پیشتر ایک روز ابولولو ایک خنجر لیے ہوئے ہرمزان کے پاس گیا' یہ وہی ایرانی سردار ہرمزان ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے' جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر مدینہ منورہ میں رہنے لگا تھا' ابولولو تھوڑی دیر تک ہرمزان کے پاس بیٹھا ہوا باتیں کرتا رہا' اس وقت وہاں حیرہ کا باشندہ ایک عیسائی غلام جفینہ نامی بھی بیٹھا تھا' ان تینوں کو ایک جگہ بیٹھے اور باتیں کرتے ہوئے سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا' سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر کو قریب آتے دیکھ کر ابولولو وہاں سے اٹھ کر چل دیا' اُٹھتے وقت خنجر جو وہ لیے ہوئے تھا' اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا' جس کو گرتے ہوئے اور ابولولو کو اٹھاتے ہوئے بھی سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تھا' اس وقت ان کو نہ کوئی شبہ گذرا تھا' نہ کسی قسم کا خیال ان کے دل میں پیدا ہوا تھا' لیکن جب ابولولو نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا اور اس کے بعد گرفتار ہو کر مقتول ہوا تو اس کے پاس سے جو خنجر نکلا اس کو سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے پہچانا کہ یہ وہی خنجر ہے جو چند روز ہوئے اس کے پاس دیکھا تھا' ساتھ ہی انہوں نے مذکورہ بالا تمام واقعہ بھی سنا دیا۔

ابولولو کے ہرمزان کے پاس جانے اور باتیں کرنے وغیرہ کا حال جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کے دوسرے صاحبزادے سیدنا عبیداللہ بن عمر نے سنا تو طیش اور انتقام کے جوش میں انہوں نے موقع پا کر ہرمزان پر حملہ کیا' ہرمزان کو زخمی ہو کر گرتا ہوا

دیکھ کر سعد بن ابی وقاص عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گرفتار کرنے کو اور عبیداللہ بن عمر جفینہ عیسائی غلام کے بھی قتل کرنے کو دوڑے قبل اس کے کہ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جفینہ کے قتل پر قادر ہوں سعد بن ابی وقاص نے ان کو گرفتار کرلیا' چونکہ ابھی تک کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہوا تھا اور سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ ہی عارضی طور پر خلافت کے ضروری کام انجام دے رہے تھے' لہذا سیدنا سعد بن ابی وقاص نے عبیداللہ بن عمر کو سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا' سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ نے ان کو خلیفہ کے منتخب ہونے تک کے لیے قید کر دیا۔

اب جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے اور بیعت عامہ مسجد نبوی میں ہو چکی اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خطبہ خلافت بھی لوگوں کو سنا چکے' تو سب سے پہلے آپ کی خدمت میں یہ مقدمہ پیش ہوا اور سیدنا عبیداللہ کو آپ کے سامنے لایا گیا' سیدنا عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جب ہرمزان کے قتل کی نسبت دریافت کیا گیا تو انہوں نے قتل کا اقرار کیا' اس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے مشورہ لیا' سیدنا علی نے فرمایا کہ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو ہرمزان کے قصاص میں قتل کر دینا چاہیے' لیکن سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی کی اس رائے سے مخالفت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ کسی طرح مناسب نہیں' ابھی کل پرسوں کی بات ہے کہ باپ مارا گیا ہے' آج اس کے بیٹے کو قتل کرتے ہو' اور لوگوں نے بھی عمرو بن العاص کی رائے کی تائید کی' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کچھ کشمکش و پیچ میں پڑے لیکن فوراً ہی انہوں نے فرمایا کہ یہ معاملہ نہ عمر فاورق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا ہے اور نہ میری خلافت کے زمانہ کا' کیونکہ میرے خلیفہ منتخب ہونے سے پہلے یہ واقعہ ظہور میں آچکا تھا' لہذا میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوسکتا' اس کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ بہترین صورت اختیار کی کہ خود عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ولی بن کر اپنے پاس سے ہرمزان کے قتل کی دیت ادا کر دی اور منبر پر چڑھ کر ایک پراثر تقریر کی' اس طرح تمام لوگ اس فیصلے سے خوش ہو گئے اور سیدنا عبیداللہ بن عمر قصاص سے بچ گئے۔

»وأما أول حكومة حكم فيها فقضية عبيد الله بن عمر، وذلك أنه غدا على ابنة أبي لؤلؤة قاتل عمر فقتلها، وضرب رجلا نصرانيا يقال له: جفينة. بالسيف فقتله، وضرب الهرمزان الذي كان صاحب تستر فقتله، وكان قد قيل: إنهما مالئا أبا لؤلؤة على قتل عمر. فالله أعلم. وقد كان عمر قد أمر بسجنه ليحكم فيه الخليفة من بعده، فلما ولي عثمان، وجلس للناس، كان أول ما تحوكم إليه في شأن عبيد الله فقال علي: ما من العدل تركه. وأمر بقتله. وقال بعض المهاجرين: أيقتل أبوه بالأمس ويقتل هو اليوم! فقال عمرو بن العاص: يا أمير المؤمنين، قد برأك الله من ذلك، قضية لم تكن في أيامك فدعها عنك. فودى عثمان، رضي الله عنه، أولئك القتلى من ماله؛ لأن أمرهم إليه، إذ لا وارث لهم إلا بيت المال، والإمام يرى الأصلح في ذلك، وخلى سبيل عبيد الله«

»البداية والنهاية« (10/217):

ولایات کے عامل یا گورنر

جب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ومقرر ہوئے ہیں تو اسلامی صوبوں اور ولایتوں پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مقرر کئے ہوئے مندرجہ ذیل عمال حکمراں تھے۔

مکہ میں نافع بن عبدالحارث، طائف میں سفیان بن عبداللہ ثقفی، یمن میں یعلیٰ بن امیہ، عمان میں حذیفہ بن محصن، دمشق میں معاویہ بن ابی سفیان مصر میں عمرو بن العاص، حمص میں عمر بن سعد اردن میں عمر بن عتبہ بصرہ میں ابوموسیٰ اشعری، کوفہ میں مغیرہ بن شعبہ، بحرین میں عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ۔

عاملوں کے عزل ونصب کے متعلق سب سے پہلا حکم سیدنا عثمان غنی نے یہ جاری کیا کہ مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے مدینہ میں بلا لیا اور ان کی جگہ سیدنا سعد بن ابی وقاص کو کوفہ کا گورنر مقرر کر کے بھیجا، لوگوں نے اس تقرر و برطرفی کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مغیرہ کو کسی خطا پر معزول نہیں کیا گیا، بلکہ میں نے یہ انتظام وصیت فاروقی کے موافق کیا ہے، کیوں کہ سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ اپنے اس منشا کو مجھ سے فرما چکے تھے۔

»ثم كتب عثمان بن عفان إلى عماله على الأمصار، أمراء الحرب والأئمة على الصلوات، والأمناء على بيوت المال، يأمرهم بالمعروف، وينهاهم عن المنكر، ويحثهم على طاعة الله وطاعة رسوله، ويحرضهم على الاتباع وترك الابتداع.

قال ابن جرير: وفي هذه السنة عزل عثمان المغيرة بن شعبة عن الكوفة، وولى عليها سعد بن أبي وقاص، فكان أول عامل ولاه، لأن عمر قال: فإن أصابت الإمرة سعدا فذاك، وإلا فليستعن به أيكم ولي، فإني لم أعزله عن عجز ولا خيانة. فاستعمل سعدا عليها سنة وبعض أخرى«

»البدایۃ والنہایۃ« (218/10):

عہدِ عثمانی کے قابل تذکرہ واقعات

فتح اسکندریہ

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ابتدائی سال خلافت یعنی ۲۴ھ میں کوئی اہم اور قابل تذکرہ واقعہ ظہور پذیر نہیں ہوا، اس جگہ ایک بات بیان کر دینی ضروری ہے کہ قیصر روم ہرقل کا انتقال اسکندریہ کی فتح سے سات ماہ بعد قسطنطنیہ میں ہو چکا تھا، فتح بیت المقدس کے بعد ہرقل ایشیائے کوچک اور شام سے بھاگ کر قسطنطنیہ چلا گیا تھا، اور جس قدر ملک مسلمانوں نے فتح کیا تھا اس کے واپس کرنے سے مایوس اور بقیہ علاقہ کی حفاظت کی تدبیروں میں پریشان تھا۔

اس کے بعد جب سیدنا عمرو بن العاص نے مصر پر فوج کشی کی تو مقوقس شاہ مصر نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر کے مصر و اسکندریہ ان کے سپرد کر دیا تھا، ہرقل مصر کو اپنا ایک صوبہ سمجھتا تھا اور مقوقس اس کا ماتحت تھا، مصر پر مسلمانوں کے قابض ہونے کی خبر سن کر ہرقل کو اور بھی صدمہ ہوا اور اسی رنج میں سات مہینے کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فوت ہوا، اس کی جگہ اس کا بیٹا قسطنطین تخت نشین ہوا،

قسطنطین نے اسکندریہ کے اوپر سے مسلمانوں کی سیادت اٹھانے اور براہ راست اپنے قبضے میں لانے کے لیے ایک زبردست مہم بھیجی' رومی فوج جہازوں کے ذریعہ قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر ساحل اسکندریہ پر اتری' اسکندریہ میں مقوقس نے رومیوں کو داخل ہونے سے روکا اور اپنے اس عہد پر جو وہ مسلمانوں سے کر چکا تھا قائم رہا۔

مسلمانوں کو رومیوں کے اس حملہ کی اطلاع ہوئی تو وہ فسطاط (قاہرہ) سے نکلے' ادھر سے رومی اسکندریہ کو چھوڑ کر اسلامی چھاؤنی کی طرف متوجہ ہوئے' راستہ ہی میں مقابلہ ہوا' بڑی سخت لڑائی ہوئی' رومی فوج کا سپہ سالار اعظم مارا گیا اور بہت سے رومی میدان جنگ میں کھیت رہے' جو بچے انہوں نے بہ مشکل فرار اور اپنی کشتیوں پر سوار ہو کر قسطنطنیہ کی راہ لی' سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے رومیوں کو بھگا کر اسکندریہ اور نواح اسکندریہ کے باشندوں کے تمام ان نقصانات کی تحقیق کرائی جو رومی فوج کے ذریعہ ہوا تھا' ان تمام نقصانات کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے پورا کیا' کیوں کہ وہ ذمیوں کی حفاظت اور ان کو نقصانات سے بچانے کا اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھتے تھے۔

اس کے بعد سیدنا عمرو بن العاص نے شہر اسکندریہ کی شہر پناہ کو منہدم کیا' اور اپنی چھاؤنی فسطاط کو واپس چلے آئے' اسکندریہ کی شہر پناہ کا منہدم کرانا اس لیے ضروری تھا کہ رومیوں کے حملہ آور ہونے اور اسکندریہ پر قابض ہو جانے کا خطرہ دور ہو جائے' یہ واقعہ ۲۵ھ کی ابتداء کا ہے۔

»وكان سبب ذلك أن الروم عظم عليهم فتح المسلمين الإسكندرية، وظنوا أنهم لا يمكنهم المقام ببلادهم بعد خروج الإسكندرية عن ملكهم، فكاتبوا من كان فيها من الروم ودعوهم إلى نقض الصلح، فأجابوهم إلى ذلك. فسار إليهم من القسطنطينية جيش كثير، وعليهم منويل الخصي، فأرسوا بها، واتفق معهم من بها من الروم، ولم يوافقهم المقوقس بل ثبت على صلحه. فلما بلغ الخبر إلى عمرو بن العاص سار إليهم، وسار الروم إليه، فالتقوا واقتتلوا قتالا شديدا، فانهزم الروم وتبعهم المسلمون إلى أن أدخلوهم الإسكندرية، وقتلوا منهم في البلد مقتلة عظيمة، منهم منويل الخصي. وكان الروم لما خرجوا من الإسكندرية قد أخذوا أموال أهل تلك القرى من وافقهم ومن خالفهم. فلما ظفر بهم المسلمون جاء أهل القرى الذين خالفوهم فقالوا لعمرو بن العاص: إن الروم أخذوا دوابنا وأموالنا، ولم نخالف نحن عليكم وكنا على الطاعة. فرد عليهم ما عرفوا من أموالهم بعد إقامة البينة. وهدم عمرو سور الإسكندرية وتركها بغير سور«

»الكامل في التاريخ - ت تدمري« (2/455):

فتح آرمینیا

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کا حال سن کر ہی رومیوں میں بھی اسکندریہ پر حملہ کرنے کی ہمت پیدا ہوئی تھی' اور اسی خبر کو سن کر ہمدان ورے وغیرہ ایرانی علاقوں میں بھی بغاوتوں کی سازشیں نمودار ہوئیں' ایرانیوں نے کہا کہ ہم اب عربوں کی رعایا بن کر نہ رہیں گے بلکہ اپنی خود

مختار حکومتیں قائم کریں گے'ان بغاوتوں کا حال سن کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور قرظ بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرہ سرداروں کو مامور فرمادیا'ان سرداروں نے بہت جلد ان بغاوتوں کو فرو کر دیا تھا'سیدنا سعد بن ابی وقاص سیدنا عمر فاروق کے عہد خلافت میں گورنری سے معزول ہو کر مدینہ منورہ میں آگئے تھے'سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی سیدنا سعد بن ابی وقاص کو پھر گورنری پر مقرر کر دیا'اسی زمانہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود کوفہ کے بیت المال کے عامل یا افسر خزانہ تھے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو کوفہ کے گورنر مقرر ہو کر آئے تھے'سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اپنی کسی ضرورت کے لیے کچھ قرض لیا'چند روز کے بعد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس قرض کا تقاضا کیا'مگر سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اس کو ادا نہ کر سکے'اسی میں بات بڑھ گئی اور دونوں صاحبوں کی شکر رنجی و بے لطفی کی خبر مدینہ منورہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچی'انہوں نے سیدنا سعد بن ابی وقاص کو ۲۵ھ میں کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو مقرر کیا۔

آذربائیجان کی حفاظت کے لیے جو فوج رہتی تھی وہ بھی گورنر کوفہ کے ماتحت سمجھی جاتی تھی اور کوفہ کی چھاؤنی ہی سے باری باری ایک سردار مناسب فوج کے ساتھ آذربائیجان کے لیے روانہ کیا جاتا تھا'سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عتبہ بن فرقد آذربائیجان میں مقرر تھے'سعد کے معزول ہونے پر عتبہ بن فرقد بھی آذربائیجان سے معزول کر کے بلائے گئے'آذربائیجان والوں نے عتبہ کے جاتے ہی فوراً بغاوت کا علم بلند کیا'ولید بن عقبہ نے فوراً آذربائیجان پر فوج کشی کی'آذربائیجان والوں نے پرانی شرائط پر پھر صلح کی اور جزیہ ادا کرنے لگے۔

ولید بن عقبہ جو عہد فاورقی میں جزیرہ کے عامل تھے اور اب کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے تھے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے'سیدنا سعد چونکہ بڑے متقی پرہیزگار شخص تھے اور ولید بن عقبہ زہد و عبادت میں سعد رضی اللہ عنہ کے مرتبہ کو نہ پہنچتے تھے اس لیے اہل کوفہ ولید کے آنے اور سعد رضی اللہ عنہ کے جانے سے کچھ خوش نہ تھے۔

انہیں ایام میں جب کہ ولید بن عقبہ نے آذربائیجان پر چڑھائی کی'سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عامل دمشق نے حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو آرمینیا کی طرف روانہ کیا تھا اور حبیب بن مسلمہ وہاں کے اکثر شہروں اور قلعوں پر قابض ہو کر رومیوں کو جزیہ ادا کرنے پر مجبور کر چکے تھے۔ یہ خبر سن کر ایک رومی سردار قیصر قسطنطین کے حکم کے موافق ملیطؔ'سیواس'قونیہ وغیرہ شہروں اور چھاؤنیوں سے اسی ہزار فوج لے کر براہ خلیج قسطنطنیہ حبیب بن مسلمہ پر چڑھ آیا'حبیب نے اس فوج گراں کا حال سن کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا'انہوں نے فوراً بلا توقف سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غنی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی'سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فوراً ولید بن عقبہ گورنر کوفہ کو لکھا کہ دس ہزار فوج حبیب بن مسلمہ کی مدد کے واسطے آرمینیا کی طرف روانہ کر دو'یہ فرمان عثمان سیدنا ولید بن عقبہ کو موصل میں ملا جب کہ وہ فتح آذربائیجان سے واپس کوفہ کی طرف آرہے تھے'انہوں نے اسی وقت سلمان بن ربیعہ کو آٹھ ہزار فوج کے ساتھ آرمینیا کی جانب روانہ کر دیا۔

حبیب بن مسلمہ اور سلمان بن ربیعہ نے مل کر تمام علاقہ آرمینیا کو فتح کر لیا اور بحر خضر کے کنارے کوہ قاف تک پہنچ گئے'وہاں سلمان بن ربیعہ

شروان اور تمام علاقہ جبال کو تصرف میں لاتے ہوئے کوفہ کی طرف آئے اور حبیب بن مسلمہ سیدنا امیر معاویہ کی خدمت میں بمقام دمشق حاضر ہوئے اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ نے خود ایک جمعیت لے کر رومی علاقہ پر چڑھائی کی رومی لشکر خوف زدہ ہو کر انطاکیہ وطرطوس کے تمام درمیانی قلعے چھوڑ کر فرار ہو گیا' سیدنا امیر معاویہ نے انہیں قلعوں میں اپنی چھاؤنیاں قائم کر کے ان میں سے بعض قلعوں کو ویران ومسمار بھی کر دیا' یہ تمام واقعات ۲۵ھ میں وقوع پذیر ہوئے اب آئندہ ۲۶ھ شروع ہوتا ہے۔

»في هذه السنة عزل عثمان بن عفان سعد بن أبي وقاص عن الكوفة في قول بعضهم، واستعمل الوليد بن عقبة بن أبي معيط، واسم أبي معيط أبان بن أبي عمرو، واسمه ذكوان بن أمية بن عبد شمس، وهو أخو عثمان لأمه. (أمهما أروى بنت كريز، وأمها البيضاء بنت عبد المطلب).

وسبب ذلك أن سعدا اقترض من عبد الله بن مسعود من بيت المال قرضا، فلما تقاضاه ابن مسعود لم يتيسر له قضاؤه فارتفع بينهما الكلام، فقال له سعد: ما أراك إلا ستلقى شرا، هل أنت إلا ابن مسعود عبد من هذيل؟ فقال: أجل والله إني لابن مسعود وإنك لابن حمينة. وكان هاشم بن عتبة بن أبي وقاص حاضرا فقال: إنكما لصاحبا رسول الله صلى الله عليه وسلم، ينظر إليكما. فرفع سعد يده ليدعو على ابن مسعود، وكان فيه حدة، فقال: اللهم رب السماوات والأرض. فقال ابن مسعود: ويلك قل خيرا ولا تلعن. فقال سعد عند ذلك: أما والله لولا اتقاء الله لدعوت عليك دعوة لا تخطئك. فولى عبد الله سريعا حتى خرج، ثم استعان عبد الله بأناس على استخراج المال، واستعان سعد بأناس على إنظاره، فافترقوا وبعضهم يلوم بعضا، يلوم هؤلاء سعدا وهؤلاء عبد الله، فكان أول ما نزغ به بين أهل الكوفة، وأول مصر نزغ الشيطان بين أهله. وبلغ الخبر عثمان فغضب عليهما فعزل سعدا وأقر عبد الله، واستعمل الوليد بن عقبة بن أبي معيط مكان سعد، وكان على عرب الجزيرة عاملا لعمر بن الخطاب، وعثمان بن عفان بعده، فقدم الكوفة واليا عليها، (وأقام عليها خمس سنين، وهو من أحب الناس إلى أهلها). فلما قدم قال له سعد: أكست بعدنا أم حمقنا بعدك؟ فقال: لا تجزعن يا أبا إسحاق، كل ذلك لم يكن، وإنما هو الملك يتغداه قوم ويتعشاه آخرون. فقال سعد: أراكم جعلتموها ملكا! وقال له ابن مسعود: ما أدري أصلحت بعدنا أم فسد الناس«

لما استعمل عثمان الوليد على الكوفة عزل عتبة بن فرقد عن أذربيجان، فنقضوا، فغزاهم الوليد سنة خمس وعشرين، وعلى مقدمته عبد الله بن شبيل الأحمسي، فأغار على أهل موقان والببر والطيلسان ففتح وغنم وسبى، فطلب أهل كور أذربيجان الصلح، فصالحهم على صلح حذيفة، وهو ثمانمائة ألف درهم، وقبض المال. ثم بث سراياه، وبعث سلمان بن ربيعة الباهلي إلى أهل أرمينية في اثني عشر ألفا، فسار في أرمينية يقتل ويسبي ويغنم، ثم انصرف وقد ملأ يديه حتى أتى الوليد، فعاد الوليد، وقد ظفر وغنم وجعل طريقه على الموصل، ثم أتى الحديثة فنزلها، فأتاه بها كتاب عثمان فيه أن معاوية بن أبي سفيان كتب إلي يخبرني أن الروم

قد أجلبت على المسلمين فى جموع كثيرة. وقد رأيت أن يمدهم إخوانهم من أهل الكوفة. فابعث إليهم رجلا له نجدة وبأس فى ثمانية آلاف أو تسعة آلاف من المكان الذى يأتيك كتابى فيه والسلام.

فقام الوليد فى الناس وأعلمهم الحال، وندبهم مع سلمان بن ربيعة الباهلى، فانتدب معه ثمانية آلاف، فمضوا حتى دخلوا مع أهل الشام إلى أرض الروم، فشنوا الغارات على أرض الروم، فأصاب الناس ما شاءوا، وافتتحوا حصونا كثيرة.

وقيل: إن الذى أمد حبيب بن مسلمة بسلمان بن ربيعة كان سعيد بن العاص، وكان سبب ذلك أن عثمان كتب إلى معاوية يأمره أن يغزى حبيب بن مسلمة فى أهل الشام أرمينية، فوجهه إليها، فأتى قاليقلا فحصرها وضيق على من بها، فطلبوا الأمان على الجلاء أو الجزية، فجلا كثير منهم فلحقوا ببلاد الروم، وأقام حبيب بها فيمن معه أشهرا وإنما سميت قاليقلا لأن امرأة بطريق أرميناقس كان اسمها قالى بنت هذه المدينة فسمتها قالى قله، تعنى إحسان قالى، فعربتها العرب فقالت: قاليقلا.

ثم بلغه أن بطريق أرميناقس - وهى البلاد التى هى الآن بيد أولاد السلطان قلج رسلان - وهى ملطية وسيواس وأقصرا وقونية، وما والاها من البلاد إلى خليج القسطنطينية، واسمه الموريان، قد توجه نحوه فى ثمانين ألفا من الروم. فكتب حبيب إلى معاوية يخبره، فكتب معاوية إلى عثمان، فأرسل عثمان إلى سعيد بن العاص يأمره بإمداد حبيب، فأمده بسلمان فى ستة آلاف، وأجمع حبيب على تبييت الروم، فسمعته امرأته أم عبد الله بنت يزيد الكلبية فقالت أين موعدك؟ فقال: سرادق الموريان. ثم بيتهم فقتل من وقف له، ثم أتى السرادق فوجد امرأته قد سبقته إليه، فكانت أول امرأة من العرب ضرب عليها حجاب سرادق. ومات عنها حبيب فخلف عليها الضحاك بن قيس، فهى أم ولده.

ولما انهزمت الروم عاد حبيب إلى قاليقلا، ثم سار منها فنزل مربالا، فأتاه بطريق خلاط بكتاب عياض بن غنم بأمانه، فأجراه عليه، وحمل إليه البطريق ما عليه من المال، ونزل حبيب خلاط، ثم سار منها فلقيه صاحب مكس، وهى من البسفرجان، فقاطعه على بلاده، ثم سار منها إلى أزدشاط، وهى القرية التى يكون فيها القرمز الذى يصبغ به، فنزل على نهر دبيل، وسرح الخيول إليها فحصرها، فتحصن أهلها، فنصب عليهم منجنيقا، فطلبوا الأمان، فأجابهم إليه وبث السرايا، فبلغت خيله ذات اللجم؛ وإنما سميت ذات اللجم لأن المسلمين أخذوا لجم خيولهم فكبسهم الروم قبل أن يلجموها، ثم ألجموها وقاتلوهم فظفروا بهم، ووجه سرية إلى سراج طير وبغروند، فصالحه بطريقها على إتاوة. وقدم عليه بطريق البسفرجان فصالحه على جميع بلاده.

وأتى السيسجان فحاربه أهلها، فهزمهم وغلب على حصونهم وسار إلى جرزان، فأتاه رسول بطريقها يطلب الصلح فصالحه. وسار إلى تفليس فصالحه أهلها، وهى من جرزان، وفتح عدة حصون ومدن تجاورها صلحا. وسار سلمان بن ربيعة الباهلى إلى أران، ففتح البيلقان صلحا على أن آمنهم على دمائهم وأموالهم وحيطان

مدينتهم، واشترط عليهم الجزية والخراج.

ثم أتى سلمان مدينة برذعة فعسكر على الثرثور، نهر بينه وبينها نحو فرسخ، فقاتله أهلها أياما، وشن الغارات في قراها، فصالحوه على مثل صلح البيلقان ودخلها، ووجه خيله ففتحت رساتيق الولاية، ودعا أكراد البلاشجان إلى الإسلام، فقاتلوه فظفر بهم، فأقر بعضهم على الجزية وأدى بعضهم الصدقة، وهم قليل، ووجه سرية إلى شمكور ففتحوها، وهي مدينة قديمة، ولم تزل معمورة حتى أخربها السناوردية، وهم قوم تجمعوا لما انصرف يزيد بن أسيد عن أرمينية فعظم أمرهم، فعمرها بغا سنة أربعين ومائتين، وسماها المتوكلية نسبة إلى المتوكل.

وسار سلمان إلى مجمع أرس والكر ففتح قبلة، وصالحه صاحب سكر وغيرها على الإتاوة، وصالحه ملك شروان وسائر ملوك الجبال وأهل مسقط والشابران ومدينة الباب ثم امتنعت بعده

وفيها غزا معاوية الروم فبلغ عمورية، فوجد الحصون التي بين أنطاكية وطرسوس خالية، فجعل عندها جماعة كثيرة من أهل الشام والجزيرة حتى انصرف من غزاته. ثم أغزى بعد ذلك يزيد بن الحر العبسي الصائفة وأمره ففعل مثل ذلك، ولما خرج هدم الحصون إلى أنطاكية.

ذكر غزوة إفريقية

في هذه السنة سير عمرو بن العاص عبد الله بن سعد بن أبي سرح إلى أطراف إفريقية غازيا بأمر عثمان، وكان عبد الله من جند مصر، فلما سار إليها أمده عمرو بالجنود فغنم هو وجنده. فلما عاد عبد الله كتب إلى عثمان يستأذنه في غزو إفريقية، فأذن له في ذلك

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (456/2):

مصر کے واقعات وتغیرات

سیدنا عبداللہ بن سعد المعروف بہ ابن ابی سرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رضاعی بھائی تھے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مرتبہ مرتد ہو کر پھر صدق دل سے مسلمان ہوئے تھے، سیدنا عثمان غنی نے ان کو مصر کا عامل اور افسر خزانہ بنا کر بھیجا اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو صرف فوجی افسر رکھا۔ ان فوجی و ملکی افسروں میں ناچاقی پیدا ہوئی اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس ناچاقی سے مطلع ہو کر ۲۶ ھ میں سیدنا عمرو بن العاص کو قطعاً معزول و برطرف کر کے عبداللہ بن سعد کو مصر و اسکندریہ میں کامل اختیارات دے دیئے، اگرچہ سیدنا عبداللہ بن سعد بھی عرب کے مشہور بہادروں اور شہسواروں میں شمار ہوتے تھے لیکن وہ سیدنا عمرو بن العاص کی طرح نہ تجربہ کار تھے نہ مصر میں سیدنا عمرو کی سی ہر دل عزیزی حاصل کر سکتے تھے۔

سیدنا عمرو کے معزول ہونے سے اہل مصر کو سخت صدمہ ہوا اور وہ اپنے نئے حاکم یعنی عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گئے، قیصر قسطنطین نے جب مصر کا یہ حال اور سیدنا عمرو بن العاص کے معزول ہونے کی کیفیت سنی تو اس نے اپنے ایک زبردست

اور تجربہ کار سپہ سالار کو ایک زبردست فوج دے کر کشتیوں کے ذریعہ اسکندریہ کی جانب روانہ کر دیا' شہر میں رومی یعنی یونانی لوگ تھے وہ سب اس رومی فوج سے مل گئے' غرض کچھ معمولی سی زد و خورد اور خوں ریزی کے بعد اسکندریہ رومی فوج کے قبضہ میں آ گیا۔

یہ خبر سن کر سیدنا عثمان غنی نے سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو پھر مصر کا گورنر مقرر کر کے روانہ کیا' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس ملک میں آتے ہی رومی فوج کے مقابلے کی ایسی تیاریاں کیں اور اس طرح مقابلہ کیا کہ رومیوں کو سخت نقصان برداشت کرنے کے بعد اسکندریہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا' اب کی مرتبہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسکندریہ کو تیسری مرتبہ فتح کیا تھا' اور اس مرتبہ اسکندریہ کے فتح کرنے سے پہلے قسم کھائی تھی کہ تمام شہر کو ویران و مسمار کر دوں گا' لیکن فتح کے بعد انہوں نے اپنے لشکر کو خوں ریزی اور قتل و غارت سے قطعاً روک دیا' جس جگہ لشکر کو قتل و غارت کی ممانعت کا حکم دیا تھا' اس جگہ ایک مسجد تعمیر کرا دی جس کا نام مسجد رحمت مشہور ہوا۔

جب سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ملک مصر پر پورے طور پر قابض و متصرف ہو گئے اور تمام انتظامات ملکی بھی مکمل ہو گئے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت نے سیدنا عمرو بن العاص کو مصر کی حکومت سے معزول کر کے ان کی جگہ سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو پھر مصر کا گورنر مقرر کر دیا' اس مرتبہ سیدنا عمرو کو اپنے معزول ہونے کا صدمہ ہوا' ادھر عبداللہ کو بھی اپنے مامور مقرر ہونے کا رنج ہوا' کیونکہ وہ مصر کی بگڑی ہوئی حالت کو خود نہ سنبھال سکے تھے اس کو عمرو بن العاص نے سدھارا اور اس کے بعد پھر ملک کی حکومت ان کو دے دی گئی' اب عبداللہ بن سعد کو یہ فکر ہوئی کہ کسی طرح اپنی گذشتہ بدنامی کی تلافی کروں۔

فتح افریقہ

سیدنا عبداللہ بن سعد نے سیدنا عثمان غنی سے اجازت طلب کی کہ شمالی افریقہ پر چڑھائی ہونی چاہیے' اس زمانہ میں افریقہ ایک براعظم کا نام ہے مگر اس زمانہ میں افریقہ نام کی ایک ریاست بھی تھی جو طرابلس اور طنجہ کے درمیانی علاقہ پر پھیلی ہوئی تھی' لیکن اس زمانہ میں افریقہ ان ملکوں کے مجموعہ پر بھی بولا جاتا تھا جو آج کل براعظم افریقہ کے شمالی حصہ میں واقع ہیں' یعنی طرابلس' الجیریا' ٹیونس مراکو وغیرہ۔

سیدنا عثمان غنی نے عبداللہ بن سعد کو فوج کشی کی اجازت دی' انہوں نے دس ہزار فوج کے ساتھ مصر سے خروج کر کے علاقہ برقہ میں سرحدی رئیسوں کو مغلوب کیا' ان رئیسوں کو اپنے زمانہ حکومت میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی چڑھائی کر کے جزیہ کی ادائیگی پر مجبور کر چکے تھے اور بعد میں موقع پا کر وہ خود مختار ہو گئے تھے' اس لیے اب انہوں نے جزیہ کے ادا کرنے اور اپنے آپ کو محکوم تسلیم کرنے میں زیادہ چون و چرا نہیں کی۔

اس کے بعد جب عبداللہ بن سعد ملک کے درمیانی حصے اور طرابلس کی طرف بڑھنے لگے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے ایک فوج مرتب کر کے ان کی مدد کے لیے روانہ کی' اس فوج میں سیدنا عبداللہ بن عمر' سیدنا عبداللہ بن عباس' سیدنا عبداللہ بن زبیر' سیدنا عمرو بن العاص' سیدنا حسن بن علی' سیدنا حسین بن علی' سیدنا ابن جعفر وغیرہ رضی اللہ عنہم حضرات شامل تھے' یہ فوج مصر ہوتی ہوئی برقہ میں پہنچی تو وہاں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے استقبال کر کے اس سے ملاقات کی' اب سب مل کر طرابلس کی طرف بڑھے' رومیوں نے طرابلس سے نکل کر مقابلہ کیا مگر شکست کھا کر بھاگے' مسلمانوں کا طرابلس پر قبضہ ہو گیا۔

طرابلس پر قبضہ مکمل کر کے خاص ریاست افریقہ کی طرف لشکر اسلام بڑھا' افریقہ کا بادشاہ جرجیر نامی قیصر کا ماتحت اور خراج گذرا تھا' اس کو جب اسلامی لشکر کے اپنی طرف متوجہ ہونے کی اطلاع ہوئی تو اس نے ایک لاکھ بیس ہزار فوج جمع کر کے ایک شبانہ روز کی مسافت پر آگے بڑھ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا' دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پہنچ گئے تو سیدنا عبداللہ بن سعد نے سب سے پہلے عیسائی لشکر کو اسلام کی دعوت دی' جرجیر نے اس دعوت کا صاف انکار کیا تو دوبارہ جزیہ ادا کرنے کے لیے کہا گیا' جب اس نے جزیہ ادا کرنے سے بھی صاف انکار کیا تو مسلمانوں نے صف آرائی کر کے لڑائی شروع کی لڑائی بڑے زور شور سے شروع ہوئی' فتح وشکست کی نسبت کوئی پیش گوئی نہیں کی جا سکتی تھی کہ اتنے میں مسلمانوں کی کمک کے لیے ایک تازہ دم فوج پہنچی اور لشکر اسلام سے نعرہ تکبیر بلند ہوا۔

اس اجمال کی تفصیل اس طرح ہے کہ بعد مسافت کے سبب اس لشکر کی خبر مدینہ منورہ میں جلد نہیں پہنچ سکتی تھی' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ لشکر افریقہ کی خبر آئے ہوئے زیادہ دن گذر گئے ہیں تو انہوں نے سیدنا عبداللہ بن زبیر کو ایک دستہ فوج کے ہمراہ افریقہ کی طرف روانہ فرما دیا تھا' سیدنا عبداللہ بن زبیر اپنی فوج کے ساتھ لشکر اسلام میں داخل ہو گئے' اس لیے مسلمانوں نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا' جرجیر نے یہ نعرہ تکبیر سن کر دریافت کیا کہ مسلمانوں میں کیوں یہ تکبیر کا نعرہ بلند ہوا تو اس کو بتایا گیا کہ مسلمانوں کی ایک تازہ دم فوج مدد کے لیے پہنچ گئی ہے' جرجیر یہ سن کر بہت فکرمند ہوا مگر اس روز لڑائی کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا' شام ہونے پر دونوں فوجیں اپنے اپنے خیموں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

اگلے روز جب لڑائی شروع ہوئی تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پا کر سبب دریافت کیا' ان کو بتایا گیا کہ جرجیر نے منادی کرا دی ہے کہ جو شخص عبداللہ بن سعد کا سر کاٹ کر لائے گا اس کو ایک لاکھ دینار بطور انعام دیے جائیں گے اور اس کے ساتھ جرجیر اپنی لڑکی کی شادی بھی کر دے گا' لہذا عبداللہ بن سعد جان کے خوف سے میدان میں نہیں آئے' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ یہ بات سن کر عبداللہ بن سعد کے پاس ان کے خیمے میں گئے اور کہا کہ تم بھی اپنے لشکر میں منادی کرا دو کہ جو شخص جرجیر کا سر کاٹ کر لائے گا' اس کو مال غنیمت سے ایک لاکھ دینار دیا جائے گا اور جرجیر کی لڑکی سے اس کا نکاح کیا جائے گا اور جرجیر کے ملک کا حاکم اس کو بنا دیا جائے گا۔

چنانچہ اسی وقت عبداللہ بن سعد نے منادی کرائی جس سے جرجیر کو سخت مصیبت پیش آئی' عبداللہ بن سعد میدان میں گئے اور آج بھی طرفین نے خوب خوب داد شجاعت دی' مگر فتح وشکست کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا' جب رات ہوئی تو مجلس مشورت منعقد ہوئی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ اسلامی لشکر سے آدھی فوج میدان جنگ میں جا کر دشمن کا مقابلہ کرے' اور آدھی خیموں میں رہے' جب حسب دستور دونوں فوجیں شام تک لڑتی ہوئی تھک کر ایک دوسرے سے جدا ہوں اور اپنے خیموں کی طرف متوجہ ہوں تو اس وقت وہ تازہ دم فوج جو خیموں میں بیٹھی رہی ہے شمشیر بکف رومیوں پر ٹوٹ پڑے' اس طرح ممکن ہے کہ لڑائی کا جلد فیصلہ ہو جائے' اس رائے کو سب نے پسند کیا۔

اگلے دن یعنی تیسرے روز کی جنگ میں نصف فوج صبح سے مصروف جنگ ہوئی' اور نصف فوج عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں خیموں کے اندر منتظر رہی' دوپہر تک فریقین لڑتے رہے اور بعد دوپہر ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو فوراً ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اپنی

تازہ دم فوج لے کر خیموں سے نکل پڑے اور رومیوں پر حملہ آور ہوئے' رومی اس حملے کی تاب نہ لا کر اپنے خیموں کی پناہ میں گئے لیکن ان کو وہاں بھی امان نہ ملی' مسلمانوں نے ان کو گرفتار اور قتل کرنا شروع کیا۔ جرجیر نے مقابلہ کیا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے اس کو تلوار کے ایک ہی وار سے قتل کر دیا۔

اگلے روز مسلمان اس میدان سے کوچ کر کے آگے بڑھے اور افریقہ کے دارالصدر شہر سبیطلہ کا محاصرہ کیا' چند روز کے بعد اس کو فتح کر کے بے حد و بے شمار مال غنیمت پر قبضہ پایا' سواروں کو فی کس تین تین ہزار دینار ملے' شہر سبیطلہ کی فتح کے بعد مسلمانوں نے آگے بڑھ کر قلعہ جسم کا محاصرہ کیا' جس کو اہل افریقہ نے خوب مستحکم کر رکھا تھا' اس کو بھی مسلمانوں نے آسانی کے ساتھ فتح کر لیا' آخر اہل افریقہ نے اسلامی طاقت کے آگے اپنے آپ کو مغلوب و مجبور دیکھ کر دس لاکھ دینار جزیہ دے کر صلح کر لی۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہ افریقہ کی بشارت اور مال غنیمت کا خمس لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت کی خدمت میں پیش کیا' اس خمس کو مروان بن الحکم نے پانچ لاکھ کے عوض خرید لیا' عبداللہ بن سعد ایک برس تین مہینے کے بعد ۲۷ھ میں افریقہ سے مصر کو واپس آئے' افریقہ والوں نے بجائے جرجیر کے اپنا ایک اور بادشاہ منتخب کر لیا اور مسلمانوں کو مقررہ جزیہ ادا کرنے لگے' افریقہ اسی ریاست یا اسی ملک کا نام سمجھنا چاہیے جس کو قرطاجنہ کا ملک کہتے تھے۔ (قرطاجنہ اب براعظم افریقہ کا ایک مشہور شہر ہے۔)

»في هذه السنة عزل عمرو بن العاص عن خراج مصر، واستعمل عليه عبد الله بن سعد بن أبي سرح، وكان أخا عثمان من الرضاعة، فتباغيا، فكتب عبد الله إلى عثمان يقول: إن عمرا كسر على الخراج. وكتب عمرو يقول: إن عبد الله قد كسر على مكيدة الحرب. فعزل عثمان عمرا واستقدمه، واستعمل بدله عبد الله على حرب مصر وخراجها، فقدم عمرو مغضبا، فدخل على عثمان وعليه جبة محشوة [قطنا]، فقال له: ما حشو جبتك؟ قال: عمرو. قال: قد علمت [أن حشوها عمرو] ولم أرد هذا، [إنما سألت أقطن هو أم غيره؟].

وكان عبد الله من جند مصر، وكان قد أمره عثمان بغزو إفريقية سنة خمس وعشرين، وقال له عثمان: إن فتح الله عليك فلك من الفيء خمس الخمس نفلا. وأمر عبد الله بن نافع بن عبد القيس، وعبد الله بن نافع بن الحارث على جند، وسرحهما [إلى الأندلس]، وأمرهما بالاجتماع مع عبد الله بن سعد على صاحب إفريقية، ثم يقيم «عبد الله في عمله. فخرجوا حتى قطعوا أرض مصر ووطئوا أرض إفريقية، وكانوا في جيش كثير عدتهم آلاف من شجعان المسلمين، فصالحهم أهلها على مال يؤدونه ولم يقدموا على دخول إفريقية والتوغل فيها لكثرة أهلها.

ثم إن عبد الله بن سعد لما ولي أرسل إلى عثمان في غزو إفريقية، والاستكثار من الجموع عليها وفتحها، فاستشار عثمان من عنده من الصحابة، فأشار أكثرهم بذلك، فجهز إليه العساكر من المدينة، وفيهم جماعة من أعيان الصحابة، منهم عبد الله بن عباس وغيره، فسار بهم عبد الله بن سعد إلى إفريقية. فلما وصلوا إلى برقة لقيهم عقبة بن نافع فيمن معه من المسلمين، وكانوا بها، وساروا إلى طرابلس الغرب فنهبوا من عندها من الروم. وسار نحو إفريقية وبث السرايا في كل ناحية، وكان ملكهم اسمه جرجير، وملكه من طرابلس إلى

طنجة، وكان هرقل ملك الروم قد ولاه إفريقية، فهو يحمل إليه الخراج كل سنة. فلما بلغه خبر المسلمين تجهز وجمع العساكر وأهل البلاد، فبلغ عسكره مائة ألف وعشرين ألف فارس، والتقى هو والمسلمون بمكان بينه وبين مدينة سبيطلة يوم وليلة، وهذه المدينة كانت ذلك الوقت دار الملك، فأقاموا هناك يقتتلون كل يوم، وراسله عبد الله بن سعد يدعوه إلى الإسلام أو الجزية، فامتنع منهما وتكبر عن قبول أحدهما.

وانقطع خبر المسلمين عن عثمان، فسير عبد الله بن الزبير في جماعة إليهم ليأتيه بأخبارهم، فسار مجدا ووصل إليهم وأقام معهم، ولما وصل كثر الصياح والتكبير في المسلمين، فسأل جرجير عن الخبر فقيل قد أتاهم عسكر، ففت ذلك في عضده. ورأى عبد الله بن الزبير قتال المسلمين كل يوم من بكرة إلى الظهر، فإذا أذن الظهر عاد كل فريق إلى خيامه، وشهد القتال من الغد فلم ير ابن أبي سرح معهم، فسأل عنه، فقيل إنه سمع منادي جرجير يقول: من قتل عبد الله بن سعد فله مائة ألف دينار وأزوجه ابنتي، وهو يخاف، فحضر عنده وقال له: تأمر مناديا ينادي: من أتاني برأس جرجير نفلته مائة ألف وزوجته ابنته واستعملته على بلاده. ففعل ذلك، فصار جرجير يخاف أشد من عبد الله.

ثم إن عبد الله بن الزبير قال لعبد الله بن سعد: إن أمرنا يطول مع هؤلاء، وهم في أمداد متصلة وبلاد هي لهم، ونحن منقطعون عن المسلمين وبلادهم، وقد رأيت أن نترك غدا جماعة صالحة من أبطال المسلمين في خيامهم متأهبين، ونقاتل نحن الروم في باقي العسكر إلى أن يضجروا ويملوا، فإذا رجعوا إلى خيامهم ورجع المسلمون ركب من كان في الخيام من المسلمين، ولم يشهدوا القتال وهم مستريحون، ونقصدهم على غرة، فلعل الله ينصرنا عليهم، فأحضر جماعة من أعيان الصحابة واستشارهم فوافقوه على ذلك.

فلما كان الغد فعل عبد الله ما اتفقوا عليه، وأقام جميع شجعان المسلمين في خيامهم، وخيولهم عندهم مسرجة، ومضى الباقون فقاتلوا الروم إلى الظهر قتالا شديدا. فلما أذن بالظهر هم الروم بالانصراف على العادة، فلم يمكنهم ابن الزبير وألح عليهم بالقتال حتى أتعبهم، ثم عاد عنهم هو والمسلمون، فكل من الطائفتين ألقى سلاحه ووقع تعبا، فعند ذلك أخذ عبد الله بن الزبير من كان مستريحا من شجعان المسلمين، وقصد الروم، فلم يشعروا بهم حتى خالطوهم، وحملوا حملة رجل واحد وكبروا، فلم يتمكن الروم من لبس سلاحهم، حتى غشيهم المسلمون وقتل جرجير، قتله ابن الزبير، وانهزم الروم، وقتل منهم مقتلة عظيمة، وأخذت ابنة الملك جرجير سبية. ونازل عبد الله بن سعد المدينة، فحصرها حتى فتحها، ورأى فيها من الأموال ما لم يكن في غيرها، فكان سهم الفارس ثلاثة آلاف دينار وسهم الراجل ألف دينار

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (462/2):

فتح قبرص ورو ڈس

عبداللہ بن سعد جب علاقہ قرطاجنہ یا افریقہ سے مصر واپس چلے آئے اور اسی سال یعنی ۲۷ھ میں ان کی جگہ عبداللہ بن نافع مصر کے گورنر مقرر ہوئے تو قسطنطین نے پھر جنگی تیاریاں شروع کیں‘ ۲۸ھ میں اس نے ایک بحری فوج افریقہ کی طرف روانہ کی‘ اس فوج نے ساحل افریقہ پر اتر کر اس خراج کا مطالبہ اہل افریقہ سے کیا جو وہ قیصر کو پہلے دیا کرتے تھے‘ اہل افریقہ نے اب قیصر کو خراج کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ جب ہمارے ملک پر مسلمان حملہ آور ہوئے تو قیصر ہماری کوئی امداد نہ کر سکا‘ لہٰذا اب اس کی سیادت تسلیم کرنا اور اس کو خراج دینا ہمارے لیے ضروری نہیں‘ یہاں تک کہ اہل افریقہ اور رومی لشکر میں مقابلہ ہوا‘ رومیوں نے اہل افریقہ کو شکست دی اور وہاں سے اسکندریہ کی طرف بڑھے‘ ادھر عبداللہ بن نافع نے مدافعت اور ا مشہور روایت یہ ہے کہ جرجیر کی فوجوں نے مسلمانوں کو ہالہ کی طرح گھیرے میں لیا تھا اور وہ سخت پریشان تھے کہ عبداللہ بن زبیر ساری تفصیل معلوم کر کے چند ہزار مسلمان کو لیے ہوئے جرجیر کی سمت حملہ آور ہوئے اور جرجیر کو قتل کر کے اور اس کا سر کاٹ کر نیزے پر بلند کر دیا‘ یہ دیکھ کر جرجیر کی فوج بے تحاشا بھاگی‘ مسلمانوں نے تعاقب کر کے انہیں بری طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

مقابلہ کی تیاری کی‘ رومی سردار افریقہ کی طرف سے اسکندریہ کی طرف آیا‘ تو قیصر روم خود چھ سو کشتیاں لے کر اسکندریہ کے ارادے سے روانہ ہوا‘ دونوں طرف سے رومی لشکر اسکندریہ پر قبضہ کرنے کے لیے آ گئے ادھر سے اسلامی لشکر نے مقابلہ کیا‘ سخت خوں ریز لڑائی ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ قسطنطین اور اس کی فوج باحال تباہ اسکندریہ سے فرار ہو کر قبرص کی طرف گئی‘ قبرص کو انہوں نے اپنا بحری مرکز اور جنگی سامان کا صدر مقام بنا رکھا تھا‘ اس کیفیت کو یہیں ملتوی چھوڑ کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حال بھی اس موقعہ پر تھوڑا سا عرض کر دینا نہایت ضروری ہے‘ تاکہ سلسلہ مضمون پورے طور پر مربوط ہو سکے۔

وفات فاروقی کے وقت سیدنا امیر معاویہ دمشق و اردن کے گورنر تھے اور حمص و قنسرین کے حاکم سیدنا عمیر بن سعید انصاری تھے‘ وفات فاروقی کے بعد سیدنا عمیر بن سعید نے استعفا داخل کیا تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حمص و قنسرین کا علاقہ بھی سیدنا امیر معاویہ کے دائرہ حکومت میں داخل کر دیا‘ اسکے بعد جب عبدالرحمن بن علقمہ حاکم فلسطین فوت ہوئے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فلسطین کا ملک بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں دے دیا‘ اس طرح رفتہ رفتہ ۲۷ھ میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تمام اضلاع شام کے مستقل حاکم ہو گئے تھے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خلافت فاروقی کے آخر ایام میں ساحل شام سے روانہ ہو کر جزیرہ قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے چاہی تھی‘ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بحری حملہ کی اجازت دینے میں تامل تھا اور بحری حملہ کی اجازت حاصل نہ ہونے پائی تھی کہ فاروق اعظم شہید ہو گئے‘ اب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے امیر معاویہ نے بحری حملہ کی اجازت چاہی اور دربار عثمانی سے چند شرائط کے ساتھ اجازت حاصل ہو چکی تھی‘ منجملہ اور شرائط کے ایک شرط یہ تھی کہ اس لڑائی اور بحری حملہ میں جس شخص کا جی چاہے وہ شریک ہو‘ کسی کو ہرگز شرکت کے لیے مجبور نہ کیا جائے۔

چنانچہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحریک سے ایک گروہ قبرص پر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا‘ جس میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ

عنہ ٗسیدنا ابوالدردا رضی اللہ عنہ شداد بن اوس رضی اللہ عنہ عباد رضی اللہ عنہ بن صامت اور ان کی بیوی ام حرام رضی اللہ عنہ بنت ملحان بھی شامل تھے اس گروہ مجاہدین کی سرداری سیدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ کو دی گئی مجاہدین کا لشکر کشتیوں میں سوار ہو کر قبرص کی طرف روانہ ہوا قسطنطین قیصر روم اسکندریہ سے شکست کھا کر قبرص میں آیا تو اس کے تعاقب میں مصر کا اسلامی لشکر بھی کشتیوں میں سوار ہو کر پہنچ گیا ادھر مصر سے اسلامی لشکر قبرص میں پہنچا ادھر ساحل شام سے مذکورہ بالا اسلامی لشکر قبرص کے ساحل پر اترا جس وقت کشتی سے ساحل پر ام حرام رضی اللہ عنہا اتریں تو گھوڑا ابدک کر بھاگا وہ گر پڑیں اور فوت ہو گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق یہی پیش گوئی کی تھی جو حرف بحرف پوری ہوگئی۔

حدثنا عبد الله بن يوسف، عن مالك، عن إسحاق بن عبد الله بن ابی طلحة، عن انس بن مالك رضی الله عنه، انه سمعه يقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم " يدخل على ام حرام بنت ملحان فتطعمه، وكانت ام حرام تحت عبادة بن الصامت، فدخل عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطعمته، وجعلت تفلي راسه فنام رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم استيقظ، وهو يضحك، قالت: فقلت وما يضحكك يا رسول الله، قال: ناس من امتي عرضوا على غزاة في سبيل الله يركبون ثبج هذا البحر ملوكا على الاسرة، او مثل الملوك على الاسرة شك إسحاق، قالت: فقلت يا رسول الله ادع الله، ان يجعلني منهم فدعا لها رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم وضع راسه، ثم استيقظ، وهو يضحك، فقلت: وما يضحكك يا رسول الله، قال: ناس من امتي عرضوا على غزاة في سبيل الله كما، قال: في الاول قالت: فقلت: يا رسول الله ادع الله ان يجعلني منهم، قال: انت من الاولين فركبت البحر في زمان معاوية بن ابي سفيان، فصرعت عن دابتها حين خرجت من البحر فهلكت".

بخاری کتاب الجھاد حدیث 2788

ہم سے عبداللہ بن یوسف نے بیان کیا امام مالک سے انہوں نے اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ سے انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ بیان کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے (یہ انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے جوئیں نکالنے لگیں اس عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے جب بیدار ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جس طرح بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں یا جیسے بادشاہ تخت رواں پر سوار ہوتے ہیں یہ شک اسحاق راوی کو تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ دعا فرمائیے کہ اللہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر رکھ کر سو گئے اس مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو مسکرا رہے

تھے۔میں نے پوچھا یارسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں غزوہ کے لیے جارہے ہیں پہلے کی طرح' اس مرتبہ بھی فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ سے میرے لیے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہیں میں سے کردے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فرمایا کہ تو سب سے پہلی فوج میں شامل ہوگی (جو بحری راستے سے جہاد کرے گی) چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا نے بحری سفر کیا پھر جب سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے انہیں نیچے گرادیا اور اسی حادثہ میں ان کی وفات ہوگئی۔

قسطنطین قبرص میں تاب مقابلہ نہ لا سکا' یہاں سے بہزار خرابی فرار ہوکر قسطنطنیہ پہنچا اور وہاں فوت ہوا' لیکن بہ روایت دیگر اہل قبرص ہی نے قسطنطین کو مسلمانوں کے مقابلہ میں شکست پر شکست کھاتے دیکھ کر ایک روز جب کہ وہ حمام میں گیا ہوا تھا' موقعہ پا کر قتل کر دیا تھا' قبرص پر بڑی آسانی سے مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی معہ لشکر قبرص میں پہنچ گئے۔

قبرص سے فارغ ہوکر انہوں نے روڈس کا ارادہ کیا' روڈس والوں نے خوب جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا' کئی خوں ریز معرکوں کے بعد روڈس پر بھی اسلامی لشکر کا قبضہ ہوگیا۔اسی جزیرہ میں ایک بہت بڑا تانبے کا بت تھا' جس کی ایک ٹانگ جزیرہ کے ساحل پر اور دوسری ٹانگ ساحل کے قریبی ٹاپو پر تھی اور ان دونوں ٹانگوں کے بیچ میں اتنی چوڑی آبنائے تھی کہ جہاز اس کے اندر ہوکر گذر جاتے تھے' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بت کو توڑ کر اس کے تانبے کے ٹکڑے اسکندریہ والی فوج کے ہمراہ اسکندریہ روانہ کر دیئے جہاں ان کو ایک یہودی نے خرید لیا تھا' قبرص و روڈس کی فتوحات سے سیدنا امیر معاویہ کی شہرت اور ہر دل عزیزی میں بہت بڑا اضافہ ہوا' کیوں کہ ان بحری فتوحات نے مسلمانوں کے لیے قسطنطنیہ اور دوسرے ملکوں پر چڑھائی کا گویا ایک دروازہ کھول دیا تھا۔

یہ تمام واقعات ۲۸ھ کے آخر یا ۲۹ھ کے شروع زمانے تک کے ہیں۔

ایران میں تغیرات انتظامی

۲۷ھ کے ابتدائی ایام میں بصرہ والوں نے اپنے گورنر سیدنا ابوموسیٰ اشعری کی شکایت مدینہ میں آ کر خلیفہ وقت سے کی' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی حکومت سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر بن کرز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس کو مقرر فرمادیا' اس وقت عبداللہ بن عامر کی عمر قریباً پچیس سال کی تھی' ان کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے نہ صرف ابوموسیٰ اشعری کے لشکر کی بلکہ عثمان بن ابی العاص ثقفی والی عمان و بحرین کے لشکر کی بھی سرداری سپرد کی۔

عبیداللہ بن معمر خراسان کے گورنر تھے' ان کو وہاں سے خلیفہ وقت نے تبدیل کر کے فارس کے صوبہ کی گورنری تفویض کی' اور خراسان کی حکومت پر عمیر بن عثمان بن سعد رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا' عمیر بن عثمان نے خراسان پہنچتے ہی نہایت ہی مستعدی اور قوت کے ساتھ ملک کا انتظام کیا اور فرغانہ تک علاقہ پر قبضہ کرلیا' ۲۷ھ کے شروع میں عمیر بن عثمان خراسان کی گورنری سے معزول ہوئے ان کی جگہ ابن احمر مامور ہوئے اور عبدالرحمن بن عبس کرمان کی حکومت پر مقرر کئے گئے' چند روز کے بعد کرمان کی گورنری سے عبدالرحمن معزول ہوئے اور ان کی جگہ عاصم بن عمرو مقرر ہوئے اور سجستان کی گورنری عمران بن الفضیل کو دی گئی۔

اہل ایران کی بغاوت و اسلامی فتوحات

مندرجہ بالا تبدیلیاں چونکہ جلد جلد وقوع پذیر ہوئیں لہذا ایرانیوں نے انتظامی تغیرات کو اپنے لیے ایک غیبی تائید سمجھ کر آپس میں سازشیں شروع کر دیں اور بغاوت پر آمادہ ہو کر اسلامی لشکر کے مقابلہ کی تیاریاں کر لیں ان تیاریوں اور بغاوتوں کے مرکز اصطخر اور جور دو مقام تھے عبیداللہ بن معمر فارس کے گورنر نے ان باغیانہ سازشوں اور تیاریوں کا حال سن کر ۲۷ھ میں اصطخر والوں پر چڑھائی کی۔

اصطخر کے دروازے پر لڑائی ہوئی اور عبیداللہ بن معمر شہید ہوئے سیدنا عبیداللہ بن معمر کے شہید ہونے پر ان کی فوج وہاں سے فرار و منتشر ہو گئی یہ خبر سن کر عبداللہ بن عامر حاکم بصرہ اپنا لشکر لے کر فارس کی طرف بڑھے ان کے مقدمۃ الجیش کی سرداری عثمان بن ابی العاص کے سپرد تھی عبداللہ بن عامر تو اصطخر کی طرف گئے اور ہرم بن حیان کو جور کا محاصرہ کرنے کے لیے روانہ کیا اصطخر کے نواح میں ایرانیوں نے جمعیت کثیر کے ساتھ بڑی بہادری و پامردی سے اسلامی لشکر کا مقابلہ کیا بڑی خوفناک اور خوں ریز جنگ ہوئی بالآخر ایرانی مسلمانوں کے مقابلہ سے بھاگے مسلمانوں نے اصطخر پر قبضہ کیا اور باغیوں کے قتل و غارت میں کمی نہ کی۔۔۔

ہرم بن حیان کو جور کا محاصرہ کیئے ہوئے ایک مدت گذر چکی تھی ہرم بن حیان دن بھر روزہ رکھتے اور دشمنوں سے لڑتے شام کو افطار کر کے نماز میں مصروف ہو جاتے ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ افطار کے بعد ان کو کھانے کے لیے روٹی نہ ملی انہوں نے اگلے دن اس حالت میں روزہ رکھا اس روز بھی کھانا نہ ملا غرض اسی طرح ان کو ایک ہفتہ ہو گیا کہ روزہ پر روزہ رکھتے تھے جب ضعف بہت بڑھ گیا تو انہوں نے اپنے خادم سے کہا کہ بیٹے تجھ کو کیا ہو گیا ہے کہ میں ایک ہفتے سے پانی کے ساتھ روزہ افطار کر کے روزہ پر روزہ رکھ رہا ہوں اور تو مجھ کو کھانے کے لیے روٹی نہیں دیتا خادم نے کہا میرے سردار! میں روزانہ آپ کے لیے روٹی پکا کر جاتا ہوں تعجب ہے کہ آپ کو نہیں ملتی اگلے روز خادم نے روٹی پکا کر حسب معمول رکھی اور خود گھات میں بیٹھ کر روٹی کی نگرانی کرنے لگا کہ دیکھوں کون آ کر روٹی لے جاتا ہے کیا دیکھتا ہے کہ شہر کی طرف سے ایک کتا آیا اور روٹی اٹھا کر چل دیا خادم بھی آہستہ آہستہ سے اٹھ کر اس کتے کے پیچھے ہو لیا کتا روٹی لیے ہوئے شہر پناہ کی طرف گیا اور ایک بدرو کے راستے شہر میں داخل ہو گیا۔

خادم یہ دیکھ کر واپس لوٹا اور ہرم بن حیان کی خدمت میں تمام واقعہ عرض کیا ہرم بن حیان نے اس کو تائید غیبی سمجھا اور چند بہادر آدمیوں کو لے کر رات کے وقت اسی بدرو کے راستے شہر کے اندر داخل ہو گئے اور پاسبانوں کو قتل کر کے فوراً شہر کا دروازہ کھول دیا اسلامی فوج نے شہر میں داخل ہو کر شہر کو فتح کیا اور اس طرح بہ آسانی جور پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا مسلمانوں نے یہاں یعنی شہر جور میں بھی اور اصطخر میں بھی باغیوں کو سخت سزائیں دے کر آئندہ کے لیے بغاوت کا سد باب کیا اس فتح کی خبر مسلمانوں نے مدینہ منورہ کو بھیجی اور آئندہ کے لیے خلیفہ وقت سے ہدایات طلب کیں۔

۲۹ھ کا حج

سیدنا عثمان غنی مدینہ منورہ سے مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ساتھ حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوئے منیٰ میں پہنچ کر حکم دیا کہ خیمہ نصب کریں اور حاجیوں کو جمع کر کے ان میں ضیافت کریں لوگوں نے اس بات کو بدعت سمجھ کر ناپسند کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم اور صدیق وفاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایسا نہیں ہوا تھا۔
اسی سفر میں قبیلہ جہنیہ کی ایک عورت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کی گئی' یہ عورت پہلے بیوہ تھی' پھر اس نے عقد ثانی کیا' اور بعد نکاح صرف چھ مہینے گذرنے پر اس کے لڑکا پیدا ہوا' سیدنا عثمان نے اس عورت پر رجم کرنے کا حکم دیا' جب اس حکم کی خبر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور کہا کہ قرآن مجید میں خدائے تعالیٰ فرماتا ہے {وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا} (الاحقاف ۴۶ : /۱۵) ''اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا اڑھائی برس میں ہوتا ہے۔'' جس سے معلوم ہوا کہ حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہے' اور مدت رضاعت قرآن مجید میں دوسری جگہ بیان کی گئی ہے کہ {وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ} (البقرۃ ۲ : /۲۳۳) ''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔'' پس دودھ پلانے کی مدت دو سال یعنی چوبیس مہینے تیس مہینے میں سے خارج کریں' تو باقی حمل کی اقل مدت چھ مہینے رہتی ہے' لہٰذا اس عورت پر زنا یقینی طور پر ثابت نہیں' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ کلام سن کر فوراً آدمی دوڑایا کہ اس عورت کو رجم نہ کیا جائے' لیکن اس آدمی کو پہنچنے سے پہلے اس کو رجم کیا جا چکا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس کا سخت ملال وافسوس رہا۔
اسی سال سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کی' مسجد کا طول ایک سو ساٹھ گز اور عرض ایک سو پچاس گز رکھا اور پتھر کے ستون لگائے' ورود یواریں تمام پختہ بنوائیں۔

30ھ ہجری

ولید بن عقبہ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کوفہ کی گورنری پر مامور تھے' ابوزبیدہ شاعر جو پہلے نصرانی تھا اور اب مسلمان ہونے کے بعد بھی شراب خوری سے باز نہ آیا تھا' ولید بن عقبہ کی صحبت میں زیادہ رہتا تھا' لوگوں نے ولید بن عقبہ پر بھی شراب خوبی کا الزام لگایا' رفتہ رفتہ یہ شکایت دربار خلافت تک پہنچی' وہاں سے ولید بن عقبہ کی طلبی کا حکم آیا' یہ مدینہ منورہ میں جواب دہی کے لیے حاضر ہوئے۔
ان کے مخالف شکایتیں کرنے بھی مدینہ میں پہنچ گئے' ولید جب مدینہ میں گئے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے ولید سے مصافحہ کیا' لوگوں کو یہ مصافحہ کرنا بھی ناگوار گذرا' پھر شراب خوری کے الزام کی تحقیق شروع ہوئی تو کوئی ایسا گواہ پیش نہ ہوا جو یہ کہے کہ میں نے ولید کو شراب پیتے ہوئے دیکھا ہے' لہٰذا شک وشبہ کی حالت میں سیدنا عثمان ذوالنورین نے حد جاری کرنے میں تامل کیا' لوگوں نے اس تامل وتوقف پر بھی بدگمانی کو راہ دی' بالآخر دربار خلافت میں یہ گواہی پیش ہوئی کہ ہم نے ولید بن عقبہ کو شراب پیتے ہوئے تو نہیں دیکھا لیکن شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے' اس کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ولید کے درے لگائے جائیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس مجلس میں موجود تھے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے ولید کے درے مارنے شروع کئے' جب چالیس درے لگ چکے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے روک دیا' اور کہا کہ اگرچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے شراب خور کے اسی درے لگائے ہیں' اور وہ بھی درست ہیں' لیکن صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے شراب خوری کے چالیس درے لگائے ہیں اور مجھ کو اس معاملہ میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقلید زیادہ محبوب ہے' اس کے بعد خلیفہ وقت نے ولید بن عقبہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے ان کی جگہ

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔

»فقدما علی عثمان ومعهما غيرهما، وأخبراه أنه شرب الخمر، فأرسل إلى الوليد، فقدم المدينة، ودعا بهما عثمان فقال: أتشهدان أنكما رأيتماه يشرب؟ فقالا: لا. قال: فكيف؟ قالا: اعتصرناها من لحيته وهو يقيء الخمر. فأمر سعيد بن العاص فجلده، فأورث ذلك عداوة بين أهليهما، فكان على الوليد خميصة فأمر علي بن أبي طالب بنزعها لما جلد.

هكذا في هذه الرواية، والصحيح أن الذي جلده عبد الله بن جعفر بن أبي طالب لأن عليا أمر ابنه الحسن أن يجلده، فقال الحسن: ول حارها من تولى قارها! فأمر عبد الله بن جعفر فجلده أربعين. فقال علي: أمسك، جلد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبو بكر أربعين وجلد عثمان ثمانين وكل سنة وهذا أحب إلي.

وقيل: إن الوليد سكر وصلى الصبح بأهل الكوفة أربعا ثم التفت إليهم وقال: أزيدكم؟ فقال له ابن مسعود: ما زلنا معك في زيادة منذ اليوم، وشهدوا عليه عند عثمان، فأمر عليا بجلده، فأمر علي عبد الله بن جعفر فجلده«

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/478):

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ

اسی ۳۰ھ میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش آیا کہ وہ ملک شام میں سیدنا امیر معاویہ کی ماتحتی میں تشریف رکھتے تھے، وہاں انہوں نے آیہ کریمہ {وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ} (التوبۃ ۹ : /۳۴) کے معانی ومطالب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مخالفت کی، ابوذر غفاری فرماتے تھے کہ روپیہ کا جمع کرنا اور سب کا سب راہ اللہ تعالیٰ میں خرچ نہ کر دینا کسی طرح جائز نہیں اور سیدنا امیر معاویہ فرماتے تھے کہ انفاق فی سبیل اللہ سے مراد زکوۃ کا ادا کرنا ہے، جس روپیہ کی زکوۃ ادا کی جائے اس کا جمع ہونا گناہ نہیں ہے، اگر روپیہ کا بلا شرط جمع کرنا گناہ ہوتا تو قرآن کریم میں ترکہ کی تقسیم، اور وراثت کے حصہ کا ذکر نہ ہوتا، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اس عقیدہ کا حال وہاں کے لوگوں کو معلوم ہوا تو سب نے ان کا مذاق اڑایا اور نوعمر لوگ خاص کر زیادہ تمسخر کرنے لگے، سیدنا ابوذر کا اصرار اور بھی ترقی کرتا گیا، یہاں تک نوبت پہنچی کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان غنی کو اس کیفیت کی اطلاع دی، خلیفہ وقت نے حکم بھیجا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کو نہایت تکریم کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کردو۔

مدینہ میں آ کر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنے عقیدے کا اعلان شروع کر دیا، چوں کہ ان کے مزاج میں درشتی تھی، لہذا لوگ ان سے عموماً چشم پوشی اور درگذر ہی کرتے تھے، لیکن یہاں بھی نوعمر اور خوش طبع لوگ موجود تھے، وہ کبھی نہ کبھی ان کو چھیڑ ہی دیتے تھے۔

اتفاقاً اس عرصہ میں سیدنا عبدالرحمن بن عوف کی وفات ہوئی، وہ بہت مال دار شخص اور عشرہ مبشرہ میں شامل تھے، کسی نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عبدالرحمن بن عوف نے اس قدر دولت چھوڑی ہے، ان کی نسبت آپ کا کیا حکم ہے، انہوں نے بلا تامل سیدنا عبدالرحمن

رضی اللہ عنہ پر بھی اپنا فتویٰ جاری کر دیا' اس پر سیدنا کعب احبار جو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسلمان ہوئے تھے اور بنی اسرائیل کے زبردست عالم تھے معترض ہوئے' ابوذر رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر کہ اے یہودی تجھ کو ان مسائل سے کیا واسطہ' اپنا عصا اٹھایا اور کعب احبار پر حملہ آور ہوئے' کعب احبار بھاگے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مجلس کی طرف گئے' ان کے پیچھے پیچھے ابوذر بھی اپنا عصا لیے ہوئے پہنچے' بڑی مشکل سے سیدنا عثمان کے غلاموں نے کعب احبار کو بچایا' اور سیدنا ابوذر کو باز رکھا۔

سیدنا ابوذر کا غصہ جب فرو ہوا تو وہ خود سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میرا عقیدہ تو یہی ہے کہ سب کا سب مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دینا واجب ہے' شام کے لوگوں نے میری مخالفت کی اور مجھ کو ستانا چاہا' اب مدینہ میں بھی لوگ اسی طرح میری مخالفت کرنے لگے ہیں آپ بتائیں کہ میں کیا تدبیر اختیار کروں اور کہاں چلا جاؤں' اس پر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو مشورہ دیا کہ آپ مدینہ سے باہر کسی گاؤں میں سکونت اختیار فرمالیں' چنانچہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ مدینہ سے تین دن کے فاصلہ پر مقام موضع ربذہ میں جا کر سکونت پذیر ہو گئے۔

خاتم نبوی

رسول اللہ کی انگشتری جس سے خطوط اور فرامین پر مہر کیا کرتے تھے وفات نبوی کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے وہ انگوٹھی جبکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو گئے تو ان کو سپرد کر دی' صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد وہ انگوٹھی فاروق اعظم کے پاس رہی' فاروق اعظم نے جب کہ انتخاب خلیفہ کا کام اصحاب شوریٰ کے سپرد کیا وہ انگوٹھی ام المومنین سیدنا حفصہ رضی اللہ عنہ کو سپرد کر دی کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو اس کو پہنچا دی جائے' جب سیدنا عثمان غنی خلیفہ منتخب ہوئے تو سیدنا حفصہ رضی اللہ عنہ نے وہ انگشتری ان کی خدمت میں پہنچا دی' اسی سال یعنی ۳۰ ھ میں مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر قباء میں ایک کنویں کے اندر جس کا نام بیر اریس ہے وہ انگشتری سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے گر گئی' اس کنویں کا تمام پانی سینچ دیا گیا اور انگوٹھی کے لیے بڑی ہی تلاش وکوشش کی گئی لیکن وہ کہیں ہاتھ نہ آئی' خاتم نبوی کے اس طرح غائب ہو جانے سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سخت ملال ہوا' اسی وقت سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر حادثات وفتن کا نزول شروع ہوا' سیدنا عثمان غنی نے اس انگوٹھی کے گم ہو جانے پر ایک اور انگوٹھی بالکل اسی نمونے اور اسی شکل وشمائل کی بنوائی تھی۔

وفيها وقع خاتم النبي صلى الله عليه وسلم من يد عثمان في بئر أريس، وهي على ميلين من المدينة، وكانت قليلة الماء، فما أدرك قعرها بعد.

»وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتخذه لما أراد أن يكاتب الأعاجم يدعوهم إلى الله- تعالى-. فقيل له: إنهم لا يقبلون كتابا إلا مختوما، فأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يعمل له خاتم من حديد، فلما عمل جعله في إصبعه، فأتاه جبرائيل فنهاه عنه، فنبذه، وأمر فعمل له خاتم من نحاس وجعله في إصبعه، فقال له جبرائيل: انبذه، فنبذه، وأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم بخاتم من فضة، فصنع له، فجعله في إصبعه، فأمره

جبرائيل أن يقره. فأقره. وكان نقشه ثلاثة أسطر: محمد سطر، ورسول سطر، والله سطر، فتختم به رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى توفى، « ثم تختم به أبو بكر حتى توفى، ثم عمر حتى توفى، ثم تختم به عثمان ست سنين. فحفروا بئرا بالمدينة شربا للمسلمين، فقعد على رأس البئر فجعل يعبث بالخاتم فسقط من يده في البئر، فطلبوه فيها ونزحوا ما فيها من الماء فلم يقدروا عليه، فجعل فيه مالا عظيما لمن جاء به، واغتم لذلك غما شديدا. فلما يئس منه صنع خاتما آخر على مثاله ونقشه فبقي في إصبعه حتى هلك، فلما قتل ذهب الخاتم فلم يدر من أخذه

اسی سال جب مسجد نبوی میں نمازیوں کی کثرت ہوئی اور جمعہ کے دن ایسی کثرت ہونے لگی کہ اذان کی آواز سب نمازیوں تک پہنچنی دشوار ہوئی تو سیدنا عثمان غنی نے حکم دیا کہ موذن بلند مقام پر چڑھ کر خطبہ کی اذان سے پہلے ایک اور اذان دیا کریں۔ اس طرح جمعہ کے دن دو اذانیں ہونے لگیں،

حدثنا آدم، قال: حدثنا ابن ابی ذئب، عن الزهری، عن السائب بن يزيد، قال: " كان النداء يوم الجمعة اوله إذا جلس الإمام على المنبر على عهد النبی صلی الله عليه وسلم وابی بكر، وعمر رضی الله عنهما، فلما كان عثمان رضی الله عنه وكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء"، قال ابو عبد الله: الزوراء موضع بالسوق بالمدينة. صحیح البخاری، 912

ہم سے آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ ہم سے ابن ابی ذئب نے زہری کے واسطے سے بیان کیا، ان سے سائب بن یزید نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعہ کی پہلی اذان اس وقت دی جاتی تھی جب امام منبر پر خطبہ کے لیے بیٹھتے لیکن عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب مسلمانوں کی کثرت ہوگئی تو وہ مقام زوراء سے ایک اور اذان دلوانے لگے۔ ابوعبداللہ (امام بخاری رحمہ اللہ) فرماتے ہیں کہ زوراء مدینہ کے بازار میں ایک جگہ ہے۔

اسی سال سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی عراق وشام کی جائیدادیں فروخت کر کے مدینہ، مکہ، طائف وغیرہ میں جائیدادیں خرید لیں، چناں چہ اکثر صحابہ رضی اللہ عنھم نے اس پر عمل بھی کیا۔

فتح طبرستان

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی گورنری پر مامور ہو کر اور کوفہ پہنچ کر ایک لشکر مرتب کیا، اس لشکر میں سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمرؓ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن الیمان وغیرہ بھی شامل تھے، اس لشکر کے ساتھ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے طبرستان پر حملہ کر کے طبرستان وجرجان کے تمام علاقے اور مشہور شہروں کو فتح کر لیا اور یزید بن المہلب کو قومس کی طرف روانہ کیا۔

اشاعت قرآن مجید

سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ جب بصرہ، کوفہ، رے، شام وغیرہ ہوتے ہوئے مدینہ منورہ میں واپس تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ یہ

عجیب بات ہے کہ عراق والے قرآن مجید کو ایک اور قرات پر پڑھتے اور شام والے کسی دوسری قرات کو پسند کرتے ہیں' بصرہ والوں کی قرات کوفہ والوں سے اور کوفہ والوں کی قرات فارس والوں سے الگ ہے' مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب کو ایک ہی قرات پر جمع کیا جائے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے مجلس مشاورت منعقد کی' سب نے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند کیا' اس کے بعد سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدنا حفصہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے قرآن مجید کا وہ نسخہ منگوایا جو خلافت صدیقی میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کے زیر اہتمام جمع اور مرتب ہوا تھا' اور اول سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس' پھر ان کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زیر تلاوت رہا' اور فاروق اعظم کی شہادت کے بعد سیدنا حفصہ کے پاس تھا' اس قرآن مجید کی نقل اور کتابت پر عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کئی معقول و موزوں حضرات کو مامور کیا' جب بہت سی نقلیں تیار ہوگئیں تو ایک ایک نسخہ بڑے بڑے شہروں میں بھیج کر ساتھ ہی حکم بھیجا کہ سب اسی کے موافق قرآن مجید نقل کرائیں' اور پہلی جو نقل جس کسی کے پاس ہو وہ جلادی جائے' کوفہ میں جب قرآن مجید پہنچا تو صحابہ کرام بہت خوش ہوئے لیکن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنی ہی قرات پر اصرار کیا۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَوْفٌ حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي الْفَارِسِيَّ قَالَ أَبِي أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ و حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَوْفٌ عَنْ يَزِيدَ قَالَ قَالَ لَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قُلْتُ لِعُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى أَنْ عَمَدْتُمْ إِلَى الْأَنْفَالِ وَهِيَ مِنْ الْمَثَانِي وَإِلَى بَرَاءَةٌ وَهِيَ مِنْ الْمِئِينَ فَقَرَنْتُمْ بَيْنَهُمَا وَلَمْ تَكْتُبُوا قَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ بَيْنَهُمَا سَطْرًا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَوَضَعْتُمُوهَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ مَا حَمَلَكُمْ عَلَى ذَلِكَ قَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِمَّا يَأْتِي عَلَيْهِ الزَّمَانُ يُنْزَلُ عَلَيْهِ مِنْ السُّوَرِ ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَكَانَ إِذَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ يَدْعُو بَعْضَ مَنْ يَكْتُبُ عِنْدَهُ يَقُولُ ضَعُوا هَذَا فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا وَيُنْزَلُ عَلَيْهِ الْآيَاتُ فَيَقُولُ ضَعُوا هَذِهِ الْآيَاتِ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا وَيُنْزَلُ عَلَيْهِ الْآيَةُ فَيَقُولُ ضَعُوا هَذِهِ الْآيَةَ فِي السُّورَةِ الَّتِي يُذْكَرُ فِيهَا كَذَا وَكَذَا وَكَانَتْ الْأَنْفَالُ مِنْ أَوَائِلِ مَا أُنْزِلَ بِالْمَدِينَةِ وَبَرَاءَةٌ مِنْ آخِرِ الْقُرْآنِ فَكَانَتْ قِصَّتُهَا شَبِيهًا بِقِصَّتِهَا فَقُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا أَنَّهَا مِنْهَا وَظَنَنْتُ أَنَّهَا مِنْهَا فَمِنْ ثَمَّ قَرَنْتُ بَيْنَهُمَا وَلَمْ أَكْتُبْ بَيْنَهُمَا سَطْرًا بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ قَالَ ابْنُ جَعْفَرٍ وَوَضَعْتُهَا فِي السَّبْعِ الطِّوَالِ

مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 376 حدیث مرفوع

حضرت ابن عباس (رض) فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عثمان غنی (رض) سے عرض کیا کہ آپ لوگوں نے سورت انفال کو جو مثانی میں سے ہے سورت براءۃ کے ساتھ جو کہ مئین میں سے ہے ملانے پر کس چیز کی وجہ سے اپنے آپ کو مجبور پایا اور آپ نے ان کے درمیان ایک سطر کی بسم اللہ تک نہیں لکھی اور ان دونوں کو سبع طوال میں شمار کرلیا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت عثمان غنی (رض) نے فرمایا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر جب وحی کا نزول ہو رہا تھا تو بعض اوقات کئی کئی سورتیں اکٹھی نازل ہو جاتی تھیں اور نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی عادت تھی کہ جب کوئی وحی نازل ہوتی تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے کسی کاتب وحی کو بلا کر اسے لکھواتے اور فرماتے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں جگہ رکھو، بعض اوقات کئی آیتیں نازل ہوتیں، اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ بتا دیتے کہ ان آیات کو اس سورت میں

رکھو اور بعض اوقات ایک ہی آیت نازل ہوتی لیکن اس کی جگہ بھی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بتادیا کرتے تھے۔ سورت انفال مدینہ منورہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی، جبکہ سورت برائۃ نزول کے اعتبار سے قرآن کریم کا آخری حصہ ہے اور دونوں کے واقعات و احکام ایک دوسرے سے حد درجہ مشابہت رکھتے تھے، ادھر نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دنیا سے رخصت ہو گئے اور ہم پر یہ واضح نہ فرما سکے کہ یہ اس کا حصہ ہے یا نہیں؟ میرا گمان یہ ہوا کہ سورت برائۃ، سورت انفال ہی کا جزو ہے اس لیے میں نے ان دونوں کو ملا دیا اور ان دونوں کے درمیان، بسم اللہ والی سطر بھی نہیں لکھی اور اسے سبع طوال میں شمار کرلیا۔

۳۱ھ کے واقعات

دربار خلافت سے جو احکام جاری ہوئے ان کے موافق ہرم بن حسان یشکری، ہرم بن حیان العبدی، حرث بن راشد بلاد فارس کے اضلاع میں، احنف بن قیس خراسان میں اور حبیب بن قرہ مرو میں خالد بن عبداللہ بلخ میں، قیس بن ہبیرہ طوس میں عامل مقرر ہوئے، خراسان کے کئی شہروں میں بغاوت نمودار ہوئی، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فوج کشی کر کے تمام بغاوتوں کو فرو کیا پھر نیشاپور پر چڑھائی کر کے وہاں کے سرکشوں کو درست کیا، نیشاپور سے فارغ ہو کر سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر سرخس کی طرف روانہ کیا اور ایک جمعیت لے کر خود ہرات کی جانب گئے، ہرات کو فتح کر کے بلخ وطبرستان کی بغاوتوں کو فرو کیا، اس کے بعد کرمان سجستان اور فارس کے صوبوں میں جا کر وہاں کے تمام سرکشوں کو مطیع ومنقاد کیا، اس طرح تمام بلاد ایران وعراق میں عبداللہ بن عامر کی دھاک بیٹھ گئی اور لوگ ان کے نام سے خوف کھانے لگے۔

یزدجرد کی ہلاکت

ایرانی سلطنت تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے عہد خلافت میں برباد ہو چکی تھی، سلطنت کے بعض سرحدی صوبے یا بعض شہر جو باقی تھے وہ خلافت عثمانی میں مسخر ہو گئے تھے، لیکن یزدجرد شاہ فارس کی حالت یہ تھی کہ کبھی رے میں ہے، کبھی بلخ میں، کبھی مرو میں ہے تو کبھی اصفہان میں، کبھی اصطخر میں ہے تو کبھی جیحون کو عبور کر کے ترکستان میں چلا گیا ہے، کبھی چین میں ہے کبھی پھر فارس کے اضلاع میں آ گیا ہے، غرض اس کے ساتھ کئی ہزار ایرانیوں کی جمعیت تھی اور وہ اپنی خاندانی عظمت اور ساسانی اقتدار و بزرگی کی بدولت لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا اور لوگ بھی اس توقع میں کہ شاید اس کا ستارہ اقبال پھر طلوع ہو اس کے ساتھ ہو جاتے تھے، یہی سب سے بڑی وجہ تھی کہ ایران کے اکثر صوبوں، ضلعوں اور شہروں میں کئی کئی مرتبہ بغاوت ہوئی اور مسلمان سرداروں نے اس کو بار بار فرو کیا۔

اس مرتبہ یعنی ۳۱ھ میں یزدجرد چین وترکستان کی طرف سے ایک جمعیت کے ساتھ نواح بلخ میں آیا، یہاں اس نے بعض شہروں پر چند روز قبضہ حاصل کرلیا، لیکن اس کے اقبال کی نحوست نے اس کو وہاں سے ناکام فرار ہونے اور مسلمانوں کی قید میں پڑنے کے ڈر سے بھاگ کر ایک پن چکی والے کی پناہ میں جانے پر مجبور کیا، پن چکی والے نے اس کے قیمتی لباس کے لالچ میں جب کہ وہ سو رہا تھا قتل کر دیا، اور لباس وزیور اور ہتھیار وغیرہ اتار کر اس کی لاش کو پانی میں ڈال دیا، یہ واقعہ نواح مرو میں مقام مرغاب کے متصل ۲۳ اگست ۶۵۱ء کو وقوع پذیر ہوا۔

یزدجرد کے چار سال تو عیش وعشرت کی حالت میں گذرے، سولہ برس تباہی اور آوارگی کے عالم میں بسر ہوئے ان سولہ برس میں آخری دس سال مفروری کے عالم میں گذرے اس کے بعد ایرانی فتنے سب فرو ہو گئے۔

اسی سال محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن ابی بکر نے جو مصر میں والی مصر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے پاس مقیم تھے عبداللہ بن سعد سے مخالفت و ناخوشی کا اظہار کیا، عبداللہ بن سعد کے ساتھ ان دونوں بزرگوں کی ناخوشی بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ انہوں نے علانیہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراض وطعن کیا کہ انہوں نے عبداللہ بن سعد جیسے شخصوں کو جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناخوش رہے صوبوں کا گورنر بنا رکھا ہے اور ان کی زیادتیاں اور مظالم دیکھ کر بھی معزول نہیں کرتے۔

۳۲ھ کے واقعات

۳۱ھ کے ماہ ذی الحجہ میں جب عبداللہ بن عامر حج بیت اللہ کے لیے خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہوئے تو ملک ایران کے ایک ایرانی سردار مسمیٰ قارن نے ملک کے مختلف صوبوں سے چالیس ہزار کا ایک لشکر جمع کر کے ایران کے صوبوں پر قبضہ کر لینے کا مناسب موقع پایا، قارن کی اس شرارت و دلیری کے مقابلہ میں عبداللہ بن حازم ایک سردار نے صرف چند ہزار مسلمانوں کی جمعیت سے وہ کارنمایاں کیا کہ ایرانیوں کو سخت ترین ذلت و نامرادی کے ساتھ شکست کھانی پڑی، عبداللہ بن حازم اپنی تین چار ہزار کی جمعیت کو لے کر ایرانیوں کے چالیس ہزار لشکر کی طرف روانہ ہوئے، قریب پہنچ کر انہوں نے مجاہدین کو حکم دیا کہ اپنے اپنے نیزوں پر کپڑا لپیٹ دیں اور کپڑے تیل یا چربی سے تر کر لیں، جب لشکر قارن کے قریب پہنچا تو شام ہو کر رات ہو چکی تھی، عبداللہ بن حازم نے حکم دیا کہ تمام نیزوں کے کپڑوں کو آگ لگا دیں اور دشمن پر حملہ آور ہوں اس اچانک حملہ آوری اور ان مشعلوں کی روشنی کو دیکھ کر ایرانی حواس باختہ ہو کر بھاگے اور کسی کو مقابلہ کرنے کا ہوش نہ رہا، مسلمانوں نے بہتوں کو قتل اور بہتوں کو گرفتار کیا، بہت سے اپنی جان بچا کر لے گئے اور بچ کر نکل گئے عبداللہ بن عامر حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ سیدنا عثمان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔

بعض روایات کے بموجب سیدنا عبدالرحمن بن عوف نے ۷۵ برس کی عمر میں اس سال یعنی ۳۲ھ میں وفات پائی اور بہت سی دولت اور اولاد چھوڑی۔

۳۳ھ کے واقعات

ولید بن عقبہ کی معزولی کے بعد کوفہ کی گورنری پر سعید بن العاص مقرر ہوئے تھے جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے، سعد بن العاص رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں پہنچ کر اہل کوفہ کی دل جوئی اور مدارات میں کوئی کوتاہی نہ کی، مالک بن حارث نخعی جو مالک بن اشتر کے نام سے مشہور ہے، ثابت بن قیس ہمدانی، اسود بن یزید، علقمہ بن قیس، جندب بن زہیر، جندب بن کعب ازدی، عروہ بن الجعد، عمرو بن الحمق خزاعی صعصعہ وزید پسران سوحان بن عبدی، کمیل بن زیاد وغیرہم سب سعید بن العاص کی صحبت میں آ کر بیٹھتے اور بے تکلفانہ باتیں کرتے، کبھی ہنسی مذاق کی باتیں بھی ہو جاتیں، ایک روز سعید بن العاص گورنر کوفہ کی زبان سے نکلا کہ یہ علاقہ تو قریش کا باغ ہے، یہ سن کر مالک اشتر نے فوراً غصہ کے لہجہ میں کہا، کہ جس علاقہ کو اللہ تعالیٰ نے ہماری تلواروں کے زور سے فتح کیا ہے تم اس کو اپنی قوم کا بستان خیال کرتے ہو، ساتھ ہی دوسرے لوگوں

نے بھی اس قسم کی باتیں شروع کیں، شور وغل بلند ہوا تو عبدالرحمن اسدی نے لوگوں کو شور وغل مچانے سے منع کیا، اس پر سب نے مل کر عبدالرحمن کو مارا اور اس قدر زدوکوب کیا کہ بیچارہ بیہوش ہوگیا، اس واقعہ کے بعد سعید بن العاص نے رات کی صحبت موقوف کر کے دربان مقرر کر دیئے کہ لوگوں کو آنے سے باز رکھیں اس رات کی روزانہ مجلس کے برخاست ہونے کا لوگوں کو بہت ملال ہوا اور اب عام طور پر جہاں دو چار آدمی مل کر بیٹھتے یا کھڑے ہوتے سعید بن العاص کی اور ان کے ساتھ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بھی شکایات زبان پر لاتے، ان شکایت کرنے والوں کے گرد اور بہت سے بازاری آدمی جمع ہو جاتے۔

رفتہ رفتہ یہ سلسلہ طویل ہوا اور فتنہ بڑھنے لگا تو سعید بن العاص نے یہ تمام روئیداد سیدنا عثمان غنی کی خدمت میں لکھ کر بھیج دی، عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواباً سعید بن العاص کو لکھا کہ ان لوگوں کو کوفہ سے شام کی طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دو، چنانچہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے سب کو شام کی طرف روانہ کر دیا، وہاں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی خوب خاطر مدارت کی، ان کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا کھاتے اور سب کا روزینہ بھی مقرر کر دیا، بات یہ تھی کہ سیدنا عثمان غنی نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھ دیا تھا کہ چند سرکش لوگوں کی ایک جماعت تمہاری طرف بھجوائی جاتی ہے تم کوشش کرو کہ وہ راہ راست پر آجائیں، اسی لیے امیر معاویہ نے ان لوگوں کے ساتھ نہایت محبت و ہمدردی کا برتاؤ کیا، چند روز کے بعد انہوں نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ قریش کی سیادت کو تسلیم کریں اور مسلمانوں کے باہمی اتفاق کو درہم برہم نہ ہونے دیں، لیکن صعصہ بن صوحان نے امیر معاویہ کی نہایت معقول اور ہمدردانہ باتوں کا بہت ہی غیر معقول اور سراسر نادرست جواب دیا اور اپنی ضد پر اڑا رہا، مجبوراً امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ یہ لوگ راہ راست پر آنے والے نظر نہیں آتے، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ ان لوگوں کو حمص کی جانب عبدالرحمن بن خالد کے پاس بھیج دو، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو حمص کی جانب روانہ کر دیا، عبدالرحمن بن خالد والی حمص نے ان کے ساتھ ان کے حسب حال سختی و درشتی کا برتاؤ کیا، حتی کہ اپنی مجلس میں ان کو بیٹھنے کی اجازت بھی نہیں دی، چند روز کے بعد یہ لوگ سیدھے ہو گئے اور اپنی سابقہ سرکشی کی حرکات پر اظہار افسوس کیا، عبدالرحمن بن خالد نے اس کی اطلاع دربار خلافت کو لکھ کر بھیجی، وہاں سے اجازت آگئی کہ اگر یہ لوگ اب کوفہ کی طرف جانا چاہیں تو جانے دو۔

وفيها سير أمير المؤمنين جماعة من قراء أهل الكوفة إلى الشام، وكان سبب ذلك أنهم تكلموا بكلام قبيح في مجلس سعيد بن عامر، فكتب إلى عثمان في أمرهم، فكتب إليه عثمان أن يجليهم عن بلده إلى الشام، وكتب عثمان إلى معاوية أمير الشام أنه قد خرج إليك قراء من أهل الكوفة فأنزلهم وأكرمهم وتألفهم. فلما قدموا أنزلهم معاوية وأكرمهم واجتمع بهم ووعظهم ونصحهم فيما يعتمدونه من اتباع الجماعة وترك الانفراد والابتعاد، فأجابه متكلمهم والمترجم عنهم بكلام فيه بشاعة وشناعة، فاحتملهم معاوية لحلمه، وأخذ في مدح قريش -وكانوا قد نالوا منهم- وأخذ في المدح لرسول الله، صلى الله عليه وسلم، والثناء عليه والصلاة والتسليم، وافتخر معاوية بوالده وشرفه في قومه، وقال فيما قال: وأظن أبا سفيان لو ولد الناس كلهم لم يلد

إلا حازما. فقال له صعصعة بن صوحان : كذبت، قد ولد الناس كلهم لمن هو خير من أبي سفيان؛ من خلقه الله بيده، ونفخ فيه من روحه، وأمر الملائكة فسجدوا له فكان فيهم البر والفاجر، والأحمق والكيس. ثم بذل لهم النصح مرة أخرى، فإذا هم يتمادون في غيهم، ويستمرون على جهالتهم وحماقتهم، فعند ذلك أخرجهم من بلده ونفاهم عن الشام؛ لئلا يشوشوا عقول الطغام، وذلك أنه كان يشتمل مطاوي كلامهم على القدح في قريش، كونهم فرطوا وضيعوا ما يجب عليهم من القيام فيه؛ من نصرة الدين، وقمع المفسدين. وإنما يريدون بهذا التنقيص والعيب ورجم الغيب، وكانوا يشتمون عثمان وسعيد بن العاص، وكانوا عشرة، وقيل :تسعة، وهو الأشبه، منهم كميل بن زياد، والأشتر النخعي -واسمه مالك بن الحارث، وصعصعة بن صوحان، وأخوه زيد بن صوحان، ومالك بن كعب الأرحبي، والأسود بن يزيد، وعلقمة بن قيس النخعيان، وثابت بن قيس النخعي، وجندب بن زهير العامري، وجندب بن كعب الأزدي، وعروة بن الجعد، وعمرو بن الحمق الخزاعي. فلما خرجوا من دمشق أووا إلى الجزيرة، فاجتمع بهم عبد الرحمن بن خالد بن الوليد -وكان نائبا على الجزيرة، ثم ولي حمص بعد ذلك- فهددهم وتوعدهم؛ فاعتذروا إليه، وأنابوا إلى الإقلاع عما كانوا عليه، فدعا لهم وسير مالكا الأشتر النخعي إلى عثمان بن عفان؛ ليعتذر «إليه عن أصحابه بين يديه، فقبل ذلك منهم وكف عنهم، وخيرهم أن يقيموا حيث أحبوا، فاختاروا أن يكونوا في معاملة عبد الرحمن بن خالد بن الوليد، فقدموا عليه حمص، فأمرهم بالمقام بالساحل، وأجرى عليهم الرزق. ويقال :بل لما مقتهم معاوية، كتب فيهم إلى عثمان، فجاءه كتاب عثمان أن يردهم إلى سعيد بن العاص بالكوفة، فردهم إليه، فلما رجعوا كانوا أزلق ألسنة، وأكثر شرا، فضج منهم سعيد بن العاص إلى عثمان، فأمره أن يسيرهم إلى عبد الرحمن بن خالد بن الوليد بحمص، وأن يلزموا الدروب

»البدایۃ والنہایۃ«(10/ 259):

عبداللہ بن سبا

عبداللہ بن سبا المعروف بہ ابن السوداء شہر صنعا کا رہنے والا ایک یہودی تھا' وہ سیدنا عثمان غنی کے عہد خلافت میں یہ دیکھ کر کہ مسلمانوں کو دولت خوب حاصل ہوتی ہے اور اب یہی دنیا میں سب سے بڑی فاتح قوم بن گئی ہے مدینہ میں آیا اور بظاہر مسلمانوں میں شامل ہو گیا' مدینہ میں اس کا آنا اور رہنا بہت ہی غیر معروف اور نا قابل التفات تھا لیکن اس نے مدینہ میں رہ کر مسلمانوں کی اندرونی اور داخلی کمزوریوں کو خوب جانچا اور مخالف اسلام تدابیر کو خوب سوچا' انہیں ایام میں بصرہ کے اندر ایک شخص حکیم بن جبلہ رہتا تھا' اس نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ اسلامی لشکر کے ساتھ کسی فوج میں شریک ہو جاتا تو موقعہ پا کر ذمیوں کو لوٹ لیتا' کبھی کبھی اور لوگوں کو بھی اپنا شریک بناتا اور ڈاکہ زنی کرتا' اس کی ڈاکہ زنی کی خبریں مدینہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچیں۔ انہوں نے گورنر بصرہ کو لکھا کہ حکیم بن جبلہ کو شہر بصرہ کے اندر نظر بند رکھو اور حدود شہر سے باہر ہر گز نہ نکلنے دو' اس حکم کی تعمیل میں وہ بصرہ کے اندر محصور و نظر بند رہنے لگا' عبداللہ بن سبا حکیم بن جبلہ کے

حالات سن کر مدینہ سے روانہ ہوا اور بصرہ میں پہنچ کر حکیم بن جبلہ کے مکان پر مقیم ہوا' یہاں اس نے حکیم بن جبلہ اور اس کے ذریعہ اس کے دوستوں اور دوسرے لوگوں سے مراسم پیدا کئے' اپنے آپ کو مسلمان اور حامی و خیر خواہ آل رسول ظاہر کر کے لوگوں کے دلوں میں اپنے منصوبے کے موافق فساد انگیز خیالات و عقائد پیدا کرنے لگا' کبھی کہتا کہ مجھ کو تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اس بات کے تو قائل ہیں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے لیکن اس بات کو نہیں مانتے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں ضرور آئیں گے' چنانچہ اس نے لوگوں کو ﴿اِنَّ الَّذِیۡ فَرَضَ عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ﴾ (القصص ۲۸ : ۸۵) کی غلط تفسیر سنا سنا کر اس عقیدہ پر قائم کرنا شروع کیا کہ سیدنا محمد کی مراجعت دوبارہ دنیا میں ضرور ہوگی' بہت سے احمق اس فریب میں آ گئے' پھر اس نے ان احمقوں کو اس عقیدے پر قائم کرنا شروع کیا کہ ہر پیغمبر کا ایک خلیفہ اور وصی ہوا کرتا ہے اور سیدنا محمد کے وصی سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس طرح رسول اللہ خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح سیدنا علی خاتم الاوصیاء ہیں' پھر اس نے علانیہ کہنا شروع کیا کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سوا دوسروں کو خلیفہ بنا کر بڑی حق تلفی کی ہے' اب سب کو چاہیے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدد کریں اور موجودہ خلیفہ کو قتل یا معزول کر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیں۔

عبداللہ بن سبا یہ تمام منصوبے اور اپنی تحریک کی ان تمام تجویزوں کو مدینہ منورہ سے سوچ سمجھ کر بصرہ میں آیا تھا اور اس نے نہایت احتیاط اور قابلیت کے ساتھ بہ اقساط اپنی مجوزہ بدعقیدگیوں کو شائع کرنا اور لوگوں کے سامنے بیان کرنا شروع کیا۔

رفتہ رفتہ اس فتنے کا حال بصرے کے گورنر عبداللہ بن عامر کو معلوم ہوا تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو' کہاں سے آئے ہو اور یہاں کیوں آئے ہو' عبداللہ بن سبا نے کہا مجھ کو اسلام سے دلچسپی ہے' میں اپنے یہودی مذہب کی کمزوریوں سے واقف ہو کر اسلام کی طرف متوجہ ہوا ہوں اور یہاں آپ کی رعایا بن کر زندگی بسر کرنا چاہتا ہوں' عبداللہ بن عامر نے کہا کہ میں نے تمہارے حالات اور تمہاری باتوں کو تحقیق کیا ہے مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کوئی فتنہ برپا کرنا اور مسلمانوں کو گمراہ کر کے یہودی ہونے کی حیثیت سے جمعیت اسلامی میں افتراق و انتشار پیدا کرنا چاہتے ہو' چونکہ عبداللہ بن عامر کی زبان سے پتے کی باتیں نکل گئی تھیں' لہٰذا اس کے بعد عبداللہ بن سبا نے بصرے میں اپنا قیام مناسب نہ سمجھا اور اپنے خاص الخاص راز دار اور شریک کار لوگوں کو وہاں چھوڑ کر اپنی بنائی ہوئی جماعت کے لیے مناسب تجاویز و ہدایات سمجھا کر بصرہ سے چل دیا اور دوسرے اسلامی فوجی مرکز یعنی کوفہ میں آیا' یہاں پہلے سے ہی ایک جماعت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے عامل کی دشمن موجود تھی' عبداللہ بن سبا کو کوفہ میں آ کر بصرہ سے زیادہ بہتر موقع اپنی شرارتوں کو کامیاب بنانے کا ملا۔

عبداللہ بن سبا کو ایک طرف تو اسلام سے مخالفت تھی' دوسری طرف اس کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے خاص ذاتی عداوت تھی اور وہ سیدنا عثمان غنی سے کوئی انتقام یا بدلہ لینے کا خواہشمند معلوم ہوتا تھا' کوفہ میں آ کر بہت جلد عبداللہ بن سبا نے اپنے زہد و اتقاء کا سکہ لوگوں کے دلوں پر بٹھا دیا' عام طور پر لوگ اس کو تعظیم و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کا ادب و لحاظ کرنے لگے' جب کوفہ میں عبداللہ بن سبا کے پھیلائے ہوئے خیالات کا چرچا ہوا تو یہاں کے گورنر سعید بن العاص نے اس کو بلا کر ڈانٹا اور وہاں کے سمجھدار اور شریف آدمیوں نے بھی اس کو مشتبہ

آدمی سمجھا' چنانچہ عبداللہ بن سبا کوفہ سے نکل کر شام کی طرف روانہ ہوا' مگر جس طرح بصرہ میں وہ اپنی ایک جماعت چھوڑ آیا تھا' اسی طرح کوفہ میں بھی اس نے اپنی ایک زبردست جماعت چھوڑی' جس میں مالک اشتر وغیرہ مذکورہ بالا اشخاص اور ان کے احباب واقارب زیادہ تر شامل تھے۔

کوفہ سے جب وہ شام یعنی دمشق میں پہنچا تو یہاں اس کی دال زیادہ نہ گلی اور جلدی ہی اسے یہاں سے شہر بدر ہونا پڑا' عبداللہ بن سبا کی عداوت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور بنوامیہ سے دم بہ دم ترقی کر رہی تھی اور ہر جلاوطنی اس کے لیے ایک نیا میدان اور نیا موقع کامیابی کا پیدا کر دیتی تھی' شام سے خارج ہو کر وہ سیدھا مصر میں پہنچا' وہاں کے گورنر عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ تھے' مصر میں عبداللہ بن سبا نے اپنے سابقہ تجربے سے فائدہ اٹھا کر زیادہ احتیاط اور زیادہ گہرے پن کے ساتھ کام شروع کیا' یہاں اس نے اپنی خفیہ سوسائٹی کا مکمل نظام مرتب کیا اور محبت اہل بیت اور حمایت علی رضی اللہ عنہ کے اظہار کو خاص الخاص ذریعہ کامیابی بنایا' مصر کے گورنر عبداللہ بن سعد کی نسبت بھی مصریوں کو اور وہاں کے مقیم عربوں کو شکایات تھیں' عبداللہ بن سعد کو افریقہ بربرئیر قیصر قسطنطنیہ کے معاملات کی وجہ سے داخلی باتوں کی طرف زیادہ متوجہ رہنے کی فرصت بھی نہ تھی۔

یہاں سے عبداللہ بن سبا نے اپنے بصرہ اور کوفہ کے دوستوں سے خط وکتابت جاری کی اور مقررہ ومجوزہ نظام کے موافق مصر' کوفہ اور بصرہ سے وہاں کے عاملوں کی شکایت میں مدینہ والوں کے پاس پیہم خطوط جانے شروع ہوئے' ساتھ ہی بصرہ والوں کے پاس کوفہ اور مصر سے خطوط پہنچے کہ یہاں کے گورنروں نے بڑے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے' اور رعایا پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے' اسی طرح بصرہ اور کوفہ سے مصر والوں کے پاس اور بصرہ ومصر ودمشق سے کوفہ والوں کے پاس خطوط پہنچنے لگے' چونکہ کسی جگہ بھی عاملوں اور گورنروں کے ہاتھ سے رعایا پر ظلم نہ ہوتا تھا' لہٰذا ہر جگہ کے آدمیوں نے یہ سمجھا کہ ہم سے زیادہ اور تمام صوبوں پر ظلم وتشدد اور بے انصافی روا رکھی جا رہی ہے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ظالمانہ طور پر اپنے عاملوں اور گورنروں کو ان کے عہدے پر بحال رکھنے اور معزول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ چوں کہ ہر ایک صوبے اور ہر ایک علاقے سے مدینہ منورہ میں بھی برابر خطوط پہنچ رہے تھے لہٰذا سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو مصر کی جانب اور محمد بن مسلمہ کو کوفے کی طرف روانہ کیا کہ وہاں کے حالات دیکھ کر آئیں اور صحیح اطلاع دربار خلافت میں پہنچائیں' عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جب مصر میں پہنچے تو وہاں کے ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سعد گورنر مصر سے ناخوش تھے' اور ان لوگوں نے جو عبداللہ بن سبا کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو اپنا ہم نوا وہم خیال بنا لیا اور ان کو مدینہ منورہ میں واپس جانے سے یہ کہہ کر روک لیا کہ سیدنا عثمان دیدہ ودانستہ ظلم وستم کو روا رکھتے ہیں' ان کی امداد ومصاحبت سے پرہیز کرنا مناسب ہے۔ محمد بن مسلمہ نے کوفہ پہنچ کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی کہ یہاں کے عوام بھی' اور بعض شرفاء بھی علانیہ زبان درازی اور طعن وتشنیع پر زبان کھولتے اور عذر وبغاوت کے علامات کا اظہار کر رہے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عَيَّاشِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشَجِّ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ عِنْدَ فِتْنَةِ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ أَشْهَدُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةٌ

الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنْ الْقَائِمِ وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِنْ الْمَاشِي وَالْمَاشِي خَيْرٌ مِنْ السَّاعِي قَالَ أَفَرَأَيْتَ إِنْ دَخَلَ عَلَيَّ بَيْتِي وَبَسَطَ يَدَهُ إِلَيَّ لِيَقْتُلَنِي قَالَ كُنْ كَابْنِ آدَمَ قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَخَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ وَأَبِي بَكْرَةَ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي وَاقِدٍ وَأَبِي مُوسَى وَخَرَشَةَ وَهَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَرَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ اللَّيْثِ بْنِ سَعْدٍ وَزَادَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ رَجُلًا قَالَ أَبُو عِيسَى وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ سَعْدٍ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 75 حدیث مرفوع

قتیبہ، لیث، عیاش بن عباس، بکیر بن عبداللہ بن اشج، حضرت بسر بن سعید، سعد بن ابی وقاص (رض) سے نقل کرتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص (رض) نے عثمان غنی (رض) کے خلاف فتنہ کے موقع پر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا عنقریب ایک فتنہ بپا ہوگا جس میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے، کھڑا ہونے والا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا کسی نے پوچھا بتائیے اگر کوئی میرے گھر میں داخل ہو اور مجھے قتل کرنے لگے تو میں کیا کروں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا تو آدم کے بیٹے ہابیل کی طرح ہو جاؤ اس باب میں حضرت ابوہریرہ، خباب بن ارت، ابوبکر، ابن مسعود، ابوواقد، ابوموسی اور خرشہ سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن ہے اور بعض راوی اسے لیث بن سعد سے نقل کرتے ہوئے ایک راوی کا اضافہ کرتے ہیں پھر یہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بواسطہ سعد کئی سندوں سے منقول ہے

انہیں ایام میں اشعث بن قیس، سعد بن قیس صائب بن اقرع، مالک بن حبیب، حکیم بن سلامت، جریر بن عبداللہ، سلمان بن ربیعہ وغیرہ حضرات جو صاحب اثر اور عزم وہمت کے وارث اور خلافت اسلامیہ کے حامی تھے کوفہ سے دوسرے مقامات کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔

سعید بن العاص نے ہر طرف شورش اور لوگوں کی زبانوں پر علانیہ شکایات کو دیکھ کر قعقاع بن عمرو کو اپنا قائم مقام بنایا اور کوفہ سے مدینہ کا عزم کیا کہ خلیفہ وقت کو جا کر خود زبانی تمام حالات سنائیں اور اندیشہ وخطرہ کی پوری کیفیت سمجھائیں، سعید بن العاص کے روانہ ہونے کے بعد کوفہ کے لوگوں نے مالک اشتر وغیرہ کو جو حمص میں مقیم تھے لکھا کہ آج کل کوفہ بالکل خالی ہے جس طرح ممکن ہو اپنے آپ کو کوفہ میں پہنچا دیں، کوفہ میں بارعب عمال خلافت کے موجود نہ رہنے کے سبب عوام کی زبانیں بالکل بے لگام ہو گئیں اور علانیہ لوگ عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے عاملوں کو برا کہنے اور طعن وتشنیع کرنے لگے۔ اس ہنگامہ نے یہاں تک ترقی کی کہ یزید بن قیس کوفہ والوں کی ایک جمعیت ہمراہ لے کر اس ارادے سے نکلا کہ مدینہ میں پہنچ کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلع خلافت پر مجبور کرے، قعقاع بن عمرو یہ دیکھ کر سد راہ ہوئے اور ایک جمعیت اپنے ہمراہ لے جا کر یزید بن قیس کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہوئے۔

یزید نے قعقاع بن عمرو کی منت سماجت کر لی اور کہا کہ مجھ کو سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے بعض شکایات ہیں، اس کے سوا اور کوئی مقصد نہ تھا کہ سعید بن العاص کو کوفہ کی گورنری سے معزول کرایا جائے، قعقاع بن عمرو نے یزید کو چھوڑ دیا، لیکن اس کے بعد ہی مالک اشتر اپنی جمعیت کے ساتھ حمص سے کوفہ میں پہنچ گیا، ان لوگوں کے کوفے پہنچنے پر شورش پسندوں میں ایک تازہ قوت اور جوش پیدا ہوا، مالک

اشتر نے علانیہ لوگوں کو یزید بن قیس کی جماعت میں شامل ہونے کی ترغیب دی اور خود بھی یزید بن قیس کے لشکریوں میں شامل ہو کر کوفہ سے روانہ ہوا' قعقاع اس جمعیت کا مقابلہ نہ کرسکے' یہ لوگ کوفہ سے روانہ ہو کر قادسیہ کے قریب مقام جرعہ میں پہنچے۔

»وذكر سيف بن عمر أن سبب تألب الأحزاب على عثمان أن رجلا يقال له :عبد الله بن سبأ. كان يهوديا فأظهر الإسلام وصار إلى مصر، فأوحى إلى طائفة من الناس كلاما اخترعه من عند نفسه مضمونه أنه يقول للرجل: أليس قد ثبت أن عيسى ابن مريم سيعود إلى هذه الدنيا؟ فيقول الرجل :بلى! فيقول له :فرسول الله، صلى الله عليه وسلم، أفضل منه فما تنكر أن يعود إلى هذه الدنيا وهو أشرف من عيسى ابن مريم عليه السلام! ثم يقول :وقد كان أوصى إلى علي بن أبي طالب؛ فمحمد خاتم الأنبياء، وعلي خاتم الأوصياء. ثم يقول :فهو أحق بالإمرة من عثمان، وعثمان معتد في ولايته ما ليس له. فأنكروا عليه وأظهروا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر. فافتتن به بشر كثير من أهل مصر، وكتبوا إلى جماعات من عوام أهل الكوفة والبصرة، فتمالئوا على ذلك، وتكاتبوا فيه، وتواعدوا أن يجتمعوا في الإنكار على عثمان، وأرسلوا إليه من يناظره ويذكر له«

»البدایۃ والنہایۃ«(10 /263):

34ھ کے واقعات

کوفہ کی تو وہ حالت تھی جو اوپر مذکور ہوئی' ادھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دوسرے عاملوں کے نام بھی فرامین روانہ کر دئیے تھے کہ اس مرتبہ بعد حج سب مدینہ منورہ میں میرے پاس آ کر شریک مشورہ ہوں' چنانچہ شام سے سیدنا امیر معاویہ' مصر سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح' کوفہ سے سعید بن العاص' بصرہ سے عبداللہ بن عامر اور بعض دوسرے چھوٹے چھوٹے صوبوں سے بھی وہاں کے عامل مدینہ میں آ کر جمع ہوئے' سیدنا عثمان غنی نے علاوہ ان عمال کے مدینہ منورہ کے صاحب الرائے حضرات کو بھی شریک مجلس کیا اور دریافت کیا کہ یہ شورش جو میرے خلاف پھیلی ہے اس کا سبب بتاؤ اور مجھ کو مفید مشورہ دو کہ میں کیا کروں۔

عبداللہ بن عامر نے کہا کہ میرے نزدیک ان لوگوں کو جہاد میں مصروف کر دینا بہترین علاج ہے' خالی بیٹھے ہوئے اس قسم کے فساد اور فتنے ان کو سوجھتے ہیں' جب جہاد میں مصروف ہو جائیں گے تو یہ شورشیں خود بخود فن ہو جائیں گی۔

سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان شریر لوگوں کے سرداروں یعنی شرارت کے اماموں کی بات بات پر معقول گرفت کی جائے اور ان کو منتشر کر دیا جائے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے پیرو لوگ خود بخود منتشر ہو جائیں گے' امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ رائے تو معقول ہے لیکن اس پر عمل درآمد آسان نہیں ہے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم لوگ جو صوبوں کے گورنر ہیں اپنے اپنے صوبوں کو سنبھالیں اور ان مفسدوں سے ہر ایک صوبے کو کلی پاک کر دیں۔

عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ لوگ سب کے سب لالچی اور زر پرست ہیں' ان کو مال و زر دے کر اپنا بنا لینا چاہیے۔

اسی مجلس میں جب شورش وفساد کے متعلق اصل حالات ایک دوسرے سے دریافت کئے گئے تو معلوم ہوا کہ یہ تمام شورش محض فرضی اور خیالی طور پر برپا کی گئی ہے' اصلیت اس کی کچھ بھی نہیں ہے' یہ معلوم ہو کر لوگوں کو اور بھی تعجب ہوا' بعض حضرات نے یہ مشورہ دیا کہ جو لوگ اس قسم کی شرارتوں اور بغاوتوں میں خصوصی طور پر حصہ لیتے ہیں' ان سب کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیا جائے اور مجرموں کے ساتھ کسی نرمی اور رعایت کو روانہ رکھا جائے' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں صرف اسی قدر سزا دے سکتا ہوں جس قدر قرآن وحدیث نے مقرر کی ہے' جب تک میں کسی کو علانیہ مرتد ہوتے ہوئے نہ دیکھوں اس وقت تک کیسے کسی کو قتل کر سکتا ہوں' جن جن جرموں کی حدود مقرر ہیں انہیں پر حد جاری کر سکتا ہوں' باقی اپنے خلاف ہر ایک فتنے کو صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کرنے کا عزم رکھتا ہوں' غرض اس قسم کی باتیں ہو کر یہ مجلس برخاست ہوئی اور کوئی خاص تجویز اور طرز عمل نہیں سوچا گیا البتہ یہ ضرور ہوا کہ جہاد کے لیے بعض اطراف میں فوجیں روانہ کرنے کا حکم ضرور بعض عاملوں کو دیا گیا۔

مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر عمال اپنے اپنے صوبوں کی طرف روانہ ہوئے' جب سعید بن العاص اپنے صوبے کی طرف روانہ ہوئے تو مقام جرعہ پر پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ کوفہ والوں کا ایک بڑا لشکر یزید بن قیس کی ماتحتی میں موجود ہے' سعید بن العاص کے پہنچنے پر یزید نے بڑی سختی اور درشتی سے کہا کہ تم یہاں سے فوراً واپس چلے جاؤ' ہم تم کو کوفہ میں ہرگز داخل نہ ہونے دیں گے' یہ سن کر سعید بن عاص کے غلام نے کہا کہ یہ ناممکن ہے کہ سعید واپس چلے جائیں' یہ سن کر مالک اشتر نے فوراً آگے بڑھ کر سعید کے غلام کا پاؤں پکڑا اور اونٹ سے نیچے کھینچ کر قتل کر دیا' اور سعید بن العاص سے کہا کہ جاؤ عثمان سے کہہ دو کہ ابوموسیٰ اشعری کو بھیج دے۔

سعید مجبوراً وہاں سے لوٹے اور مدینہ میں واپس آ کر تمام ماجرا سیدنا عثمان غنی کو سنایا' انہوں نے اسی وقت ابوموسیٰ اشعری کو اپنے پاس بلا کر کوفہ کی گورنری پر مامور فرمایا' ابوموسیٰ اشعری مدینہ سے روانہ ہو کر کوفہ میں پہنچے اور اپنے ہمراہ سیدنا عثمان کا ایک خط کوفہ والوں کے نام لائے کہ تم نے اپنے لیے جس شخص کو پسند کیا منتخب کیا ہے اسی کو تمہاری طرف بھیجا جاتا ہے' یہ بھی لکھا تھا کہ جہاں تک شریعت مجھ کو اجازت دے گی میں تمہاری خواہشات پورا کئے جاؤں گا اور تمہاری زیادتیوں کو برداشت کر کے تمہاری اصلاح کی کوشش کروں گا۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں پہنچ کر جمعہ کے روز تمام لوگوں کے سامنے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا جس میں جماعت المسلمین کے اندر تفرقہ مٹانے اور امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنے کی تاکید کی' ابوموسیٰ کی اس تقریر سے کوفہ میں کسی قدر سکون نمودار ہوا اور عام لوگ جو سبائی جماعت سے بے خبر اور بے تعلق تھے مطمئن ہو گئے' لیکن عبداللہ بن سبا کے گروہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے عناد رکھنے والوں نے رفتہ رفتہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عمال اور کوفہ کے اردگرد کے اضلاع میں رہنے والے چھوٹے چھوٹے حکام کے متعلق جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقرر کئے ہوئے تھے شکایات کرنی شروع کیں اور خط وکتابت کے ذریعہ مدینہ منورہ میں دوسرے بااثر حضرات کو بھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بدگمان بنانا شروع کیا' مدینہ والوں کے پاس جب باہر والوں سے عاملوں کی شکایت میں خطوط پہنچتے تو وہ بہت پیچ وتاب کھاتے' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آتے اور ان کو عمال کی سزادہی اور معزولی کے لیے مجبور کرتے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ عندالتحقیق چوں کہ اپنے عاملوں کو بے خطا پاتے' لہذا وہ ان کو سزا دینے یا معزول کرنے میں تامل کرتے' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود مدینہ منورہ میں سیدنا عثمان غنی کے متعلق لوگوں کی زبان پر علانیہ شکایتیں آنے لگیں اور جا بجا خلیفہ وقت کی نسبت سرگوشیاں ہونی شروع ہوئیں' یہ رنگ دیکھ کر ابو اسید ساعدی' کعب بن مالک اور حسان بن ثابت وغیرہ بعض حضرات مدینہ میں لوگوں کو طعن تشنیع سے روکتے اور اطاعت خلیفہ کی تاکید کرتے تھے' مگر لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا' یہ وہ زمانہ تھا کہ عبداللہ بن سبا کے ایجنٹ تمام ممالک اسلامیہ اور تمام بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں پہنچ چکے تھے' اور اس کے متبعین ہر جگہ پیدا ہو چکے تھے۔

ممالک اسلامیہ میں طاقت کے اعتبار سے آج کل پانچ بڑے بڑے مرکز تھے' مدینہ تو دارالخلافہ تھا اور شروع ہی سے وہ اسلامی طاقت و شوکت کا منبع و مرکز رہا تھا' کوفہ اور بصرہ دونوں فوجی چھاؤنیاں یا لشکری لوگوں اور جنگ جو عربی قبائل کی بستیاں تھیں' اور دونوں مقاموں پر اسلامی طاقت اس قدر موجود تھی کہ تمام ایرانی صوبوں پر جیحون کے پار ترکستان تک اور آرمینیا تک و جارجیہ کے صوبوں اور بحراخضر و بحراسود کے ساحلوں تک کوفہ و بصرہ کا رعب طاری تھا' فسطاط یا قاہرہ بھی فوجی چھاؤنی تھی اور مصر کے علاوہ طرابلس و فلسطین تک اس کا اثر پڑتا تھا' دمشق تمام ملک شام کا دارالصدر تھا' یہاں بھی مسلمانوں کی اس قدر فوجی طاقت موجود تھی کہ قیصر روم اس طاقت سے خائف تھا اور جب کبھی دمشقی فوج کا قیصری فوج سے مقابلہ ہوا' رومیوں نے ہمیشہ شکست ہی کھائی۔

عبداللہ بن سبا شروع ہی میں ان پانچوں مرکزوں کی اہمیت محسوس کر چکا تھا' اور اس کو معلوم تھا کہ ان کے سوا کوئی چھٹا مقام ایسا نہیں ہے جہاں مسلمانوں کی فوجی طاقت اور عربوں کی جنگ جو جمعیت ان میں سے کسی مقام کے برابر موجود ہو' لہذا وہ سب سے پہلے مدینہ منورہ میں آیا' یہاں سے وہ بصرہ پہنچا' بصرہ سے کوفہ' کوفہ سے دمشق اور دمشق سے مصر پہنچا۔

دمشق میں اس کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کم کامیابی ہوئی' باقی ہر جگہ وہ کامیابی کے ساتھ لوگوں کے خیالات کو خراب کرتا اور چھوٹی یا بڑی ایک جماعت بناتا اور اپنے راز دار و شریک کار ایجنٹ ہر مقام پر چھوڑتا گیا' دمشق میں بھی اس نے اتنا کام ضرور کیا کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے فائدہ اٹھا کر لوگوں میں اس خیال کو پھیلایا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ سچ کہتے تھے' اور وہ راستی پر تھے' کیونکہ بیت المال کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کا مال بتا کر اس پر اپنا قبضہ کرنا اور اپنے زیر تصرف رکھنا چاہا ہے' حالانکہ وہ مسلمانوں کا مال ہے اور سارے مسلمان اس میں شریک ہیں اور انہیں میں اس کو تقسیم کر دینا چاہیے' اسی سلسلہ میں اس نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی مورد الزام ٹھہرایا اور لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکایا' ان کے بعد عبداللہ بن سبا سیدنا ابوالدرداء کی خدمت میں حاضر ہوا اور نہایت احتیاط و قابلیت کے ساتھ اپنے فاسد خیالات ان کی خدمت میں پیش کرنے شروع کئے' انہوں نے عبداللہ بن سبا کی باتیں سن کر صاف طور پر کہہ دیا کہ مجھ کو تو تم یہودی معلوم ہوتے ہو اور اسلام کے پردے میں مسلمانوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہو' وہاں جب اس کی دال نہ گلی تو وہ سیدنا عبادہ بن صامت کی خدمت میں پہنچا' انہوں نے جب اس کے خیالات سنے اور اس کی باتوں سے اس کا اندازہ کیا تو فوراً اس کو پکڑ لیا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے کر جا کر کہا کہ مجھ کو تو یہ شخص وہی معلوم ہوتا ہے جس نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو بہکایا اور تم سے لڑا دیا ہے' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس کو دمشق سے نکلوا دیا تھا اور وہ وہاں سے مصر کی طرف جا کر مصروف کار اور

اپنی سازشی تدابیر کا جال پھیلانے میں مصروف ہو گیا تھا۔
جب ممالک محروسہ کے ہر گوشہ سے مدینہ منورہ میں خطوط آنے لگے اور خود دارالخلافہ میں شورش کے سامان پیدا ہوئے، تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ کے بعض اکابر آئے اور ان کو توجہ دلائی کہ اپنے عاملوں کی خبر لیں، اور لوگوں کی شکایتوں کو دور کریں، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی جماعت میں سے چند معتبر و معتمد حضرات کو منتخب کر کے ہر ایک صوبہ کی طرف ایک ایک آدمی بھیجا کہ اصل حالات معلوم کر کے آئیں اور یہاں آ کر بیان کریں، چنانچہ محمد بن مسلمہ کوفہ کی جانب، اسامہ بن زید بصرے کی جانب، عبداللہ بن عمر شام کی جانب روانہ ہوئے، اسی طرح ہر ایک چھوٹے یا بڑے صوبے کی طرف ایک ایک تفتیش کنندہ روانہ ہوا، چند روز کے بعد سب نے بیان کیا کہ ہم نے تو عاملوں اور والیوں میں کسی قسم کی کوئی برائی نہیں دیکھی، سب اپنے اپنے علاقے میں پوری توجہ اور کوشش کے ساتھ مصروف کار ہیں، اور کوئی خلاف شرع حرکت بھی ان سے سرزد نہیں ہوتی، نہ رعایا میں سے کوئی شریف و ذی عقل شخص ان کا شاکی ہے، یہ کیفیت اہل مدینہ نے سنی اور قدرے ان کی تسکین ہوئی، لیکن چند ہی روز کے بعد پھر وہی کیفیت پیدا ہو گئی، اب یہ وہ زمانہ تھا کہ حج کا موسم قریب آ گیا تھا، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ایک منشور عام ہر شہر و قصبے میں عام رعایا کے نام اس مضمون کا بھیجا کہ
''میرے پاس اس قسم کی خبریں پہنچ رہی ہیں کہ میرے عاملوں سے رعایا کو کچھ نقصان پہنچ رہا ہے اور وہ ظلم و ستم کا برتاؤ کرتے ہیں لہٰذا میں نے تمام عاملوں کے پاس احکام روانہ کر دیئے ہیں کہ وہ اس مرتبہ حج میں ضرور شریک ہوں، پس جس شخص کو میرے کسی عامل سے کچھ شکایت ہو وہ حج کے موقعہ پر آ کر اپنی شکایت میرے سامنے پیش کرے اور اپنا حق مجھ سے یا میرے عامل سے بعد تصدیق وصول کر لے''۔

»في هذه السنة تكاتب نفر من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، وغيرهم بعضهم إلى بعض :أن اقدموا فإن الجهاد عندنا، وعظم الناس على عثمان ونالوا منه، وليس أحد من الصحابة ينهى ولا يذب إلا نفر، منهم: زيد بن ثابت، وأبو أسيد الساعدي، وكعب بن مالك، وحسان بن ثابت، فاجتمع الناس فكلموا علي بن أبي طالب، فدخل على عثمان فقال له :الناس ورائي وقد كلموني فيك، والله ما أدري ما أقول لك ولا أعرف شيئا تجهله ولا أدلك على أمر لا تعرفه، إنك لتعلم ما أعلم، ما سبقناك إلى شيء فنخبرك عنه، ولا خلونا بشيء فنبلغكه، وما خصصنا بأمر دونك، وقد رأيت وصحبت رسول الله صلى الله عليه وسلم وسمعت منه ونلت صهره، وما ابن أبي قحافة بأولى بعمل الحق منك، ولا ابن الخطاب بأولى بشيء من الخير منك، وأنت أقرب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم رحما، ولقد نلت من صهر رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لم ينالاه، وما سبقاك إلى شيء، فالله الله في نفسك، فإنك والله ما تبصر من عمى ولا تعلم من جهالة، وإن الطريق لواضح بين، وإن أعلام الدين لقائمة. اعلم يا عثمان أن أفضل عباد الله إمام عادل هدى وهدى، فأقام سنة معلومة وأمات بدعة متروكة، فوالله إن كلا لبين، وإن السنن لقائمة لها أعلام، وإن البدع لقائمة لها أعلام، وإن شر الناس عند الله إمام جائر ضل وأضل، فأمات سنة معلومة وأحيا بدعة متروكة، وإني أحذرك الله وسطواته ونقماته، فإن عذابه شديد أليم، وأحذرك أن تكون إمام هذه الأمة الذي يقتل فيفتح عليها القتل والقتال إلى يوم القيامة، ويلبس أمورها

عليها ويتركها شيعا لا يبصرون الحق لعلو الباطل، يموجون فيها موجا، ويمرجون فيها مرجا.
فقال عثمان: قد علمت والله ليقولن الذي قلت، أما والله لو كنت مكاني ما عنفتك ولا أسلمتك ولا عبت عليك ولا جئت منكرا، أن وصلت رحما وسددت خلة وآويت ضائعا، ووليت شبيها بمن كان عمر يولي. أنشدك الله يا علي هل تعلم أن المغيرة بن شعبة ليس هناك؟ قال: نعم. قال: فتعلم أن عمر ولاه؟ قال: نعم. قال: فلم تلمني أن وليت ابن عامر في رحمه وقرابته؟ قال علي: إن عمر كان يطأ على صماخ من ولي إن «بلغه عنه حرف جلبه، ثم بلغ به أقصى العقوبة وأنت لا تفعل، ضعفت ورققت على أقربائك. قال عثمان: وهم أقرباؤك أيضا! قال: أجل، إن رحمهم مني لقريبة، ولكن الفضل في غيرهم. قال عثمان: هل تعلم أن عمر ولى معاوية؟ فقد وليته. فقال علي: أنشدك الله، هل تعلم أن معاوية كان أخوف لعمر من يرفأ، غلام عمر، له؟ قال: نعم. قال علي: فإن معاوية يقتطع الأمور دونك ويقول للناس هذا أمر عثمان، وأنت تعلم ذلك فلا تغير عليه.
ثم خرج علي من عنده، وخرج عثمان على أثره فجلس على المنبر ثم قال: أما بعد فإن لكل شيء آفة ولكل أمر عاهة، وإن آفة هذه الأمة وعاهة هذه النعمة عيابون طعانون يرونكم ما تحبون ويسترون عنكم ما تكرهون، يقولون لكم ويقولون، أمثال النعام يتبعون أول ناعق، أحب مواردهم إليهم البعيد، لا يشربون إلا نغصا ولا يردون إلا عكرا، [لا] يقوم لهم رائد وقد أعيتهم الأمور، ألا فقد والله عبتم علي ما أقررتم لابن الخطاب بمثله، ولكنه وطئكم برجله وضربكم بيده وقمعكم بلسانه، فدنتم له على ما أحببتم و كرهتم، ولنت لكم وأوطأتكم كتفي و كففت يدي ولساني عنكم، فاجترأتم علي. أما والله لأنا أعز نفرا وأقرب ناصرا وأكثر عددا وأحرى، إن قلت هلم أتي إلي، ولقد عددت لكم أقرانا، وأفضلت عليكم فضولا، و كشرت لكم عن نابي، وأخرجتم مني خلقا لم أكن أحسنه ومنطقا لم أنطق به، فكفوا عني ألسنتكم وعيبكم وطعنكم على ولاتكم، فإني كففت عنكم من لو كان هو الذي يكلمكم لرضيتم منه بدون منطقي هذا. ألا فما تفقدون من حقكم؟ والله ما قصرت عن بلوغ ما بلغ من كان قبلي، ولم تكونوا تختلفون عليه.
فقام مروان بن الحكم فقال: إن شئتم حكمنا والله ما بيننا وبينكم السيف، نحن وأنتم والله كما قال الشاعر:

فرشنا لكم أعراضنا فنبت بكم ... معارسكم تبنون في دمن الثرى

فقال عثمان: اسكت لا سكت، دعني وأصحابي، ما منطقك في هذا! ألم أتقدم إليك أن لا تنطق؟ فسكت مروان ونزل عثمان. (عن المنبر، فاشتد قوله على الناس وعظم وزادت تألبهم عليه).

»الكامل في التاريخ - ت تدمري« (522/2):

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا فرمان

ایک ایک حکم ہر ایک عامل کے نام بھی پہنچ گیا کہ ضرور شریک حج ہونا چاہیے چنانچہ عبداللہ بن سعد والی مصر' معاویہ ابن ابی سفیان والی شام' عبداللہ بن عامر وغیرہ تمام عمال مکہ معظمہ میں حج کے موقعہ پر جمع ہو گئے' عبداللہ بن سبا کی تجویز کے موافق لوگ ہر ایک صوبے اور ہر ایک مرکز سے روانہ ہوئے اور وہ بجائے اس کے کہ مکہ معظمہ میں آتے' مدینہ منورہ میں آ کر جمع ہو گئے' حج کے ایام میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اعلان کرایا کہ تمام عامل موجود رہیں جس کا جی چاہے آ کر اپنی شکایت پیش کرے' مگر کوئی شخص کسی عامل کی شکایت لے کر نہ آیا۔

خلیفہ وقت کی مجلس میں جو لوگ موجود تھے وہ اس فساد و فتنے کے مٹانے کی نسبت باہم مشورہ کرنے لگے اور اس طرح ان کی باتوں نے طول کھینچا' سیدنا عثمان غنی نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ فتنہ تو ضرور برپا ہونے والا ہے اور اس کا دروازہ عنقریب کھل جائے گا' میں یہ نہیں چاہتا کہ فتنے کے اس دروازے کے کھولنے کا الزام مجھ پر عائد ہو' خدائے تعالیٰ خوب آگاہ ہے کہ میں نے لوگوں کے ساتھ سوائے بہتری اور بھلائی کے اور کچھ نہیں کیا'' اس کے بعد سب خاموش ہو گئے اور حج سے فارغ ہو کر خلیفہ وقت مدینہ منورہ میں آ گئے یہاں آ کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو باہر سے آئے تھے ایک جلسہ میں طلب کیا' اور اسی جلسہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ' سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی بلوایا' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مکہ سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ آئے تھے اور وہ بھی اس وقت موجود تھے' اس مجلس میں سب سے پہلے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حمد و نعت کے بعد کہا کہ

''آپ سب حضرات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور صاحب حل و عقد ہیں اور اس امت کے سرپرست ہیں' آپ حضرات نے اپنے دوست یعنی عثمان غنی کو بلا رو رعایت خلیفہ منتخب کیا' اب وہ بوڑھے ہو گئے ہیں' ان کی نسبت قسم قسم کی باتیں لوگوں کی زبان پر جاری ہیں' آپ لوگوں نے اس معاملہ میں اگر کوئی فیصلہ کیا ہے' تو اس کو ظاہر کیجئے میں جواب دینے کے لیے تیار ہوں' ہاں یہ بھی بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کسی کو خلافت و امارت کی طمع ہو تو یاد رکھو کہ تم لوگ سوائے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کے اور کچھ نہ حاصل کر سکو گے''۔

اس تقریر کے آخری فقرے کو سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جھڑک دیا' وہ بیٹھ گئے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے' انہوں نے فرمایا کہ

''اس میں شک نہیں کہ سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق نے خلیفہ ہو کر احتیاط اور احتساب کی وجہ سے اپنے عزیز و اقارب کی مطلق بات نہ پوچھی' حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رشتہ داروں کا لحاظ فرماتے' اور ان کو مدد دیتے تھے' میرے عزیز و اقارب غریب لوگ ہیں' میں ان کے ساتھ سلوک کرتا ہوں' اگر تم اس کو ناجائز ثابت کر دو' تو میں اس طرز عمل سے دست کش ہونے کو تیار ہوں''۔

اعتراض و جواب

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہیں تک فرمایا تھا' کہ ایک شخص نے اٹھ کر اعتراض کیا' کہ آپ اپنے رشتہ داروں کو ناجائز طور پر مال دیتے ہیں مثلاً عبداللہ بن سعد کو آپ نے تمام مال غنیمت بخش دیا' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اس کو مال غنیمت کے خمس میں سے صرف پانچواں حصہ دیا ہے' مجھ سے پہلے خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی میں بھی اس کی مثال موجود ہیں۔

اس کے بعد ایک اور شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ تم نے اپنے عزیز و اقارب کو امارتیں اور حکومتیں دے رکھی ہیں مثلاً معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان کو تمام ملک شام پر امیر بنا رکھا ہے' بصرے کی امارت سے ابوموسیٰ اشعری کو معزول کر کے ان کی جگہ عبداللہ بن عامر کو امیر بنایا' کوفہ کی امارت سے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو جدا کر کے ولید بن عقبہ کو اور اس کے بعد سعید بن العاص کو امیر بنایا' یہ سن کر سیدنا عثمان نے جواب دیا کہ جن لوگوں کو میں نے امارتیں دے رکھی ہیں وہ میرے اقارب نہیں ہیں' اور وہ اپنے عہدوں کے کام کو بحسن وخوبی انجام دینے کی قابلیت رکھتے ہیں' اگر وہ آپ لوگوں کی رائے میں امارت کے قابل نہیں اور مجھ پر ان کی بے جا رعایت کا الزام عائد ہوتا ہے تو میں ان لوگوں کی جگہ دوسروں کو مقرر کرنے کے لیے تیار ہوں' چنانچہ میں نے سعید بن العاص کو ان کی امارت سے جدا کر کے ابوموسیٰ اشعری کو کوفہ کا گورنر بنا دیا ہے۔

اس کے بعد ایک شخص نے کہا کہ تم نے بلا استحقاق اور نا قابل رشتہ داروں کو امارتیں دی ہیں جو ان امارتوں کے اہل نہ تھے مثلاً عبداللہ بن عامر ایک نوجوان شخص ہیں' ان کو والی نہیں بنانا چاہیے تھا۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ عبداللہ بن عامر عقل وفراست' دین داری وقابلیت میں خاص طور پر ممتاز ہے' محض نوجوان ہونا کوئی عیب کی بات نہیں ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زید کو صرف ۱۷ سال کی عمر میں کیوں امیر بنایا تھا۔

اس کے بعد ایک اور شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ آپ کو اپنے کنبے والوں سے بڑی محبت ہے' آپ ان کو بڑے بڑے عطیات دیتے ہیں' سیدنا عثمان نے جواب دیا کہ اہل خاندان سے محبت کا ہونا کوئی گناہ نہیں ہے' میں ان کو اگر عطیات دیتا ہوں تو بیت المال سے نہیں' بلکہ اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں' بیت المال سے تو میں نے اپنے خرچ کے لیے بھی ایک کوڑی نہیں لی' اپنے رشتہ دار کے لیے بلا استحقاق کیسے لے سکتا تھا' اپنے ذاتی مال کا مجھ کو اختیار ہے جس کو چاہوں دوں۔

اس کے بعد ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا کہ تم نے چراگاہ کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے'

سیدنا عثمان غنی نے جواب دیا' کہ میں جب خلیفہ منتخب ہوا تھا' تو مدینہ میں مجھ سے زیادہ نہ کسی کے اونٹ تھے نہ بکریاں' لیکن آج کل میرے پاس صرف دو اونٹ ہیں جو صرف حج کی سواری کے لیے رکھ لیے ہیں' میں ان کو چرائی پر بھی نہیں بھیجتا' البتہ بیت المال کے اونٹوں کی چراگاہ ضرور مخصوص ہے اور وہ میرے زمانہ میں نہیں' بلکہ پہلے سے مخصوص چلی آتی ہے' اس کا مجھ پر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

پھر ایک شخص نے کہا' کہ تم یہ بتاؤ کہ تم نے منیٰ میں پوری نماز کیوں پڑھی' حالانکہ قصر کرنی چاہیے تھی' سیدنا عثمان غنی نے جواب دیا کہ میرے اہل وعیال مکہ میں مقیم تھے' لہٰذا میرے لیے نماز کا قصر نہ کرنا جائز تھا۔

غرض اس قسم کے اعتراضات سر مجلس لوگوں نے کیے اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہر ایک کا کافی وشافی جواب دیا' اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا اور لوگ خاموشی کے ساتھ اٹھ کر منتشر ہو گئے' سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کی طرف سے لوگوں کے ساتھ نرمی کا ضرورت سے زیادہ اظہار ہو رہا ہے' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ طریقہ نہیں تھا' ان سے سینکڑوں کوس کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے عامل ان کے پیش خدمت غلام سے بھی زیادہ ڈرتے اور خائف رہتے تھے' لوگوں کے ساتھ نرمی صرف اسی حد

تک برتنی چاہیے جہاں تک کہ فتنہ وفساد کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو‘ آپ جن لوگوں کو جانتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کو قتل نہیں کرا دیتے‘ سیدنا عثمان غنی نے سیدنا عمرو کے اس مشورے کو سنا اور خاموش ہو گئے۔

۳۵ھ کے واقعات

مدینہ منورہ میں جو صوبوں کے والی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ معظمہ میں آئے تھے وہ سب یکے بعد دیگرے اپنے اپنے صوبوں کی طرف رخصت ہو گئے آخر میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی رخصت ہونے کے لیے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھ کو اندیشہ معلوم ہوتا ہے کہ کہیں آپ پر حملہ نہ ہو اور آپ اس کی مدافعت نہ کر سکیں‘ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ میرے ساتھ ملک شام کی جانب چلیں‘ وہاں تمام اہل شام میرے فرماں بردار اور شریک کار ہیں‘ سیدنا عثمان غنی نے جواب دیا کہ میں کسی حالت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب وہمسائیگی ترک نہیں کر سکتا‘ یہ سن کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا آپ اجازت دیجئے کہ میں ایک زبردست لشکر ملک شام سے آپ کی حفاظت کے لیے یہاں بھیج دوں کہ وہ مدینہ میں مقیم رہے‘ سیدنا عثمان نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوسیوں یعنی مدینہ والوں کو تنگ کرنا نہیں چاہتا‘ یہ سن کر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ضرور دھوکا کھائیں گے‘ سیدنا عثمان غنی اس کے جواب میں حسبی اللہ ونعم الوکیل کہہ کر خاموش ہو گئے‘ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پھر وہاں سے اٹھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ‘ طلحہ رضی اللہ عنہ‘ زبیر رضی اللہ عنہ کی خدمتوں میں حاضر ہوئے اور بوقت ضرورت عثمان غنی کی امداد کرنے کی سفارش وفرمائش کر کے شام کی جانب روانہ ہو گئے۔

عبداللہ بن سبا کی سازش:

عبداللہ بن سبا نے مصر میں بیٹھے بیٹھے اپنے تمام انتظامات خفیہ طور پر مکمل کر لیے تھے اور سیدنا عمار بن یاسر اور ورقا بن رافع انصاری جیسے صحابیوں کو بھی اس نے اپنے دام تزویر میں لے لیا تھا‘ لیکن اس کی اصل تحریک اور مقصود حقیقی کا حال سوائے اس کے چند خاص الخاص مسلم نما یہودیوں کے اور کسی کو معلوم نہ تھا‘ بظاہر اس نے حب علی اور حب اہل بیت کو خلافت عثمانی کے درہم برہم کرنے کے لیے ایک ذریعہ بنایا تھا‘ مذکورہ بالا فوجی مقاموں سے بہت سے سادہ لوح عرب اس کے فریب میں آ چکے تھے‘ چنانچہ عبداللہ بن سبا کی تحریک و اشارے کے موافق ہر ایک مقام پر مہم عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے لوگوں نے تیاریاں کیں‘ ہر مقام اور ہر گروہ کے آدمی اس بات پر تو متفق تھے کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معزول یا قتل کر دیا جاوے لیکن ان کے بعد کس کو خلیفہ بنایا جائے اس میں اختلاف تھا‘ کوئی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا نام لیتا تھا‘ کوئی سیدنا زبیر بن العوام کو بہتر سمجھتا اور کوئی سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لیے سب سے موزوں سمجھتا تھا۔

چونکہ عبداللہ بن سبا کو اسلام سے کوئی ہمدردی تو تھی ہی نہیں‘ اس کا مقصد سیدنا عثمان غنی کی مخالفت تھی‘ لہذا اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حمایت ومحبت کے بہانے کو اس موقعہ پر زیادہ استعمال کرنا ترک کر دیا‘ اور لوگوں کو آئندہ خلیفہ کے انتخاب میں مختلف الخیال دیکھ کر ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

فتنہ پرداز قافلوں کی روانگی

سب سے پہلے ایک ہزار آدمیوں کا ایک قافلہ یہ مشہور کر کے کہ ہم حج ادا کرنے جاتے ہیں مصر سے روانہ ہوا' اس قافلہ میں عبدالرحمن بن عدیس' کنانہ بن بشر لیثی' سودان بن حمران وغیرہ بھی شامل تھے۔ اس قافلہ کا سردار غافقی بن حرب عکی تھا' تجویز یہ کی گئی تھی کہ مصر سے یہ ایک ہزار آدمی سب کے سب ایک ہی مرتبہ روانہ نہ ہوں' بلکہ مختلف اوقات میں یکے بعد دیگرے چار چھوٹے چھوٹے قافلوں کی شکل میں روانہ ہوں اور آگے کئی منزل کے بعد سب مل کر ایک قافلہ بن جائیں' چنانچہ ایسی ہی ہوا۔

ایک ہزار کا قافلہ مقام کوفہ سے مالک اشتر کی سرداری میں اسی اہتمام کے ساتھ یعنی چار حصوں میں منقسم ہو کر روانہ ہوا' اس قافلہ میں زید بن سوحان عبدی' زیاد بن النضر حارثی' عبداللہ بن الاصم عامری بھی شامل تھے۔

اسی طرح ایک ہزار کا قافلہ حرقوص بن زہیر سعدی کی سرداری میں بصرہ سے روانہ ہوا جس میں حکیم بن جبلہ عبدی' بشیر بن شریح قیسی وغیرہ شامل تھے۔

یہ تمام قافلے ماہ شوال ۳۵ھ میں اپنے اپنے شہروں سے روانہ ہوئے اور سب نے یہ مشہور کیا کہ ہم حج ادا کرنے جاتے ہیں' ان سب نے آپس میں پہلے ہی سے یہ تجویز پختہ کر لی تھی کہ اس مرتبہ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ضرور معزول یا قتل کریں گے' اپنے اپنے مقاموں سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر روانہ ہوئے' پھر سب یکجا ہوئے' اس کے بعد چند منزلیں طے کر کے تینوں صوبوں کے قافلے مل کر ایک ہو گئے اور سب کے سب مل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے' جب مدینہ منورہ تین منزل کے فاصلے پر رہ گیا تو وہ لوگ جو طلحہ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے آگے بڑھ کر ذوحشب میں ٹھہر گئے' جو لوگ زبیر بن العوام کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے مقام اعوص میں آ کر مقیم ہو گئے اور جو لوگ سیدنا علی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے وہ ذوالمروہ میں مقیم ہو گئے۔

طلحہ کے حامیوں میں زیادہ تعداد بصرہ کے لوگوں کی تھی' زبیر بن العوام کے طرف داروں میں زیادہ تعداد کوفہ کے لوگوں کی تھی' جو لوگ سیدنا علی کو خلیفہ بنانا چاہتے ان میں زیادہ تر مصر کے لوگ شامل تھے۔

زیاد بن النضر اور عبداللہ بن الاصم نے ان تمام بلوائیوں سے کہا کہ تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو جلدی نہ کرو' ہم پہلے مدینہ میں داخل ہو کر اہل مدینہ کی حالت معلوم کر آئیں' کیوں کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ مدینہ والوں نے بھی جنگی تیاری کی ہے' اگر یہ خبر صحیح ہے تو پھر ہم سے کچھ نہ ہو سکے گا' تمام بلوائی یہ سن کر خاموش ہو گئے' اور یہ دونوں مدینہ میں داخل ہوئے' مدینہ میں پہنچ کر یہ دونوں سیدنا علی' طلحہ' زبیر اور امہات المومنین سے ملے اور ان سے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا' ان سبھوں نے ان کو ملامت کی اور واپس جانے کا حکم دیا۔

اس جگہ یہ بات خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کے جو آدمی مدینہ منورہ میں موجود تھے' انہوں نے سیدنا علی' سیدنا طلحہ' سیدنا زبیر اور امہات المومنین کے نام سے بہت سے خطوط لکھ لکھ کر کوفہ' مصر و بصرہ کے ان لوگوں کے نام روانہ کئے جو ان بزرگوں کے نام سے عقیدت رکھتے اور عبداللہ بن سبا کے دام تزویر میں پورے اور یقینی طور پر نہیں پھنسے تھے' ان خطوط میں لکھا گیا تھا کہ سیدنا عثمان اب اس قابل نہیں رہے کہ ان کو تخت خلافت پر متمکن رہنے دیا جائے' مناسب یہی ہے اور امت مسلمہ کی فلاح اسی میں مضمر ہے کہ اس آنے والے ماہ ذی الحجہ

میں اس ضروری کام کو سرانجام دے دیا جائے' یہی وجہ تھی کہ یہ تینوں قافلے مدینہ منورہ میں ہر قسم کا فساد مچانے اور کشت وخون کرنے کے ارادے سے آئے تھے' ورنہ تین ہزار آدمیوں کا کیا حوصلہ تھا کہ وہ اس مدینۃ النبی پر تصرف کرتے اور زبردستی اپنے ارادے پورے کرانے کے عزم سے آتے' جس مدینہ پر جنگ احزاب کے کثیر التعداد کفار دخل نہ پاسکے تھے ان بلوائیوں کو یہی شیری اور دلیری تھی کہ مدینہ کے اکابر سب ہماری حمایت پر آمادہ ہیں اور ہم جو کچھ کریں گے گویا ان ہی کے منشا کو پورا کریں گے۔

مدینہ میں جب ہر ایک بزرگ نے ان کی آمد کو نامناسب قرار دیا' اور انہوں نے مدینہ میں کسی قسم کی مستعدی وجنگی تیاری بھی نہ دیکھی تو انہوں نے ان بزرگوں کی مخالفت رائے کو مصلحت اندیشی پر محمول کیا اور واپس جا کر تمام بلوائیوں کے نمائندوں اور سرداروں کو جمع کیا اور مدینہ والوں کی طرف سے اطمینان دلا کر یہ تجویز پیش کی سرداران مصر جن میں زیادہ تر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حامی ہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس' بصرہ والے طلحہ کے پاس اور کوفہ والے زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں' چنانچہ یہ لوگ مدینہ میں داخل ہو کر تینوں حضرات کی خدمت میں الگ الگ حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو کسی طرح پسند نہیں کرتے' آپ ہم سے بیعت خلافت لے لیں' ہر ایک بزرگ سے بیعت لینے کی فرمائش کی گئی' اور ہر ایک نے سختی کے ساتھ انکار کیا' جب انکار دیکھا تو مصر والوں نے سیدنا علی سے کہا کہ ہمارے یہاں کا عامل عبداللہ بن سعد چونکہ ظالم ہے' ہم اس کو معزول کرائے بغیر تو مدینہ سے ہرگز نہ جائیں گے۔

بلوائیوں کے ان سرداروں کے اصرار اور جرات کو دیکھ کر اور مناسب وقت سمجھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اصحاب کرام نے سیدنا عثمان کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ دیا کہ ان بلوائیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی یہاں سے ٹال دو' اور ان کی ضد پوری کردو' یعنی عبداللہ بن سعد کو مصر کی امارت سے معزول کردو' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ پھر کس کو مصر کا عامل تجویز کیا جائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اور دوسرے صحابہ نے محمد بن ابی بکر کا نام لیا' وہ پہلے ہی سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حامی اور عبداللہ بن سبا کے فریب میں آئے ہوئے تھے' سیدنا عثمان غنی نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو مصر کی امارت کا فرمان لکھ کر دے دیا' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بلوائیوں کے سرداروں کو رخصت کیا اور کہا کہ جاؤ اب تمہاری ضد پوری ہوگئی' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی بہت کچھ سمجھا بجھا کر لوگوں کو رخصت کر دیا۔

تیسرے یا چوتھے روز کیا دیکھتے ہیں کہ باغیوں کی ساری کی ساری جماعت تکبیر کے نعرے بلند کرتی ہوئی مدینہ میں داخل ہوئی اور سیدنا عثمان کے گھر کا محاصرہ کر لیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم لوگ تو یہاں سے چلے گئے تھے' پھر کیسے واپس آ گئے' انہوں نے کہا کہ خلیفہ نے ایک خط اپنے غلام کے ہاتھ عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس مصر کی جانب روانہ کیا تھا کہ ہم جب وہاں پہنچیں تو وہ ہم کو قتل کر دے' ہم نے وہ خط راستہ میں پکڑ لیا ہے' اس کو لے کر آئے ہیں' ساتھ ہی مصری وکوفی قافلے بھی واپس آ گئے ہیں کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ رنج وراحت میں شرکت کریں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ یہ تم لوگوں کی سازش ہے اور تمہاری نیت نیک نہیں ہے' ان لوگوں نے کہا خیر جو کچھ بھی ہو اس خلیفہ کو قتل کرنا ضروری ہے' آپ اس کام میں ہماری امداد کریں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے برہم ہو کر فرمایا کہ میں بھلا تمہاری مدد کیسے کر سکتا

ہوں' یہ سن کر ان لوگوں نے کہا کہ پھر آپ نے ہم کو لکھا کیوں تھا؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے کبھی تم کو کچھ بھی نہیں لکھا' یہ سن کر وہ آپس میں حیرت کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے بعد مدینہ سے باہر مقام احجار الزیت میں تشریف لے گئے' اور بلوائیوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو تنگ کرنا شروع کیا۔

اب تک بلوائی لوگ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے تھے' اب انہوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی اور دوسرے لوگوں کو بھی زبردستی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکنا شروع کیا۔ سیدنا عثمان غنی نے یہ رنگ اور مدینہ کی گلیوں کو بلوائیوں سے پر دیکھ کر مختلف ممالک کے والیوں کو خطوط لکھے اور امداد طلب کی' یا یہ خبریں خود بخود ہی ان ممالک میں پہنچیں چنانچہ مصر' شام' کوفہ' بصرہ سے نیک دل لوگوں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے مدینہ کی طرف لوگوں کو روانہ ہونے اور خلیفہ وقت کی مدد کرنے کی ترغیب دی۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ فہری کو اور عبداللہ بن سعد نے معاویہ بن حدیج کو روانہ کیا' کوفہ سے قعقاع بن عمرو ایک جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے' اسی طرح بصرے سے بھی ایک جمعیت روانہ ہوئی' ان خبروں کے پہنچنے اور ان امدادی جمعیتوں کے روانہ ہونے میں ضرور کچھ نہ کچھ تامل واقع ہوا' کیوں کہ ان میں سے کوئی بھی سیدنا عثمان غنی کی شہادت سے پہلے مدینہ میں نہ پہنچ سکا' سب نے راستے ہی میں واقعہ شہادت کا حال سنا اور راستے ہی سے اپنے اپنے صوبوں کی طرف واپس روانہ ہو گئے۔

تیس دن تک حالت محاصرہ میں سیدنا عثمان غنی نمازوں کے لیے مسجد میں آتے رہے' اس کے بعد بلوائیوں نے ان کا گھر سے نکلنا اور گھر میں پانی کا جانا بند کر دیا' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ہر چند کہا کہ تم عینی شاہد پیش کرو کہ میں نے یہ خط لکھا ہے' جس کو تم نے بہانہ بنایا ہے یا مجھ سے قسم لے لو' مجھ کو اس کا کوئی علم نہیں ہے' بلوائیوں نے کسی کی کوئی معقول بات پھر سنی نہ پسند نہ کی' ایک عام افراتفری اور ہلچل کا زمانہ تھا' سیدنا عثمان غنی پر بلوائیوں نے پانی کا جانا بند کیا تو ان کو بڑی تکلیف ہوئی' پھر ایک ہمسایہ کے ذریعہ پوشیدہ طور پر پانی گھر میں پہنچتا رہا۔

»قيل :في هذه السنة كان مسير من سار من أهل مصر إلى ذي خشب، ومسير من سار من أهل العراق إلى ذي المروة.

وكان سبب ذلك أن عبد الله بن سبأ كان يهوديا، وأسلم أيام عثمان، ثم تنقل في الحجاز ثم بالبصرة ثم بالكوفة ثم بالشام يريد إضلال الناس، فلم يقدر منهم على ذلك، فأخرجه أهل الشام، فأتى مصر فأقام فيهم وقال لهم :العجب ممن يصدق أن عيسى يرجع، ويكذب أن محمدا يرجع، فوضع لهم الرجعة، فقبلت منه، ثم قال لهم بعد ذلك :إنه كان لكل نبي وصي، وعلي وصي محمد، فمن أظلم ممن لم يجز وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم ووثب على وصيه، وإن عثمان أخذها بغير حق، فانهضوا في هذا الأمر وابتدءوا بالطعن على أمرائكم، وأظهروا الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر تستميلوا به الناس.

وبث دعاته، وكاتب من استفسد في الأمصار وكاتبوه، ودعوا في السر إلى ما هو عليه رأيهم، وصاروا يكتبون إلى الأمصار بكتب يضعونها في عيب ولاتهم، ويكتب أهل كل مصر منهم إلى مصر آخر بما يصنعون، حتى تناولوا

بذلك المدينة وأوسعوا بذلك الأرض إذاعة، فيقول أهل كل مصر: إنا لفي عافية مما ابتلي به هؤلاء، إلا أهل المدينة فإنهم جاءهم ذلك عن جميع الأمصار، فقالوا: إنا لفي عافية مما فيه الناس. فأتوا عثمان فقالوا: يا أمير المؤمنين أيأتيك عن الناس الذي يأتينا؟ فقال: ما جاءني إلا السلامة وأنتم شركائي وشهود المؤمنين، فأشيروا علي. قالوا: نشير عليك أن تبعث رجالا ممن تثق بهم إلى الأمصار حتى يرجعوا إليك بأخبارهم. فدعا محمد بن مسلمة فأرسله إلى الكوفة، وأرسل أسامة بن زيد إلى البصرة وأرسل عمار بن ياسر إلى مصر، وأرسل عبد الله بن عمر إلى الشام، وفرق رجالا سواهم، فرجعوا جميعا قبل عمار فقالوا: ما أنكرنا شيئا أيها الناس ولا أنكره أعلام المسلمين ولا عوامهم. وتأخر عمار حتى ظنوا أنه قد اغتيل، فوصل كتاب من عبد الله بن أبي سرح يذكر أن عمارا قد استماله قوم وانقطعوا إليه، منهم: عبد الله بن السوداء، وخالد بن ملجم، وسودان بن حمران، وكنانة بن بشر.

فكتب عثمان إلى أهل الأمصار: [أما بعد] فإني آخذ عمالي بموافاتي كل موسم، وقد رفع إلى أهل المدينة أن أقواما يشتمون ويضربون، فمن ادعى شيئا من ذلك فليواف الموسم يأخذ حقه حيث كان مني أو من عمالي، أو تصدقوا فإن الله يجزي المتصدقين. فلما قرئ في الأمصار بكى الناس ودعوا لعثمان. وبعث إلى عمال الأمصار فقدموا عليه في الموسم: عبد الله بن عامر، وعبد الله بن سعد، ومعاوية، وأدخل معهم سعيد بن العاص وعمرا، فقال: ويحكم ما هذه الشكاية والإذاعة؟ إني والله لخائف أن تكونوا مصدوقا عليكم وما يعصب هذا إلا بي! فقالوا له: ألم تبعث؟ ألم يرجع إليك الخبر عن العوام؟ ألم يرجع رسلك ولم يشافههم أحد بشيء؟ والله ما صدقوا ولا بروا ولا نعلم لهذا الأمر أصلا، ولا يحل الأخذ بهذه الإذاعة! فقال: أشيروا علي. فقال سعيد: هذا أمر مصنوع يلقى في السر فيتحدث به الناس، ودواء ذلك طلب هؤلاء وقتل الذين يخرج هذا من عنده. وقال عبد الله بن سعد: خذ من الناس الذي عليهم إذا أعطيتم الذي لهم فإنه خير من أن تدعهم. وقال معاوية: قد وليتني فوليت قوما لا يأتيك عنهم إلا الخير، والرجلان أعلم بناحيتيهما، والرأي حسن الأدب. وقال عمرو: أرى أنك قد لنت لهم ورخيت عليهم وزدتهم على ما كان يصنع عمر، فأرى أن تلزم طريقة صاحبيك فتشتد في موضع الشدة، وتلين في موضع اللين.

فقال عثمان: قد سمعت كل ما أشرتم به علي، ولكل أمر باب يؤتى منه، إن هذا الأمر الذي يخاف على هذه الأمة كائن، وإن بابه الذي يغلق عليه ليفتحن فنكفكفه باللين والمؤاتاة إلا في حدود الله، فإن فتح فلا يكون لأحد على حجة حق، وقد علم الله أني لم آل الناس خيرا، وإن رحى الفتنة لدائرة، فطوبى لعثمان إن مات ولم يحركها. سكنوا الناس وهبوا لهم حقوقهم، فإذا تعوطيت حقوق الله فلا تدهنوا فيها. فلما نفر عثمان وشخص معاوية والأمراء معه واستقل على الطريق رجز به الحادي فقال:

قد علمت ضوامر المطي ... وضمرات عوج القسي

أن الأمير بعده علي ... وفي الزبير خلف رضي

[وطلحة الحامي لها ولي

فقال كعب : كذبت بل يلي بعده صاحب البغلة الشهباء - يعني معاوية - فطمع فيها من يومئذ.

فلما قدم عثمان المدينة دعا عليا وطلحة والزبير وعنده معاوية، فحمد الله معاوية ثم قال :أنتم أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم وخيرته من خلقه وولاة أمر هذه الأمة، لا يطمع فيه أحد غيركم، اخترتم صاحبكم عن غير غلبة ولا طمع، وقد كبر وولي عمره، ولو انتظرتم به الهرم لكان قريبا، مع أني أرجو أن يكون أكرم على الله أن يبلغه ذلك، وقد فشت مقالة خفتها عليكم فما عتبتم فيه من شيء، فهذه يدي لكم به، ولا تطمعوا الناس في أمركم، فوالله إن طمعوا فيه لا رأيتم منها أبدا إلا إدبارا.

قال علي :مالك ولذلك لا أم لك؟ قال :دع أمي فإنها ليست بشر أمهاتكم، قد أسلمت وبايعت النبي صلى الله عليه وسلم وأجبني عما أقول لك. فقال عثمان :صدق ابن أخي، أنا أخبركم عني وعما وليت، إن صاحبي اللذين كانا قبلي ظلما أنفسهما ومن كان منهما بسبيل احتسابا، وإن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعطي قرابته وأنا في رهط أهل عيلة وقلة معاش، فبسطت يدي في شيء من ذلك لما أقوم به فيه، فإن رأيتم ذلك خطأ فردوه فأمري لأمركم تبع. فقالوا :قد أصبت وأحسنت، قد أعطيت عبد الله بن خالد بن أسيد خمسين ألفا، وأعطيت مروان خمسة عشر ألفا. فأخذ منهما ذلك، فرضوا وخرجوا راضين.

وقال معاوية لعثمان :اخرج معي إلى الشام فإنهم على الطاعة قبل أن يهجم عليك من لا قبل لك به. فقال :لا أبيع جوار رسول الله صلى الله عليه وسلم بشيء وإن كان فيه خيط عنقي. قال :فإن بعثت إليك جندا منهم يقيم معك لنائبة إن نابت؟ قال :لا أضيق على جيران رسول الله صلى الله عليه وسلم. فقال :والله لتغتالن ولتغزين! فقال :حسبي الله ونعم الوكيل!

ثم خرج معاوية فمر على نفر من المهاجرين فيهم علي وطلحة والزبير وعليه ثياب السفر، فقام عليهم وقال: إنكم قد علمتم أن هذا الأمر كان الناس يتغالبون عليه حتى بعث الله نبيه صلى الله عليه وسلم وكانوا يتفاضلون بالسابقة والقدمة والاجتهاد، فإن أخذوا بذلك فالأمر أمرهم والناس لهم تبع، وإن طلبوا الدنيا بالتغالب سلبوا ذلك ورده الله إلى غيرهم، وإن الله على البدل لقادر، وإني قد خلفت فيكم شيخا فاستوصوا به خيرا وكانفوه تكونوا أسعد منه بذلك. ثم ودعهم ومضى. فقال علي :[ما] كنت أرى في هذا خيرا. فقال الزبير: والله ما كان قط أعظم في صدرك وصدورنا منه اليوم.

واتعد المنحرفون عن عثمان يوما يخرجون فيه بالأمصار جميعا إذا سار عنها الأمراء، فلم يتهيأ لهم ذلك، ولما رجع الأمراء ولم يتم لهم الوثوب صاروا يكاتبون في القدوم إلى المدينة، لينظروا فيما يريدون ويسألوا عثمان عن أشياء لتطير في الناس. وكان بمصر محمد بن أبي بكر، ومحمد بن أبي حذيفة يحرضان على عثمان.

فلما خرج المصريون خرج فيهم عبد الرحمن بن عديس البلوى فى خمسمائة، وقيل: فى ألف، وفيهم كنانة بن بشر الليثى، وسودان بن حمران السكونى، وقتيرة بن فلان السكونى، وعليهم جميعا الغافقى بن حرب العكى، وخرج أهل الكوفة وفيهم زيد بن صوحان العبدى، والأشتر النخعى، وزياد بن النضر الحارثى، وعبد الله بن الأصم العامرى، وهم فى عداد أهل مصر، وخرج أهل البصرة فيهم حكيم بن جبلة العبدى، وذريح بن عباد، وبشر بن شريح القيسى، وابن المحترش، وهم بعداد أهل مصر، وأميرهم حرقوص بن زهير السعدى، فخرجوا جميعا فى شوال وأظهروا أنهم يريدون الحج، فلما كانوا من المدينة على ثلاث، تقدم ناس من أهل البصرة فنزلوا ذا خشب، وكان هواهم فى طلحة، وتقدم ناس من أهل الكوفة، وكان هواهم فى الزبير، وتركوا الأعوص، وجاءهم ناس من أهل مصر، وكان هواهم فى على، ونزلوا عامتهم بذى المروة، ومشى فيما بين أهل مصر وأهل البصرة زياد بن النضر، وعبد الله بن الأصم وقالا لهم: لا تعجلوا حتى ندخل المدينة ونرتاد لكم، فقد بلغنا أنهم عسكروا لنا، فوالله إن كان هذا حقا واستحلوا قتالنا بعد علم حالنا إن أمرنا لباطل، وإن كان الذى بلغنا باطلا رجعنا إليكم بالخبر. قالوا: اذهبا. فذهبا فدخلا المدينة فلقيا أزواج النبى صلى الله عليه وسلم، وعليا وطلحة والزبير، فقالا: إنما نريد هذا البيت ونستعفى من بعض عمالنا، واستأذناهم فى الدخول، فكلهما أبى ونهاهما، فرجعا إلى أصحابهما. فاجتمع نفر من أهل مصر فأتوا عليا، ونفر من أهل البصرة فأتوا طلحة، ونفر من أهل الكوفة فأتوا الزبير، وقال كل فريق منهم: إن بايعنا صاحبنا وإلا كذبناهم وفرقنا جماعتهم، ثم رجعنا عليهم حتى نبغتهم. فأتى المصريون عليا وهو فى عسكر عند أحجار الزيت متقلدا سيفه، وقد أرسل ابنه الحسن إلى عثمان فيمن اجتمع إليه، فسلموا عليه وعرضوا عليه، فصاح بهم وطردهم وقال: لقد علم الصالحون أن جيش ذى المروة وجيش ذى خشب والأعوص ملعونون على لسان محمد صلى الله عليه وسلم فانصرفوا عنه. وأتى البصريون طلحة فقال لهم مثل ذلك، وكان قد أرسل ابنيه إلى عثمان، وأتى الكوفيون الزبير فقال لهم مثل ذلك، وكان قد أرسل ابنه عبد الله إلى عثمان.

فرجعوا وتفرقوا عن ذى خشب وذى المروة والأعوص إلى عسكرهم ليتفرق أهل المدينة ثم يرجعوا إليهم. فلما بلغوا عسكرهم تفرق أهل المدينة، فرجعوا بهم، فلم يشعر أهل المدينة إلا والتكبير فى نواحيها، ونزلوها وأحاطوا بعثمان وقالوا: من كف يده فهو آمن. وصلى عثمان بالناس أياما، ولزم الناس بيوتهم ولم يمنعوا الناس من كلامه، وأتاهم أهل المدينة وفيهم على فقال لهم: ما ردكم بعد ذهابكم؟ فقالوا: أخذنا مع بريد كتابا بقتلنا. وأتى طلحة الكوفيين فسألهم عن عودتهم فقالوا مثل ذلك. وأتى الزبير البصريين فقالوا مثل ذلك، وكل منهم يقول: نحن نمنع إخواننا وننصرهم، كأنما كانوا على ميعاد. فقال لهم على: كيف علمتم يا أهل الكوفة ويا أهل البصرة بما لقى أهل مصر وقد سرتم مراحل حتى رجعتم علينا؟ هذا والله أمر أبرم بليل! فقالوا: ضعوه كيف شئتم، لا حاجة لنا فى هذا الرجل- ليعتزل عنا. وعثمان يصلى بهم وهم يصلون خلفه، وهم

أدق فی عینه من التراب، و کانوا یمنعون الناس من الاجتماع.

و کتب عثمان إلی أهل الأمصار یستنجدهم ویأمرهم بالحث للمنع عنه، ویعرفهم ما الناس فیه. فخرج أهل الأمصار علی الصعب والذلول، فبعث معاویة حبیب بن مسلمة الفهری، وبعث عبد الله بن سعد معاویة بن حدیج، وخرج من الکوفة القعقاع بن عمرو وقام بالکوفة نفر یحضون علی إعانة أهل المدینة، منهم: عقبة بن عامر، وعبد الله بن أبی أوفی، وحنظلة الکاتب، وغیرهم من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم ومن التابعین: مسروق، والأسود، وشریح، وعبد الله بن حکیم، وغیرهم. وقام بالبصرة: عمران بن حصین، وأنس بن مالك، وهشام بن عامر، وغیرهم من الصحابة، ومن التابعین: کعب بن سور، وهرم بن حیان، وغیرهما، وقام بالشام جماعة من الصحابة والتابعین و کذلك بمصر.

ولما جاءت الجمعة التی علی أثر دخولهم المدینة، خرج عثمان فصلی بالناس ثم قام علی المنبر فقال: یاهؤلاء، الله الله! فوالله إن أهل المدینة لیعلمون أنکم ملعونون علی لسان محمد صلی الله علیه وآله وسلم فامحوا الخطأ بالصواب. فقام محمد بن مسلمة فقال: أنا أشهد بذلك، فأقعده حکیم بن جبلة، وقام زید بن ثابت، فأقعده محمد بن أبی قتیرة، وثار القوم بأجمعهم فحصبوا الناس حتی أخرجوهم من المسجد، وحصبوا عثمان حتی صرع عن المنبر مغشیا علیه، فأدخل داره واستقتل نفر من أهل المدینة مع عثمان، منهم: سعد بن أبی وقاص، والحسین بن علی، وزید بن ثابت، وأبو هریرة. فأرسل إلیهم عثمان یعزم علیهم بالانصراف، فانصرفوا، وأقبل علی، وطلحة، والزبیر، فدخلوا علی عثمان یعودونه من صرعه، ویشکون إلیه ما یجدون، و کان عند عثمان نفر من بنی أمیة فیهم مروان بن الحکم، فقالوا کلهم لعلی: أهلکتنا وصنعت هذا الصنیع، والله لئن بلغت الذی ترید لتمرن علیك الدنیا! فقام مغضبا وعادهو والجماعة إلی منازلهم. وصلی عثمان بالناس بعدما نزلوا به فی المسجد ثلاثین یوما، ثم منعوه الصلاة، وصلی بالناس أمیرهم الغافقی، وتفرق أهل المدینة فی حیطانهم ولزموا بیوتهم لا یجلس أحد ولا یخرج إلا بسیفه لیتمنع به، و کان الحصار أربعین یوما ومن تعرض لهم وضعوا فیه السلاح.

وقد قیل: إن محمد بن أبی بکر، ومحمد بن أبی حذیفة کانا بمصر یحرضان علی عثمان، وسار محمد بن أبی بکر مع من سار إلی عثمان، وأقام ابن أبی حذیفة بمصر وغلب علیها لما سار عنها عبد الله بن سعد، علی ما یأتی. فلما خرج المصریون إلی قصد عثمان أظهروا أنهم یریدون العمرة وخرجوا فی رجب وعلیهم عبد الرحمن بن عدیس البلوی، وبعث عبد الله بن سعد رسولا إلی عثمان یخبره بحالهم، وأنهم قد أظهروا العمرة وقصدهم خلعه أو قتله. فخطب عثمان الناس وأعلمهم حالهم، وقال لهم: إنهم قد أسرعوا إلی الفتنة واستطالوا عمری، والله لئن فارقتهم لیتمنون أن عمری کان علیهم مکان کل یوم سنة مما یرون من الدماء المسفوکة والإحن والأثرة الظاهرة والأحکام المغیرة.

و کان عبد الله بن سعد قد خرج إلی عثمان فی آثار المصریین بإذنه له، فلما کان بأیلة بلغه أن المصریین رجعوا إلی

عثمان فحصروه، وأن محمد بن أبي حذيفة غلب على مصر واستجابوا له. فعاد عبد الله إلى مصر فمنع عنها، فأتى فلسطين فأقام بها حتى قتل عثمان.

فلما نزل القوم ذا خشب يريدون قتل عثمان إن لم ينزع عما يكرهون، ولما رأى عثمان ذلك جاء إلى علي فدخل عليه بيته فقال له: يا ابن عم، إن قرابتي قريبة ولي عليك حق عظيم، وقد جاء ما ترى من هؤلاء القوم وهم مصبحي، ولك عند الناس قدر وهم يسمعون منك، وأحب أن تركب إليهم فتردهم عني، فإن في دخولهم علي توهينا لأمري وجرأة علي! فقال علي: على أي شيء أردهم عنك؟ قال: على أن أصير إلى ما أشرت إليه ورأيته لي. فقال علي: إني قد كلمتك مرة بعد أخرى، فكل ذلك نخرج ونقول ثم ترجع عنه، وهذا من فعل مروان، وابن عامر، ومعاوية، وعبد الله بن سعد، فإنك أطعتهم وعصيتني. قال عثمان: فأنا أعصيهم وأطيعك.

فأمر الناس فركب معه من المهاجرين والأنصار ثلاثون رجلا فيهم سعيد بن زيد، وأبو جهم العدوي، وجبير بن مطعم، وحكيم بن حزام، ومروان وسعيد بن العاص، وعبد الرحمن بن عتاب بن أسيد، ومن الأنصار أبو أسيد الساعدي، وأبو حميد، وزيد بن ثابت، وحسان بن ثابت، وكعب بن مالك، ومن العرب نيار بن مكرز. فأتوا المصريين فكلموهم، وكان الذي يكلمهم علي ومحمد بن مسلمة، فسمعوا مقالتهم ورجعوا إلى مصر. فقال ابن عديس لمحمد بن مسلمة: أتوصينا بحاجة؟ قال: نعم، تتقي الله وترد من قبلك عن إمامهم، فإنه قد وعدنا أن يرجع وينزع. قال ابن عديس: أفعل إن شاء الله. ورجع علي ومن معه إلى المدينة، فدخل على عثمان فأخبره برجوعهم وكلمه بما في نفسه، ثم خرج من عنده، فمكث عثمان ذلك اليوم، وجاءه مروان بكرة الغد فقال له: تكلم وأعلم الناس أن أهل مصر قد رجعوا، وأن ما بلغهم عن إمامهم كان باطلا قبل أن يجيء الناس إليك من أمصارهم ويأتيك ما لا تستطيع دفعه. ففعل عثمان، فلما خطب الناس قال له عمرو بن العاص: اتق الله يا عثمان، فإنك قد ركبت أمورا وركبناها معك، فتب إلى الله نتب. فناداه عثمان: وإنك هنالك يا ابن النابغة! قملت والله جبتك منذ عزلتك عن العمل! فنودي من ناحية أخرى: تب إلى الله. فرفع يديه وقال: اللهم إني أول تائب!

وخرج عمرو بن العاص إلى منزله بفلسطين، وكان يقول: والله إني كنت لألقى الراعي فأحرضه على عثمان. وأتى عليا وطلحة والزبير فحرضهم على عثمان، (فبينما هو بقصره بفلسطين ومعه ابناه محمد وعبد الله، وسلامة بن روح الجذامي إذ مر به راكب من المدينة، فسأله عمرو عن عثمان، فقال: هو محصور. قال عمرو: أنا أبو عبد الله، قد يضرط العير والمكواة في النار. ثم مر به راكب آخر فسأله فقال: قتل عثمان. فقال عمرو: أنا أبو عبد الله، إذا حككت قرحة نكأتها. فقال له سلامة بن روح: يا معشر قريش كان بينكم وبين العرب باب فكسر تموه! فقال: أردنا أن نخرج الحق من خاصرة الباطل ليكون الناس في الحق شرعا سواء).

وقيل: إن عليا لما رجع من عند المصريين بعد رجوعهم إلى عثمان قال له: تكلم كلاما يسمعه الناس منك

ويشهدون عليك، ويشهد الله على ما في قلبك من النزوع والأمانة، فإن البلاد قد تمخضت عليك، فلا آمن أن يجيء ركب آخر من الكوفة والبصرة فتقول :يا علي اركب إليهم، فإن لم أفعل رأيتني قد قطعت رحمك واستخففت بحقك. فخرج عثمان فخطب الخطبة التي نزع فيها وأعطى الناس من نفسه التوبة وقال :أنا أول من اتعظ، أستغفر الله مما فعلت وأتوب إليه، فمثلي نزع وتاب، فإذا نزلت فليأتني أشرافكم فليروا في رأيهم، فوالله لئن ردني الحق عبدا لأستنن بسنة العبد ولأذلن ذل العبد، وما عن الله مذهب إلا إليه، فوالله لأعطينكم الرضا ولأنحين مروان وذويه، ولا أحتجب عنكم! فرق الناس وبكوا حتى أخضلوا لحاهم وبكى هو أيضا.

فلما نزل عثمان وجد مروان وسعيدا ونفرا من بني أمية في منزله لم يكونوا شهدوا خطبته، فلما جلس قال مروان :يا أمير المؤمنين أتكلم أم أسكت؟ فقالت نائلة بنت الفرافصة امرأة عثمان :لا بل اصمت فإنهم والله قاتلوه ومؤثموه، إنه قد قال مقالة لا ينبغي له أن ينزع عنها. فقال لها مروان :ما أنت وذاك! فوالله قد مات أبوك وما يحسن يتوضأ! فقالت :مهلا يا مروان عن ذكر (الآباء! تخبر) عن أبي وهو غائب تكذب عليه، وإن أباك لا يستطيع أن يدفع عن نفسه؟ أما والله لولا أنه عمه. (وأنه يناله غمه) لأخبرتك عنه ما لن أكذب عليه. قالت: فأعرض عنها مروان، فقال :يا أمير المؤمنين أتكلم أم أسكت؟ قال :تكلم. فقال مروان :بأبي أنت وأمي، والله لوددت أن مقالتك هذه كانت وأنت ممتنع فكنت أول من رضي بها وأعان عليها، ولكنك قلت ما قلت وقد بلغ الحزام الطبيين وخلف السيل الزبى، وحين أعطى الخطة الذليلة الذليل، والله لإقامة على خطيئة يستغفر منها أجمل من توبة يخوف عليها، وأنت إن شئت تقربت بالتوبة ولم تقر بالخطيئة، وقد اجتمع بالباب أمثال الجبال من الناس. فقال عثمان :فاخرج إليهم فكلمهم فإني أستحيي أن أكلمهم. فخرج مروان إلى الباب والناس يركب بعضهم بعضا، فقال :ما شأنكم قد اجتمعتم كأنكم قد جئتم لنهب؟ شاهت الوجوه! ألا من أريد؟ جئتم تريدون أن تنزعوا ملكنا من أيدينا! اخرجوا عنا، والله لئن رمتمونا ليمرن عليكم منا أمر لا يسركم ولا تحمدوا غب رأيكم. ارجعوا إلى منازلكم فإنا والله ما نحن بمغلوبين على ما في أيدينا. فرجع الناس وأتى بعضهم عليا فأخبره الخبر.

فأقبل علي على عبد الرحمن بن الأسود بن عبد يغوث فقال :أحضرت خطبة عثمان؟ قال :نعم. قال :أفحضرت مقالة مروان للناس؟ قال :نعم. فقال علي :أي عباد الله! يا للمسلمين! إني إن قعدت في بيتي قال لي :تركتني وقرابتي وحقي، وإني إن تكلمت فجاء ما يريد يلعب به مروان فصار سيقة له يسوقه حيث يشاء بعد كبر السن وصحبة رسول الله صلى الله عليه وسلم. وقام مغضبا حتى دخل على عثمان فقال له :أما رضيت من مروان ولا رضي منك إلا بتحرفك عن دينك وعن عقلك مثل جمل الظعينة يقاد حيث يسار به؟ والله ما مروان بذي رأي في دينه ولا نفسه! وايم الله إني لأراه يوردك ولا يصدرك! وما أنا عائد بعد مقامي هذا لمعاتبتك، أذهبت شرفك وغلبت على رأيك.

(فلما خرج علی دخلت علیه امرأته نائلة ابنة الفرافصة فقالت :قد سمعت قول علی ولیس یعاودك، وقد أطعت مروان یقودك حیث شاء. قال :فما أصنع؟ قالت :تتقی الله وتتبع سنة صاحبیك، فإنك متی أطعت مروان قتلك، ومروان لیس له عند الناس قدر ولا هیبة ولا محبة، وإنما ترکك الناس لمکانه. فأرسل إلی علی فاستصلحه فإن له قرابة وهو لا یعصی. فأرسل عثمان إلی علی فلم یأته وقال :قد أعلمته أنی غیر عائد. فبلغ مروان مقالة نائلة فیه، فجلس بین یدی عثمان فقال :یا ابنة الفرافصة! فقال عثمان :لا تذکرنها بحرف فأسود وجهك، فهی والله أنصح لی! فکف مروان).

وأتی عثمان إلی علی بمنزله لیلا وقال له :إنی غیر عائد، وإنی فاعل. فقال له علی :بعدما تکلمت علی منبر رسول الله صلی الله علیه وسلم، وأعطیت من نفسك، ثم دخلت بیتك فخرج مروان إلی الناس یشتمهم علی بابك ویؤذیهم. فخرج عثمان من عنده وهو یقول :خذلتنی وجرأت الناس علی. فقال علی :والله إنی لأکثر الناس ذبا عنك، ولکنی کلما جئت بشیء أظنه لك رضا جاء مروان بأخری فسمعت قوله وترکت قولی.

ولم یعد علی یعمل ما کان یعمل إلی أن منع عثمان الماء. فقال علی لطلحة (أرید أن) تدخل علیه الروایا، وغضب غضبا شدیدا حتی دخلت الروایا علی عثمان.

قال :وقد قیل إن علیا کان عند حصر عثمان بخیبر، فقدم المدینة والناس مجتمعون عند طلحة، وکان ممن له فیه أثر، فلما قدم علی أتاه عثمان وقال له :أما بعد فإن لی حق الإسلام وحق الإخاء والقرابة والصهر، ولو لم یکن من ذلك شیء وکنا فی الجاهلیة لکان عارا علی بنی عبد مناف أن ینتزع أخو بنی تیم، یعنی طلحة أمرهم.

فقال له علی :سیأتیك الخبر، ثم خرج إلی المسجد فرأی أسامة فتوکأ علی یده حتی دخل دار طلحة، وهو [فی] خلوة من الناس، فقال له :یا طلحة ما هذا الأمر الذی وقعت فیه؟ فقال یا أبا الحسن بعدما مس الحزام الطبیین.

فانصرف علی حتی أتی بیت المال فقال :افتحوه، فلم یجدوا المفاتیح، فکسر الباب وأعطی الناس، فانصرفوا من عند طلحة حتی بقی وحده، وسر بذلك عثمان، وجاء طلحة فدخل علی عثمان وقال له :یا أمیر المؤمنین أردت أمرا فحال الله بینی وبینه! فقال عثمان :والله ما جئت تائبا، ولکن جئت مغلوبا، الله حسیبك یا طلحة!

»الکامل فی التاریخ -ت تدمری« (2/526):

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی امامت

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب خود مسجد میں نہ آسکے تو انہوں نے نمازوں کی امامت کے لیے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا، لیکن چند روز کے بعد بلوائیوں کے سردار غافقی بن حرب عکی نے خود نمازوں کی امامت شروع کر دی، مصر میں جس طرح محمد بن ابی بکر سیدنا عثمان کے خلاف کوشش فرماتے تھے، اسی طرح محمد بن حذیفہ بھی مخالفت عثمانی میں مصروف تھے، جب مصر سے عبد الرحمن بن عدیس کی سرکردگی میں قافلہ روانہ ہوا تو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ میں آئے تھے، لیکن محمد بن حذیفہ وہیں مصر

میں رہ گئے تھے، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے محاصرہ کی خبر جب مصر میں پہنچی تو عبداللہ بن سعد وہاں سے خود ایک جمعیت لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے، جب مقام رملہ میں پہنچے تو ان کے پاس خبر پہنچی کہ محمد بن حذیفہ نے مصر پر قبضہ کرلیا ہے، یہ سن کر وہ واپس آ گئے فلسطین ہی میں تھے کہ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پہنچ گئی۔

محاصرہ کی حالت چالیس روز تک ممتد ہوئی۔ جب بلوائیوں نے زیادہ شورش برپا کی اور یہ معلوم کیا کہ اب بلوائی سیدنا عثمان کے مکان کا دروازہ گرا کر اندر داخل ہونا اور ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادوں سیدنا حسن و حسین رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر مسلح موجود رہو اور بلوائیوں کو مکان کے اندر داخل ہونے سے روکو اسی طرح سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اپنے صاحبزادوں کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بھیج دیا، ان صاحبزادوں نے دروازے پر پہنچ کر بلوائیوں کو روکا اور ان کو اس لیے مجبوراً رکنا پڑا کہ اگر ان میں کسی کو کوئی صدمہ پہنچ جاتا، تو تمام بنی ہاشم کے مخالف اور درپے مقابلہ ہونے کا اندیشہ تھا۔

ادھر بلوائیوں کو اس بات کا اندیشہ تھا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عاملوں نے محاصرہ کی خبریں سن کر ضرور مدینہ کی طرف فوجیں روانہ کی ہوں گی اگر وہ فوجیں پہنچ گئیں تو پھر مقصد برآری دشوار ہوگی، لہٰذا انہوں نے فوجی تدابیر شروع کر دیں، اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک متصلہ مکان میں داخل ہو کر اور دیوار کود کر ایک جماعت ان کے مکان کے اندر داخل ہوگئی۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت

بلوائیان مصر نے جب مدینہ میں دوبارہ واپس آ کر خط لوگوں کو دکھایا اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حلفیہ اس خط سے اپنی لا علمی کا اظہار کیا، تو عبدالرحمن بن عدیس نے جو بلوائی سرغنہ تھا کہا کہ تم اپنے اس قول اور حلف میں جھوٹے ہو تب بھی اور سچے ہو تب بھی تمہارا خلیفہ رکھنا کسی طرح جائز نہیں کیونکہ اگر تم جھوٹ بول رہے ہو تو جھوٹے کو مسلمانوں کا خلیفہ نہیں ہونا چاہیے اور اگر سچے ہو تو ایسے ضعیف خلیفہ کو جس کی اجازت واطلاع کے بغیر جو جس کا جی چاہے حکم لکھ کر بھیج دے خلیفہ نہیں رکھنا چاہیے۔

عبدالرحمن بن عدیس نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ خود ہی خلافت کو چھوڑ دیں، انہوں نے جواب دیا کہ میں اس کرتے کو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے خود نہیں اتاروں گا، یعنی خلافت کے منصب کو خود نہیں چھوڑوں گا، اس کے بعد بلوائیوں نے ان کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور سختی شروع کی، جب خلیفہ وقت پر پانی بھی بند کر دیا گیا اور پانی کی نایابی سے تکلیف واذیت ہوئی تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھے اور اپنے حقوق جتائے اور اپنا سابق الایمان ہونا بھی لوگوں کو یاد دلایا، اس تقریر کا بلوائیوں پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ ان میں سے اکثر یہ کہنے لگے کہ بھائی اب ان کو جانے دو اور ان سے درگذر کرو، لیکن اتنے میں مالک بن اشتر آ گیا، اس نے لوگوں کے مجمع کو پھر سمجھایا کہ دیکھو کہیں دام فریب میں نہ آ جانا، چنانچہ لوگ پھر مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔

بلوائیوں کو جب یقین ہوگیا کہ ممالک اسلامیہ سے جو فوجیں آئیں گی وہ ضرور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حامی اور ہماری مخالف ہوں گی، تو انہوں نے یعنی ان کے سرداروں نے سیدنا عثمان غنی کے شہید کر دینے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

انہیں ایام میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے حج کا ارادہ کیا اور اپنے بھائی محمد بن ابی بکر کو بلوایا کہ وہ ہمارے ساتھ چلیں تو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا' کیوں کہ وہ بلوائیوں کے ساتھ شیر وشکر ہو رہے تھے' سیدنا حنظلہ کاتب وحی نے کہا کہ تم ام المومنین کے ساتھ نہیں جاتے اور سفہاءِ عرب کی پیروی کرتے ہوئے یہ تمہاری شان سے بعید ہے' محمد بن ابی بکر نے ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا' پھر حنظلہ کوفہ کی طرف چلے گئے۔

سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر اور دوسرے صحابیوں رضی اللہ عنھم نے اپنے اپنے دروازے بند کر لیے تھے' نہ گھر سے باہر نکلتے تھے نہ کسی سے ملتے تھے' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دروازے پر موجود رہ کر بلوائیوں کا مقابلہ کیا اور ان کو روکا' لیکن ان کو سیدنا عثمان غنی نے امیر الحاج بنا کر باصرار مکہ کی طرف روانہ کیا ورنہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ کو ان بلوائیوں سے جہاد کرنا حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے' حسن بن علی' عبداللہ بن زبیر' محمد بن طلحہ' سعید بن العاص رضی اللہ عنہم نے دروازہ کھولنے سے بلوائیوں کو روکا اور لڑ کر ان کو پیچھے ہٹا دیا۔

لیکن سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو قسمیں دے کر لڑنے سے روکا اور گھر کے اندر بلا لیا' بلوائیوں نے دروازے کو آگ لگا دی اور اندر گھس آئے' ان لوگوں نے ان کو پھر مقابلہ کر کے باہر نکال دیا' اس وقت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن شریف پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہنچے۔

{اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ}
(آل عمران :۳/۱۷۳)

(یہ وہ لوگ ہیں جن کو لوگوں نے آ کر خبر دی کہ مخالف لوگوں نے تمہارے ساتھ لڑنے کے لیے بھیڑ جمع کی ہے' ذرا ان سے ڈرتے رہنا' تو اس خبر کو سن کر ان کے ایمان اور بھی زیادہ مضبوط ہو گئے اور بول اٹھے کہ ہم کو اللہ ہی کافی ہے' اور وہ بہترین کارساز ہے)

تو حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا ہے' میں اپنے اس عہد پر قائم ہوں' اور تم ہرگز ان بلوائیوں کا مقابلہ اور ان سے قتال بالکل نہ کرو' سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم ابھی اپنے باپ کے پاس چلے جاؤ' لیکن انہوں نے جانا پسند نہ کیا اور دروازے پر بلوائیوں کو روکتے رہے۔

مغیرہ بن الاخنس رضی اللہ عنہ یہ حالت دیکھ کر تاب نہ لا سکے' اپنے چند آدمیوں کو لے کر بلوائیوں کے مقابلے پر آئے اور لڑ کر شہید ہوئے' اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی یہ کہتے ہوئے {وَيَاقَوْمِ مَا لِي اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجَاةِ وَتَدْعُوْنَنِيْ اِلَى النَّارِ} (المؤمن :۴۰/۴۱) (لوگو! مجھے کیا ہوا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بلاتے ہو) بلوائیوں پر ٹوٹ پڑے' سیدنا عثمان غنی کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے باصرار سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو واپس بلوایا اور لڑائی سے باز رہنے کا حکم دیا' اسی عرصہ میں سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تشریف لائے' انہوں نے بلوائیوں کو سمجھانا اور فتنہ سے باز رکھنا چاہا' لیکن بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت کا بلوائیوں پر کچھ اثر ہوتا وہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے بھی لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان میں جس قدر آدمی تھے ان میں سے کچھ تو کوٹھے پر چڑھے ہوئے تھے اور باغیوں کی کوشش اور نقل وحرکت کے نگراں تھے کچھ لوگ دروازے پر تھے اور باہر سے داخل ہونے اور گھسنے والے بلوائیوں کو اندر آنے سے روک رہے تھے' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی نائلہ بنت الفرافصہ گھر میں تھے

بلوائیوں نے ہمسایہ کے ایک گھر میں داخل ہو کر اور دیوار کود کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا' سب سے پہلے محمد بن ابی بکر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچا اور ان کی داڑھی پکڑ کر کہا کہ اے نعثل (احمق بوڑھے) اللہ تعالیٰ تجھ کو رسوا کرے' سیدنا عثمان نے کہا کہ میں نعثل نہیں' بلکہ عثمان امیر المومنین ہوں' محمد بن ابی بکر نے کہا کہ تجھ کو اس بڑھاپے میں بھی خلافت کی ہوس ہے' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارے باپ ہوتے تو وہ میرے اس بڑھاپے کی قدر کرتے اور میری اس ڈاڑھی کو اس طرح نہ پکڑتے' محمد بن ابی بکر یہ سن کر کچھ شرما گیا اور ڈاڑھی چھوڑ کر واپس چلا آیا۔

اس کے واپس چلے جانے کے بعد بدمعاشوں کا ایک گروہ اسی طرف سے دیوار کود کر اندر آیا جس میں بلوائیوں کا ایک سرغنہ عبدالرحمن بن عدیس' کنانہ بن بشر' عمرو بن حمق' عمیر بن جنابی' سودان بن حمران' غافقی تھے' کنانہ بن بشر نے آتے ہی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر تلوار چلائی' ان کی بیوی نائلہ نے فوراً آگے بڑھ کر تلوار کو ہاتھ سے روکا' ان کی انگلیاں کٹ کر الگ جا پڑیں پھر دوسرا وار کیا' جس سے آپ شہید ہو گئے' اس وقت آپ قرآن کی تلاوت میں مصروف تھے' خون کے قطرات قرآن شریف کی اس آیت پر گرے {فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ} (البقرۃ ۲ : ۱۳۷/) عمرو بن حمق نے آپ پر نیزے کے نو زخم پہنچائے۔

عمیر بن جنابی نے آگے بڑھ کر ٹھوکریں ماریں جس سے آپ کی پسلیاں ٹوٹ گئیں' وہ ہر ٹھوکر لگاتے ہوئے کہتا جاتا تھا' کیوں تم نے ہی میرے باپ کو قید کیا تھا جو بے چارہ حالت قید ہی میں مر گئے تھے' گھر کے اندر یہ قیامت برپا ہو گئی' چھت والوں اور دروازے والوں کو خبر ہی نہ ہوئی' آپ کی بیوی نائلہ نے آوازیں دیں تو لوگ چھت پر سے اترے اور دروازے کی طرف سے اندر متوجہ ہوئے' بلوائی اپنا کام کر چکے تھے' وہ بھاگے' بعض ان میں سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلاموں کے ہاتھ سے مارے گئے' اب نہ کسی کو دروازے پر رہنے کی ضرورت تھی نہ کسی کی حفاظت باقی رہی تھی' چاروں طرف سے بلوائیوں بدمعاشوں نے زور کیا' گھر کے اندر داخل ہو کر تمام گھر کا سامان لوٹ لیا' حتیٰ کہ جسم کے کپڑے تک بھی نہ چھوڑے' اس بدامنی اور ہلچل کے عالم میں بجلی کی طرح تمام مدینہ میں عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پھیل گئی۔

یہ حادثہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو وقوع پذیر ہوا' تین دن تک سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی لاش بے گور وکفن پڑی رہی' آخر حکیم بن حزام اور جبیر بن مطعم دونوں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' انہوں نے دفن کرنے کی اجازت دی' رات کے وقت عشاء و مغرب کے درمیان جنازہ لے کر نکلے' جنازہ کے ساتھ زبیر' حسن' ابوجہم بن حذیفہ' مروان وغیرہ تھے' بلوائیوں نے جنازہ کی نماز پڑھنے اور دفن کرنے میں بھی رکاوٹ پیدا کرنا چاہی مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو انہوں نے سختی سے ان کو منع کیا' جبیر بن مطعم نے جنازہ کی نماز پڑھائی' بغیر غسل کے انہیں کپڑوں میں جو پہنے ہوئے تھے دفن کئے گئے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت مندرجہ ذیل عامل و امیر ممالک اسلامیہ میں مامور تھے عبداللہ بن الحضرمی مکہ میں، قاسم بن ربیعہ ثقفی طائف میں، یعلیٰ بن منیہ صنعاء یمن میں، عبداللہ بن ربیعہ حمدان میں، عبداللہ بن عامر بصرہ میں، معاویہ بن ابی سفیان ملک شام میں، عبدالرحمن بن ابی خالد حمص میں، حبیب بن مسلمہ قنسرین میں (ابوالاعور سلمی اردن میں، عبداللہ بن قیس فزاری بحرین میں، علقمہ بن حکیم کندی معاویہ کی طرف سے فلسطین میں) ابوموسیٰ اشعری کوفہ میں امام اور قعقاع بن عمرو سالار لشکر تھے، جابر مزنی اور سماک انصاری دونوں خراج سواد پر مامور تھے، جریر بن عبداللہ قرقیسیا میں، اشعث بن قیس آذربائیجان میں، سائب بن اقرع اصفہان میں، گورز مقرر تھے مدینہ منورہ میں بیت المال کے افسر عقبہ بن عمرو اور قضا پر زید بن ثابت مامور تھے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ ۸۲ سال کی عمر میں بارہ سال خلافت کر کے فوت ہوئے جنتہ البقیع کے قریب مدفون ہوئے، آپ کے کل گیارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں ہوئی تھیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَيَّاةَ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى بْنِ عَطَاءٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ ابْنِ أَخِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا أُرِيدَ قَتْلُ عُثْمَانَ جَاءَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ جِئْتُ فِي نَصْرِكَ قَالَ اخْرُجْ إِلَى النَّاسِ فَاطْرُدْهُمْ عَنِّي فَإِنَّكَ خَارِجًا خَيْرٌ لِي مِنْكَ دَاخِلًا فَخَرَجَ عَبْدُ اللَّهِ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ كَانَ اسْمِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فُلَانٌ فَسَمَّانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللَّهِ وَنَزَلَتْ فِيَّ آيَاتٌ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ فَنَزَلَتْ فِيَّ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ وَنَزَلَتْ فِيَّ قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ إِنَّ لِلَّهِ سَيْفًا مَغْمُودًا عَنْكُمْ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ جَاوَرَتْكُمْ فِي بَلَدِكُمْ هَذَا الَّذِي نَزَلَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاللَّهَ اللَّهَ فِي هَذَا الرَّجُلِ أَنْ تَقْتُلُوهُ فَوَاللَّهِ لَئِنْ قَتَلْتُمُوهُ لَتَطْرُدُنَّ جِيرَانَكُمْ الْمَلَائِكَةَ وَلَتَسُلُّنَّ سَيْفَ اللَّهِ الْمَغْمُودَ عَنْكُمْ فَلَا يُغْمَدُ عَنْكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالُوا اقْتُلُوا الْيَهُودِيَّ وَاقْتُلُوا عُثْمَانَ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ وَقَدْ رَوَى شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ هَذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ فَقَالَ عَنْ ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1774 حدیث مرفوع

علی بن سعید کندی، ابومحیاۃ یحییٰ بن یعلی، حضرت عبدالملک بن عمیر، حضرت عبداللہ بن سلام کے بھتیجے سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان (رض) کے قتل کا ارادہ کیا گیا تو عبداللہ بن سلام ان کے پاس گئے۔ انھوں نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا آپ کی مدد کے لئے۔ حضرت عثمان (رض) نے فرمایا تم باہر رہ کر لوگوں کو مجھ سے دور رکھو تو یہ میرے لیے تمہارے اندر رہنے سے بہتر ہے۔ وہ (یعنی عبداللہ بن سلام) باہر آئے اور لوگوں سے کہا اے لوگو! زمانہ جاہلیت میں میرا یہ نام تھا۔ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے میرا نام عبداللہ رکھا۔ میرے متعلق قرآن کریم کی کئی آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ اور قُلْ كَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ) الآیۃ میرے بارے میں ہی نازل ہوئی

ہیں۔(جان لوکہ) اللہ کی تلوار میان میں ہے اور فرشتے تمہارے اس شہر میں تمہارے ہمسائے ہیں۔جس میں رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رہے تھے۔لہٰذا تم لوگ اس شخص کے متعلق اللہ سے ڈرو۔اللہ کی قسم اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو تمہارے ہمسائے فرشتے تم سے دور ہو جائیں گے اور تم پر اللہ کی تلوار میان سے نکل آئے گی جو پھر قیامت تک کبھی میان میں واپس نہیں جائے گی۔لوگ کہنے لگے اس یہودی کو بھی عثمان (رض) کے ساتھ قتل کرو۔یہ حدیث غریب ہے۔ہم اس حدیث کو صرف عبدالملک بن عمیر کی روایت سے جانتے ہیں۔شعیب بن صفوان بھی اسے عبدالملک بن عمیر سے وہ عمر بن محمد بن عبداللہ بن سلام سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن سلام (رض) سے نقل کرتے ہیں۔

قال خليفة بن خياط :حدثنا ابن علية، ثنا ابن عون عن الحسن قال :أنبأني وثاب قال :بعثني عثمان فدعوت له الأشتر فقال :ما يريد الناس؟ قال :ثلاث ليس من إحداهن بد. قال :ما هن؟ قال :يخيرونك بين أن تخلع لهم أمرهم فتقول :هذا أمركم فاختاروا من شئتم، وبين أن تقص من نفسك، فإن أبيت فإن القوم قاتلوك. فقال :أما أن أخلع لهم أمرهم فما كنت لأخلع سربالا سربلنيه الله، وأما أن أقص لهم من نفسي، فوالله لقد علمت أن صاحبي بين يدي قد كانا يعاقبان، وما يقوم بدني بالقصاص، وأما أن يقتلوني، فوالله لئن قتلتموني لا تحابون بعدي أبدا، ولا تصلون بعدي جميعا أبدا،«ولا تقاتلون بعدي عدوا جميعا أبدا. قال :وجاء رويجل كأنه ذئب فاطلع من باب ورجع، وجاء محمد بن أبي بكر في ثلاثة عشر رجلا، فأخذ بلحيته فقال بها حتى سمعت وقع أضراسه، فقال :ما أغنى عنك معاوية، وما أغنى عنك ابن عامر، وما أغنت عنك كتبك. قال: أرسل لحيتي يا ابن أخي. قال :فأنا رأيته استعدى رجلا من القوم بعينه -يعني أشار إليه- فقام إليه بمشقص فوجأ به رأسه. قلت :ثم مه؟ قال :ثم تعاوروا عليه والله حتى قتلوه.

وقال سيف بن عمر التميمي، رحمه الله، عن الغصن بن القاسم، عن رجل، عن خنساء مولاة أسامة بن زيد -وكانت تكون مع نائلة بنت الفرافصة امرأة عثمان- أنها كانت في الدار، ودخل محمد بن أبي بكر فأخذ بلحيته وأهوى بمشاقص معه ليجأ بها في حلقه، فقال :مهلا يا ابن أخي، فوالله لقد أخذت مأخذا ما كان أبوك ليأخذ به. فتركه وانصرف مستحييا نادما، فاستقبله القوم على باب الصفة، فردهم طويلا حتى غلبوه فدخلوا، وخرج محمد راجعا، فأتاه رجل بيده جريدة يقدمهم حتى قام على عثمان، فضرب بها رأسه فشجه، فقطر دمه على المصحف حتى لطخه، ثم تغاووا عليه، فأتاه رجل فضربه على الثدي بالسيف، ووثبت نائلة بنت الفرافصة الكلبية فصاحت وألقت نفسها عليه، وقالت :يا بنت شيبة أيقتل أمير المؤمنين! وأخذت السيف فقطع الرجل يدها، وانتهبوا متاع الدار، ومر رجل على عثمان ورأسه مع المصحف، فضرب رأسه برجله ونحاه عن المصحف وقال :ما رأيت كاليوم وجه كافر أحسن، ولا مضجع كافر أكرم. فلا والله ما تركوا في داره شيئا حتى الأقداح إلا ذهبوا به.

وروى الحافظ ابن عساكر أن عثمان لما عزم على أهل الدار في الانصراف، ولم يبق عنده سوى أهله تسوروا عليه الدار، وأحرقوا الباب ودخلوا عليه، وليس فيهم أحد من الصحابة ولا أبنائهم إلا محمد بن أبي بكر، وسبقه بعضهم فضربوه حتى غشي عليه وصاح النسوة فانذعروا وخرجوا، ودخل محمد بن أبي بكر، وهو يظن أنه قد قتل، فلما رآه قد أفاق قال: على أي دين أنت يا نعثل؟ قال: على دين الإسلام، ولست بنعثل، ولكني أمير المؤمنين. فقال: غيرت كتاب الله. فقال: كتاب الله بيني وبينكم. فتقدم إليه وأخذ بلحيته وقال: إنا لا يقبل منا يوم القيامة أن نقول: {ربنا إنا أطعنا سادتنا وكبراءنا فأضلونا السبيلا} [الأحزاب: 67]. وشحطه بيده من البيت إلى باب الدار وهو يقول: يا ابن أخي ما كان أبوك ليأخذ بلحيتي. وجاء رجل من كندة من أهل مصر - يلقب حمارا ويكنى بأبي رومان. وقال قتادة: اسمه رومان. وقال غيره: كان أزرق أشقر. وقيل: كان اسمه سودان بن رومان المرادي. وعن ابن عمر قال: كان اسم الذي قتل عثمان أسود بن حمران ضربه بحربة - وبيده السيف صلتا فقال: أفرجوا. ثم جاء فضربه به في صدره حتى أقعصه، ثم وضع ذباب السيف في بطنه واتكأ عليه وتحامل حتى قتله، وقامت نائلة دونه فقطع السيف أصابعها، رضي الله عنها.

ويروى أن محمد بن أبي بكر طعنه بمشاقص في أذنه حتى دخلت حلقه. والصحيح أن الذي فعل ذلك غيره، وأنه استحيى ورجع حين قال له عثمان: لقد أخذت بلحية كان أبوك يكرمها. فتذمم من ذلك وغطى وجهه ورجع وجاحف دونه فلم يفد، وكان أمر الله قدرا مقدورا وكان ذلك في الكتاب مسطورا. وروى ابن عساكر، عن ابن عون، أن كنانة بن بشر ضرب جبينه ومقدم رأسه بعمود حديد، فخر لجنبه، وضربه سودان بن حمران المرادي بعدما خر لجنبه فقتله، وأما عمرو بن الحمق فوثب على عثمان فجلس على صدره وبه رمق، فطعنه تسع طعنات وقال: أما ثلاث منهن فلله، وست لما كان في صدري عليه.

وقال الطبراني: حدثنا أحمد بن محمد بن صدقة البغدادي وإسحاق بن داود الصواف التستري، قالا: ثنا محمد بن خالد بن خداش، ثنا سلم بن قتيبة، ثنا مبارك، عن الحسن قال: حدثني سياف عثمان أن رجلا من الأنصار دخل على عثمان فقال: ارجع يا ابن أخي فلست بقاتلي. قال: وكيف علمت ذاك؟ قال: لأنه أتي بك النبي، صلى الله عليه وسلم، يوم سابعك فحنكك ودعا لك بالبركة. ثم دخل عليه رجل آخر من الأنصار فقال له مثل ذلك سواء. ثم دخل محمد بن أبي بكر فقال: أنت قاتلي. قال: وما يدريك يا نعثل؟ قال: لأنه أتي بك رسول الله، صلى الله عليه وسلم، يوم سابعك ليحنكك ويدعو لك بالبركة، فخريت على رسول الله، صلى الله عليه وسلم. قال: فوثب على صدره وقبض على لحيته، ووجأه بمشاقص كانت في يده. هذا حديث غريب جدا وفيه نكارة. وثبت من غير وجه أن أول قطرة من دمه سقطت على قوله تعالى {فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم} [البقرة: 137].

ويروى أنه كان قد وصل إليها في التلاوة أيضا حين دخلوا عليه. وليس ببعيد، فإنه كان قد وضع المصحف يقرأ فيه القرآن.

وروى ابن عساكر أنه لما طعن قال :بسم الله توكلت على الله فلما قطر الدم قال :سبحان الله العظيم.
وقد ذكر ابن جرير في "تاريخه" بأسانيده أن المصريين لما وجدوا ذلك الكتاب مع البريد إلى أمير مصر، فيه الأمر بقتل بعضهم، وصلب بعضهم، وبقطع أيدي بعضهم وأرجلهم، وكان قد كتبه مروان بن الحكم على لسان عثمان متأولا قوله تعالى {إنما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله ويسعون في الأرض فسادا أن يقتلوا أو يصلبوا أو تقطع أيديهم وأرجلهم من خلاف أو ينفوا من الأرض ذلك لهم خزي في الدنيا ولهم في الآخرة عذاب عظيم} [المائدة 33 :]. وعنده أن هؤلاء الذين خرجوا على أمير المؤمنين عثمان، رضي الله عنه، من جملة المفسدين في الأرض، ولا شك أنهم كذلك، لكن لم يكن له أن يفتات على عثمان ويكتب على لسانه بغير علمه، ويزور على خطه وخاتمه، ويبعث غلامه على بعيره بعد ما وقع الصلح بين عثمان وبين المصريين على تأمير محمد بن أبي بكر على مصر، بخلاف ذلك كله، ولهذا لما وجدوا هذا الكتاب على خلاف ما وقع الاتفاق عليه، وظنوا أنه من عثمان، أعظموا ذلك، مع ما هم مشتملون عليه من الشر، فرجعوا إلى المدينة، فطافوا به على رءوس الصحابة، وأعانهم على ذلك قوم آخرون، حتى ظن بعض الصحابة أن هذا عن أمر عثمان، رضي الله عنه، فلما قيل لعثمان، رضي الله عنه، في أمر هذا الكتاب بحضرة جماعة من أعيان الصحابة وجمهور المصريين، حلف بالله العظيم -وهو الصادق البار الراشد- أنه لم يكتب هذا الكتاب ولا أملاه على من كتبه، ولا علم به فقالوا له :فإن عليه خاتمك. فقال :إن الرجل قد يزور على خطه وخاتمه. قالوا :فإنه مع غلامك وعلى جملك. فقال :والله لم أشعر بشيء من ذلك. فقالوا له بعد كل مقاله :إن كنت قد كتبته فقد خنت، وإن لم تكن قد كتبته بل كتب على لسانك وأنت لا تعلم فقد عجزت، ومثلك لا يصلح للخلافة ; إما لخيانتك، وإما لعجزك.
وهذا الذي قالوا باطل على كل تقدير، فإنه لو فرض أنه كتب الكتاب -وهو لم يكتبه في نفس الأمر- لا يضره ذلك ; لأنه قد يكون رأى ذلك مصلحة للأمة في إزالة شوكة هؤلاء البغاة الخارجين على الإمام، وأما إذا لم يكن قد علم به فأي عجز ينسب إليه إذا لم يكن قد اطلع عليه وزور على لسانه ؟! وليس هو بمعصوم بل الخطأ والغفلة جائزان عليه، رضي الله عنه، وإنما هؤلاء الجهلة البغاة متعنتون خونة ظلمة مفترون، ولهذا صمموا بعد هذا على حصره والتضييق عليه حتى منعوه الميرة والماء والخروج إلى المسجد، وتهددوه بالقتل، ولهذا خاطبهم بما خاطبهم به من توسعة المسجد وهو أول من منع منه، ومن وقفه بئر رومة على المسلمين وهو أول من منع ماءها، ومن أنه سمع رسول الله، صلى الله عليه وسلم، يقول» :لا يحل دم امرء مسلم يشهد أن لا إله إلا الله إلا بإحدى ثلاث ; النفس بالنفس والثيب الزاني، والتارك لدينه المفارق للجماعة« وذكر أنه لم يقتل نفسا، ولا ارتد بعد إيمانه، ولا زنى في جاهلية ولا إسلام، بل ولا مس فرجه بيمينه بعد أن بايع بها رسول الله، صلى الله عليه وسلم. وفي رواية بعد أن كتب بها المفصل. ثم ذكر لهم من فضائله ومناقبه ما لعله ينجع فيهم بالكف عنه والرجوع إلى الطاعة لله ولرسوله ولأولي الأمر منهم، فأبوا إلا الاستمرار على ما هم عليه من البغي والعدوان.

ومنعوا الناس من الدخول إليه والخروج من عنده، حتى اشتد عليه الحال، وضاق المجال، ونفد ما عنده من الماء، فاستغاث بالمسلمين في ذلك فركب علي بنفسه وحمل معه قربا من الماء فبالجهد حتى أوصلها إليه بعد ما ناله من جهلة أولئك كلام غليظ، وتنفير لدابته، وإخراق عظيم بليغ، وكان قد زجرهم أتم الزجر، حتى قال لهم فيما قال :والله إن فارس والروم لا يفعلون كفعلكم هذا بهذا الرجل، والله إنهم ليأسرون فيطعمون ويسقون. فأبوا أن يقبلوا منه حتى رمى بعمامته في وسط الدار، وجاءت أم حبيبة راكبة بغلة وحولها حشمها وخدمها، فقالوا :ما جاء بك؟ فقالت :إن عنده وصايا بني أمية لأيتام وأرامل، فأحببت أن أذكره بها. فكذبوها في ذلك، ونالها منهم شدة عظيمة، وقطعوا حزام البغلة وندت بها، وكادت أو سقطت عنها، وكادت تقتل لولا تلاحق بها الناس فأمسكوا بدابتها، ووقع أمر كبير جدا، ولم يبق يحصل لعثمان وأهله من الماء إلا ما يوصله إليهم آل عمرو بن حزم في الخفية ليلا، فإنا لله وإنا إليه راجعون. ولما وقع هذا أعظمه الناس جدا، ولزم أكثر الناس بيوتهم، وجاء وقت الحج فخرجت أم المؤمنين عائشة في هذه السنة إلى الحج، فقيل لها :إنك لو أقمت كان أصلح، لعل هؤلاء القوم يهابونك. فقالت :إني أخشى أن أشير عليهم برأي فينالني منهم من الأذية ما نال أم حبيبة. فعزمت على الخروج.

واستخلف عثمان، رضي الله عنه، في هذه السنة على الحج عبد الله بن عباس، فقال له عبد الله بن عباس :إن مقامي على بابك أجاحف عنك أفضل من الحج. فعزم عليه فخرج بالناس إلى الحج، واستمر الحصار بالدار حتى مضت أيام التشريق ورجع البشير من الحج، فأخبر بسلامة الناس، وأخبر أولئك بأن أهل الموسم عازمون على الرجوع إلى المدينة ليكفوكم عن أمير المؤمنين. وبلغهم أيضا أن معاوية قد بعث جيشا مع حبيب بن مسلمة، وأن عبد الله بن سعد بن أبي سرح قد نفذ آخر مع معاوية بن حديج، وأن أهل الكوفة قد بعثوا القعقاع بن عمرو في جيش، وأن أهل البصرة بعثوا مجاشعا في جيش، فعند ذلك صمموا على أمرهم وبالغوا فيه وانتهزوا الفرصة بقلة الناس وغيبتهم في الحج، وأحاطوا بالدار، وجدوا في الحصار، وأحرقوا الباب، وتسوروا من الدار المتاخمة للدار ; كدار عمرو بن حزم وغيرها، وجاحف الناس عن عثمان أشد المجاحفة، واقتتلوا على الباب قتالا شديدا، وتبارزوا وتراجزوا بالشعر في مبارزتهم، وجعل أبو هريرة يقول :هذا يوم طاب امضراب. وقتل طائفة من أهل الدار، وآخرون من أولئك الفجار، وجرح عبد الله بن الزبير جراحات كثيرة، وكذلك جرح الحسن بن علي، ومروان بن الحكم فقطع إحدى علباويه، فعاش أوقص حتى مات.

ومن أعيان من قتل من أصحاب عثمان، زياد بن نعيم الفهري، والمغيرة بن الأخنس بن شريق، ونيار بن عبد الله الأسلمي، في أناس وقت المعركة.

ويقال :إنه انهزم أصحاب عثمان ثم تراجعوا. ولما رأى عثمان ذلك عزم على الناس لينصرفوا إلى بيوتهم، فانصرفوا - كما تقدم - فلم يبق عنده أحد سوى أهله، فدخلوا عليه من الباب ومن الجدران، وفزع عثمان إلى

الصلاة وافتتح سورة طه - وكان سريع القراءة - فقرأها والناس في غلبة عظيمة، قد احترق الباب والسقيفة التي عنده، وخافوا أن يصل الحريق إلى بيت المال، ثم فرغ عثمان من صلاته وجلس وبين يديه المصحف، وجعل يتلو هذه الآية: {الذين قال لهم الناس إن الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم إيمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل} [آل عمران: 173] فكان أول من دخل عليه رجل يقال له: الموت الأسود. فخنقه خنقا شديدا حتى غشي عليه، وجعلت نفسه تتردد في حلقه، فتركه وهو يظن أنه قد قتله، ثم دخل ابن أبي بكر فمسك بلحيته، ثم ندم وخرج، ثم دخل عليه آخر ومعه سيف فضربه به فاتقاه بيده فقطعها. فقيل: إنه أبانها. وقيل: بل قطعها ولم يبنها. إلا أن عثمان قال: والله إنها لأول يد كتبت المفصل. فكان أول قطرة دم منها سقطت على هذه الآية: {فسيكفيكهم الله وهو السميع العليم} [البقرة: 137]. ثم جاء آخر شاهرا سيفه، فاستقبلته نائلة بنت الفرافصة لتمنعه منه، وأخذت السيف فانتزعه منها فقطع أصابعها، ثم إنه تقدم إليه، فوضع السيف في بطنه فتحامل عليه، رضي الله عن عثمان وأرضاه.

وفي رواية أن الغافقي بن حرب تقدم إليه بعد محمد بن أبي بكر فضربه بحديدة في يده، ورفس المصحف الذي بين يديه برجله، فاستدار المصحف ثم استقر بين يدي عثمان، رضي الله عنه، وسالت عليه الدماء، ثم تقدم سودان بن حمران بالسيف فمانعته نائلة، فقطع أصابعها، فولت فضرب عجيزتها بيده، وقال: إنها لكبيرة العجيزة. وضرب عثمان فقتله، فجاء غلام عثمان فضرب سودان فقتله، فضرب الغلام رجل يقال له: قتيرة. فقتله.

وروى ابن جرير أنهم أرادوا حز رأسه بعد قتله، فصاح النساء وضربن وجوههن؛ فيهن امرأتاه نائلة وأم البنين وبناته، فقال ابن عديس: اتركوه! فتركوه. ثم مال هؤلاء الفجرة على ما في البيت فنهبوه، وذلك أنه نادى مناديهم: أيحل لنا دمه ولا يحل لنا ماله! فانتهبوه، ثم خرجوا فأغلقوا الباب على عثمان وقتيلين معه، فلما خرجوا إلى صحن الدار وثب غلام لعثمان على قتيرة فقتله، وجعلوا لا يمرون على شيء إلا أخذوه، حتى استلب رجل يقال له: كلثوم التجيبي، ملاءة نائلة، فضربه غلام لعثمان فقتله، وقتل الغلام أيضا، ثم تنادى القوم: أن أدركوا بيت المال لا تستبقوا إليه. فسمعهم حفظة بيت المال فقالوا: يا قوم النجاء النجاء! فإن هؤلاء القوم لم يصدقوا فيما قالوا من أن قصدهم قيام الحق والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، وغير ذلك مما ادعوا أنهم إنما قاموا لأجله، وكذبوا إنما قصدهم الدنيا. فانهزموا وجاء الخوارج فأخذوا مال بيت المال وكان فيه شيء كثير جدا. وقد ذكر ابن عساكر في ترجمة سهم بن خنيس أبي خنبش أو خنيس الأزدي - وكان قد شهد الدار - ورواه محمد بن عائذ، عن إسماعيل بن عياش، عن محمد بن يزيد الرحبي، عنه وكان قد استدعاه عمر بن عبد العزيز إلى دير سمعان، فسأله عن مقتل عثمان، فذكر ما ملخصه أن وفد الأشقياء وهم وفد مصر كانوا قد قدموا على عثمان فأجازهم وأرضاهم، فانصرفوا راجعين، ثم كروا إلى المدينة، فوافقوا عثمان قد خرج

لصلاة الغداة أو الظهر، فحصبوه بالحصا والنعال والخفاف، فانصرف إلى الدار ومعه أبو هريرة والزبير وابنه عبد الله وطلحة ومروان والمغيرة بن الأخنس في أناس، وأطاف وفد مصر بداره، فاستشار الناس، فقال عبد الله بن الزبير : يا أمير المؤمنين إني أشير بإحدى ثلاث خصال: إما أن تحرم بعمرة فتحرم عليهم دماؤنا، وإما أن نركب معك إلى معاوية بالشام، وإما أن نخرج فنضرب بالسيف إلى أن يحكم الله بيننا وبينهم، فإنا على الحق وهم على الباطل. فقال عثمان : أما ما ذكرت من الإحرام بعمرة فتحرم دماؤنا فإنهم يرونا حلالا الآن وحال الإحرام وبعد الإحرام، وأما الذهاب إلى الشام فإني أستحيي أن أخرج من بينهم خائفا فيراني أهل الشام وتسمع الأعداء من الكفار ذلك، وأما القتال فإني أرجو أن ألقى الله وليس يهراق بسببي محجمة دم. قال : ثم صلينا معه صلاة الصبح ذات يوم فلما فرغ أقبل على الناس فقال : إني رأيت أبا بكر وعمر أتياني الليلة فقالا لي : صم يا عثمان فإنك تفطر عندنا. وإني أشهدكم أني قد أصبحت صائما، وإني أعزم على من كان يؤمن بالله واليوم الآخر أن يخرج من الدار سالما مسلوما منه. فقلنا : يا أمير المؤمنين، إن خرجنا لم نأمن منهم علينا، فائذن لنا أن نكون في بيت من الدار تكون لنا فيه جماعة ومنعة. ثم أمر بباب الدار ففتح، ودعا بالمصحف فأكب عليه وعنده امرأتاه بنت الفرافصة الكلبية وابنة شيبة، فكان أول من دخل عليه محمد بن أبي بكر فأخذ بلحيته، فقال : دعها يا ابن أخي فوالله لقد كان أبوك يتلهف لها بأدنى من هذا. فاستحيي فخرج فقال للقوم : قد أشعرته لكم. وأخذ عثمان ما امتعط من لحيته فأعطاه إحدى امرأتيه. ثم دخل رومان بن سودان، رجل أزرق قصير مخدد، عداده من مراد معه جرز من حديد، فاستقبله فقال : على أي ملة أنت يا نعثل؟ فقال عثمان : لست بنعثل ولكني عثمان بن عفان، وأنا على ملة إبراهيم حنيفا مسلما وما أنا من المشركين. فقال : كذبت. وضربه بالجرز على صدغه الأيسر فقتله فخر، فأدخلته بنت الفرافصة بينها وبين ثيابها -وكانت امرأة جسيمة ضليعة- فألقت نفسها عليه، وألقت بنت شيبة نفسها على ما بقي من جسده ودخل رجل من أهل مصر بالسيف مصلتا فقال : والله لأقطعن أنفه. فعالج المرأة عنه، فغلبته، فكشف عنها درعها من خلفها حتى نظر إلى متنها، فلما لم يصل إليه أدخل السيف بين قرطها ومنكبها، فقبضت على السيف فقطع أناملها، فقالت يا رباح -لغلام عثمان أسود- يا غلام ادفع عني هذا الرجل. فمشى إليه الغلام فضربه فقتله، وخرج أهل البيت يقاتلون عن أنفسهم، فقتل المغيرة بن الأخنس وجرح مروان. قال : فلما أمسينا قلنا : إن تركتم صاحبكم حتى يصبح مثلوا به. فاحتملناه إلى بقيع الغرقد في جوف الليل، وغشينا سواد من خلفنا فهبناهم وكدنا أن نتفرق عنه، فنادى مناديهم : أن لا روع عليكم، اثبتوا إنما جئنا لنشهده معكم -وكان أبو خنيس يقول : هم ملائكة الله- فدفناه ثم هربنا إلى الشام من ليلتنا، فلقينا الجيش بوادي القرى عليهم حبيب بن مسلمة.

»البداية والنهاية« (10/ 305):

»تزوج رقية وأم كلثوم ابنتي رسول الله صلى الله عليه وسلم فولدت له رقية عبد الله، وتزوج فاختة بنت غزوان، فولدت له عبد الله الأصغر، هلك، وتزوج أم عمرو بنت جندب بن عمرو بن حممة الدوسية، ولدت له عمرا وخالدا وأبانا وعمر ومريم، وتزوج فاطمة بنت الوليد بن المغيرة المخزومية، ولدت له الوليد وسعيدا وأم سعيد، وتزوج أم البنين بنت عيينة بن حصن الفزارية، ولدت له عبد الملك، هلك، وتزوج رملة بنت شيبة بن ربيعة، ولدت له عائشة وأم أبان وأم عمرو، وتزوج نائلة بنت الفرافصة الكلبية، ولدت له مريم بنت عثمان، وقيل :ولدت له أم البنين بنت عيينة عبد الملك وعتبة، وولدت له نائلة عنبسة، وكان له منها أيضا ابنة تدعى أم البنين، وكانت عند عبد الله بن يزيد بن أبي سفيان، وقتل عثمان وعنده رملة ابنة شيبة ونائلة وأم البنين ابنة عيينة وفاختة بنت غزوان، غير أنه طلق أم البنين وهو محصور«.

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (550/2):

خلافت عثمانی پر ایک نظر

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے تک قریشی اور حجازی عرب جن میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ دیکھے ہوئے تھے ایک غالب عنصر کی حیثیت سے موجود تھے وہ سب کے سب اسلام کو اپنی چیز سمجھتے اور اپنے آپ کو اسلام کا وارث جانتے تھے اسلام کے مقابلے میں قبائلی امتیاز ان کے دلوں سے بالکل مٹ گئے تھے اسلام کے رشتہ سے بڑھ کر ان کے نزدیک کوئی رشتہ نہ تھا اور اسلام سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی محبوب چیز نہ تھی فتوحات کے وسیع ہونے اور ممالک اسلامیہ کی تعداد کے کثیر ہونے سے مسلمانوں کی افواج اور مسلمانوں کی جمعیت میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی جو ابھی چند روز سے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور ان کے دلوں میں اسلامی محبت قبائلی امتیاز اور قومی وخاندانی خصوصیات پر غالب نہیں ہونے پائی تھی۔

عہد فاروقی کی فتوحات کثیرہ وعظیمہ جن افواج کے ذریعہ ہوئیں ان میں بنی بکر بنی وائل بنی عبدالقیس بنی ربیعہ بنی ازد بنی کندہ بنی تمیم بنی قضاعہ وغیرہم قبائل کے لوگ زیادہ تھے انہیں لوگوں نے ایرانی صوبوں شامی علاقوں اور مصر وفلسطین وغیرہ کو فتح کیا تھا انہیں کے ذریعہ ایرانی ورومی شہنشاہیوں کے پرخچے اڑے تھے لیکن ان مذکورہ قبائل میں سے کوئی بھی قبیلہ ایسا نہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرف صحبت سے فیض یاب ہوا ہو ان میں سے اگر کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت پائے ہوئے تھا تو ایسے لوگوں کی تعداد ''الشاذ کالمعدوم'' کے حکم میں تھی۔

یہ تمام قبائل جو اسلام کی جرار فوج ثابت ہوئے معصیت سوز ایمان اور مجنونانہ شیفتگی اسلام میں قریشی اور حجازی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے تھے مگر فاروق اعظم کی نگاہ اس قدر وسیع وعمیق تھی کہ ہر مسئلہ کی جزئیات تک ان کا احاطہ تھا انہوں نے ایسا نظام قائم رکھا اور مہاجر وانصار کی سیادت کی ایسی حفاظت کی کہ ان کے عہد خلافت میں یہ ممکن ہی نہ ہوا کہ کوئی غیر مہاجر یا انصار کی ہمسری کا خیال تک بھی لا سکے تمام مہاجرین وانصار کی حیثیت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شاہی خاندان اور فاتح قوم کی تھی فاروق اعظم نے

ایک طرف بڑی کوشش اور احتیاط کے ساتھ اپنی فتح مند فوج اور صف شکن عربی سپاہیوں کے خصوصی سپاہیانہ اور جوانمردانہ جذبات کی حفاظت ونگرانی کی، حتیٰ کہ شام کے خوش سواد شہروں اور سامان عیش رکھنے والی بستیوں میں، یا ان کے قریب بھی، عہد فاروقی میں اسلامی فوجوں کو قیام کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا، دوسری طرف انہوں نے نہایت ہی اعلیٰ تدبر اور انتہائی مآل اندیشی کے ساتھ جلیل القدر اور صاحب اقتدار صحابیوں کو صحبت عوام بلکہ صحبت عام سے اس خوبی کے ساتھ بچا کر رکھا کہ کسی کو بھی محسوس نہ ہونے پایا اور ان جلیل القدر اصحاب کرام کے رعب وعظمت کی ایک طرف حفاظت ہوئی، دوسری طرف ہمہ وقت ان کے گرد مدینہ منورہ میں نہ صرف ملک عرب بلکہ تمام دنیا کی منتخب اور بااقتدار وصاحب اثر جماعت موجود رہتی تھی۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ باتیں رفتہ رفتہ یکے بعد دیگرے مٹتی گئیں، مذکورہ بالا عربی قبائل اپنے آپ کو مہاجرین وانصار اور قریشی وحجازی لوگوں کا ہمسر بلکہ ان سے بڑھ کر سمجھنے لگے، صحابہ کرام جو شاہی خاندان کا مرتبہ رکھتے تھے، دور دراز صوبوں میں منتشر ہو گئے، مدینہ منورہ کی جمعیت درہم برہم ہوگئی اور خود دارالخلافہ قوت کا مرکز نہ رہ سکا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ساتھ ہی ساتھ قومی وقبائلی امتیازات تازہ ہونے لگے، ہر ایک قبیلے اور ہر ایک خاندان کی الگ الگ عصبیت قائم ہوگئی، آپس میں وہی عہد جاہلیت کی رقابتیں تازہ ہونے لگی اور اسلامی رشتہ اور دینی اخوت کا اثر قومی وخاندانی امتیازات پر فائق نہ رہ سکا، مہاجرین وانصار نو مسلموں کی کثرت کے اندر درخور ہونے کی وجہ سے اپنے اقتدار وعظمت کو قائم وباقی نہ رکھ سکے۔

خلیفہ وقت کے رعب واقتدار کی گرفت بھی کم ہوگئی تھی، مہاجرین وانصار اور قریشیوں کا اقتدار بھی نو مسلم بہادروں کی کثرت کے سبب ہلکا پڑنے لگا تھا، مدینہ منورہ میں بھی بااثر اور طاقتور لوگوں کی یک دل جمعیت کمزور ہو کر قریباً معدوم ہو چکی تھی، لہٰذا بنو امیہ نے ان تمام باتوں سے فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کی، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی سے تو انہوں نے یہ فائدہ اٹھایا کہ مروان بن الحکم کو ان کا میر منشی ہونے کی حالت میں بنو امیہ کا ایسا طرف دار وحامی بنایا کہ اس نے جا اور بے جا ہمہ وقت اور بہر طور بنو امیہ کو فائدہ پہنچانے، آگے بڑھانے، طاقت ور بنانے میں مطلق کوتاہی نہیں کی۔

جب ملکوں اور صوبوں کی گورنریاں زیادہ تر بنو امیہ ہی کو مل گئیں، اور تمام ملک اسلامیہ میں ہر جگہ بنو امیہ ہی حاکم اور صاحب اختیار نظر آنے لگے، تو انہوں نے اپنے اقتدار رفتہ کے واپس لینے، یعنی بنو ہاشم کے مقابلہ میں اپنا مرتبہ بلند قائم کرنے کی کوششیں کیں، اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ بنو ہاشم اور دوسرے قبائل کو بھی بنو امیہ کی ان کوششوں کا احساس ہوا، یہ کہنا کہ خود سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ بنو امیہ کی ایسی کوششوں کے محرک اور خواہش مند تھے سراسر بہتان وافتراء ہے، کیوں کہ ان کے اندر کسی سازش، کسی پالیسی یا کسی منافقت کا نام ونشان تک بھی نہیں بتایا جا سکتا، ان کی نرم مزاجی ودرگذر اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک سے پیش آنے کی دونوں صفتوں نے مل کر بنو امیہ کو موقع دیا کہ وہ اپنے قومی وخاندانی اقتدار کے قائم کرنے کی تدبیروں میں مصروف ہوں اور اس طرح عہد جاہلیت کی فراموش شدہ رقابتیں پھر تازہ ہو جائیں، ان رقابتوں کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے مال ودولت کی فراوانی اور عیش وتن آسانی کی خواہش نے اور بھی سہارا دیا، اس قسم کی باتوں کا وہم وگمان بھی صدیقی وفاروقی خلافتوں کے زمانہ میں کسی کو نہیں ہو سکتا تھا۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہوتے ہی ایرانی صوبوں میں جگہ جگہ بغاوتیں ہوئیں' مگر اسلامی فوجوں نے باغیوں کی ہر جگہ گوشمالی کی' اور تمام بغاوت زدہ علاقوں میں پھر امن وامان اور اسلامی حکومت قائم کر دی' ان بغاوتوں کے فرد کرنے میں ایک یہ بھی فائدہ ہوا' کہ ہر باغی صوبہ کے سرحدی علاقوں کی طرف بھی توجہ کی گئی' اور اس طرح بہت سے نئے علاقے بھی مسلمانوں کے قبضے میں آگئے۔

مثلاً جنوبی ایران کی بغاوت فرد کرنے کے سلسلہ میں سیستان وکرمان کے صوبوں پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہوا' شمالی ومشرقی ایران کی بغاوتوں' ترکوں اور چینیوں کی چڑھائیوں کے انسداد کی کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہرات' کابل' بلخ اور جیحون پار کے علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا' رومیوں نے مصر واسکندریہ پر چڑھائیاں کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومیوں کو مسلمانوں نے شکست دے کر بھگایا' اور جزیرہ قبرص اور روڈس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا' افریقہ کے رومی گورنر نے فوجیں جمع کر کے مصر کی اسلامی فوج کو دھمکانا چاہا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ برقہ' طرابلس تک کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا' اسی طرح ایشیائے کوچک کی رومی فوجوں نے بھی ہاتھ پاؤں ہلانے چاہے' مسلمانوں نے ان کو قرار واقعی سزا دے کر آرمینیا وطفلس تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔

غرض سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بہت کافی اور اہم فتوحات مسلمانوں کو حاصل ہوئی' اور حکومت اسلامیہ کے حدود پہلے سے بہت زیادہ وسیع ہو گئے' ایران وشام ومصر وغیرہ ملکوں میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حکم کے موافق گورنروں نے سڑکیں بنوائے' مدرسے قائم کرنے' تجارت وحرفت اور زراعت کو فروغ دینے کی کوششیں کیں' یعنی سلطنت اسلامیہ نے اپنی ظاہری ترقی کے ساتھ ہی معنوی ترقی بھی کی' لیکن یہ تمام ترقیات زیادہ تر خلافت عثمانی کے نصف اول یعنی ابتدائی چھ سال میں ہوئیں' نصف آخری یعنی چھ سال کے عرصہ میں اندرونی اور داخلی فسادات کی پیدائش اور نشوونما ہوتی رہی' اس سے پیشتر مسلمانوں کا مطمح نظر اور قبلہ توجہ اشاعت اسلام اور شرک شکنی کے سوا اور کچھ نہ تھا' لیکن اب وہ توجہ آپس کی مسابقت اور برادر افگنی میں بھی صرف ہونے لگی' بنو امیہ نے مدینہ منورہ میں اپنی تعداد اور اثر کو بڑھالیا' اور اطراف وجوانب کے صوبوں اور ملکوں میں بھی ان کا اثر روز افزوں ترقی کرنے لگا۔

یہ ضروری نہ تھا کہ بنو امیہ کے اس طرز عمل کو دیکھ کر دوسرے مسلمان قبائل موافقت یا مخالفت میں بے سوچے سمجھے حصہ لینے لگتے اور قومی جانب داری کی آگ میں کود پڑتے بلکہ بنو امیہ کی غلط کاریوں کو محسوس کرنے کے بعد صحابہ کرام یعنی مہاجرین وانصار کی محترم جماعت اگر سہولت ومعقولیت کے ساتھ لوگوں کو سمجھاتی اور اس فتنہ کو نشوونما پانے سے پہلے وبا دینے کی کوشش کرتی تو اصحاب نبوی کا اتنا اثر امت محمدیہ میں ضرور موجود تھا کہ ان بزرگوں کی کوشش صدا بصحرا ثابت نہ ہوتی' بنو امیہ نے اپنا اقتدار بڑھانے کی کوششیں شروع کیں' اس کا احساس صحابہ کرام کو کچھ عرصہ کے بعد ہوا اور جب احساس ہوا تو اسی وقت سے بھی علاج کی کوششیں شروع ہو کر کامیاب ہو سکتی تھیں' لیکن بدقسمتی اور سوء اتفاق سے امت مسلمہ کو ایک سخت وشدید ابتلاء میں مبتلا ہونا پڑا' یعنی عین اسی زمانے میں چالاک وعقل مند اور صاحب عزم وارادہ یہودی عبداللہ بن سبا اسلام کی تخریب ومخالفت کے لیے آمادہ ومستعد ہوگیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی منافقوں کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو بارہا ابتلاء میں مبتلا ہونا پڑا' اور اب عہد عثمانی میں بھی ایک منافق یہودی مسلمانوں کی ایذاء رسانی کا باعث ہوا' یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ عبداللہ بن ابی زیادہ خطرناک منافق تھا' یا عبداللہ

بن سبا بڑا منافق تھا' لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ عبداللہ بن ابی کو اپنے شرارت آمیز منصوبوں میں کامیابی کم حاصل ہوئی اور نامرادی و ناکامی بیشتر اس کے حصہ میں آئی' لیکن عبداللہ بن سبا اگر خود کوئی ذاتی کامیابی حاصل نہ کر سکا تاہم مسلمانوں کی جمعیت کو وہ ضرور نقصان عظیم پہنچا سکا' کیوں کہ اس نقصان عظیم کے موجبات پہلے سے مرتب و مہیا ہو رہے تھے۔

عبداللہ بن سبا کی مسلم کش کوششوں کا سب سے زبردست پہلو یہ تھا کہ اس نے بنو امیہ کی مخالفت میں یک لخت اور یکا یک تمام عرب قبائل کو برانگیختہ اور مشتعل کر دیا جس کے لیے اس نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حمایت و محبت کو ذریعہ اور بہانہ بنایا۔

جن قبائل میں اس نے مخالفت بنو امیہ اور عداوت عثمان پیدا کرنی چاہی' یہ سب کے سب وہی لوگ تھے جو اپنی فتوحات پر مغرور اور اپنے کارناموں کے مقابلے میں قریش و اہل حجاز کو خاطر میں نہ لاتے تھے' لیکن سابق الاسلام نہ تھے' بلکہ نومسلموں میں ان کا شمار تھا' عبداللہ بن سبا نے بڑی آسانی سے بنو امیہ کے سوا باقی اہل مدینہ کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بدگوئی اور بنو امیہ کے۔کی عام شکایات پر آمادہ کر دیا۔

پھر وہ بصرہ کوفہ' دمشق وغیرہ فوجی مرکزوں میں گھوما' جہاں اس کو سوائے دمشق کے ہر جگہ مناسب آب و ہوا اور موافق سامان میسر ہوئے' دمشق میں بھی اس کو کم کامیابی ہوئی کیوں کہ یہاں بھی اس نے سیدنا ابوذر غفاری والے واقعہ سے خوب فائدہ اٹھایا' آخر میں وہ مصر پہنچا اور تمام مرکزی مقاموں کے اندر جہاں وہ خود سامان فراہم کر آیا تھا مصر میں بیٹھے بیٹھے اپنی تحریک کو ترقی دی' مصر کو اس نے اپنا مرکز اس لیے بنایا کہ یہاں کا گورنر عبداللہ بن سعد خود مختاری میں تو دوسرے گورنروں سے بڑھا ہوا لیکن دقت نظر میں دوسروں سے کم اور رومیوں وغیرہ کے حملوں کی روک تھام کے خیال اور افریقہ وطرابلس وغیرہ کی حفاظت کی فکر میں اندرونی تحریکوں اور داخلی کاموں کی طرف زیادہ متوجہ نہیں ہو سکتا تھا' یہیں اس کو دو تین صحابی ایسے مل گئے جو بڑی آسانی سے اس کے ارادوں کی اعانت میں شریک و مصروف ہو گئے۔

اس نے بصرہ میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی اور کوفہ میں سیدنا زبیر کی قبولیت کو بڑھا ہوا دیکھا' لیکن وہ جانتا تھا کہ تمام عالم اسلام میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبولیت ان دونوں حضرات سے بڑھ جائے گی' لہٰذا اس نے بصرہ' کوفہ' دمشق کو بڑی آسانی سے چھوڑ دیا اور مصر میں بیٹھ کر اپنا کام اس طرح شروع کیا کہ بصرہ اور کوفہ والوں کی اس مخالفت کو ترقی دی جو ان کو بنو امیہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیدا ہو چکی تھی' لیکن مصر میں اس مخالفت کے پیدا کرنے اور اس کو ترقی دینے کے علاوہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت اور ان کے مظلوم ہونے' حقدار خلافت ہونے' وصی ہونے وغیرہ کے خیالات کو شائع کیا' اس اشاعت میں بھی بڑی احتیاط سے کام لیا' اور سیدنا علی کے طرفداروں کی ایک زبردست جماعت بنا لینے میں کامیاب ہوا' عبداللہ بن سبا کی ان کارروائیوں نے بہت ہی جلد عالم اسلامی میں ایک شورش پیدا کر دی۔

اس شورش کے پیدا ہو جانے کے بعد صحابہ کرام سے وہ موقع جاتا رہا کہ وہ خود بنو امیہ کے راہ راست پر رکھنے کی کوشش میں کامیاب ہوتے' عبداللہ بن سبا کی شرارتوں میں غالباً سب سے پلید قسم کی شرارت یہ تھی کہ اس نے مدینہ منورہ سے سیدنا علی کی طرف سے فرضی خطوط کوفہ و بصرہ والوں کے پاس بھجوائے اور اس طرح اپنے آپ کو بھی سیدنا علی کا ایجنٹ یقین کرانے اور لوگوں کو دھوکا دینے میں خوب کامیاب ہوا' یہ اس کا ایسا فریب تھا کہ ایک طرف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے' دوسری طرف آج تک لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ نعوذ باللہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اشارے اور سازش سے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے' حالانکہ اس سے زیادہ غلط اور نادرست کوئی دوسری بات نہیں ہوسکتی' وہ یعنی عبداللہ بن سبا نہ سیدنا عثمان کا دوست تھا' نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اسکو کوئی ہمدردی تھی' وہ تو دونوں کا یکساں دشمن اور اسلام کی بربادی کا خواہاں تھا' اس لیے جہاں اس نے ایک طرف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا' دوسری طرف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شریک سازش ثابت کر کے ان کی عزت وحرمت کو بھی سخت نقصان پہنچانا چاہا۔

اعتراض:

اگر کوئی یہ کہے کہ مدینۃ الرسول ﷺ مرکزِ اسلام اور اکثر صحابہؓ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا جائے قرار ہونے کے باوجود یہ عظیم حادثہ اور خلیفہؓ وقت کا مظلومانہ مقتول ہونا کیونکر ممکن ہوسکا؟ تو حافظ ابن کثیرؒ جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

»إن قال قائل: كيف وقع قتل عثمان، رضي الله عنه، بالمدينة وفيها جماعة من كبار الصحابة، رضي الله عنهم؟

فجوابه من وجوه:

أحدها، أن كثيرا منهم، بل أكثرهم أو كلهم، لم يكن يظن أنه يبلغ الأمر إلى قتله، فإن أولئك الأحزاب لم يكونوا يحاولون قتله عينا، بل طلبوا منه أحد أمور ثلاثة؛ إما أن يعزل نفسه، أو يسلم إليهم مروان بن الحكم، أو يقتلوه، فكانوا يرجون أن يسلم إلى الناس مروان، أو أن يعزل نفسه ويستريح من هذه الضائقة الشديدة.

وأما القتل فما كان يظن أحد أنه يقع، ولا أن هؤلاء يجترئون عليه إلى ما هذا حده، حتى وقع ما وقع. والله أعلم.

الثاني، أن الصحابة مانعوا دونه أشد الممانعة، ولكن لما وقع التضييق الشديد عزم عثمان على الناس أن يكفوا أيديهم ويغمدوا أسلحتهم ففعلوا، فتمكن أولئك مما أرادوا، ومع هذا ما ظن أحد من الناس أنه يقتل بالكلية.

الثالث، أن هؤلاء الخوارج لما اغتنموا غيبة كثير من أهل المدينة في أيام الحج، ولم تقدم الجيوش من الآفاق للنصرة، بل لما اقترب مجيئهم، انتهزوا فرصتهم، قبحهم الله، وصنعوا ما صنعوا من الأمر العظيم.

الرابع، أن هؤلاء الخوارج كانوا قريبا من ألفي مقاتل من الأبطال، وربما لم «يكن في أهل المدينة هذه العدة من المقاتلة؛ لأن الناس كانوا في الثغور وفي الأقاليم في كل جهة وفي الحج.

ومع هذا كان كثير من الصحابة قد اعتزل هذه الفتنة ولزموا بيوتهم، ومن كان يحضر منهم المسجد لا يجيء إلا ومعه السيف يضعه على حبوته إذا احتبى، والخوارج محدقون بدار عثمان، رضي الله عنه. وربما لو أرادوا صرفهم عن الدار لما أمكن ذلك.

ولكن كبار الصحابة قد بعثوا أولادهم إلى الدار يحاجفون عن عثمان، رضي الله عنه، لكي تقدم الجيوش من الأمصار لنصرته، فما فجأ الناس إلا وقد ظفر أولئك بالدار من خارجها، وأحرقوا بابها، وتسوروا عليه حتى قتلوه.

وأما ما يذكره بعض الناس من أن بعض الصحابة أسلمه ورضي بقتله، فهذا لا يصح عن أحد من الصحابة أنه رضي بقتل عثمان، رضي الله عنه، بل كلهم كرهه، ومقته، وسب من فعله، ولكن بعضهم كان يود لو خلع نفسه

من الأمر ; كعمار بن ياسر، ومحمد بن أبي بكر، وعمرو بن الحمق وغيرهم.

قال أبو عمر بن عبد البر :دفنوا عثمان، رضي الله عنه بحش كوكب، وكان قد اشتراه وزاده في البقيع.

ولقد أحسن بعض السلف حيث يقول وقد سئل عن عثمان :هو أمير البررة، وقتيل الفجرة، مخذول من خذله، منصور من نصره. وقال شيخنا أبو عبد الله الذهبي في آخر ترجمة عثمان وفضائله، بعد حكايته هذا الكلام :قلت: الذين قتلوه أو ألبوا عليه قتلوا إلى عفو الله ورحمته، والذين خذلوه خذلوا وتنغص عيشهم، وكان الملك بعده في نائبه معاوية وابنيه، ثم في وزيره مروان وثمانية من ذريته، استطالوا حياته وملوه مع فضله وسوابقه، فتملك عليهم من هو من بني عمه بضعا وثمانين سنة، فالحكم لله العلي الكبير. وهذا لفظه بحروفه.

»البداية والنهاية« (10 / 344):

مدینہ منورہ میں بلوائیوں کی حکومت

مصر' کوفہ اور بصرہ کے باغیوں نے جب سے مدینہ منورہ میں داخل ہو کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو گھر سے نکلنے اور مسجد میں آنے سے روک دیا تھا' اسی روز سے مدینہ منورہ میں ان کی حکومت تھی' لیکن چونکہ خلیفہ وقت (گو حالت محاصرہ ہی میں کیوں نہ ہو) موجود تھا' لہذا بلوائیوں کی ظالمانہ حکومت کو حکومت کے نام سے تعبیر نہیں کی جا سکتا' لیکن سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد مدینہ میں قریباً ایک ہفتہ غافقی بن حرب عکی بلوائیوں کے سرداری کی حکومت رہی' وہی ہر ایک حکم جاری کرتا' اور وہی نمازوں کی امامت کراتا تھا۔

ان بلوائیوں میں بعض لوگ مآل اندیش اور سمجھدار بھی تھے' انہوں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر ہم لوگ اسی طرح قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد یہاں سے منتشر ہو گئے' تو ہمارے لیے بھی کوئی نیک نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا' ہم جہاں ہوں گے قتل کئے جائیں گے' اور یہ شورش محض فسادات اور بغاوت سمجھی جائے گی' پھر اس طرح کبھی ہم جائز احتجاج کا جامہ نہیں پہنا سکیں گے' لہذا انہوں نے آپس میں مشورہ کر کے سب کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اب کسی کو جلد خلیفہ منتخب کراؤ' اور بغیر خلیفہ منتخب کرائے ہوئے یہاں سے واپس ہونے اور جانے کا نام نہ لو۔

انہیں ایام شورش کے دوران میں یہ اطمینان کر لینے کے بعد کوفہ و بصرہ سے بھی اس تجویز وقرارداد کے موافق لوگ روانہ ہو کر مدینہ پہنچ گئے' عبداللہ بن سبا بھی مصر سے روانہ ہوا اور نہایت غیر مشہور اور غیر معلوم طریقے پر مدینہ میں داخل ہو کر اپنے ایجنٹوں اور دوستوں میں شامل ہو گیا' چونکہ بلوائیوں کے اس تمام لشکر میں سب کے سب ہی ایسے اشخاص نہ تھے جو عبداللہ بن سبا کے راز دار ہوں بلکہ بہت سے بے وقوف و واقعہ پسند اور دوسرے ارادوں کے لوگ تھے' لہذا عبداللہ بن سبا نے یہاں آ کر خود کوئی سرداری یا نمبرداری کی شان مصلحتاً حاصل نہیں کی بلکہ اپنے دوسرے ایجنٹوں ہی کے ذریعہ تمام مجمع کو متحرک کر کے اپنے حسب منشاء کام لیتا رہا۔

یہ انتخاب خلیفہ کی تجویز بھی عبداللہ بن سبا ہی کی تھی' چنانچہ یہ لوگ جمع ہو کر سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس الگ الگ گئے' اور ان بزرگوں میں سے ہر ایک سے درخواست کی کہ آپ خلافت قبول فرمالیں اور ہم سے بیعت لے لیں' ہر ایک بزرگ نے خلافت کے قبول کرنے سے انکار کیا اور یہ مجبور و نامراد ہو کر رہ گئے۔

آخر عبداللہ بن سبا نے ایک تدبیر سمجھائی اور مدینہ منورہ میں ان باغیوں اور بلوائیوں نے ایک ڈھنڈورا پٹوادیا کہ اہل مدینہ ہی ارباب حل و عقد ہیں' اور اہل مدینہ ہی میں ابتدا سے خلیفہ کا انتخاب کرتے آئے ہیں' اور اہل مدینہ ہی میں کے مشورے اور انتخاب سے منتخب کئے ہوئے خلیفہ کو مسلمانوں نے ہمیشہ خلیفہ تسلیم کیا ہے' لہٰذا ہم اعلان کرتے ہیں اور اہل مدینہ کو آگاہ کئے دیتے ہیں کہ تم کو صرف دو دن کی مہلت دی جاتی ہے اس دو دن کے عرصہ میں کوئی خلیفہ منتخب کرلو ورنہ دو دن کے بعد ہم علی رضی اللہ عنہ 'طلحہ رضی اللہ عنہ 'زبیر رضی اللہ عنہ تینوں کو قتل کردیں گے۔

اس اعلان کو سن کر مدینہ والوں کے ہوش وحواس جاتے رہے وہ بے تابانہ اپنے اپنے گھروں سے نکل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے' اسی طرح باقی دونوں حضرات کے پاس بھی مدینہ والوں کے وفود پہونچے' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے تو صاف انکار کردیا اور کہا کہ ہم خلافت کا بارا پنے کندھوں پر لینا نہیں چاہتے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اول انکار ہی کیا تھا' لیکن جب لوگوں نے زیادہ اصرار ومنت وسماجت کی تو وہ رضامند ہو گئے' ان کے رضامند ہوتے ہی لوگ جوق در جوق ٹوٹ پڑے' اہل مدینہ نے بھی اور بلوائیوں کی جمعیت نے بھی ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

(4) سیدنا علی رضی اللہ عنہ (کرم اللہ وجہہ الکریم)

نام ونسب

علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ابوالحسن اور ابوتراب کی کنیت سے مخاطب فرمایا' آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم تھا' آپ پہلی ہاشمیہ تھیں کہ خاندان بنو ہاشم میں منسوب ہوئیں' اسلام لائیں اور ہجرت فرمائی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ کے چچازاد بھائی تھے اور داماد بھی' یعنی وہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شوہر تھے' آپ میانہ قد مائل بہ پستی تھے' دوہرا بدن' سر کے بال کسی قدر اڑے ہوئے' باقی تمام جسم پر بال' لمبی اور گھنی داڑھی' گندم گوں تھے۔

»هو أمير المؤمنين علي بن أبي طالب - واسمه عبد مناف - بن عبد المطلب - واسمه شيبة - بن هاشم - واسمه عمرو - بن عبد مناف - واسمه المغيرة - بن قصي - واسمه زيد - بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن النضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن إلياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان، أبو الحسن والحسين، ويكنى بأبي تراب وأبي القضم، الهاشمي، ابن عم رسول الله، صلى الله عليه وسلم، وختنه على ابنته فاطمة الزهراء. وأمه فاطمة بنت أسد بن هاشم بن عبد مناف بن قصي. ويقال: إنها أول هاشمية ولدت هاشميا. وكان له من الإخوة طالب، وعقيل، وجعفر، وكانوا أكبر منه، بين كل واحد« منهم وبين الآخر عشر سنين، وله أختان؛ أم هانئ وجمانة، وكلهم من فاطمة بنت أسد، وقد أسلمت وهاجرت.

»البدایۃ والنہایۃ« (10 / 411):

آپ کی خصوصیات

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھے' آپ ان لوگوں میں سے ہیں' جنہوں نے قرآن مجید کو جمع کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا' آپ بنی ہاشم میں سب سے پہلے خلیفہ تھے' آپ نے ابتدائی عمر سے کبھی بتوں کی پرستش نہیں کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی تو آپ کو مکہ میں اس لیے چھوڑ گئے کہ تمام امانتیں لوگوں کو پہنچا دیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کرنے کے بعد آپ بھی ہجرت کر کے مدینہ میں پہنچ گئے' سوائے ایک جنگ بتوک کے اور تمام لڑائیوں میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے' جنگ تبوک جاتے وقت آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عامل یعنی قائم مقام بنا گئے تھے' جنگ احد میں سیدنا علی کے جسم مبارک پر سولہ زخم آئے تھے' جنگ خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا آپ کے ہاتھ میں دیا تھا اور پہلے سے فرما دیا تھا کہ خیبر آپ کے ہاتھ پر فتح ہوگا۔ آپ کو اپنا نام ابوتراب بہت پسند تھا جب کوئی شخص اس نام سے آپ کو پکارتا تھا تو آپ بہت خوش ہوتے تھے' اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے' کہ ایک روز آپ گھر سے نکل کر مسجد میں آئے اور وہیں پڑ کر سو گئے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اٹھایا تو ان کے جسم سے مٹی

پوچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ ابوتراب اٹھو۔

»وعلی رضی الله عنه أحد العشرة المشهود لهم بالجنة وأخو رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمؤاخاة، وصهره على فاطمة سيدة نساء العالمين رضى الله عنها وأحد السابقين إلى الإسلام، وأحد العلماء الربانيين، والشجعان المشهورين، والزهاد المذكورين، والخطباء المعروفين، وأحد من جمع القرآن وعرضه على رسول الله صلى الله عليه وسلم، وعرض عليه أبو الأسود الدؤلى وأبو عبد الرحمن السلمى، وعبد الرحمن بن أبي ليلى، وهو أول خليفة من بنى هاشم، وأبو السبطين، أسلم قديما، بل قال ابن عباس وأنس وزيد بن الأرقم وسليمان الفارسى وجماعة :إنه أول من أسلم، ونقل بعضهم الإجماع عليه.

وأخرج أبو يعلى عن على رضى الله عنه قال :بعث الرسول صلى الله عليه وسلم يوم الاثنين وأسلمت يوم الثلاثاء وكان عمره حين أسلم عشر سنين، وقيل :تسع، وقيل :ثمان، وقيل :دون ذلك، قال الحسن بن زيد بن الحسن :ولم يعبد الأوثان قط لصغره، أخرجه ابن سعد

ولما هاجر صلى الله عليه وسلم إلى المدينة أمره أن يقيم بعده بمكة أياما حتى يؤدى عنه أمانة الودائع والوصايا التى كانت عند النبى صلى الله عليه وسلم، ثم يلحقه بأهله، ففعل ذلك، وشهد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بدرًا وأحدًا وسائر المشاهد إلا تبوك فإن النبى صلى الله عليه وسلم استخلفه على المدينة، وله فى جميع المشاهد آثار مشهورة، وأعطاه النبى صلى الله عليه وسلم اللواء فى مواطن كثيرة، وقال سعيد بن المسيب :أصابت عليًا يوم أحد ست عشرة ضربة، وثبت فى الصحيحن :أنه صلى الله عليه وسلم أعطاه الراية فى يوم خيبر، وأخبر أن الفتح يكون على يديه 3 وأحواله فى الشجاعة وآثاره فى الحروب مشهورة.

وكان على شيخًا سمينًا، أصلع، كثير الشعر، ربعة إلى القصر 4 عظيم البطن، عظيم اللحية جدًا، قد ملأت ما بين منكبيه بيضاء كأنها قطن، آدم شديد الأدمة.

وقال جابر بن عبد الله :حمل على الباب على ظهره يوم خيبر حتى صعد المسلمون عليه «.ففتحوها، وإنهم جروه بعد ذلك، فلم يحمله إلا أربعون رجلًا، أخرجه ابن عساكر.

وأخرج ابن إسحاق فى المغازى وابن عساكر عن أبى رافع، أن عليًا تناول بابًا عند الحصن حصن خيبر فتترس به عن نفسه، فلم يزل فى يده وهو يقاتل حتى فتح الله علينا، ثم ألقاه، فلقد رأيتنا ثمانية نفر نجهد أن نقلب ذلك الباب، فما استطعنا أن نقلبه.

وروى البخارى فى الأدب عن سهل بن سعد قال :إن كان أحب أسماء على رضى الله عنه إليه أبو تراب، وإن كان ليفرح أن يدعى به، وما سماه أبا تراب إلا النبى صلى الله عليه وسلم وذلك أنه غاضب يومًا فاطمة فخرج، فاضطجع إلى الجدار فى المسجد، فجاءه النبى صلى الله عليه وسلم وقد امتلأ ظهره ترابًا فجعل النبى صلى الله عليه

وسلم يمسح التراب عن ظهره ويقول :"اجلس أبا تراب"

» تاریخ الخلفاء « (ص 130):

آپ کے فضائل

حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَابِسٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْمُلَائِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَصَلَّى عَلِيٌّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِي الْبَاب عَنْ عَلِيٍّ وَهَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُسْلِمٍ الْأَعْوَرِ وَمُسْلِمٌ الْأَعْوَرُ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذَلِكَ الْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ حَبَّةَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَ هَذَا

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1695 حدیث مرفوع

اسماعیل بن موسی، علی بن عابس، مسلم ملائی، حضرت انس بن مالک (رض) سے روایت ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیر کے دن نبوت عطا کی گئی اور حضرت علی رضی (رض) نے منگل کو نماز پڑھی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف مسلم اعور کی روایت سے جانتے ہیں اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ مسلم اسے حبہ سے اور وہ حضرت علی (رض) سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ الْقَعْنَبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ فَقَامُوا يَرْجُونَ لِذَلِكَ أَيُّهُمْ يُعْطَى فَغَدَوْا وَكُلُّهُمْ يَرْجُو أَنْ يُعْطَى فَقَالَ أَيْنَ عَلِيٌّ فَقِيلَ يَشْتَكِي عَيْنَيْهِ فَأَمَرَ فَدُعِيَ لَهُ فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتَّى كَأَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْءٌ فَقَالَ نُقَاتِلُهُمْ حَتَّى يَكُونُوا مِثْلَنَا فَقَالَ عَلَى رِسْلِكَ حَتَّى تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللَّهِ لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ

صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 210 حدیث مرفوع

عبداللہ ابن مسلمہ قعنبی، عبدالعزیز بن ابی حازم، ابوحازم سہل بن سعد (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو خیبر کے دن فرماتے ہوئے سنا کہ اب کے جھنڈا اس کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گی، پھر صحابہ میں سے ہر ایک اس بات کی امید کرنے لگے کہ علم و پرچم ہم کو مرحمت ہوگا لیکن دوسرے دن تمام صحابہ کی موجودگی میں، سرور عالم نے فرمایا: علی کہاں ہیں؟ کسی نے کہا، ان کی آنکھوں میں درد ہے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو بلایا اور وہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے حاضر کئے گئے، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب لگایا، جب وہ اچھے ہو گئے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہلے ان کو کوئی شکایت تھی ہی نہیں، اس کے بعد ان کو علم دیا، حضرت علی نے کہا، ہم ان کافروں سے جنگ کریں گے، حتیٰ کہ وہ ہمارے مثل ہو جائیں، آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ آہستگی کرو، جب تم ان کے میدان میں جاؤ، تو ان کو اسلام کی دعوت دینا اور جو اللہ کی طرف سے ان پر فرض ہے، اس سے ان کو آگاہ کرنا قسم ہے اللہ کی، کہ تمہارے ذریعہ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت مل گئی، تو یہ عمل تمہارے لیے سرخ اونٹوں

سے بھی زیادہ اچھا ہوگا۔

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ اعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذِي الْقَعْدَةِ فَأَبَى أَهْلُ مَكَّةَ أَنْ يَدَعُوهُ يَدْخُلُ مَكَّةَ حَتَّى قَاضَاهُمْ عَلَى أَنْ يُقِيمَ بِهَا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَلَمَّا كَتَبُوا الْكِتَابَ كَتَبُوا هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالُوا لَا نُقِرُّ بِهَا فَلَوْ نَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ مَا مَنَعْنَاكَ لَكِنْ أَنْتَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ أَنَا رَسُولُ اللَّهِ وَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ امْحُ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ لَا وَاللَّهِ لَا أَمْحُوكَ أَبَدًا فَأَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكِتَابَ فَكَتَبَ هَذَا مَا قَاضَى عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ لَا يَدْخُلُ مَكَّةَ سِلَاحٌ إِلَّا فِي الْقِرَابِ وَأَنْ لَا يَخْرُجَ مِنْ أَهْلِهَا بِأَحَدٍ إِنْ أَرَادَ أَنْ يَتَّبِعَهُ وَأَنْ لَا يَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ أَرَادَ أَنْ يُقِيمَ بِهَا فَلَمَّا دَخَلَهَا وَمَضَى الْأَجَلُ أَتَوْا عَلِيًّا فَقَالُوا قُلْ لِصَاحِبِكَ اخْرُجْ عَنَّا فَقَدْ مَضَى الْأَجَلُ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبِعَتْهُمْ ابْنَةُ حَمْزَةَ يَا عَمِّ يَا عَمِّ فَتَنَاوَلَهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَأَخَذَ بِيَدِهَا وَقَالَ لِفَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام دُونَكِ ابْنَةَ عَمِّكِ حَمَلَتْهَا فَاخْتَصَمَ فِيهَا عَلِيٌّ وَزَيْدٌ وَجَعْفَرٌ فَقَالَ عَلِيٌّ أَنَا أَحَقُّ بِهَا وَهِيَ ابْنَةُ عَمِّي وَقَالَ جَعْفَرٌ ابْنَةُ عَمِّي وَخَالَتُهَا تَحْتِي وَقَالَ زَيْدٌ ابْنَةُ أَخِي فَقَضَى بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِخَالَتِهَا وَقَالَ الْخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الْأُمِّ وَقَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي وَأَنَا مِنْكَ وَقَالَ لِجَعْفَرٍ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَقَالَ لِزَيْدٍ أَنْتَ أَخُونَا وَمَوْلَانَا

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2586 حدیث مرفوع

عبیداللہ بن موسیٰ اسرائیل ابواسحاق براء سے روایت کرتے ہیں انھوں نے بیان کیا کہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ذی قعد کے مہینہ میں عمرہ کا ارادہ کیا تو مکہ والوں نے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو داخل ہونے کی اجازت دینے سے انکار کیا یہاں تک کہ ان سے اس بات پر فیصلہ ہوا کہ آئندہ سال تین دن قیام کریں گے جب صلح نامہ لکھنے لگے تو اس کے شروع میں لکھا کہ وہ صلح نامہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول راضی ہوئے مکہ والوں نے کہا کہ ہم تو اس کا اقرار نہیں کرتے ہیں، اگر ہم جانتے کہ تم اللہ کے رسول ہو تو ہم تم کو نہیں روکتے بلکہ تم تو محمد بن عبداللہ ہو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور عبداللہ کا بیٹا ہوں پھر حضرت علی (رض) سے فرمایا رسول اللہ کا لفظ مٹادو انھوں نے کہا نہیں اللہ کی قسم میں کبھی نہیں اس کو مٹاؤں گا آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وہ کاغذ اپنے ہاتھ میں لیا اور لکھوایا ھذا ما قاضی علیہ محمد بن عبداللہ وہ مکہ میں اس حال میں داخل ہوں گے کہ ان کے ہتھیار نیام میں ہوں گے اور اگر مکہ کا کوئی شخص ان کے ساتھ جانا چاہیے تو اس کو ساتھ لے کر نہیں جائیں گے اور اپنے ساتھیوں میں سے کوئی شخص مکہ جانے کے بعد اگر وہاں رہنا چاہیے گا تو اسے منع نہیں کریں گے جب دوسرے سال آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ میں داخل ہوئے اور مدت گزرگئی تو لوگ حضرت علی (رض) کے پاس پہنچے اور کہا کہ اپنے ساتھی سے کہو کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے پاس چلے جائیں اس لیے کہ مدت گزر چکی نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) روانہ ہوئے تو حضرت حمزہ (رض) کی بیٹی چچا چچا کہتی پیچھے ہوگئی حضرت علی نے اسے لے لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر فاطمہ سے کہا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو لے لو انھوں نے اس کو سوار کرلیا تو اس کے متعلق حضرت علی (رض)، زید (رض) اور جعفر (رض) جھگڑنے لگے حضرت علی (رض) نے کہا میں اس لڑکی کا مستحق ہوں کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور حضرت جعفر (رض) نے دعویٰ کیا کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے اور

اس کی خالہ میری زوجیت میں ہے (اس لیے میں زیادہ مستحق ہوں) زید نے (اپنے استحقاق کا دعویٰ کیا اور) کہا کہ میرے بھائی کی بیٹی ہے چنانچہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کی خالہ کے حق میں فیصلہ کیا اور فرمایا خالہ بمنزلہ ماں کے ہے اور علی (رض) سے فرمایا کہ میں تجھ سے ہوں اور تو مجھ سے اور جعفر سے فرمایا کہ تم صورت سیرت میں مجھ سے زیادہ مشابہ ہو اور زید سے کہا تو ہمارا بھائی اور مولا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ فَقَالَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ انْظُرْ أَيْنَ هُوَ فَجَاءَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ وَأَصَابَهُ تُرَابٌ فَجَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ قُمْ أَبَا تُرَابٍ قُمْ أَبَا تُرَابٍ

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 433 حدیث مرفوع

قتیبہ بن سعید، عبدالعزیز بن ابی حازم، ابوحازم، سہل بن سعد (رض) روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فاطمہ کے گھر میں آئے تو علی کو گھر میں نہ پایا، آپ نے کہا کہ تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ وہ بولیں کہ میرے اور ان کے درمیان میں کچھ (جھگڑا) ہوگیا، وہ مجھ پر غضبناک ہو کر چلے گئے اور میرے ہاں نہیں سوئے، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایک شخص سے فرمایا کہ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ دیکھ کر آیا اور اس نے کہا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (مسجد میں) تشریف لے گئے، تو وہ لیٹے ہوئے تھے ان کی چادر ان کے پہلو سے گر گئی تھی اور ان کے جسم میں مٹی بھر گئی تھی، (یہ دیکھ کر) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان (کے جسم) سے مٹی جھاڑنے لگے اور یہ فرماتے تھے کہ اے ابوتراب اٹھو، اے ابوتراب اٹھو۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكٍ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَالِ وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبَى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَدْفَعَ إِلَى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ فِي ذَلِكَ فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ وَعَاشَتْ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا وَكَانَ لِعَلِيٍّ مِنْ النَّاسِ وَجْهٌ حَيَاةَ فَاطِمَةَ فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ اسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ أَبِي بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهُ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْأَشْهُرَ فَأَرْسَلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنْ ائْتِنَا وَلَا يَأْتِنَا أَحَدٌ مَعَكَ كَرَاهِيَةً لِمَحْضَرِ عُمَرَ فَقَالَ عُمَرُ لَا وَاللَّهِ لَا تَدْخُلُ عَلَيْهِمْ وَحْدَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَا عَسَيْتَهُمْ أَنْ يَفْعَلُوا بِي وَاللَّهِ لَآتِيَنَّهُمْ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا فَضْلَكَ وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ

خَيْرًا سَاقَهُ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَكِنَّكَ اسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ وَكُنَّا نَرَى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَصِيبًا حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي وَأَمَّا الَّذِي شَجَرَ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ مِنْ هَذِهِ الْأَمْوَالِ فَلَمْ آلُ فِيهَا عَنْ الْخَيْرِ وَلَمْ أَتْرُكْ أَمْرًا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصْنَعُهُ فِيهَا إِلَّا صَنَعْتُهُ فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةَ لِلْبَيْعَةِ فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الظُّهْرَ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنْ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَحَدَّثَ أَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللَّهُ بِهِ وَلَكِنَّا نَرَى لَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ نَصِيبًا فَاسْتَبَدَّ عَلَيْنَا فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الْأَمْرَ الْمَعْرُوفَ

صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 1448 حدیث متواتر حدیث مرفوع

یحییٰ بن بکیر، لیث، عقیل، ابن شہاب، عروہ، حضرت عائشہ (رض) سے روایت کرتے ہیں کہ دختر نبی حضرت فاطمہ (رض) نے (کسی کو) حضرت ابوبکر (رض) کے پاس ان کے زمانہ خلافت میں بھیجا کہ ہم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اس مال کی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مدینہ اور فدک میں دیا تھا اور خیبر کے بقیہ خمس کی میراث چاہتے ہیں تو ابوبکر نے جواب دیا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں، جو کچھ ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہے ہاں آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس میں سے (بقدر ضرورت) کھا سکتی ہے اور میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صدقہ میں آپ کے عہد مبارک کے عمل کے خلاف بالکل تبدیلی نہیں کرسکتا اور میں اس میں اسی طرح عمل درآمد کروں گا جس طرح رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا کرتے تھے یعنی حضرت ابوبکر نے اس میں ذرا سی بھی حضرت فاطمہ (رض) کے حوالے کرنے سے انکار کردیا تو حضرت فاطمہ (رض) اس مسئلہ میں حضرت ابوبکر (رض) سے ناراض ہوگئیں اور انھوں نے اپنی وفات تک حضرت ابوبکر سے گفتگو نہ کی حضرت فاطمہ (رض) آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں جب ان کا انتقال ہوگیا تو ان کے شوہر حضرت علی نے انھیں رات ہی کو دفن کردیا اور حضرت ابوبکر کو اس کی اطلاع بھی نہ دی اور خود ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھ لی حضرت فاطمہ (رض) کی حیات میں حضرت علی (رض) کو لوگوں میں وجاہت حاصل تھی جب ان کی وفات ہوگئی تو حضرت علی (رض) نے لوگوں کا رخ پھرا ہوا پایا تو ابوبکر سے صلح اور بیعت کی درخواست کی حضرت علی (رض) نے ان سے (چھ) مہینوں میں (حضرت فاطمہ (رض) کی تیمارداری اور دیگر مشاغل و اسباب کی بناء پر) حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی تو حضرت علی (رض) نے حضرت ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمارے یہاں تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو یہ اس لیے کہا کہ کہیں عمر نہ آجائیں حضرت عمر کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے فرمایا بخدا! آپ وہاں تنہا نہ جائیں حضرت ابوبکر (رض) نے کہا مجھے ان سے یہ امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ کچھ برائی کریں بخدا! میں ان کے پاس جاؤں گا لہٰذا ابوبکر ان کے پاس چلے گئے تو حضرت علی (رض) نے تشہد کے بعد فرمایا کہ ہم آپ کی فضیلت اور اللہ کے عطا کردہ انعامات کو بخوبی جانتے ہیں نیز ہمیں اس

بھلائی میں (یعنی خلافت میں) جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے کوئی حسد نہیں لیکن آپ نے اس امر خلافت میں ہم پر زیادتی کی ہے حالانکہ قرابت رسول کی بناء پر ہم سمجھتے تھے کہ یہ خلافت ہمارا حصہ ہے حضرت ابوبکر یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا قسم ہے اللہ کی! قرابت رسول کی رعایت میری نظر میں اپنی قرابت کی رعایت سے زیادہ پسندیدہ ہے اور میرے اور تمہارے درمیان آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بارے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں نے اس میں ہر گز امر خیر سے کوتاہی نہیں کی اور اس مال میں میں نے جو کام آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو کرتے دیکھا اسے نہیں چھوڑا حضرت علی (رض) نے حضرت ابوبکر (رض) سے کہا کہ زوال کے بعد آپ (رض) سے بیعت کرنے کا وعدہ ہے جب حضرت ابوبکر (رض) نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو آپ (رض) منبر پر بیٹھے اور تشہد کے بعد حضرت علی (رض) کا حال، بیعت سے ان کے پیچھے رہنے اور انھوں نے جو عذر پیش کئے تھے انھیں بیان فرمایا: پھر حضرت علی (رض) نے استغفار و تشہد کے بعد حضرت ابوبکر (رض) کے حقوق کی عظمت و بزرگی بیان کر کے فرمایا کہ میرے اس فعل کا باعث حضرت ابوبکر پر حسد اور اللہ نے انھیں جس خلافت سے نوازا ہے اس کا انکار نہیں تھا لیکن ہم سمجھتے تھے کہ امر خلافت میں ہمارا بھی حصہ تھا لیکن حضرت ابوبکر (رض) اس میں ہمیں چھوڑ کر خود مختار بن گئے تو اس سے ہمارے دل میں کچھ تکدر تھا، تمام مسلمان اس سے خوش ہو گئے اور کہا کہ آپ (رض) نے درست کام کیا اور مسلمان حضرت علی (رض) کے اس وقت پھر ساتھی ہو گئے جب انھوں نے امر بالمعروف کی طرف رجوع کر لیا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِسَدِّ الْأَبْوَابِ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ عَنْ شُعْبَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هَذَا الْوَجْهِ

جامع ترمذی: جلد دوم: حدیث نمبر 1698 حدیث مرفوع

محمد بن حمید رازی، ابراہیم بن مختار، شعبہ، ابوبلج، عمرو بن میمون، حضرت ابن عباس (رض) سے روایت ہے کہ نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رض) کے دروازے کے علاوہ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو شعبہ کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ قَدِمَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ مِنْ الْخَوَارِجِ فِيهِمْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ الْجَعْدُ بْنُ بَعْجَةَ فَقَالَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ يَا عَلِيُّ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَلْ مَقْتُولٌ ضَرْبَةٌ عَلَى هَذَا تَخْضِبُ هَذِهِ يَعْنِي لِحْيَتَهُ مِنْ رَأْسِهِ عَهْدٌ مَعْهُودٌ وَقَضَاءٌ مَقْضِيٌّ وَقَدْ خَابَ مَنْ افْتَرَى وَعَاتَبَهُ فِي لِبَاسِهِ فَقَالَ مَا لَكُمْ وَلِلِّبَاسِ هُوَ أَبْعَدُ مِنْ الْكِبْرِ وَأَجْدَرُ أَنْ يَقْتَدِيَ بِي الْمُسْلِمُ

مسند احمد: جلد اول: حدیث نمبر 665 حدیث موقوف

زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی (رض) کے پاس بصرہ کے خوارج کی ایک جماعت آئی، ان میں جعد بن بعجہ نامی ایک آدمی

بھی تھا وہ کہنے لگا کہ علی! اللہ سے ڈرو، تم نے بھی ایک دن مرنا ہے، فرمایا نہیں، بلکہ شہید ہونا ہے وہ ایک ضرب ہوگی جو سر پر لگے گی اور اس داڑھی کو رنگین کر جائے گی، یہ ایک طے شدہ معاملہ اور فیصلہ شدہ چیز ہے اور وہ شخص نقصان میں رہے گا جو جھوٹی باتیں گھڑے گا، پھر اس نے حضرت علی (رض) کے لباس میں کچھ کیڑے نکالے تو فرمایا کہ تمہیں میرے لباس سے کیا غرض یہ تکبر سے دور اور اس قابل ہے کہ اس معاملے میں مسلمان میری پیروی کریں۔

حدثنا محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، حدثنا شعبة، عن سلمة بن كهيل، قال: سمعت ابا الطفيل يحدث، عن ابي سريحة او زيد بن ارقم، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من كنت مولاه فعلي مولاه". قال ابو عيسى: هذا حسن صحيح غريب، وقد روى شعبة هذا الحديث، عن ميمون ابي عبد الله، عن زيد بن ارقم، عن النبي صلى الله عليه وسلم نحوه وابو سريحة هو حذيفة بن اسيد الغفاري صاحب النبي صلى الله عليه وسلم.

ترمذی حدیث 3713 :

ابوسریحہ یا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں“

حدثنا مسدد، حدثنا يحيى، عن شعبة، عن الحكم، عن مصعب بن سعد، عن ابيه: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج إلى تبوك واستخلف عليا، فقال: اتخلفني في الصبيان والنساء، قال: "الا ترضى ان تكون مني بمنزلة هارون من موسى؟ إلا انه ليس نبي بعدي"، وقال ابو داود: حدثنا شعبة، عن الحكم، سمعت مصعبا.

صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث ۴۴۱۶۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ تبوک کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو عورتوں اور بچوں پر چھوڑ جاتے ہیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہوتے کہ میں تم کو اسی طرح چھوڑ جاتا ہوں جس طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے سیدنا ہارون علیہ السلام کو چھوڑا تھا' ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

آپ کے قضایا و کلمات

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ دین کے معاملہ میں میرا دشمن بھی مجھ سے استفتاء کرتا ہے' معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھ بھیجا ہے کہ خنثیٰ مشکل کی میراث میں کیا کیا جائے' میں نے اسے لکھ بھیجا ہے کہ اس کی پیشاب گاہ کی صورت سے میراث کا حکم جاری ہونا چاہیے' یعنی اگر اس کی پیشاب گاہ مردوں کی مانند ہو تو اس کا حکم مرد کا ہوگا اور اگر عورت کی طرح ہو تو عورت کی طرح کا۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ جب بصرے میں تشریف لے گئے تو ابن کوا اور قیس بن عبادہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ بنائے جاؤ گے' اس معاملہ میں آپ سے بڑھ کر اور کون ثقہ

ہوسکتا ہے' ہم آپ ہی سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ کیا بات ہے' یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بالکل غلط ہے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا تھا' اگر فی الحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کوئی ایسا وعدہ فرمایا ہوتا تو میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کیوں کھڑا ہونے دیتا اور ان کو اپنے ہاتھ سے قتل نہ کر دیتا' چاہے میرا ساتھ دینے والا ایک بھی نہ ہوتا' بات یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے طول کھینچا' تو ایک روز مؤذن نے حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے واسطے بلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لے جاؤ وہ میری جگہ نماز پڑھائیں گے' لیکن ام المومنین (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا' تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آیا اور فرمایا کہ تم سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے کی سی عورتیں ہو۔ [۳۱] ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کو لے جاؤ' جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو ہم نے اپنی جگہ غور کیا تو اس شخص کو اپنی دنیا کے واسطے بھی قبول کر لیا' جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے واسطے انتخاب فرمایا تھا' کیوں کہ نماز اصل دین ہے اور آپ دین کے امیر اور دنیا کے قائم رکھنے والے تھے' پس ہم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مستحق سمجھ کر ان سے بیعت کر لی اور اسی لیے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا اور کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں کیا' نہ کوئی متنفس ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیزار ہوا' لہذا میں نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حق ادا کیا ان کی اطاعت کی' ان کے لشکر میں شامل ہو کر ان کی طرف سے لڑا' وہ جو کچھ مجھے دیتے تھے لے لیتا تھا' جہاں کہیں مجھے لڑنے کا حکم دیتے تھے میں لڑتا تھا' اور ان کے حکم سے حد شرع لگاتا تھا۔

جب ان کا انتقال ہوا تو وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا گئے' میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ کیا اور ان کے ساتھ اسی طرح پیش آیا' جس طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا تھا' جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ میری پیش قدمی اسلام اور قرابت اور دوسری خصوصیات کو دیکھتے ہوئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ میری خلافت کا حکم دے جائیں گے' لیکن وہ ڈرے کہ کہیں ایسے شخص کا انتخاب نہ کر جاؤں جس کا انجام اچھا نہ ہو' چنانچہ انہوں نے اپنے نفس کے ساتھ اپنی اولاد کو بھی خلافت سے محروم کر دیا' اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بخشش و عطا کے اصول پر چلتے تو اپنے بیٹے سے بڑھ کر کس کو مستحق سمجھتے' غرض انتخاب اب قریش کے ہاتھ میں آیا' جن میں سے ایک میں بھی تھا۔

جب لوگ انتخاب کے لیے جمع ہوئے تو میں نے خیال کیا کہ وہ مجھ سے تجاوز نہ کریں گے' عبدالرحمن بن عوف نے ہم سے وعدے لیے کہ جو کوئی خلیفہ مقرر کیا جائے ہم اس کی اطاعت کریں گے' پھر انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا' اب جو میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ مجھ سے جو کچھ وعدہ لیا گیا تھا وہ غیر کی اطاعت کے واسطے لیا گیا تھا' لہذا میں نے عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی' اور ان کے ساتھ میں نے وہی سلوک کیا اور ان سے اسی طرح پیش آیا جس طرح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا تھا۔

جب عثمان کا بھی انتقال ہو گیا تو میں نے خیال کیا کہ وہ لوگ تو گذر گئے' جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا امام بنایا تھا' اور وہ بھی گذر گئے جن کے لیے مجھ سے وعدہ لیا گیا تھا' تو میں بیعت لینے پر آمادہ ہو گیا' چنانچہ اہل حرمین (مکہ و مدینہ) نے اور کوفہ و بصرہ کے رہنے

والوں نے مجھ سے بیعت کر لی اب اس معاملہ خلافت میں ایک ایسا شخص میرا مدمقابل ہے جس کی نہ قرابت میری مانند ہے نہ علم نہ سبقت اسلام حالانکہ میں مستحق خلافت ہوں۔

ایک شخص نے سیدنا علی سے دریافت کیا کہ آپ نے ایک خطبہ میں کہا تھا کہ الٰہی ہم کو ویسی ہی صلاحیت عطا فرما، جیسی تو نے خلفاء راشدین کو فرمائی تھی، تو آپ کے نزدیک وہ خلفاء راشدین کون تھے، یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمانے لگے، وہ میرے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ ہیں، دونوں امام الھدیٰ اور شیخ الاسلام تھے، قریش نے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دونوں کی پیروی کی اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی انہوں نے نجات پائی، اور جو لوگ ان کے راستے پر پڑ گئے وہی گروہ اللہ تعالیٰ ہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جھوٹ سے سخت نفرت تھی، ایک مرتبہ آپ کچھ فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو جھٹلایا، آپ نے بددعا کی، وہ ابھی مجلس سے اٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ اس کی آنکھیں جاتی رہیں۔

ایک مرتبہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے، ایک کے پاس پانچ روٹیاں تھیں اور دوسرے کے پاس تین، اتنے میں ایک اور آدمی آ گیا، ان دونوں نے اسے اپنے ساتھ کھانے کو بٹھالیا، جب وہ تیسرا آدمی کھانا کھا کر چلنے لگا تو اس نے آٹھ درم ان دونوں کو دیکر کہا کہ جو کچھ میں نے کھایا ہے اس کے عوض میں سمجھو، اس کے جانے کے بعد ان دونوں میں درموں کی تقسیم کے متعلق جھگڑا ہوا، پانچ روٹیوں والے نے دوسرے سے کہا کہ میں پانچ درم لوں گا اور تجھ کو تین ملیں گے، کیونکہ تیری روٹیاں تین تھیں، تین روٹیوں والے نے کہا میں تو نصف سے کم پر ہرگز راضی نہ ہوں گا، یعنی چار درم لے کر چھوڑوں گا۔

اس جھگڑے نے یہاں تک طول کھینچا کہ دونوں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے ان دونوں کا بیان سن کر تین روٹیوں والے سے کہا کہ تیری روٹیاں کم تھیں تین درم تجھ کو زیادہ مل رہے ہیں بہتر ہے کہ تو رضامند ہو جا، اس نے کہا کہ جب تک میری حق رسی نہ ہوگی میں کیسے راضی ہو سکتا ہوں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تیرے حصے میں صرف ایک درہم آئے گا، اور تیرے ساتھی کے حصے میں سات درہم آئیں گے، یہ سن کر اس کو بہت ہی تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ آپ بھی عجیب قسم کا انصاف کر رہے ہیں، ذرا مجھ کو سمجھا دیجئے کہ میرے حصے میں ایک اور اس کے حصے میں سات کس طرح آتے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا سنو کل آٹھ روٹیاں تھیں اور تم تین آدمی تھے، چونکہ یہ مساوی طور پر تقسیم نہیں ہو سکتیں، لہذا ہر ایک روٹی کے تین ٹکڑے قرار دے کر کل چوبیس ٹکڑے سمجھو، یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کس نے کم کھایا اور کس نے زیادہ لہذا یہی فرض کرنا پڑے گا کہ تینوں نے برابر کھانا کھایا، اور ہر ایک شخص نے آٹھ آٹھ ٹکڑے کھائے، تیری تین روٹیوں کے نو ٹکڑوں میں سے ایک اس تیسرے شخص نے کھایا اور آٹھ تیرے حصے میں آئے، اور تیرے ساتھی کی پانچ روٹیوں کے پندرہ ٹکڑوں میں سے سات اس تیسرے شخص نے کھائے اور آٹھ تیرے ساتھی کے حصے میں آئے، چونکہ تیرا ایک ٹکڑا اور تیرے ساتھی کے سات ٹکڑے، کل آٹھ ٹکڑے کھا کر اس نے آٹھ درہم دیئے ہیں لہذا ایک درہم تیرا ہے، اور سات درہم تیرے ساتھی کے ہیں، یہ سن کر اس نے کہا کہ ہاں اب میں راضی ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ کے یہاں نالش کی کہ فلاں شخص یہ کہتا ہے کہ اس نے خواب میں میری ماں سے جماع کیا ہے' آپ نے فرمایا اس خواب بیان کرنے والے کو دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ کو کوڑے لگاؤ۔

»وأخرج ابن عساكر عن الحسن قال: لما قدم على البصرة قام إليه ابن الكواء، وقيس بن عباد، فقالا له: ألا تخبرنا عن مسيرك هذا الذى سرت فيه، تتولى على الأمة تضرب بعضهم ببعض؛ أعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم إليك؛ فحدثنا فأنت الموثوق المأمون على ما سمعت، فقال: أما أن يكون عندى عهد من النبى صلى الله عليه وسلم فى ذلك فلا، والله لئن كنت أول من صدق به فلا أكون أول من كذب عليه، ولو كان عندى من النبى صلى الله عليه وسلم عهد فى ذلك ما تركت أخا بنى تيم بن مرة وعمر بن الخطاب يقومان على منبره، ولقاتلتهما بيدى، ولو لم أجد إلا بردى هذا، ولكن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يقتل قتلًا، ولم يمت فجأة، مكث فى مرضه أيامًا وليالى، يأتيه المؤذن فيؤذنه بالصلاة، فيأمر أبا بكر فيصلى بالناس وهو يرى مكانى، ولقد أرادت امرأة من نسائه أن تصرفه عن أبى بكر، فأبى وغضب، وقال: "أنتن صواحب يوسف، مروا أبا بكر يصلى بالناس". فلما قبض الله نبيه صلى الله عليه وسلم نظرنا فى أمورنا، فاخترنا لدنيانا من رضيه نبى الله صلى الله عليه وسلم لديننا، وكانت الصلاة أصل الإسلام، وهى أمير الدين، وقوام الدين، فبايعنا أبا بكر، وكان لذلك أهلًا، ولم يختلف عليه منا اثنان، ولم يشهد بعضنا على بعض، ولم تقطع منه البراءة، فأديت إلى أبى بكر حقه، وعرفت له طاعته، وغزوت معه فى جنوده، وكنت آخذ إذا أعطانى، وأغزوا إذا أغزانى، وأضرب بين يديه الحدود بسوطى، فلما قبض تولاها عمر، فأخذها بسنة صاحبه، وما يعرف من أمره، فبايعنا عمر،

ولم يختلف عليه منا اثنان، ولم يشهد بعضنا على بعض، ولم تقطع منه البراءة، فأديت إلى عمر حقه، وعرفت له طاعته، وغزوت معه فى جيوشه، وكنت آخذ إذا أعطانى وأغزو إذا أغزانى، وأضرب بيدى الحدود بسوطى، فلما قبض تذكرت فى نفسى قرابتى وسابقتى وسالفتى وفضلى، وأنا أظن ألا يعدل بى، ولكن خشى ألا يعمل الخليفة بعده ذنبًا إلا لحقه فى قبره، فأخرج منها نفسه وولده، ولو كانت محاباة منه لآثر بها ولده، فبرء منها إلى رهط من قريش ستة أنا أحدهم، فلما اجتمع الرهط ظننت ألا يعدلوا بى، فأخذ عبد الرحمن بن عوف مواثيقنا على أن نسمع ونطيع لمن ولاه الله أمرنا، ثم أخذ بيد عثمان بن عفان وضرب بيده على يده، فنظرت فى أمرى، فإذا طاعتى قد سبقت بيعتى، وإذا ميثاقى أخذ لغيرى، فبايعنا عثمان، فأديت له حقه، وعرفت له طاعته، وغزوت معه فى جيوشه، وكنت آخذ إذا أعطانى وأغزوا إذا أغزانى، وأضرب بين يديه الحدود بسوطى، فلما أصيب نظرت فى أمرى، فإذا الخليفتان اللذان أخذاها بعهد رسول الله صلى الله عليه وسلم إليهما بالصلاة قد مضيا، وهذا الذى قد أخذ له الميثاق قد أصيب، فبايعنى أهل الحرمين، وأهل هذين المصرين، فوثب فيها من ليس مثلى، ولا قرابته كقرابتى، ولا علمه كعلمى، ولا سابقته كسابقتى، وكنت أحق بها منه.

وأخرج أبو نعيم في الدلائل عن جعفر بن محمد عن أبيه قال: عرض لعلي رجلان في خصومة، فجلس في أصل جدار، فقال له رجل: الجدار يقع، فقال علي: امض، كفى بالله حارسًا، فقضى بينهما، فقام، ثم سقط الجدار.

وفي الطيوريات بسنده إلى جعفر بن محمد عن أبيه قال: قال رجل لعلي بن أبي طالب: نسمعك تقول في الخطبة: اللهم أصلحنا بما أصلحت به الخلفاء الراشدين المهديين، فمن هم؟ فاغرورقت عيناه، فقال: هم حبيباي: أبو بكر وعمر، إماما الهدى، وشيخا الإسلام، ورجلا قريش، والمقتدى بهما بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم من اقتدى بهما عصم، ومن اتبع آثارهما هدى الصراط المستقيم، ومن تمسك بهما فهو من حزب الله.

وأخرج عبد الرزاق عن حجر المدري قال: قال لي علي بن أبي طالب: كيف بك إذا أمرت أن تلعنني؟ قال: وكائن ذلك؟ قال: نعم، قلت: فكيف أصنع؟ قال: العني ولا تبرأ مني، قال: فأمرني محمد بن يوسف أخو الحجاج وكان أميرًا على اليمن، أن ألعن عليًا، فقلت: إن الأمير أمرني أن ألعن عليًا فالعنوه لعنه الله، فما فطن لها إلا رجل.

وأخرج الطبراني في الأوسط وأبو نعيم في الدلائل عن زاذان: أن عليًا حدث بحديث فكذبه رجل، فقال له علي: أدعو عليك إن كانت كاذبًا؟ قال: ادع فدعا عليه، فلم يبرح حتى ذهب بصره.

أخرجه الطبراني في الأوسط" ح1812".

وأخرج عن زر بن حبيش قال: جلس رجلان يتغديان مع أحدهما خمسة أرغفة، ومع الآخر ثلاثة أرغفة، فلما وضعا الغداء بين أيديهما مر بهما رجل، فسلم، فقالا: اجلس وتغد، فجلس وأكل معهما واستووا في أكلهم الأرغفة الثمانية، فقام الرجل وطرح إليهما ثمانية دراهم، وقال خذاها عوضًا مما أكلت لكما، ونلته من طعامكما، فتنازعا، فقال صاحب الخمسة أرغفة: لي خمسة دراهم، ولك ثلاثة، وقال صاحب الأرغفة الثلاثة: لا أرضى إلا أن تكون الدراهم بيننا نصفين، فارتفعا إلى أمير المؤمنين علي، فقصّا عليه قصتهما فقال لصاحب الثلاثة: قد عرض عليك صاحبك ما عرض، وخبزه أكثر من خبزك، فارضَ بالثلاثة، فقال: والله لا رضيت عنه إلا بمر الحق، فقال علي: ليس لك في مر الحق إلا درهم واحد، وله سبعة دراهم، فقال الرجل سبحان الله قال: هو ذلك، قال: فعرفني الوجه في مر الحق حتى أقبله، فقال علي: أليس للثمانية أرغفة أربعة وعشرون ثلثًا أكلتموها وأنتم ثلاثة أنفس، ولا يعلم الأكثر منكم أكلا ولا الأقل؟ فتحملون في أكلكم على السواء، قال: فأكلت أنت ثمانية أثلاث، وإنما لك تسعة أثلاث، وأكل صاحبك ثمانية أثلاث، وله خمسة عشر ثلثًا، وأكل منها ثمانية، وبقي له سبعة أكلها صاحب الدراهم وأكل لك واحدة من تسعة، فلك واحد بواحدك، وله سبعة، فقال الرجل رضيت الآن.

وأخرج ابن أبي شيبة في المصنف عن عطاء قال: أتي عليٌ برجل وشهد عليه رجلان أنه سرق، فأخذ في شيء من

أمور الناس، وتهدد شهود الزور، وقال :لا أوتى بشاهد زور، إلا فعلت به كذا و كذا، ثم طلب الشاهدين، فلم يجدهما فخلى سبيله.

وقال عبد الرزاق في المصنف :حدثنا الثوري، عن سليمان الشيباني، عن رجل، عن علي :أنه أتي برجل، فقيل له: زعم هذا أنه احتلم بأمي، فقال :اذهب فأقمه بالشمس، فاضرب ظله.

» تاریخ الخلفاء « (ص 137):

آپ کے اقوال حکمیہ

آپ نے فرمایا، لوگو! اپنی زبان اور جسم سے خلا ملا اور اپنے اعمال وقلوب سے جدائی پیدا کرو۔

قیامت میں آدمی کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ کر جائے گا اور ان ہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا جن سے اسے محبت ہوگی۔

قبول عمل میں اہتمام بلیغ کرو کیوں کہ کوئی عمل بغیر تقویٰ اور خلوص کے قبول نہیں کیا جائے گا۔

اے عالم قرآن عامل قرآن بھی بن، عالم وہی ہے جس نے پڑھ کر اس پر عمل کیا اور اپنے علم و عمل میں موافقت پیدا کی، ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ عالموں کے علم و عمل میں سخت اختلاف ہوگا اور وہ لوگ حلقے باندھ باندھ کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کریں گے حتی کہ کوئی شخص ان کے پاس آ بیٹھے گا تو اس کو الگ بیٹھنے کا حکم دیں گے، یاد رکھو کہ اعمال حلقہ ومجلس سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ ذات الٰہی سے۔

حسن خلق آدمی کا رہبر، عقل اس کی مددگار اور ادب انسان کی میراث ہے، وحشت غرور سے بھی بدتر چیز ہے۔

ایک شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے مسئلہ تقدیر سمجھا دیجئے، آپ نے فرمایا اندھیرا راستہ ہے نہ پوچھ اس نے پھر وہی عرض کیا، آپ نے فرمایا کہ وہ بحر عمیق ہے، اس میں غوطہ مارنے کی کوشش نہ کر، اس نے پھر وہی عرض کیا، آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا بھید ہے تجھ سے پوشیدہ رکھا گیا ہے، کیوں اس کی تفتیش کرتا ہے، اس نے پھر اصرار کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ بتا کہ خدائے تعالیٰ نے تجھ کو اپنی مرضی کے موافق بنایا ہے یا تیری فرمائش کے موافق، اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے موافق بنایا ہے، آپ نے فرمایا کہ بس پھر جیسے وہ چاہے تجھے استعمال کرے تجھے اس میں کیا چارہ ہے۔

ہر مصیبت کی ایک انتہا ہوتی ہے، اور جب کسی پر مصیبت آتی ہے تو وہ اپنی انتہا تک پہنچ کر رہتی ہے، عاقل کو چاہیے کہ جب مصیبت میں گرفتار ہو تو بھٹکتا نہ پھرے اور اس کے دفع کی تدبیریں نہ کرے، کیوں کہ اس سے اور زحمت ہوتی ہے۔

مانگنے پر کسی کو کچھ دینا تو بخشش ہے اور بغیر مانگے دینا سخاوت۔

عبادت میں سستی کا پیدا ہونا، معیشت میں تنگی کا واقع ہونا لذتوں میں کمی کا آجانا گناہ کی سزا ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو آپ نے آخری وقت نصیحت کی کہ سب سے بڑی تونگری عقل ہے اور سب سے زیادہ مفلسی حماقت ہے، سخت ترین وحشت غرور ہے، اور سب سے بڑا کرم حسن خلق ہے، احمق کی صحبت سے پرہیز کرو، وہ چاہتا تو ہے کہ تمہیں نفع پہنچائے، لیکن نقصان پہنچاتا

ہے' جھوٹے سے پرہیز کروٗ کیوں کہ وہ قریب ترین کو بعید اور بعید ترین کو قریب کر دیتا ہے' بخیل سے بھی پرہیز کروٗ کیوں کہ وہ تم سے وہ چیز چھڑوا دے گا جس کی تم کو سخت احتیاج ہے' فاجر کے پاس بھی نہ بیٹھو وہ تمہیں کوڑیوں کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

پانچ باتیں یاد رکھوٗ کسی شخص کو سوائے گناہ کے اور کسی چیز سے نہ ڈرانا چاہیے' سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی آدمی سے امید نہ رکھنی چاہیے' جو شخص کوئی چیز نہ جانتا ہو اس کے سیکھنے میں کبھی شرم نہ کرے' کسی عالم سے جب کوئی ایسی بات پوچھی جائے جس کو وہ نہ جانتا ہو' تو اسے بلا دریغ کہہ دینا چاہیے' کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے' صبر اور ایمان میں وہی نسبت ہے جو سر اور جسم میں' جب صبر جاتا رہے تو سمجھو کہ ایمان جاتا رہا' جب سر ہی جاتا رہا تو جسم کیسے بچ سکتا ہے۔

فقیہ اس شخص کو کہنا چاہیے جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے نا امید نہ کرے اور گناہوں کی رخصت نہ دے' اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف نہ کر دے' قرآن شریف سے اعراض کرا کر کسی اور چیز کی طرف مائل نہ کر دے۔

انار کو اس پتلی سی جھلی کے ساتھ کھانا چاہیے جو دانوں کے درمیان ہوتی ہے کیوں کہ وہ معدہ میں جا کر غذا کو پکا دیتی ہے۔

ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ مومن ادنی غلام سے بھی زیادہ ذلیل ہوگا۔

»وأخرج ابن عساكر عن ربيعة بن ناجد قال :قال علي :كونوا في الناس كالنحلة في الطير، إنه ليس في الطير شيء إلا وهو يستضعفها، ولو يعلم الطير ما في أجوافها من البركة لم يفعلوا ذلك بها، خالطوا الناس بألسنتكم وأجسادكم، وزايلوهم بأعمالكم وقلوبكم، فإن للمرء ما اكتسب، وهو يوم القيامة مع من أحب.

وأخرج عن علي قال :كونوا بقبول العمل أشد اهتمامًا منكم بالعمل، فإنه لن يقل عمل مع التقوى، وكيف يقل عمل يتقبل؟

وأخرج عن يحيى بن جعدة قال :قال علي بن أبي طالب :يا حملة القرآن اعملوا به، فإنما العالم من علم ثم عمل بما علم، ووافق علمه عمله، وسيكون أقوام يحملون العلم لا يجاوز تراقيهم، وتخالف سريرتهم علانيتهم، ويخالف عملهم علمهم، يجلسون حلقًا فيباهي بعضهم بعضًا، حتى إن الرجل يغضب على جليسه أن يجلس إلى غيره ويدعه، أولئك لا تصعد أعمالهم في مجالسهم تلك إلى الله.

وأخرج عن علي قال :التوفيق خير قائد، وحسن الخلق خير قرين، والعقل خير صاحب، والأدب خير ميراث، ولا وحشة أشد من العجب.

وأخرج عن الحارث قال :جاء رجل إلى علي فقال :أخبرني عن القدر؟ فقال :طريق مظلم لا تسلكه، قال: أخبرني عن القدر؟ قال :بحر عميق لا تلجه، قال :أخبرني عن القدر؟ قال :سر الله قد خفي عليك فلا تفتشه، قال: أخبرني عن القدر؟ قال :يا أيها السائل إن الله خلقك لما شاء أو لما شئت؟ قال :بل لما شاء، قال :فيستعملك لما شاء.

وأخرج عن علي قال :إن للنكبات نهايات ولا بد لأحد إذا نكب من أن ينتهي إليها، فينبغي للعاقل إذا أصابته

نكبة أن ينام لها حتى تنقضي مدتها، فإن في دفعها قبل انقضاء مدتها زيادة في مكروهها.
وأخرج عن علي أنه قيل له: ما السخاء؟ قال: ما كان منه ابتداء، فأما ما كان عن مسألة فحياء وتكرم.
وأخرج عن علي: أنه أتاه رجل فأثنى عليه فأطراه، وكان قد بلغه عنه قبل ذلك، فقال له علي: إني لست كما تقول، وأنا فوق ما في نفسك«. وأخرج عن علي قال: جزاء المعصية الوهن في العبادة، والضيق في المعيشة، والنقص في اللذة. قيل: وما النقص في اللذة؟ قال: لا ينال شهوة حلالًا إلا جاءه ما ينغصه إياها. وأخرج عن عقبة بن أبي الصهباء قال: لما ضرب ابن ملجم عليًا دخل عليه الحسن وهو باك فقال له علي: يا بني احفظ عني أربعًا وأربعًا، قال: وما هن يا أبت؟ قال: أغنى الغنى: العقل، وأكبر الفقر: الحمق، وأوحش الوحشة: العجب، وأكرم الكرم: حسن الخلق، قال فالأربع الأخرى؟ قال: إياك ومصاحبة الأحمق، فإنه يريد أن ينفعك فيضرك، وإياك ومصادقة الكذاب فإنه يقرب عليك البعيد، ويبعد عليك القريب، وإياك ومصادقة البخيل فإنه يقعد عنك أحوج ما تكون إليه، وإياك ومصادقة الفاجر فإنه يبيعك بالتافه.

» تاریخ الخلفاء «(ص140):

خلافت علوی کے اہم واقعات

بیعت خلافت

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ایک ہفتہ بعد ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ ھ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مدینہ منورہ میں بیعت عام ہوئی' شہادت عثمانی رضی اللہ عنہ کے بعد مدینہ منورہ میں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ہی کا زور تھا' انہوں نے اول اہل مدینہ کو ڈرا دھمکا کر انتخاب خلیفہ کے کام پر آمادہ کیا' بلوائیوں میں زیادہ تعداد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی جانب مائل تھی' اہل مدینہ کی بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کثرت آراء تھی' لوگ جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے لیے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ تو مجھ کو خلیفہ انتخاب کرتے ہو لیکن تم لوگوں کے انتخاب کرنے سے کیا ہوتا ہے جب تک کہ اصحاب بدر مجھ کو خلیفہ تسلیم نہ کریں' یہ سن کر لوگ اصحاب بدر کی طرف گئے اور جہاں تک ممکن ہوا ان کو جمع کر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے' سب سے پہلے مالک اشتر نے بیعت کی اس کے بعد اور لوگوں نے ہاتھ بڑھائے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کی نیت بھی معلوم ہونی چاہیے' چنانچہ مالک اشتر طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانب اور حکیم بن جبلہ زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے' اور دونوں حضرات کو زبردستی پکڑ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے لائے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات سے فرمایا کہ آپ میں سے جو شخص خلافت کا خواہش مند ہو' میں اس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں' اور ان دونوں نے انکار کیا' پھر ان دونوں سے کہا گیا کہ اگر تم خود خلیفہ بننا نہیں چاہتے ہو تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرو' یہ دونوں کچھ سوچنے لگے تو مالک اشتر نے تلوار کھینچ کر سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابھی آپ کا قصہ پاک کر دیا جائے گا' سیدنا طلحہ

رضی اللہ عنہ نے یہ حالات دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اسی شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق حکم دیں اور حدود شرعی جاری کریں' (یعنی قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لیں) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان باتوں کا اقرار کیا' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیعت کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا' جو کٹا ہوا تھا' (جنگ احد میں ان کا ہاتھ زخموں کی کثرت سے بیکار ہو گیا تھا) بعض لوگوں نے اس مجلس میں سب سے پہلے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے ہاتھ کا بیعت کے لیے بڑھتے ہوئے دیکھ کر بدفالی سمجھی۔

اس کے بعد سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا اور انہوں نے بھی سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ والی شرطیں پیش کر کے بیعت کی' سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی بیعت کے لیے کہا گیا' انہوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا اور کہا کہ جب سب لوگ بیعت کر لیں گے اس کے بعد میں بیعت کروں گا' اور اس بات کا بھی وعدہ کیا کہ میری طرف سے کسی قسم کا اندیشہ نہ کرو' ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرح بیعت میں تامل کیا' ان سے لوگوں نے ضامن طلب کیا' مالک اشتر نے تلوار نکال کر کہا کہ ان کو قتل کئے دیتا ہوں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مالک اشتر کو روکا اور کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ضامن میں ہوں' اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ عمرے کے ارادے سے مکہ کی جانب روانہ ہو گئے' اس کا حال سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا اور لوگوں نے ان سے کہا کہ وہ آپ کے خلاف ارادہ لے کر روانہ ہوئے ہیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کی گرفتاری کے لیے لوگوں کو روانہ کرنا چاہا' اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں آئیں اور انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یقین دلایا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ آپ کے خلاف کوئی حرکت نہ کریں گے' اور وہ صرف عمرہ ادا کرنے کے لیے روانہ ہوئے ہیں' تب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اطمینان ہوا۔

ان کے علاوہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ 'اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ 'حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ 'کعب بن مالک رضی اللہ عنہ' ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ' نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ' زید بن ثابت رضی اللہ عنہ 'سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ 'عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ جلیل القدر حضرات نے بھی بیعت نہیں کی' بہت سے اشخاص بالخصوص بنی امیہ بیعت میں شامل نہ ہونے کے لیے مدینہ سے شام کی طرف فوراً روانہ ہو گئے' بعض حضرات اسی غرض سے مکہ کی طرف چل دیئے' جو صحابی مدینہ منورہ میں موجود تھے اور پھر بھی انہوں نے بیعت نہیں کی ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے طلب کر کے وجہ دریافت کی تو انہوں نے صاف جواب دیا کہ ابھی مسلمانوں میں خوں ریزی کے اسباب موجود ہیں اور فتنہ کا کلی انسداد نہیں ہوا' اس لیے ابھی ہم رکے ہوئے ہیں اور بالکل غیر جانب دار رہنا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو طلب کیا' مگر اس کا کہیں پتہ نہ چلا' سیدنا نائلہ زوجہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے قاتلوں کا نام دریافت کیا تو انہوں نے دو شخصوں کا صرف حلیہ بتایا اور نام نہ بتا سکیں' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی نسبت ان سے پوچھا کہ یہ بھی قاتلوں میں ہیں تو انہوں نے کہا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل سے پہلے یہ دروازے سے باہر واپس جا چکے تھے' بنی امیہ کے

بعض افراد زوجہ عثمان رضی اللہ عنہ سیدنا نائلہ رضی اللہ عنہ کی کٹی ہوئی انگلیاں اور خون آلود کرتا لے کر ملک شام کی طرف سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔

»حدثني جعفر بن عبد الله المحمدي، قال: حدثنا عمرو بن حماد وعلي ابن حسين، قالا: حدثنا حسين عن أبيه، عن عبد الملك بن أبي سليمان الفزاري، عن سالم بن أبي الجعد الأشجعي، عن محمد بن الحنفية، قال:

كنت مع أبي حين قتل عثمان رضی الله عنه، فقام فدخل منزله، فأتاه اصحاب رسول الله ص، فقالوا: إن هذا الرجل قد قتل، ولا بد للناس من إمام، ولا نجد اليوم أحدا أحق بهذا الأمر منك، لا أقدم سابقه، ولا اقرب من رسول الله ص [فقال: لا تفعلوا، فإني أكون وزيرا خير من ان أكون أميرا، فقالوا: لا، والله ما نحن بفاعلين حتى نبايعك، قال: ففي المسجد، فإن بيعتي لا تكون خفيا، ولا تكون إلا عن رضا المسلمين] قال سالم بن أبي الجعد: فقال عبد الله بن عباس: فلقد كرهت أن يأتي المسجد مخافة أن يشغب عليه، وأبى هو إلا المسجد، فلما دخل دخل المهاجرون والأنصار فبايعوه، ثم بايعه الناس.

وحدثني جعفر، قال: حدثنا عمرو وعلي، قالا: حدثنا حسين، عن أبيه، عن أبي ميمونة، عن أبي بشير العابدي، قال: كنت بالمدينة حين قتل عثمان رضی الله عنه، واجتمع المهاجرون والأنصار، فيهم طلحة والزبير، فأتوا عليا فقالوا: يا أبا حسن، هلم نبايعك، فقال: لا حاجة لي في أمركم، أنا معكم فمن اخترتم فقد رضيت به، فاختاروا والله فقالوا: ما نختار «وحدثني عمر بن شبة، قال: حدثنا علي بن محمد، قال: أخبرنا أبو بكر الهذلي، عن أبي المليح، قال: لما قتل عثمان رضی الله عنه، خرج علي إلى السوق، وذلك يوم السبت لثماني عشرة ليلة خلت من ذي الحجة، فاتبعه الناس وبهشوا في وجهه، فدخل حائط بني عمرو بن مبذول، وقال لأبي عمرة بن عمرو بن محصن: أغلق الباب، فجاء الناس فقرعوا الباب، فدخلوا، فيهم طلحة والزبير، فقالا: يا علي ابسط يدك فبايعه طلحة والزبير، فنظر حبيب بن ذؤيب إلى طلحة حين بايع، فقال: أول من بدأ بالبيعة يد شلاء، لا يتم هذا الأمر! وخرج علي إلى المسجد فصعد المنبر وعليه إزار وطاق وعمامة خز، ونعلاه في يده، متوكئا على قوس، فبايعه الناس وجاءوا بسعد، فقال علي: بايع، قال: لا أبايع حتى يبايع الناس، والله ما عليك مني بأس، قال: خلوا سبيله وجاءوا بابن عمر، فقال: بايع، قال: لا أبايع حتى يبايع الناس، قال: ائتني بحميل، قال: لا أرى حميلا، قال الأشتر: خل عني أضرب عنقه، قال علي: دعوه، [أنا حميله، إنك- ما علمت- لسيئ الخلق صغيرا وكبيرا] وحدثني أحمد بن زهير، قال: حدثني ابي، قال: حدثنا وهب ابن جرير، قال: سمعت أبي، قال: سمعت يونس بن يزيد الأيلي، عن الزهري، قال: بايع الناس علي بن أبي طالب، فأرسل إلى الزبير وطلحة فدعاهما إلى البيعة، فتلكأ طلحة، فقام مالك الاشتر وسل سيفه وقال: والله لتبايعن أو لأضربن به ما بين عينيك، فقال طلحة: وأين المهرب عنه! فبايعه، وبايعه الزبير والناس وسأل طلحة والزبير أن يؤمرهما على الكوفة والبصرة،

فقال:

تکونان عندی فأتحمل بکما، فإنی وحش لفراقکما قال الزهری :وقد بلغنا أنه قال لهما :إن أحببتما ان تبایعا لی وان أحببتما بایعتکما، فقالا :بل نبایعك، وقالا بعد ذلك :إنما صنعنا ذلك خشیة علی أنفسنا، وقد عرفنا أنه لم یکن لیبایعنا فظهرا إلی مکة بعد قتل عثمان بأربعة أشهر .وحدثنی عمر بن شبة، قال :حدثنا أبو الحسن المدائنی، قال :أخبرنا مسلمة بن محارب، عن داود بن أبی هند، عن الشعبی، قال :لما قتل عثمان رضی الله عنه أتی الناس علیا وهو فی سوق المدینة، وقالوا له :ابسط یدك نبایعك، قال :لا تعجلوا فإن عمر كان رجلا مباركا، وقد أوصی بها شوری، فأمهلوا یجتمع الناس ویتشاورون، فارتد الناس عن علی، ثم قال بعضهم :إن رجع الناس إلی أمصارهم بقتل عثمان ولم یقم بعده قائم بهذا الأمر لم نأمن اختلاف الناس وفساد الأمة.

فعادوا إلی علی، فأخذ الأشتر بیده فقبضها علی، فقال:

أبعد ثلاثة! أما والله لئن ترکتها لتقصرن عنیتك علیها حینا، فبایعته العامة وأهل الکوفة یقولون :إن أول من بایعه الأشتر.

» تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبری « (4/427):

خلافت کا دوسرا دن

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ دونوں اگلے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ ہم نے تو بیعت اسی شرط پر کی ہے کہ آپ قاتلین عثمان سے قصاص لیں اگر آپ نے قصاص لینے میں تامل کیا تو ہماری بیعت فسخ ہو جائے گی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے ضرور قصاص لوں گا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں پورا پورا انصاف کروں گا لیکن ابھی تک بلوائیوں کا زور ہے اور ادھر امر خلافت پورے طور پر مستحکم نہیں ہوا' میں اطمینان وسہولت حاصل ہونے پر اس طرف توجہ کروں گا' فی الحال اس معاملہ میں کچھ نہیں کیا جا سکتا' یہ دونوں صاحب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر اور اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے آئے' لیکن لوگوں میں اس کے متعلق سرگوشیاں اور چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔

قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور بلوائیوں کو تو یہ فکر ہوئی' کہ اگر قصاص لیا گیا تو پھر ہماری خیر نہیں ہے اور ان لوگوں کو جو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلوم سمجھتے اور بلوائیوں سے سخت نفرت رکھتے تھے ان کو اس بات کا یقین ہوا کہ یہ لوگ جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ظالمانہ طور پر شہید کیا ہے' اپنے کیفر کردار کو نہ پہنچیں گے اور مزے سے فاتحانہ گل چھرے اڑاتے ہوئے پھریں گے' اس قسم کے خیالات کا لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو جانا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے مضر تھا' مگر ان کے پاس اس کے لیے کوئی چارہ کار بھی نہ تھا اور وہ حالات موجودہ میں جب کہ پہلے ہی نظام حکومت درہم برہم ہو کر دارالخلافہ کی ہوا بگڑ چکی تھی کچھ کر بھی نہ سکتے تھے۔

»فدخل علیه طلحة والزبیر فی عدد من الصحابة فقالوا :یا علی إنا قد اشترطنا إقامة الحدود، وإن هؤلاء القوم قد اشترکوا فی قتل هذا الرجل وأحلوا بأنفسهم. فقال :یا إخوتاه إنی لست أجهل ما تعلمون، ولکن کیف أصنع

بقوم يملكوننا ولا نملكهم؟ ها هم هؤلاء قد ثارت معهم عبدانكم وثابت إليهم أعرابكم وهم خلاطكم يسومونكم ما شاءوا، فهل ترون موضعا لقدرة على شيء مما تريدون؟ قالوا: لا. قال: فلا والله لا أرى إلا رأيا ترونه أبدا إلا أن يشاء الله. إن هذا الأمر أمر جاهلية، وإن لهؤلاء القوم مادة، وذلك أن الشيطان لم يشرع شريعة قط، فيبرح الأرض [من] أخذ بها أبدا. إن الناس من هذا الأمر إن حرك على أمور: فرقة ترى ما ترون، وفرقة ترى ما لا ترون، وفرقة لا ترى هذا ولا هذا، حتى يهدأ الناس وتقع القلوب مواقعها وتؤخذ الحقوق، فاهدأوا عني، وانظروا ماذا يأتيكم ثم عودوا. واشتد على قريش وحال بينهم وبين الخروج على حالها، وإنما هيجه على ذلك هرب بني أمية وتفرق القوم، فبعضهم يقول ما قال علي، وبعضهم يقول: نقضي الذي علينا ولا نؤخره، والله إن عليا لمستغن برأيه وليكونن أشد على قريش من غيره.

فسمع ذلك فخطبهم وذكر فضلهم وحاجته إليهم ونظره لهم وقيامه دونهم، وأنه ليس له من سلطانهم (إلا ذاك) والأجر من الله عليه، ونادى: برئت الذمة من عبد لا يرجع إلى مولاه. فتذامرت السبيئة والأعراب وقالوا: لنا غدا مثلها ولا نستطيع نحتج فيهم بشيء«.

»الكامل في التاريخ - ت تدمري« (558/2):

بلوائیوں کی سرتابی

بیعت خلافت کے تیسرے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ کوفہ و بصرہ و مصر وغیرہ ممالک اور دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے تمام اعراب واپس چلے جائیں اس حکم کو سن کر عبداللہ بن سبا اور اس کی جماعت کے لوگوں نے واپس جانے اور مدینہ کو خالی کرنے سے انکار کیا اور اکثر بلوائیوں نے ان کا اس انکار میں ساتھ دیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کی یہ حقیقتاً سب سے پہلی بدفالی تھی' کہ ان کے حکم کو ان ہی لوگوں نے ماننے سے انکار کیا جو بظاہر اپنے آپ کو ان کا بڑا فدائی اور شیدائی ظاہر کرتے تھے۔

اس کے بعد سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور عرض کیا کہ آپ ہم کو بصرہ کوفہ کی طرف بھیج دیجئے' وہاں کے لوگوں کو چوں کہ ہم سے ایک گونہ عقیدت ہے' لہذا ہم وہاں جا کر لوگوں کے منتشر خیالات کو یکسو کر دیں گے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شبہ ہوا اور انہوں نے ان دونوں صاحبوں کو مدینہ سے باہر جانے کی ممانعت کر دی۔

مغیرہ رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ کا مفید مشورہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے تیسرے چوتھے ہی دن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ کے تمام عاملوں اور والیوں کی معزولی کا فرمان لکھوایا اور ان والیوں اور عاملوں کی جگہ دوسرے لوگوں کا تقرر فرمایا۔

یہ سن کر سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو بڑے مدبر و دور اندیش اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قریبی رشتہ دار تھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور دوسرے قریش کو جو مدینہ سے باہر جانے کی ممانعت کر دی

ہے اور ان کو روک لیا ہے اس کا اثر یہ ہوگا کہ تمام قریش آپ کی خلافت کو اپنے لیے باعث تکلیف سمجھیں گے اور ان کو آپ کے ساتھ ہمدردی نہ رہے گی' دوسرے آپ نے عہد عثمانی کے عاملوں کو معزول کرنے میں عجلت سے کام لیا ہے' مناسب یہ ہے کہ آپ اب بھی اپنے روانہ کئے ہوئے عاملوں کو واپس بلالیں اور ان ہی عاملوں کو اپنے اپنے علاقے میں مامور رہنے دیں اور ان سے صرف بیعت و اطاعت کا مطالبہ کریں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مغیرہ رضی اللہ عنہ کی اس گفتگو کو سن کر اس کے تسلیم کرنے سے صاف انکار کر دیا' اگلے دن جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے برادر عم زاد عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں موجود تھے سیدنا مغیرہ آئے' اور عندالتذکرہ انہوں نے اپنی پہلی رائے کے خلاف سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کو عمال عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے معزول کرنے میں بہت عجلت سے کام لینا چاہیے' جب مغیرہ رضی اللہ عنہ اس مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کل آپ کو نصیحت کی تھی اور آج دھوکہ دیا ہے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کی رائے کیا ہے' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مناسب تو یہ تھا کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت آپ مکہ میں چلے جاتے' لیکن اب مناسب یہی ہے کہ عمال عثمانی رضی اللہ عنہ کو بحال رکھیں یہاں تک کہ آپ کی خلافت کو استقلال و استحکام حاصل ہو جائے' اور اگر آپ نے عمال عثمانی کے تبدیل و معزول کرنے میں جلدی کی تو بنی امیہ لوگوں کو دھوکہ دیں گے کہ ہم قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص طلب کرتے ہیں جیسا کہ اہل مدینہ بھی کہہ رہے ہیں' اسی طرح لوگ ان کے شریک ہو جائیں گے اور آپ کی خلافت کا شیرازہ درہم برہم اور کمزور ہو جائے گا۔

یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو صرف تلوار کے ذریعہ سیدھا کروں گا' کوئی رعایت روا نہ رکھوں گا' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ ایک بہادر شخص ضرور ہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الحرب خدعته"' (بخاری 3029) اگر آپ میرے کہنے پر عمل کریں تو میں آپ کو ایسی تدبیر بتاؤں کہ بنی امیہ سوچتے ہی رہ جائیں اور ان سے کچھ بن نہ پڑے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ میں تو تمہاری سی خصلتیں ہیں' نہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی سی۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ تم اپنا مال و اسباب لے کر ینبوع چلے جاؤ' اور وہاں دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤ' عرب لوگ خوب سرگرداں و پریشان ہوں گے' لیکن آپ کے سوا کسی کو لائق امارت نہ پائیں گے' اگر تم ان لوگوں یعنی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اٹھو گے تو لوگ تم پر خون عثمان کا الزام لگائیں گے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہاری بات پر عمل کرنا مناسب نہیں سمجھتا' بلکہ تم کو میری بات پر عمل کرنا چاہیے' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بے شک میرے لیے یہی مناسب ہے کہ آپ کے احکام کی تعمیل کروں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم کو بجائے معاویہ رضی اللہ عنہ کے شام کا والی بنا کر بھیجنا چاہتا ہوں' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک جدی بھائی ہے اور مجھ کو آپ کے ساتھ تعلق قرابت ہے' وہ مجھ کو شام کے ملک میں داخل ہوتے ہی قتل کر ڈالے گا' یا قید کر دے گا مناسب یہی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے خط و

کتابت کی جائے اور کسی طرح بیعت لے لی جائے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کے ماننے سے انکار فرمادیا۔
مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کے مشورے پر عمل نہیں کیا اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مشورے کو بھی رد کر دیا تو وہ ناراض و بددل ہو کر مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی طرف چلے گئے۔

»ولما استقر أمر بيعة على دخل عليه طلحة والزبير ورءوس الصحابة، رضي الله عنهم، وطلبوا منه إقامة الحدود، والأخذ بدم عثمان. فاعتذر إليهم بأن هؤلاء لهم مدد وأعوان، وأنه لا يمكنه ذلك يومه هذا، فطلب منه الزبير أن يوليه إمرة الكوفة ليأتيه بالجنود، وطلب منه طلحة أن يوليه إمرة البصرة ليأتيه منها بالجنود، ليتقوى بهم على شوكة هؤلاء الخوارج، وجهلة الأعراب الذين كانوا معهم في قتل عثمان، رضي الله عنه، فقال لهما: حتى أنظر في هذا. ودخل عليه المغيرة بن شعبة على إثر ذلك فقال له: إني أرى أن تقر عمالك على البلاد، فإذا أتتك طاعتهم استبدلت بعد ذلك بمن شئت وتركت من شئت. ثم جاءه من الغد فقال له: إني أرى أن تعزلهم لتعلم من يطيعك ممن يعصيك. فعرض ذلك على ابن عباس فقال: لقد نصحك بالأمس وغشك اليوم. فبلغ ذلك المغيرة فقال: نعم نصحته فلما لم يقبل غششته. ثم خرج المغيرة فلحق« بمكة، ولحق جماعة منهم طلحة والزبير بمكة، وكانوا قد استأذنوا عليا في الاعتمار فأذن لهم، ثم إن ابن عباس أشار على علي باستمراره بنوابه في البلاد إلى حين يتمكن الأمر، وأن يقر معاوية خصوصا على الشام وقال له: إني أخشى إن عزلته عنها أن يطالبك بدم عثمان، ولا آمن طلحة والزبير أن يكرا عليك بسبب ذلك. فقال علي: إني لا أرى هذا، ولكن اذهب أنت إلى الشام فقد وليتكها. فقال ابن عباس: إني أخشى من معاوية أن يقتلني بعثمان، أو يحبسني لقرابتي منك، ولكن اكتب إلى معاوية فمنه وعده. فقال علي: والله إن هذا ما لا يكون أبدا. فقال ابن عباس: يا أمير المؤمنين إن الحرب خدعة كما قال رسول الله، صلى الله عليه وسلم، فوالله لئن أطعتني لأوردنهم بعد صدرهم. ونهى ابن عباس عليا فيما أشار عليه أن يقبل من هؤلاء الذين يحسنون له الدخول إلى العراق، ومفارقة المدينة، فأبى عليه ذلك كله، وطاوع أمر أولئك الأمراء من أولئك الخوارج من أهل الأمصار.
»البداية والنهاية«(10 / 426):

عمال کا عزل ونصب

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر عثمان بن حنیف کو' کوفہ پر عمارہ بن شہاب کو' یمن پر عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو' مصر پر قیس بن سعد کو' شام پر سہل بن حنیف کو' عامل و والی مقرر کر کے روانہ کیا۔
عثمان بن حنیف جب بصرہ پہنچے تو بعض لوگوں نے ان کو اپنا عامل و حاکم تسلیم کر کے ان کی اطاعت قبول کر لی' مگر بعض نے کہا کہ ہم فی الحال سکوت اختیار کرتے ہیں' آئندہ جو طرز عمل اہل مدینہ کا ہو گا ہم اس کا اتباع کریں گے۔
کوفہ کی طرف عمارہ بن شہاب روانہ کئے گئے تھے' ابھی وہ راستے ہی میں تھے' کہ طلیحہ بن خویلد سے ملاقات ہوئی' طلیحہ نے عمارہ سے کہا کہ

مناسب یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ'اہل کوفہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کوکسی دوسرے عامل سے تبدیل کرنا نہیں چاہتے اور اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو تو میں تمہاری گردن ابھی اڑائے دیتا ہوں'یہ سن کر عمارہ خاموشی کے ساتھ مدینہ کی طرف واپس چلے آئے۔

عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے یمن میں داخل ہونے سے پیشتر ہی وہاں کے سابق عامل یعلی بن منبہ مکہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے' عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے باطمینان یمن کی حکومت سنبھال۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ مصر پہنچے تو وہاں کے بعض شخصوں نے ان کی اطاعت قبول کی اور بعض نے سکوت اختیار کیا' بعض نے یہ کہا کہ جب تک ہمارے بھائی مدینہ سے مصر میں واپس نہ آجائیں گے'اس وقت تک ہم کچھ کرنا نہیں چاہتے۔

سہل بن حنیف جو امیر شام ہو کر جا رہے تھے'تبوک پہنچ کر چند سواروں سے ملے'ان سواروں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو'سہل نے جواب دیا کہ امیر شام مقرر ہو کر جا رہا ہوں'ان سواروں نے کہا کہ تم کو عثمان رضی اللہ عنہ کے سوا کسی اور نے امیر مقرر کر کے روانہ کیا ہے تو تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ فوراً واپس چلے جاؤ'یہ سن کر سہل مدینہ کی طرف واپس چلے آئے'یہ جب مدینہ میں داخل ہوئے ہیں تو ان کے ساتھ ہی بعض دوسرے واپس شدہ عمال بھی مدینہ میں پہنچے۔

جریر بن عبداللہ البجلی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت ہمدان کے عامل تھے'سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ اپنے صوبہ سے بیعت لے کر ہمارے پاس چلے آؤ'وہ اس حکم کی تعمیل میں مدینہ چلے آئے۔

استهلت هذه السنة وقد تولى أمير المؤمنين علي بن أبي طالب الخلافة وولى على الأمصار نوابا ; فولى عبيد الله بن عباس على اليمن، وولى عثمان بن حنيف على البصرة، وعمارة بن شهاب على الكوفة، وقيس بن سعد بن عبادة، على مصر، وعلى الشام سهل بن حنيف بدل معاوية، فسار حتى بلغ تبوك فتلقته خيل معاوية، فقالوا :من أنت؟ قال :أمير. قالوا :على أي شيء؟ قال :على الشام. فقالوا :إن كان عثمان بعثك فحيهلا بك، وإن كان غيره بعثك فارجع. فقال :أوما سمعتم الذي كان؟ قالوا :بلى. فرجع إلى علي. وأما قيس بن سعد فاختلف عليه أهل مصر فبايع له الجمهور، وقالت طائفة :لا نبايع حتى نقتل قتلة عثمان. وكذلك أهل البصرة. وأما عمارة بن شهاب المبعوث أميرا على الكوفة فصده عنها طليحة بن خويلد غضبا لعثمان، فرجع إلى علي فأخبره، وانتشرت الفتنة وتفاقم الأمر، واختلفت الكلمة، وكتب أبو موسى إلى علي بطاعة أهل الكوفة ومبايعتهم إلا القليل منهم.

وبعث علي إلى معاوية كتبا كثيرة فلم يرد عليه لها جوابا، وتكرر ذلك مرارا إلى الشهر الثالث من مقتل عثمان في صفر، ثم بعث معاوية «طومارا» مع رجل، فدخل به على علي فقال له علي :ما وراءك؟ قال :جئتك من عند قوم لا يريدون إلا القود، كلهم موتور، تركت ستين ألف شيخ يبكون تحت قميص عثمان، وهو على منبر دمشق، فقال علي :اللهم إني أبرأ إليك من دم عثمان. ثم خرج رسول معاوية من بين يدي علي، فهم به أولئك الخوارج الذين قتلوا عثمان يريدون قتله،

»البدایۃ والنہایۃ« (10/ 429):

سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی حمایت حق

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے معبد اسلمی کے ہاتھ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک خط روانہ کیا جس کے جواب میں ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ اہل کوفہ نے میرے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اکثر نے یہ بیعت برضا و رغبت کی ہے اور بعض نے بہ اکراہ اس خط کے آجانے سے گونہ اطمینان کوفہ کی طرف سے حاصل ہوا جب ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کے نام کوفہ کی جانب خط روانہ کیا گیا تھا اسی وقت دوسرا خط جریر بن عبداللہ اور سبرہ جہنی کے ہاتھ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام دمشق کی جانب بھیجا گیا وہاں سے تین مہینے تک کوئی جواب نہیں آیا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کئی مہینے تک قاصد کو ٹھہرائے رکھا پھر ایک خط سر بمہر اپنے قاصد قبیصہ عبسی کو دے کر جریر بن عبداللہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا اس خط کے لفافہ پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا پتہ صاف لکھا ہوا تھا یعنی من معاویہ رضی اللہ عنہ الی علی رضی اللہ عنہ یہ خط لے کر دونوں قاصد ماہ ربیع الاول ۳۶ھ کے آخری ایام میں مدینہ پہنچے۔

قاصد نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خط پیش کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لفافہ کو کھولا تو اس کے اندر سے کوئی خط نہ نکلا آپ نے غصہ سے قاصد کی طرف دیکھا قاصد نے کہا کہ میں قاصد ہوں مجھ کو جان کی امان ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں تجھ کو امان ہے اس نے کہا کہ ملک شام میں کوئی آپ کی بیعت نہ کرے گا میں نے دیکھا ہے کہ ساٹھ ہزار شیوخ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خون آلودہ قمیص پر رو رہے تھے وہ قمیص لوگوں کو مشتعل کرنے کی غرض سے جامع دمشق کے منبر پر رکھی ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ لوگ مجھ سے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ طلب کرتے ہیں حالانکہ خون عثمان رضی اللہ عنہ سے بری ہوں اللہ تعالیٰ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے سمجھے یہ کہہ کر قاصد کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف واپس کر دیا۔

سبائیوں کی گمراہی

بلوائیوں اور سبائیوں نے اس قاصد کو گالیاں دے کر مارنا چاہا لیکن اہل مدینہ کے بعض اشخاص نے اس کو آزار پہنچنے سے بچایا اور وہ مدینہ سے روانہ ہو کر دمشق پہنچا جریر بن عبداللہ کی نسبت بھی بلوائیوں کے سرداروں نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے ساز باز کرنے کا الزام لگایا کیونکہ وہ دیر تک شام میں رہے تھے اور فوراً واپس نہ آسکے تھے جریر اس الزام کو سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور مدینہ سے قرقیسیا کی طرف چلے گئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ خبر لگی تو انہوں نے قرقیسیا میں اپنے قاصد بھیج کر باصرار جریر رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلوایا۔

شام کے ملک پر حملہ کی تیاری

مدینہ والوں کو جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قاصدوں کے آنے جانے اور تعلقات کے منقطع ہونے کا حال معلوم ہوا تو اب ان کو فکر ہوئی کہ دیکھئے آپس میں کہیں اور عظیم الشان کشت و خون نہ ہو چنانچہ اہل مدینہ نے زیاد بن حنظلہ تمیمی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بھیجا کہ ان کا عندیہ جنگ کے متعلق معلوم کر کے ہم کو مطلع کرے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زیاد سے مخاطب ہو کر کہا کہ تیار ہو جاؤ اس نے کہا کہ کس کام کے لیے آپ نے فرمایا ملک شام پر حملہ آور ہونے کے لیے زیاد نے عرض کیا کہ نرمی اور مہربانی سے کام لینا

تھا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں' باغیوں کی سزا دہی ناگزیر ہے۔

اہل مدینہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ضرور ملک شام پر چڑھائی کرنے والے ہیں تو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ دونوں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم عمرہ کرنے مکہ معظمہ کو جاتے ہیں ہم کو مدینہ سے جانے کی اجازت دی جائے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کا مدینہ میں زیادہ روکنا اور نظر بند رکھنا مناسب نہ سمجھ کر اجازت دے دی اور مدینہ میں اعلان کرا دیا کہ ملک شام پر فوج کشی کرنے کے لیے لوگ تیار ہو جائیں اور اپنا اپنا سامان درست کر لیں' پھر ایک خط عثمان بن حنیف کے پاس بصرہ کی جانب' ایک ابوموسیٰ کے پاس کوفہ کی جانب' اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس مصر کی جانب روانہ کیا کہ جہاں تک ممکن ہو' اپنی طاقت اور اثر کو کام میں لا کر لشکر فراہم کرو' اور جس وقت ہم طلب کریں فوراً ہمارے پاس بھیج دو۔

مسلمانوں کے خلاف فوج کشی

جب اکثر اہل مدینہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم موافق تیار ہو گئے تو آپ نے قاسم بن عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ مدینہ کا حاکم و عامل تجویز کر کے اپنے بیٹے محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کا جھنڈا عطا کیا' میمنہ کا افسر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا' میسرہ پر عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کو مامور کیا اور ابولیلیٰ ابن الجراح برادر ابوعبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کو مقدمۃ الجیش کی سرداری سپرد فرمائی اور اس احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھا کہ بلوائیوں میں سے جن کی اکثر تعداد ابھی تک مدینہ میں موجود تھی' کسی کو فوج کے کسی حصے کا سردار نہیں بنایا' ابھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ فوج کے حصوں کی سرداریاں ہی تقسیم فرما رہے تھے' لیکن ابھی فوج مرتب ہو کر مدینہ سے روانہ نہیں ہوئی تھی کہ مکہ کی جانب سے خبر پہنچی کہ وہاں آپ کی مخالفت میں تیاریاں ہو رہی ہیں' یہ خبر سن کر آپ نے سر دست ملک شام کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

مکہ میں سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کی تیاریاں

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے' سیدنا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ بعد ادائے حج مدینہ کو واپس آ رہی تھیں کہ راستے میں مقام سرف میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال سن کر مکہ کو واپس لوٹ گئیں' اس خبر کے ساتھ ہی آپ کو یہ خبر بھی معلوم ہو گئی تھی کہ سیدنا علی کے ہاتھ پر لوگوں نے مدینہ میں بیعت کر لی ہے' جب آپ مکہ میں واپس تشریف لے آئیں تو آپ کی اس طرح واپسی کا حال سن کر لوگ آپ کی سواری کے ارد گرد جمع ہو گئے' آپ نے اس مجمع کے روبرو فرمایا کہ واللہ عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم مارے گئے' میں ان کے خون کا بدلہ لوں گی' افسوس ہے کہ اطراف و جوانب کے شہروں اور بیابانوں سے آئے ہوئے لوگوں اور مدینہ کے غلاموں نے مل کر بلوہ کیا اور عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت اس لیے کی کہ اس نے نوعمروں کو عامل مقرر کیا تھا حالانکہ اس کے پیش روؤں نے بھی ایسا کیا تھا' یہ بلوائی جب اپنے دعوے پر دلیل نہ لا سکے' تو عثمان رضی اللہ عنہ کی عداوت پر کمر بستہ اور بد عہدی پر آمادہ ہو گئے' جس خون کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا تھا اس کو بہایا' اور جس شہر کو خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دار الہجرت بنایا تھا وہاں خوں ریزی کی اور جس مہینے میں خوں ریزی ممنوع تھی اس مہینے میں خوں ریزی کی اور جس مال کا لینا جائز نہ تھا اس کو لوٹ لیا' واللہ عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک انگلی بلوائیوں جیسے تمام جہاں سے افضل ہے' جس وجہ سے یہ لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے دشمن ہوئے تھے' عثمان رضی اللہ عنہ اس سے پاک و صاف تھا۔

مکہ معظمہ میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جانب سے عبداللہ بن عامر حضرمی عامل تھے‘ انہوں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ صدیقہ کی یہ تقریر سن کر کہا کہ سب سے پہلے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے والا میں ہوں۔ یہ سنتے ہی تمام بنو امیہ جو بعد شہادت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابھی مکہ میں پہنچے تھے بول اٹھے‘ ہم سب آپ کے شریک ہیں‘ ان ہی میں سعید بن العاص اور ولید بن عقبہ وغیرہ بھی شامل تھے‘ عبداللہ بن عامر بصرہ سے معزول ہو کر مکہ ہی کی جانب آئے‘ یعلیٰ بن منبہ یمن سے آئے‘ اور چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ دینار لے کر آئے اور یہ تجویزیں ہونے لگیں کہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا معاوضہ لیا جائے۔

سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ جب مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ میں پہنچے تو سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بلوا کر دریافت کیا کہ تم لوگ کس طرح تشریف لائے ہو‘ دونوں صاحبوں نے جواب دیا کہ مدینہ کے نیک اور شریف لوگوں پر اعراب اور بلوائی مستولی ہو گئے ہیں‘ ان ہی کے خوف سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں‘ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پھر تو تم کو ہمارے ساتھ ان کی طرف خروج کرنا چاہیے‘ دونوں صاحبوں نے آمادگی ورضامندی کا اظہار کیا۔

اہل مکہ سب سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کے تابع فرمان تھے‘ عبداللہ ابن عامر سابق گورنر بصرہ‘ یعلیٰ بن منبہ گورنر یمن‘ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ یہ چار شخص ام المومنین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سردار اور صاحب حل وعقد سمجھے جاتے تھے‘ اول کسی نے یہ مشورہ دیا کہ مکہ سے روانہ ہو کر اور مدینہ سے کترا کر ہم کو شام کے ملک میں جانا چاہیے‘ اس پر عبداللہ بن عامر نے کہا کہ ملک شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ موجود ہیں اور وہ ملک شام کو سنبھالے رکھنے کی کافی طاقت واہلیت رکھتے ہیں‘ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب یہاں سے بصرہ چلیں‘ وہاں میرے دوستوں اور ہمدردوں کی بھی ایک بھاری تعداد ضرور موجود ہے‘ میں وہاں اب تک عاملانہ حیثیت سے رہا ہوں‘ نیز اہل بصرہ کا رجحان طبع سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی جانب زیادہ ہے لہٰذا بصرہ میں ہم کو یقیناً کامیابی حاصل ہو گی‘ اور اس طرح ایک زبردست صوبہ اور بہت بڑی جمعیت ہمارے ہاتھ آجائے گی‘ کسی شخص نے کہا کہ ہم کو مکہ ہی میں رہ کر کیوں نہ مقابلہ کرنا چاہیے‘ اس کے جواب میں عبداللہ ابن عامر نے کہا کہ مکہ والوں کو ضرور ہم خیال بنا چکے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ ہیں لیکن ان لوگوں میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ اگر وہ لوگ جو مدینہ میں موجود ہیں حملہ آور ہوں تو ان کا حملہ سنبھال سکیں‘ لیکن یہاں سے اپنی طاقت اور جمعیت کو لے کر ہم بصرہ کی طرف گئے تو جس طرح اہل مکہ ہمارے ساتھ ہو گئے اسی طرح اہل بصرہ بھی یقیناً ہمارے ساتھ ہو جائیں گے اور پھر ہماری طاقت اس قدر ہو گی کہ ہم ہر ایک حملہ کو سنبھال سکیں گے‘ اور خون عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ میں طاقت پیدا کر سکیں گے۔

غرض اس رائے کو سب نے پسند کیا اور بصرہ کی تیاریاں ہونے لگیں‘ اس کے بعد سب کی یہ رائے ہوئی کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مکہ میں تشریف لائے ہوئے ہیں ان کو بھی شریک کرو‘ بلکہ ان ہی کو اپنا سردار بناؤ‘ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بلوائے گئے اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر خروج کریں‘ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہم مدینہ والوں کے ساتھ ہیں جو وہ کریں گے‘ یہ جواب سن کر پھر ان سے کسی نے اصرار نہیں کیا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سوا باقی امہات المومنین رضی اللہ عنہا بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مکہ میں تشریف لائی ہوئی تھیں‘

انہوں نے جب یہ سنا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ کا قصد رکھتی ہیں تو انہوں نے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ساتھ دینے اور ان کے ہمراہ رہنے کا ارادہ کیا، انہیں میں سیدنا حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بھی تھیں، ان کو ان کے بھائی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی طرف جانے سے منع کیا اور وہ رک گئیں، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بھی مکہ پہنچ گئے تھے، وہ بھی اس لشکر کے ہمراہ ہو لیے۔

فبينما هم كذلك على التجهز لأهل الشام أتاهم الخبر عن طلحة والزبير وعائشة وأهل (مكة بنحو آخر) وأنهم على الخلاف، فأعلم على الناس ذلك، وأن عائشة، وطلحة، والزبير، قد سخطوا إمارته، ودعوا الناس إلى الإصلاح، وقال لهم: سأصبر ما لم أخف على جماعتكم، وأكف إن كفوا، وأقتصر على ما بلغني.

ثم أتاه أنهم يريدون البصرة، فسره ذلك وقال: إن الكوفة فيها رجال العرب وبيوتاتهم. فقال له ابن عباس: إن الذي سرك من ذلك ليسوءني، إن الكوفة فسطاط فيه [أعلام] من أعلام العرب، ولا يحملهم عدة القوم، ولا يزال فيها من يسمو إلى أمر لا يناله، فإذا كان كذلك شغب على الذي قد نال ما يريد حتى تكسر حدته.

فقال علي: إن الأمر ليشبه ما تقول، وتهيأ للخروج إليهم، فندب أهل المدينة للمسير معهم فتثاقلوا، فبعث إلى عبد الله بن عمر كميلا النخعي، فجاء به، فدعاه إلى الخروج معه، فقال: إنما أنا من أهل المدينة وقد دخلوا في هذا الأمر فدخلت معهم، فإن يخرجوا أخرج معهم، وإن يقعدوا أقعد. قال: فأعطني كفيلا. قال: لا أفعل. فقال له علي: لولا ما أعرف من سوء خلقك صغيرا وكبيرا لأنكرتني، دعوه فأنا كفيله. فرجع ابن عمر إلى المدينة وهم يقولون: والله ما ندري كيف نصنع، إن الأمر لمشتبه علينا، ونحن مقيمون حتى يضيء لنا.

فخرج من تحت ليلته وأخبر أم كلثوم ابنة علي، وهي زوجة عمر، بالذي سمع، وأنه يخرج معتمرا مقيما على طاعة علي ما خلا النهوض. فأصبح علي فقيل له: حدث الليلة حدث هو أشد من طلحة، والزبير، وعائشة، ومعاوية. قال: وما ذاك؟ قالوا: خرج ابن عمر إلى الشام فأتى السوق وأعد الظهر والرجال، وأخذ لكل طريق طلابا، وماج الناس. فسمعت أم كلثوم، فأتت عليا فأخبرته الخبر، فطابت نفسه وقال: انصرفوا، والله ما كذبت ولا كذب، والله إنه عندي ثقة. فانصرفوا.

وكان سبب اجتماعهم بمكة أن عائشة كانت خرجت إليها، وعثمان محصور، ثم خرجت من مكة تريد المدينة. فلما كانت بسرف لقيها رجل من أخوالها من بني ليث يقال له عبيد بن أبي سلمة، وهو ابن أم كلاب، فقالت له: مهيم؟ قال: قتل عثمان وبقوا ثمانيا. قالت: ثم صنعوا ماذا؟ قال: اجتمعوا على بيعة علي. فقالت: ليت هذه انطبقت على هذه إن تم الأمر لصاحبك! ردوني ردوني! فانصرفت إلى مكة وهي تقول: قتل والله عثمان مظلوما، والله لأطلبن بدمه! فقال لها: ولم؟ والله إن أول من أمال حرفه لأنت، ولقد كنت تقولين: اقتلوا نعثلا فقد كفر. قالت: إنهم استتابوه ثم قتلوه، وقد قلت وقالوا، وقولي الأخير خير من قولي الأول.

فانصرفت إلى مكة فقصدت الحجر فسترت فيه، فاجتمع الناس حولها. فقالت: أيها الناس، إن الغوغاء من

أهل الأمصار وأهل المياه وعبيد أهل المدينة اجتمعوا على هذا الرجل المقتول ظلما بالأمس، ونقموا عليه استعمال من حدثت سنه، وقد استعمل أمثالهم قبله، ومواضع من الحمى حماها لهم، فتابعهم ونزع لهم عنها. فلما لم يجدوا حجة ولا عذرا بادروا بالعدوان فسفكوا الدم الحرام واستحلوا البلد الحرام والشهر الحرام وأخذوا المال الحرام، والله لإصبع من عثمان خير من طباق الأرض أمثالهم! ووالله، لو أن الذي اعتدوا به عليه كان ذنبا لخلص منه كما يخلص الذهب من خبثه أو الثوب من درنه إذ ماصوه كما يماص الثوب بالماء، أي يغسل.

«مناديها: إن أم المؤمنين، وطلحة، والزبير شاخصون إلى البصرة، فمن أراد إعزاز الإسلام وقتال المحلين والطلب بثأر عثمان، وليس له مركب وجهاز فليأت! فحملوا ستمائة على ستمائة بعير وساروا في ألف. وقيل: في تسعمائة من أهل المدينة ومكة، ولحقهم الناس، فكانوا في ثلاثة آلاف رجل. وبعثت أم الفضل بنت الحرث أم عبد الله بن عباس رجلا من جهينة يدعى ظفرا، فاستأجرته على أن يأتي عليا بالخبر، فقدم على علي بكتابها».

»الكامل في التاريخ - ت تدمري« (2/572):

ام المومنین رضی اللہ عنہ کی مکہ سے بصرہ کی جانب روانگی

عبداللہ بن عامر اور یعلی بن منبہ بصرہ اور یمن سے کافی روپیہ اور سامان لے کر مکہ میں پہنچے تھے' لہٰذا ان ہی دونوں نے لشکر ام المومنین رضی اللہ عنہ کی سامان سفر کی تیاری وفراہمی میں حصہ لیا' ان دونوں نے روانگی سے پہلے تمام مکہ میں منادی کرادی تھی کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف جارہے ہیں' جو شخص اسلام کا ہمدرد اور خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا چاہتا ہو وہ آئے اور شریک لشکر ہو جائے' اس کو سواری وغیرہ دی جائے گی۔ غرض اس طرح مکہ معظمہ سے ڈیڑھ ہزار آدمیوں کا لشکر روانہ ہوا' عین روانگی کے وقت مروان بن الحکم اور سعید بن العاص بھی مکہ میں پہنچے اور شریک لشکر ہوئے' مکہ سے تھوڑی ہی دور چلے تھے' کہ اطراف وجوانب سے جوق در جوق لوگ آ آ کر شریک ہونا شروع ہوئے اور بہت جلد اس لشکر کی تعداد تین ہزار ہوگئی۔

ام فضل بنت الحرث مادر عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی اتفاقاً شریک لشکر تھیں' انہوں نے قبیلہ جہنیہ کے ایک شخص ظفر نامی کو اجرت دے کر سیدنا علی کی جانب روانہ کیا' اور ایک خط دیا' جس میں اس لشکر اور اس کی روانگی کے تمام حالات لکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا گیا تھا' باقی امہات المومنین جو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آئی تھیں' مقام ذات عرق تک تو ہمراہ آئیں' پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے رو رو کر رخصت ہوئیں اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ بعض اختلافات کی وجہ سے راستہ ہی سے سعید بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ اور کچھ اور لوگ واپس ہو گئے۔

امیر بصرہ کی مخالفت

یہ لشکر جب بصرہ کے قریب پہنچا' تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے اول عبداللہ ابن عامر کو اہل بصرہ کی طرف بھیجا' اور بصرہ کے عمائدین

کے نام خطوط بھی روانہ کئے اور خود جواب کے انتظار میں ٹھہر گئیں' بصرہ کے موجودہ گورنر عثمان بن حنیف کو جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کا حال معلوم ہوا تو اس نے بصرہ کے چند بااثر لوگوں کو بلا کر بطور ایلچی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی جانب بھیجا' ان لوگوں نے سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تشریف لانے کا سبب دریافت کیا' تو انہوں نے جواب دیا کہ عام بلوائیوں اور قبائل کے فتنہ پرداز لوگوں نے یہ ہنگامہ برپا کیا ہے' اور مسلمانوں کی جمعیت کو نقصان پہنچا کر اسلام کو نقصان پہنچانا چاہا ہے' میں مسلمانوں کی یہ جماعت لے کر اس لیے نکلی ہوں کہ ان کو اصلی واقعات سے مطلع کروں اور ان کی اصلاح کروں' اس خروج سے میرا مقصد اصلاح بین المسلمین کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

وہاں سے اٹھ کر یہ لوگ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے' اور آنے کا سبب دریافت کیا' انہوں نے جواب دیا کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے نکلے ہیں' پھر ان بصرہ والوں نے دریافت کیا کہ کیا تم دونوں نے سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی' انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم نے بیعت کی تھی' مگر اس شرط پر کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لیا جائے' دوسرے یہ کہ جب ہم سے بیعت لی گئی تھی' تو تلوار ہمارے سر پر تھی۔

یہاں سے اٹھ کر یہ لوگ بصرہ میں عثمان بن حنیف کے پاس واپس گئے' اور جو کچھ سن کر گئے تھے سنایا' عثمان بن حنیف نے سن کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا' پھر ان لوگوں سے یعنی عمائدین بصرہ سے کہا کہ تمہارا کیا ارادہ ہے' انہوں نے کہا کہ خاموشی اختیار کرو' عثمان بن حنیف نے کہا کہ میں ان کو روکوں گا جب تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہاں تشریف نہ لے آئیں' عمائدین بصرہ اپنے اپنے گھروں میں آ کر بیٹھ رہے۔

عثمان نے تمام بصرہ والوں کو لڑائی کے لیے تیار کرنے اور مسجد میں جمع ہونے کا اعلان کیا' جب لوگ مسجد میں جمع ہو گئے' تو عثمان بن حنیف نے بصرہ کے ایک شخص قیس نامی کو تقریر کرنے کے لیے کھڑا کیا' اس نے کہا کہ "لوگو! اگر طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمراہی مکہ سے یہاں اپنی جان کی امان طلب کرنے آئے ہیں تو یہ بات غلط ہے' کیونکہ مکہ میں تو چڑیوں تک کو جان کی امان حاصل ہے' کوئی کسی کو نہیں ستا سکتا' اور اگر یہ لوگ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے آئے ہیں تو ہم لوگ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل نہیں ہیں' پس مناسب یہ ہے کہ ان کو جس طرف سے یہ آئے ہیں اسی طرف لوٹا دو۔

یہ تقریر سن کر اسود بن سریع سعدی نے اٹھ کر کہا کہ یہ لوگ ہم کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سمجھ کر نہیں آئے' بلکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے ہم سے مدد طلب کرنے کے لیے آئے ہیں' یہ الفاظ سن کر لوگوں نے قیس مذکور پر کنکریاں پھینکنی شروع کیں اور جلسہ درہم برہم ہو گیا' عثمان بن حنیف کو یہ معلوم ہو گیا کہ بصرہ میں بھی طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کے ہمدرد ومعاونین موجود ہیں۔

صف آرائی

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے لشکر کو لیے ہوئے مقام مربد تک آ پہنچیں' تو عثمان بن حنیف اپنا لشکر لیے ہوئے بصرہ سے نکلا اور صف آراء ہوا' ام المومنین رضی اللہ عنہ کے لشکر کا میمنہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا اور میسرہ کے سردار سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ تھے' جب دونوں لشکر آمنے سامنے ایک دوسرے کے قریب آ گئے' تو اول میمنہ کی جانب صف لشکر سے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نکلے اور انہوں نے حمد و

صلوۃ کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلتیں بیان کیں اور ان کے خون کا بدلہ لینے کی لوگوں کو ترغیب دی' اس کے بعد میسرہ کی جانب سے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نکلے اور انہوں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی تقریر کی تصدیق کی' پھر اس کے بعد سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ نے نصائح فرمائے۔

سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر عثمان بن حنیف کے لشکریوں کے اسی وقت دو گروہ ہوں گئے' ایک تو عثمان بن حنیف کے ساتھ مقاومت اور مقابلہ پر آمادہ تھا اور دوسرے وہ جو طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کو اچھا نہیں جانتے تھے' سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنے کو اچھا نہیں جانتے تھے' سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے لشکریوں میں خود ہی پھوٹ پڑ گئی ہے' تو میدان سے واپس چلے آئے اور پیچھے ہٹ کر اپنے خیموں میں مقیم ہو گئے' لیکن عثمان بن حنیف اپنے ساتھیوں کو لیے ہوئے برابر مقابلہ پر کھڑا رہا اور اس نے جاریہ بن قدامہ کو سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا' جس نے آ کر عرض کیا کہ اے ام المومنین رضی اللہ عنہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا قتل ہونا زیادہ پسندیدہ تھا بمقابلہ اس کے کہ تم اس ملعون اونٹ پر سوار ہو کر نکلیں' تمہارے لیے اللہ تعالی نے پردہ مقرر کیا تھا تم نے پردہ کی ہتک کی' اگر تم اپنے ارادے سے آئی ہو تو مدینہ منورہ کی طرف واپس چلی جاؤ' اور اگر بجبر واکراہ آئی ہو' تو خدائے تعالی سے مدد چاہو اور لوگوں سے واپس چلنے کو کہو۔

یہ تقریر ابھی ختم نہ ہونے پائی تھی' کہ حکیم بن جبلہ نے ام المومنین کے لشکر پر حملہ کر دیا' ادھر سے بھی مدافعت کی گئی' مگر شام ہونے کے سبب لڑائی ختم ہو گئی' اگلے دن علی الصبح حکیم بن جبلہ نے صف آرائی کی اور طرفین سے لڑائی شروع ہوئی' حکیم بن جبلہ مارا گیا اور خلاصہ یہ کہ عثمان بن حنیف کو انجام کار شکست ہوئی' بصرہ پر طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کا قبضہ ہو گیا' عثمان بن حنیف گرفتار ہو کر سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے تو سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی' انہوں نے چھوڑ دینے کا حکم دیا وہ وہاں سے چھوٹ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہوئے' اب سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کا بصرہ پر قبضہ ہو گیا' لیکن یہ قبضہ بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ عثمان بن حنیف کا قبضہ تھا' یعنی موافق ومخالف دونوں قسم کے لوگ بصرہ میں موجود تھے۔

حدثنا عبد الله بن محمد، حدثنا يحيى بن آدم، حدثنا ابو بكر بن عياش، حدثنا ابو حصين، حدثنا ابو مريم عبد الله بن زياد الاسدي، قال: لما سار طلحة، والزبير، وعائشة، إلى البصرة بعث علي، عمار بن ياسر، وحسن بن علي، فقدما علينا الكوفة، فصعدا المنبر، فكان الحسن بن علي فوق المنبر في اعلاه، وقام عمار اسفل من الحسن، فاجتمعنا إليه، فسمعت عمارا، يقول:" إن عائشة قد سارت إلى البصرة، والله إنها لزوجة نبيكم صلى الله عليه وسلم في الدنيا والآخرة، ولكن الله تبارك وتعالى ابتلاكم ليعلم إياه تطيعون ام هي".

(بخاری 7100)

ہم سے عبداللہ بن محمد نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے یحییٰ بن آدم نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابوبکر بن عیاش نے بیان کیا، انہوں

نے کہا ہم سے ابوحصین نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم سے ابو مریم عبداللہ بن زیاد الاسدی نے بیان کیا کہ جب طلحہ، زبیر اور عائشہ رضی اللہ عنہم بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو علی رضی اللہ عنہ نے عمار بن یاسر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا۔ یہ دونوں بزرگ ہمارے پاس کوفہ آئے اور منبر پر چڑھے۔ حسن بن علی رضی اللہ عنہما منبر کے اوپر سب سے اونچی جگہ تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما ان سے نیچے تھے۔ پھر ہم ان کے پاس جمع ہو گئے اور میں نے عمار رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا بصرہ گئی ہیں اور اللہ کی قسم وہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک بیوی ہیں لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں آزمایا ہے تاکہ جان لے کہ تم اس اللہ کی اطاعت کرتے ہو یا عائشہ رضی اللہ عنہا کی۔

وخرجت عائشة ومن معها من مكة، فلما خرجوا منها أذن مروان بن الحكم، ثم جاء حتى وقف على طلحة والزبير فقال: على أيكم أسلم بالإمرة وأؤذن بالصلاة؟ فقال عبد الله بن الزبير: على أبي عبد الله -يعني أباه الزبير-. وقال محمد بن طلحة: على أبي محمد -يعني أباه طلحة-. فأرسلت عائشة إلى مروان وقالت له: أتريد أن تفرق أمرنا! ليصل بالناس ابن أختي -تعني عبد الله بن الزبير-. وقيل: بل صلى بالناس عبد الرحمن بن عتاب بن أسيد حتى قتل، فكان معاذ بن عبيد يقول: والله لو ظفرنا لاقتتلنا، ما كان الزبير يترك طلحة والأمر، ولا كان طلحة يترك الزبير والأمر.

وتبعها أمهات المؤمنين إلى ذات عرق، فبكوا على الإسلام، فلم ير يوم كان أكثر باكيا وباكية من ذلك اليوم، فكان يسمى يوم النحيب. فلما بلغوا ذات عرق لقي سعيد بن العاص مروان بن الحكم وأصحابه بها فقال: أين تذهبون وتتركون ثأركم على أعجاز الإبل وراءكم؟ -يعني: عائشة، وطلحة، والزبير-. اقتلوهم ثم ارجعوا إلى منازلكم. فقالوا: نسير فلعلنا نقتل قتلة عثمان جميعا. فخلا سعيد بطلحة والزبير فقال: إن ظفرتما لمن تجعلان الأمر؟ أصدقاني. قالا: نجعله لأحدنا أينا اختاره الناس. قال: بل تجعلونه لولد عثمان، فإنكم خرجتم تطلبون بدمه. فقالا: ندع شيوخ المهاجرين ونجعلها لأيتام! قال: فلا أراني أسعى إلا لإخراجها من بني عبد مناف. فرجع ورجع عبد الله بن خالد بن أسيد، وقال المغيرة بن شعبة: الرأي ما قال سعيد، من كان هاهنا من ثقيف فليرجع. فرجع، ومضى القوم ومعهم أبان، والوليد ابنا عثمان. وأعطى يعلى بن منية عائشة جملا اسمه عسكر اشتراه بثمانين دينارا، فركبته. وقيل: بل كان جملها لرجل من عرينة.

قال العرني: بينما أنا أسير على جمل إذ عرض لي راكب فقال: أتبيع جملك؟ قلت: نعم. قال: بكم؟ قلت: بألف درهم. قال: أمجنون أنت؟ قلت: ولم؟ والله ما طلبت عليه أحدا إلا أدركته، ولا طلبني وأنا عليه أحد إلا فته. قال: لو تعلم لمن نريده! إنما نريده لأم المؤمنين عائشة! فقلت: خذه بغير ثمن. قال: بل ترجع معنا إلى الرحل فنعطيك ناقة ودراهم. قال: فرجعت معه فأعطوني ناقة مهرية وأربعمائة درهم أو ستمائة، وقالوا لي: يا أخا عرينة هل لك دلالة بالطريق؟ قلت: أنا من أدل الناس. قالوا: فسر معنا. فسرت معهم فلا أمر على واد

إلا سألونی عنه، حتى طرقنا الحوأب، وهو ماء، فنبحتنا كلابه، فقالوا :أي ماء هذا؟ فقلت :هذا ماء الحوأب. فصرخت عائشة بأعلى صوتها وقالت :إنا لله وإنا إليه راجعون، إني لهيه، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم »يقول وعنده نساؤه :"ليت شعري أيتكن تنبحها كلاب الحوأب"!« ثم ضربت عضد بعيرها فأناخته وقالت :ردوني، أنا والله صاحبة ماء الحوأب. فأناخوا حولها يوما وليلة، فقال لها عبد الله بن الزبير :إنه كذب، ولم يزل بها وهي تمتنع، فقال لها :النجاء النجاء! قد أدرككم علي بن أبي طالب. فارتحلوا نحو البصرة، فلما كانوا بفنائها لقيهم عمير بن عبد الله التميمي وقال :يا أم المؤمنين أنشدك الله أن تقدمي اليوم على قوم لم تراسلي منهم أحدا، فعجلي ابن عامر، فإن له بها صنائع، فليذهب إليهم ليلقوا الناس إلى أن تقدمي ويسمعوا ما جئتم به. فأرسلته، فاندس إلى البصرة، فأتى القوم، وكتبت عائشة إلى رجال من أهل البصرة، وإلى الأحنف بن قيس، وصبرة بن شيمان، وأمثالهم، وأقامت بالحفير تنتظر الجواب.

ولما بلغ ذلك أهل البصرة دعا عثمان بن حنيف عمران بن حصين -وكان رجل عامة- وألزه بأبي الأسود الدؤلي- وكان رجل خاصة- وقال لهما :انطلقا إلى هذه المرأة فاعلما علمها وعلم من معها. فخرجا فانتهيا إليها بالحفير، فأذنت لهما، فدخلا وسلما وقالا :إن أميرنا بعثنا إليك لنسألك عن مسيرك، فهل أنت مخبرتنا؟ فقالت :والله ما مثلي يعطي لبنيه الخبر، إن الغوغاء ونزاع القبائل غزوا حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم وأحدثوا فيه وآووا المحدثين، فاستوجبوا لعنة الله ولعنة رسول الله صلى الله عليه وسلم مع ما نالوا من قتل إمام المسلمين بلا ترة ولا عذر، فاستحلوا الدم الحرام وسفكوه، وانتهبوا المال الحرام، وأحلوا البلد الحرام، والشهر الحرام، فخرجت في المسلمين أعلمهم ما أتى هؤلاء، وما الناس فيه وراءنا، وما ينبغي لهم من إصلاح هذه القصة، وقرأت :{لا خير في كثير من نجواهم} [النساء: 114] الآية، فهذا شأننا إلى معروف نأمركم به ومنكر ننهاكم عنه.

فخرج عمران وأبو الأسود من عندها فأتيا طلحة وقالا :ما أقدمك؟ فقال :الطلب بدم عثمان. فقالا :ألم تبايع عليا؟ فقال :بلى والسيف على عنقي، وما أستقيل عليا البيعة إن هو لم يحل بيننا وبين قتلة عثمان. ثم أتيا الزبير فقالا له مثل قولهما لطلحة، وقال لهما مثل قول طلحة، فرجعا إلى عثمان بن حنيف، ونادى مناديها بالرحيل، فقال عثمان :إنا لله وإنا إليه راجعون، دارت رحى الإسلام ورب الكعبة فانظروا بأي زيفان تزيف. فقال عمران :إي والله لتعركنكم عركا طويلا. قال :فأشر علي يا عمران. قال :اعتزل فإني قاعد. قال عثمان :بل أمنعهم حتى يأتي أمير المؤمنين.

فانصرف عمران إلى بيته وقام عثمان في أمره، فأتاه هشام بن عامر فقال :إن هذا الأمر الذي تريده يسلم إلى شر مما تكره، إن هذا فتق لا يرتق، وصدع لا يجبر، فارفق بهم وسامحهم حتى يأتي أمر علي. فأبى ونادى عثمان في الناس وأمرهم بلبس السلاح، فاجتمعوا إلى المسجد وأمرهم بالتجهيز، وأمر رجلا دسه إلى الناس خدعا كوفيا

قيسيا، فقام فقال: أيها الناس أنا قيس بن العقدية الحميسي، إن هؤلاء القوم إن كانوا جاؤوا خائفين فقد أتوا من بلد يأمن فيه الطير، وإن كانوا جاءوا يطلبون بدم عثمان، فما نحن بقتلة عثمان، فأطيعوني وردوهم من حيث جاؤوا. فقام الأسود بن سريع السعدي فقال: أوزعموا أنا قتلة عثمان؟ إنما أتوا يستعينون بنا على قتلة عثمان منا ومن غيرنا. فحصبه الناس، فعرف عثمان أن لهم بالبصرة ناصرا، فكسره ذلك.

فأقبلت عائشة فيمن معها حتى انتهوا إلى المربد، فدخلوا من أعلاه، ووقفوا حتى خرج عثمان فيمن معه وخرج إليها من أهل البصرة من أراد أن يكون معها، فاجتمع القوم بالمربد، فتكلم طلحة وهو في ميمنة المربد، وعثمان في ميسرته، فأنصتوا له، فحمد الله وأثنى عليه وذكر عثمان وفضله وما استحل منه، ودعا إلى الطلب بدمه وحثهم عليه، وكذلك الزبير. فقال من في ميمنة المربد: صدقا وبرا. وقال في ميسرته: فجرا وغدرا وأمرا بالباطل، فقد بايعا عليا ثم جاءا يقولان، وتحاثى الناس وتحاصبوا وأرهجوا.

فتكلمت عائشة، وكانت جهورية الصوت، فحمدت الله وقالت: كان الناس يتجنون على عثمان ويزرون على عماله، ويأتوننا بالمدينة فيستشيروننا فيما يخبروننا عنهم، فننظر في ذلك فنجده بريئا تقيا وفيا، ونجدهم فجرة غدرة كذبة، وهم يحاولون غير ما يظهرون، فلما قووا كاثروه، واقتحموا عليه داره، واستحلوا الدم الحرام، والشهر الحرام، والبلد الحرام، بلا ترة ولا عذر، ألا إن مما ينبغي لا ينبغي لكم غيره، أخذ قتلة عثمان وإقامة كتاب الله، وقرأت: {ألم تر إلى الذين أوتوا نصيبا من الكتاب يدعون إلى كتاب الله} [آل عمران: 23] الآية، فافترق أصحاب عثمان فرقتين، فرقة قالت: صدقت وبرت، وقال الآخرون: كذبتم والله ما نعرف ما جئتم به! فتحاثوا وتحاصبوا. فلما رأت عائشة ذلك انحدرت وانحدر أهل الميمنة مفارقين لعثمان بن حنيف حتى وقفوا في المربد في موضع الدباغين، وبقي أصحاب عثمان على حالهم، ومال بعضهم إلى عائشة وبقي بعضهم مع عثمان.

وأقبل جارية بن قدامة السعدي وقال: يا أم المؤمنين، والله، لقتل عثمان أهون من خروجك من بيتك على هذا الجمل الملعون عرضة للسلاح! إنه قد كان لك من الله ستر وحرمة، فهتكت سترك وأبحت حرمتك! إنه من رأى قتالك يرى قتلك! لئن كنت أتيتنا طائعة فارجعي إلى منزلك، وإن كنت أتيتنا مكرهة فاستعيني بالناس.

وخرج غلام شاب من بني سعد إلى طلحة والزبير فقال: أما أنت يا زبير فحواري رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأما أنت يا طلحة فوقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بيدك وأرى أمكما معكما، فهل جئتما بنسائكما؟

قالا: لا.

»وأقبل حكيم بن جبلة العبدي -وهو على الخيل- فأنشب القتال، وأشرع أصحاب عائشة رماحهم، وأمسكوا ليمسك حكيم وأصحابه، فلم ينته، وقاتلهم وأصحاب عائشة كافون يدفعون عن أنفسهم، وحكيم يذمر خيله ويركبهم بها، فاقتتلوا على فم السكة، وأمرت عائشة أصحابها فتيامنوا إلى مقبرة بني مازن، وحجز الليل بينهم، ورجع عثمان إلى القصر، وأتى أصحاب عائشة إلى ناحية دار الرزق، وباتوا يتأهبون، وبات الناس يأتونهم، واجتمعوا

بساحة دار الرزق. فغاداهم حكيم بن جبلة وهو يسب وبيده الرمح، فقال له رجل من عبد القيس :من هذا الذى تسبه؟ قال :عائشة. قال :يا ابن الخبيثة ألأم المؤمنين تقول هذا؟ فطعنه حكيم فقتله. ثم مر بامرأة وهو يسبها أيضا، فقالت له :ألأم المؤمنين تقول هذا يا ابن الخبيثة؟ فطعنها فقتلها. ثم سار فاقتتلوا بدار الرزق قتالا شديدا إلى أن زال النهار وكثر القتل فى أصحاب عثمان بن حنيف وكثر الجراح فى الفريقين. فلما عضتهم الحرب تنادوا إلى الصلح وتوادعوا، فكتبوا بينهم كتابا على أن يبعثوا رسولا إلى المدينة يسأل أهلها، فإن كان طلحة والزبير أكرها خرج عثمان بن حنيف عن البصرة وأخلاها لهما، وإن لم يكونا أكرها خرج طلحة والزبير، وكتبوا بينهم كتابا بذلك. وسار كعب بن سور إلى أهل المدينة يسألهم. فلما قدمها اجتمع الناس إليه، وكان يوم جمعة،«

فقام وقال :يا أهل المدينة، أنا رسول أهل البصرة، نسألكم هل أكره طلحة والزبير على بيعة على أم أتياها طائعين؟ فلم يجبه أحد إلا أسامة بن زيد، فإنه قام وقال :إنهما بايعا وهما مكرهان. فأمر به تمام بن العباس، فواثبه سهل بن حنيف والناس، وثار صهيب وأبو أيوب فى عدة من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم فيهم محمد بن مسلمة حين خافوا أن يقتل أسامة فقالوا :اللهم نعم. فتركوه، وأخذ صهيب أسامة بيده إلى منزله وقال له :أما وسعك ما وسعنا من السكوت؟ قال :ما كنت أظن أن الأمر كما أرى. فرجع كعب وبلغ عليا الخبر، فكتب إلى عثمان يعجزه وقال :والله ما أكرها على فرقة ولقد أكرها على جماعة وفضل، فإن كانا يريدان الخلع فلا عذر لهما، وإن كانا يريدان غير ذلك نظرنا ونظروا.

فقدم الكتاب على عثمان، وقدم كعب بن سور، فأرسلوا إلى عثمان ليخرج، فاحتج بالكتاب وقال :هذا أمر آخر غير ما كنا فيه. فجمع طلحة والزبير الرجال فى ليلة مظلمة ذات رياح ومطر، ثم قصدا المسجد فوافقا صلاة العشاء، وكانوا يؤخرونها، فأبطأ عثمان، فقدما عبد الرحمن بن عتاب، فشهر الزط والسيابجة السلاح ثم وضعوه فيهم، فأقبلوا عليهم فاقتتلوا فى المسجد فقتلوا، وهم أربعون رجلا، فأدخلا الرجال على عثمان فأخرجوه إليهما. فلما وصل إليهما [توطؤوه] وما بقيت فى وجهه شعرة فاستعظما ذلك وأرسلا إلى عائشة يعلمانها الخبر، فأرسلت إليهما أن خلوا سبيله.

وقيل :لما أخذ عثمان أرسلوا إلى عائشة يستشيرونها فى أمره، فقالت :اقتلوه. فقالت لها امرأة :نشدتك الله فى عثمان وصحبته لرسول الله صلى الله عليه وسلم! فقالت لهم :احبسوه. فقال لهم مجاشع بن مسعود :اضربوه وأنتفوا لحيته وحاجبيه وأشفار عينيه. فضربوه أربعين سوطا ونتفوا لحيته وحاجبيه وأشفار عينيه وحبسوه ثم أطلقوه وجعلوا على بيت المال عبد الرحمن بن أبى بكر الصديق.

»الكامل فى التاريخ - ت تدمرى« (2/576):

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مدینہ سے روانگی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اہل مکہ مخالفت پر آمادہ ہیں تو آپ نے ملک شام کی طرف روانگی کا قصد ملتوی فرمایا اس کے بعد ہی خبر پہنچی کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ مع لشکر مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو گئے تو آپ کو بہت صدمہ ہوا' آپ نے تمام اہل مدینہ سے مدد طلب کی' خطبہ پڑھا اور لوگوں کو لڑائی کے لیے آمادہ کیا۔

اہل مدینہ کو یہ بہت ہی شاق گذرتا تھا' کہ وہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ 'طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں لڑنے کو نکلیں لیکن جب سیدنا ابوالہیثم بدری رضی اللہ عنہ' زیاد بن حنظلہ رضی اللہ عنہ' خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ 'ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے آمادگی ظاہر کی تو اور لوگ بھی آمادہ ہو گئے' آخر ماہ ربیع الثانی ۳۶ھ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ سے نکل کر بصرہ کی طرف روانہ ہوئے' کوفیوں اور مصریوں کے گروہوں نے بھی آپ کی معیت اختیار کی۔

عبداللہ بن سباء یہودی منافق' لشکر علی میں

اسی لشکر میں عبداللہ بن سبا بھی معہ اپنے ساتھیوں اور رازداروں کے موجود تھا' جب آپ مدینہ سے روانہ ہوئے' تو راستہ میں سیدنا عبداللہ بن سلام مل گئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی لگام پکڑ کر کھڑے ہو گئے' اور کہا کہ اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ مدینہ سے تشریف نہ لے جائیں' واللہ اگر آپ یہاں سے نکل جائیں گے تو مسلمانوں کا امیر یہاں پھر لوٹ کر نہ آئے گا' وہ لوگ گالیاں دیتے ہوئے عبداللہ بن سلام کی طرف دوڑے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنھم میں یہ اچھا آدمی ہے' اس کے بعد آپ آگے بڑھے اور مقام ربذہ میں پہنچے' تو خبر سنی کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ بصرہ میں داخل ہو گئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مقام ربذہ میں قیام کر دیا' اور یہیں سے ملک کے مختلف حصوں میں لوگوں کے نام احکام جاری کر دیئے' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی جانب روانہ کیا کہ وہاں سے لوگوں کو جمع کر کے لاؤ' خود ربذہ میں ٹھہرے ہوئے لوگوں کو جنگ کی ترغیب دیتے رہے' چند روز کے بعد مدینہ منورہ سے اپنا اسباب اور سواری وغیرہ منگا کر روانگی کا عزم فرمایا۔

لوگوں کو چونکہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ سے لڑنا پسند نہ تھا اس لیے آپ نے فرمایا کہ میں ان لوگوں پر حملہ نہ کروں گا' اور جب تک وہ خود حملہ کر کے مجھ کو مجبور نہ کر دیں گے ان سے نہ لڑوں گا اور جہاں تک ممکن ہو گا ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی جائے گی۔

ابھی ربذہ سے روانہ ہوئے تھے کہ قبیلہ طے کی ایک جماعت آ کر شریک لشکر ہوئی' آپ نے ان کی تعریف کی' ربذہ سے روانگی کے وقت آپ نے عمرو بن الجراح کو مقدمتہ الجیش کا افسر مقرر فرمایا' مقام فید میں پہنچے تو قبیلہ طے اور قبیلہ اسد کے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر ہم رکاب چلنے کی اجازت طلب کی' آپ نے فرمایا کہ تم لوگ اپنے اقرار پر ثابت قدم رہو' یہی بہت ہے اور لڑنے کے لیے مہاجرین کافی ہیں' اسی مقام پر آپ کو کوفہ سے آتا ہوا ایک شخص ملا اس سے آپ نے دریافت کیا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟

اس نے کہا اگر تم صلح وصفائی کے ارادے سے نکلے ہو' یعنی طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے صلح کرنا چاہتے ہو' تو ابوموسیٰ رضی

اللہ عنہ تمہارا شریک ہے آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم پر کوئی حملہ آور نہ ہو ہمارا ارادہ لڑائی کا نہیں ہے۔

فید سے روانہ ہو کر مقام ثعلبیہ پر قیام ہوا، تو وہاں خبر پہنچی، کہ حکیم بن جبلہ مارا گیا، اور عثمان بن حنیف خود آ کر حاضر خدمت ہوئے ان کو دیکھ کر آپ نے فرمایا، کہ تم کو تمہاری مصیبتوں پر اجر ملے گا۔ پھر آپ نے فرمایا، کہ طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے اول میرے ہاتھ پر بیعت کی، پھر انہوں نے بدعہدی کر کے مجھ پر خروج کیا، ان لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وعثمان رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی اور میری مخالفت کرتے ہیں، کاش یہ لوگ جانتے، کہ میں ان سے جدا نہیں ہوں، یہ کہہ کر آپ طلحہ رضی اللہ عنہ اورزبیر رضی اللہ عنہ کے حق میں بددعا کرنے لگے۔

بعد أن كان قد تجهز قاصدا الشام، كما ذكرنا. فلما بلغه قصد طلحة والزبير البصرة، خطب الناس وحثهم على المسير إلى البصرة ليمنع أولئك من دخولها إن أمكن أو يطردهم عنها إن كانوا قد دخلوها، فتثاقل عنه أكثر الناس، واستجاب له بعضهم.

قال الشعبي: ما نهض معه في هذا الأمر غير ستة نفر من البدريين، ليس لهم سابع. وقال غيره: أربعة. وذكر ابن جرير وغيره قال: كان ممن استجاب له من كبار الصحابة أبو الهيثم بن التيهان، وأبو قتادة الأنصاري، وزياد بن حنظلة، وخزيمة بن ثابت. قالوا: وليس بذي الشهادتين، ذاك مات في زمن عثمان، رضي الله عنه. وسار علي من المدينة نحو البصرة على تعبئته المتقدمة إلى الشام، غير أنه استخلف على المدينة تمام بن عباس، وعلى مكة قثم بن عباس، وذلك في آخر شهر ربيع الآخر سنة ست وثلاثين. وخرج علي من المدينة في نحو من تسعمائة مقاتل، وقد لقي عبد الله بن سلام، رضي الله عنه، عليا وهو بالربذة، فأخذ بلجام فرسه وقال: يا أمير المؤمنين، لا تخرج منها فوالله لئن خرجت منها لا يعود إليها سلطان المسلمين أبدا. فسبه بعض الناس فقال علي: دعوه فنعم الرجل من أصحاب رسول الله، صلى الله عليه وسلم. وجاء الحسن بن علي إلى أبيه في الطريق فقال: لقد نهيتك فعصيتني، تقتل غدا بمضيعة لا ناصر لك. فقال له علي: إنك لا تزال تحن على حنين الجارية، وما الذي نهيتني عنه فعصيتك؟ فقال: ألم آمرك قبل مقتل عثمان أن تخرج منها لئلا يقتل وأنت بها، فيقول قائل أو يتحدث متحدث؟ ألم آمرك أن لا تبايع الناس بعد قتل عثمان حتى يبعث إليك أهل كل مصر بيعتهم؟ وأمرتك حين خرجت هذه المرأة وهذان الرجلان أن تجلس في بيتك حتى يصطلحوا، فعصيتني في ذلك كله؟ فقال له علي: أما قولك أني أخرج قبل مقتل عثمان، فلقد أحيط بنا كما أحيط به، وأما مبايعتي قبل مجيء بيعة الأمصار، فكرهت أن يضيع هذا الأمر، وأما أن أجلس وقد ذهب هؤلاء إلى ما ذهبوا إليه، فتريدني أن أكون كالضبع التي يحاط بها ويقال: ليست هاهنا. حتى يحل عرقوبها فتخرج.

»ولما انتهى إليه خبر ما صنع القوم بالبصرة، كتب إلى أهل الكوفة مع محمد بن أبي بكر، ومحمد بن جعفر: إني قد اخترتكم على الأمصار، وفزعت إليكم لما حدث، فكونوا لدين الله أعوانا وأنصارا، وانهضوا إلينا، فالإصلاح

نريد لتعود هذه الأمة إخوانا. فمضيا وأرسل إلى المدينة فأخذ ما أراد من سلاح ودواب، وقام في الناس خطيبا فقال: إن الله أعزنا بالإسلام ورفعنا به، وجعلنا به إخوانا بعد ذلة وقلة وتباغض وتباعد، فجرى الناس على ذلك ما شاء الله؛ الإسلام دينهم، والحق قائم بينهم، والكتاب إمامهم، حتى أصيب هذا الرجل بأيدي هؤلاء القوم الذين أذلهم الشيطان لينزغ بين هذه الأمة، ألا وإن هذه الأمة لا بد مفترقة كما افترقت الأمم قبلها، فنعوذ بالله من شر ما هو كائن. ثم عاد ثانية فقال: إنه لا بد مما هو كائن أن يكون، ألا وإن هذه الأمة ستفترق على ثلاث وسبعين فرقة؛ شرها فرقة تحبني ولا تعمل بعملي، وقد أدركتم ورأيتم، فالزموا دينكم، واهتدوا بهدى نبيكم، واتبعوا سنته، «وأعرضوا عما أشكل عليكم حتى تعرضوه على الكتاب، فما عرفه القرآن فالزموه، وما أنكره فردوه، وارضوا بالله ربا، وبالإسلام دينا، وبمحمد نبيا، وبالقرآن حكما وإماما.

قال: فلما عزم على المسير من الربذة قام إليه ابن لرفاعة بن رافع فقال: يا أمير المؤمنين، أي شيء تريد؟ وأين تذهب بنا؟ فقال: أما الذي نريد وننوي فالإصلاح، إن قبلوا منا وأجابوا إليه. قال: فإن لم يجيبوا إليه؟ قال: ندعهم بغدرهم ونعطيهم الحق ونصبر. قال: فإن لم يرضوا؟ قال: ندعهم ما تركونا. قال: فإن لم يتركونا؟ قال: امتنعنا منهم. قال: فنعم إذا. فقام إليه الحجاج بن غزية الأنصاري فقال: لأرضينك بالفعل كما أرضيتني بالقول، والله لينصرني الله كما سمانا أنصارا.

قال: وأتت جماعة من طيئ وعلي بالربذة، فقيل له: هؤلاء جماعة جاءوا من طيئ؛ منهم من يريد الخروج معك، ومنهم من يريد السلام عليك. فقال: جزى الله كلا خيرا {وفضل الله المجاهدين على القاعدين أجرا عظيما} [النساء: 95] ثم سار من الربذة على تعبئته وهو راكب ناقة حمراء يقود فرسا كميتا، فلما كان بفيد جاءه جماعة من أسد وطيئ، فعرضوا أنفسهم عليه فقال: في من معي كفاية. وجاء رجل من أهل الكوفة يقال له: عامر بن مطر الشيباني. فقال له علي: ما وراءك؟ فأخبره الخبر، فسأله عن أبي موسى فقال: إن أردت الصلح فأبو موسى صاحبه، وإن أردت القتال فليس بصاحبه. فقال علي: والله ما أريد إلا الصلح ممن تمرد علينا.

»البداية والنهاية« (10/442):

محمد بن ابوبکر کوفہ میں

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی طرف روانہ کیا تھا' انہوں نے کوفہ میں پہنچ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خط ابوموسیٰ کو دیا' اور لوگوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے حکم کے موافق لڑائی پر آمادہ کرنے لگے' مگر کسی نے آمادگی کا اظہار نہ کیا' جب محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے زیادہ اصرار کے ساتھ ترغیب دی تو لوگوں نے کہا کہ لڑائی کے لیے نکلنا دنیا کا راستہ ہے اور بیٹھ رہنا آخرت کی راہ ہے' لوگ یہ سن کر بیٹھ رہے' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کو یہ دیکھ کر غصہ آیا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے سختی کا برتاؤ کیا' ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بیعت میری اور علی رضی اللہ عنہ

دونوں کی گردن میں ہے' اگرلڑائی ضروری ہے' تو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے جہاں کہیں ہوں لڑنا چاہیئے' یہ دونوں صاحب مایوس ہو کر کوفہ سے چل دیئے' اورمقام ذی قار میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر کوفہ کا تمام حال گوش گذار کیا۔

اشتر وابن عباس رضی اللہ عنہ کوفہ میں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور محمد بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ناکام واپس آنے پر اشتر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر جاؤ' اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو جس طرح ممکن ہو سمجھاؤ' چنانچہ یہ دونوں کوفہ پہنچے' ہر چند ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو سمجھایا اور فوجی امداد طلب کی' لیکن ابوموسیٰ آخر تک ہر ایک بات کا صرف ایک ہی جواب دیتے رہے کہ جب تک فتنہ فرو نہ ہو جائے میں تو سکوت ہی اختیار رکھوں گا اشتر اور ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں مجبور ہو کر واپس چلے آئے اور عرض کیا کہ وہاں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اشتر وابن عباس رضی اللہ عنہ کے واپس آنے پر اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر کو کوفہ کی طرف روانہ کیا' جب یہ دونوں کوفہ میں پہنچے' تو ان کے آنے کی خبر سن کر ابوموسیٰ مسجد میں آئے' حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے معانقہ کیا' اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی کوئی امداد نہیں کی اور فاجروں کے ساتھ شامل ہو گئے۔ عمار رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں میں نے ایسا نہیں کیا اتنے میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بول پڑے' کہ لوگوں نے ہم سے اس معاملہ میں کوئی مشورہ نہیں کیا اور اصلاح کے سوا ہمارا کوئی دوسرا مقصود نہیں ہے اور امیر المومنین اصلاح امت کے کاموں میں کسی دوسرے سے ڈرتے نہیں ہیں۔

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے نہایت ادب کے ساتھ جواب دیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' آپ نے سچ فرمایا' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے' کہ عنقریب فتنہ برپا ہونے والا ہے' اس میں بیٹھا ہوا شخص کھڑا ہونے والے سے' کھڑا ہوا پیادہ چلنے والے سے' پیادہ چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا اور کل مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہیں' ان کا خون ومال حرام ہے۔

عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی باتوں سے کچھ ایسی برافروختگی ہوئی کہ وہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو گالی دے بیٹھے' ابوموسیٰ گالی سن کر خاموش ہو گئے' مگر حاضرین میں سے کسی نے ترکی بترکی جواب دیا بات بڑھی اور لوگ عمار رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے' مگر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو بچا لیا۔

حدثنا محمد بن عبيد الله، حدثنا إبراهيم بن سعد، عن ابيه، عن ابی سلمة بن عبد الرحمن، عن ابی هريرة. ح قال إبراهيم، وحدثنی صالح بن كيسان، عن ابن شهاب، عن سعيد بن المسيب، عن ابی هريرة، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ستكون فتن القاعد فيها خير من القائم، والقائم فيها خير من الماشی، والماشی فيها خير من الساعی، من تشرف لها تستشرفه، فمن وجد منها ملجأ او معاذا فليعذ به".

(بخاری 7081)

ہم سے محمد بن عبیداللہ نے بیان کیا، کہا ہم سے ابراہیم بن سعد نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے، ان سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ابراہیم بن سعد نے کہا کہ مجھ سے صالح بن کیسان نے بیان کیا، ان سے ابن شہاب نے، ان سے سعید بن المسیب نے اور ان سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عنقریب ایسے فتنے برپا ہوں گے جن میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا ان میں چلنے والے سے بہتر ہوگا اور چلنے والا ان میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا، جو دور سے ان کی طرف جھانک کر بھی دیکھے گا تو وہ ان کو بھی سمیٹ لیں گے۔ اس وقت جس کسی کو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا بچاؤ کا مقام مل سکے وہ اس میں چلا جائے۔"

انہیں ایام میں سیدنا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بصرہ سے اہل کوفہ کے نام خطوط روانہ کئے جن میں لکھا تھا کہ اس زمانہ میں تم لوگ کسی کی مدد نہ کرو' اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہو یا ہماری مدد کرو کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینے نکلے ہیں' اسی جلسہ میں زید بن صوحان نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کا خط مسجد میں لوگوں کو پڑھ کر سنانا شروع کیا' شبث بن ربعی گالی دے بیٹھا' اس سے حاضرین میں ایک جوش پیدا ہوگیا اور علانیہ سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کی طرف داری کا اظہار کرنے لگے' ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اس جوش وخروش کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ فتنہ کے فرو ہونے تک گھروں میں بیٹھ رہو' میری اطاعت کرو' عرب کے ٹیلوں میں سے ایک ٹیلہ بن جاؤ' تاکہ مظلوم تمہارے سایہ میں آ کر پناہ گزیں ہوں' تم لوگ اپنے نیزوں کی نوکیں نیچی کرلو' اور اپنی تلواروں کو نیام میں کرلو۔

ان باتوں کو سن کر زید بن صوحان نے کھڑے ہو کر لوگوں کو سیدنا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے کی ترغیب دی' اس کے بعد اور کئی شخص یکے بعد دیگرے تائید کرنے کو کھڑے ہو گئے' اس کے بعد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ بولے کہ لوگو! سیدنا علی رضی اللہ عنہ تم کو حق دیکھنے کے لیے بلایا ہے چلو اور ان کے ساتھ ہو کر لڑو' پھر سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! ہماری دعوت قبول کرو اور ہماری اطاعت کرو' اور جس مصیبت میں تم اور ہم سب مبتلا ہو گئے ہیں اس میں ہماری مدد کرو' امیر المومنین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مظلوم ہیں تو ہماری مدد کرو اور اگر ہم ظالم ہیں تو ہم سے حق لو' وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے میرے ہاتھ پر بیعت کی اور سب سے پہلے بدعہدی کی' سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر لوگوں کے دلوں پر ایک فوری اثر ہوا اور سب نے اپنی آمادگی ظاہر کر دی۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مالک اشتر کو بھی روانہ کر دیا تھا' اشتر کوفہ میں اس وقت پہنچا' جب کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ تقریر کر رہے تھے' اشتر کے آجانے سے اور بھی تقویت ہوئی اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی بات پھر کسی نے نہ سنی' حالانکہ وہ آخر تک اپنی اسی رائے کا اظہار کرتے رہے کہ گوشہ نشینی اور غیر جانب داری اختیار کرو' مالک اشتر نے پہنچ کر قبائل کو آمادہ کرنے میں خوب کارنمایاں کیا' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ تم کل تک دارالامارۃ کو خالی کر دو۔

غرض یہ کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ ' عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ' اشتر کوفہ سے نوہزار کی جمعیت لے کر روانہ ہوئے' جس وقت اہل کوفہ کا یہ لشکر

مقام ذی قار کے متصل پہنچا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور ان لوگوں کی ستائش کی' پھر فرمایا کہ اے اہل کوفہ ہم نے تم کو اس لیے تکلیف دی ہے کہ تم ہمارے ساتھ مل کر اہل بصرہ کا مقابلہ کرو' اگر وہ لوگ اپنی رائے سے رجوع کرلیں تو سبحان اللہ اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں' اور اگر انہوں نے اپنی رائے پر اصرار کیا تو ہم نرمی سے پیش آئیں گے' تا کہ ہماری طرف سے ظلم کی ابتدا نہ ہو لیکن ہم کسی کام کو بھی جس میں ذرا سا بھی فساد ہو گا' بغیر اصلاح نہ چھوڑیں گے' یہ باتیں سننے کے بعد اہل کوفہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقام ذی قار میں قیام پذیر ہو گئے۔

دوسرے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو بصرہ کی طرف روانہ کیا' اسی مقام ذی قار میں سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ مشہور تابعی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی

مصالحت کی کوشش

سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس لیے بصرہ کی طرف روانہ کیا کہ وہ وہاں جا کر سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کا عندیہ معلوم کریں' اور جہاں تک ممکن ہو ان حضرات کو صلح واشتی کی طرف مائل کر کے بیعت اور تجدید بیعت کے لیے آمادہ کریں۔ سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ بڑے زبان آور عقلمند اور ذی اثر اور رسول اللہ ص کی صحبت سے فیض یافتہ تھے' انہوں نے بصرہ میں پہنچ کر مذکورۃ الصدر بزرگوں سے ملاقات کی۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ کو اس کام پر کس چیز نے آمادہ کیا ہے' اور آپ کی کیا خواہش ہے' انہوں نے فرمایا کہ میرا مدعا صرف مسلمانوں کی اصلاح اور ان کو قرآن پر عامل بنانا ہے' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ بھی وہیں موجود تھے' ان سے بھی یہی سوال کیا گیا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا' جو کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے دیا تھا' یہ سن کر سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر آپ کا منشاء اصلاح اور عمل بالقرآن ہے' تو یہ مقصد تو اس طرح پورا نہ ہو گا جس طرح آپ حاصل کرنا چاہتے ہیں' ان بزرگوں نے جواب دیا کہ قرآن کریم میں قصاص کا حکم ہے' ہم خون عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص لینا چاہتے ہیں۔

سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ قصاص اس طرح کہاں لیا جاتا ہے' اول امامت وخلافت کا قیام واستحکام ضروری ہے تا کہ امن وامان قائم ہو' اس کے بعد قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے بہ آسانی قصاص لیا جا سکتا ہے' لیکن جب امن وامان اور کوئی نظام ملکی باقی نہ رہے' تو ہر شخص کہاں مجاز ہے کہ وہ قصاص لے' دیکھو یہیں بصرہ میں آپ نے بہت سے آدمیوں کو قصاص عثمانی میں قتل کر ڈالا' لیکن حرقوص بن زہیر آپ کے ہاتھ نہ آیا' آپ نے اس کا تعاقب کیا' تو ٦ ہزار آدمی اس کی حمایت میں آپ سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے' اور آپ نے مصلحتاً اس کا تعاقب چھوڑ دیا' اسی طرح اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مصلحتاً فتنہ کے دبانے اور طاقت حاصل کرنے کے انتظار میں مجبورانہ طور پر فوراً قصاص نہ لے سکے تو آپ کو انتظار کرنا چاہیے تھا' آپ کے لیے یہ کہاں جائز تھا کہ آپ خود کھڑے ہو جائیں اور اس فتنہ کو اور بڑھائیں' اس طرح تو فتنہ ترقی کرے گا' مسلمانوں میں خونریزی ہو گی' اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ قصاص سے بچے رہیں گے۔

یہ باتیں کہہ کر آخر میں سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے نہایت دل سوزی کے ساتھ کہا کہ اے بزرگو! اس وقت سب سے بڑی اصلاح

یہی ہے کہ آپس میں صلح کرلو تاکہ مسلمانوں کو امن و عافیت حاصل ہو آپ حضرات مفاتیح خیر اور انجم ہدایت ہیں آپ برائے خدا ہم لوگوں کو ابتلاء میں نہ ڈالیں ورنہ یاد رہے کہ آپ بھی ابتلاء میں مبتلا ہو جائیں گے اور امت مسلمہ کو بڑا نقصان پہنچے گا۔

سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ کی ان باتوں کا سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر کے رضی اللہ عنہ دلوں پر بڑا اثر ہوا اور انہوں نے کہا کہ اگر سیدنا علی کے یہی خیالات ہیں جو آپ نے بیان کئے اور وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کا اردہ رکھتے ہیں تو پھر لڑائی اور مخالفت کی کوئی بات ہی باقی نہیں رہتی ہم اب تک یہی سمجھتے رہے کہ ان کو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے ہمدردی ہے اور اسی لیے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ ان کے لشکر میں شریک اور ان کے زیر حمایت سب اہم کاموں میں دخیل ہیں۔

قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے جو کچھ کہا ہے یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خیالات کی ترجمانی ہے ان حضرات نے فرمایا کہ پھر ہم کو بھی ان سے کوئی مخالفت نہ ہوگی اس گفتگو کے بعد سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ بصرہ سے رخصت ہو کر امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف چلے ان کے ساتھ ہی بصرہ کے بااثر لوگوں کا ایک وفد بھی ہو لیا یہ لوگ اس لیے گئے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ کے خیالات معلوم کر کے آئیں کہ وہ حقیقتاً مصالحت پر آمادہ ہیں یا نہیں کیونکہ انہوں نے یہ افواہیں سنی تھیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارادہ ہے کہ بصرہ کو فتح کر کے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی اور غلام بنالیں گے۔

یہ خبریں عبداللہ بن سبا کی جماعت کے لوگوں نے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شریک تھے بصرہ میں مشہور کرا دی تھیں۔

جب سیدنا قعقاع بن عمر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے تمام کیفیت گوش گذار کی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ بہت ہی خوش ہوئے پھر اہل بصرہ کے وفد نے کوفہ والوں سے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شریک تھے مل کر ان کی رائے دریافت کی تو سب نے صلح و آشتی کو مناسب اور بہتر بتایا پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان بصرہ والوں کو بھی اپنی خدمت میں طلب کر کے ہر طرح اطمینان دلایا یہ لوگ بھی خوش و خرم واپس آئے اور سب کو صلح و مصالحت کے یقینی ہونے کی خوش خبری سنائی۔

وكان من المشهورين من رؤساء من انضاف إلى علي؛ القعقاع بن عمرو، وسعر بن مالك، وهند بن عمرو، والهيثم بن شهاب، وزيد بن صوحان، والأشتر، وعدي بن حاتم، والمسيب بن نجبة، ويزيد بن قيس، وحجر بن عدي، وأمثالهم، وكانت عبد القيس بكمالها بين علي وبين البصرة ينتظرونه وهم ألوف، فبعث علي القعقاع رسولا إلى طلحة والزبير بالبصرة يدعوهما إلى الألفة والجماعة، ويعظم عليهما الفرقة والاختلاف، فذهب القعقاع إلى البصرة، فبدأ بعائشة أم المؤمنين، فقال: أي أمه، ما أقدمك هذه البلدة؟ فقالت: أي بني الإصلاح بين الناس. فسألها أن تبعث إلى طلحة والزبير ليحضرا عندها، فحضرا فقال القعقاع: إني سألت أم المؤمنين ما أقدمها؟ فقالت: الإصلاح بين الناس. فقالا: ونحن كذلك. قال: فأخبراني ما وجه هذا الإصلاح؟ فوالله لئن عرفناه لنصطلحن، ولئن أنكرناه لا نصطلحن. قالا: قتلة عثمان، فإن هذا إن ترك كان تركا للقرآن. فقال: قتلتما قتلة عثمان من أهل البصرة، وأنتم قبل قتلهم أقرب منكم إلى الاستقامة منكم اليوم، قتلتم ستمائة رجل، فغضب لهم ستة آلاف فاعتزلوكم، وخرجوا من بين أظهركم، وطلبتم حرقوص بن

زهير، فمنعه ستة آلاف، فإن تركتموهم وقعتم فيما تقولون، وإن قاتلتموهم فأديلوا عليكم، فالذي حذرتم وفرقتم من هذا الأمر أعظم مما أراكم تدفعون وتجمعون منه. يعني أن الذي تريدون من قتل قتلة عثمان مصلحة، ولكنه يترتب عليه مفسدة هي أربى منها، وكما أنكم عجزتم عن الأخذ بثأر عثمان من حرقوص بن زهير، لقيام ستة آلاف في منعه ممن يريد قتله، فعلي أعذر في تركه الآن قتل قتلة عثمان، وإنما أخر قتل قتلة عثمان إلى أن يتمكن منهم بعد هذا، فإن الكلمة في جميع الأمصار مختلفة عليه.

ثم أعلمهم أن خلقا من ربيعة ومضر قد أجمعوا الحرب بهم بسبب هذا الأمر الذي وقع. فقالت له عائشة أم المؤمنين: فماذا تقول أنت؟ قال: أقول: إن هذا الأمر الذي وقع دواؤه التسكين، فإذا سكن اختلجوا، فإن أنتم بايعتمونا فعلامة خير، وتباشير رحمة، ودرك بثأر، وإن أنتم أبيتم إلا مكابرة هذا الأمر وائتنافه، كانت علامة شر، وذهاب هذا الملك، فآثروا العافية ترزقوها، وكونوا مفاتيح خير كما كنتم أول، ولا تعرضونا للبلاء فتعرضوا له، فيصرعنا الله وإياكم، وايم الله، إني لأقول قولي هذا وأدعوكم إليه، وإني لخائف أن لا يتم حتى يأخذ الله حاجته من هذه الأمة التي قل متاعها، ونزل بها ما نزل، فإن هذا الأمر الذي قد حدث أمر عظيم، وليس كقتل الرجل الرجل، ولا النفر الرجل، ولا القبيلة القبيلة. فقالوا: قد أصبت وأحسنت فارجع، فإن قدم علي وهو على مثل رأيك صلح الأمر. قال: فرجع إلى علي فأخبره، فأعجبه ذلك، وأشرف القوم على الصلح، كره ذلك من كرهه، ورضيه من رضيه.

وأرسلت عائشة إلى علي تعلمه أنها إنما جاءت للإصلاح، ففرح هؤلاء وهؤلاء، وقام علي في الناس خطيبا فذكر الجاهلية وشقاءها، وذكر الإسلام» وسعادة أهله بالألفة والجماعة، وأن الله جمعهم بعد نبيهم، صلى الله عليه وسلم، على الخليفة أبي بكر الصديق، ثم بعده على عمر بن الخطاب، ثم على عثمان، ثم حدث هذا الحدث الذي جره على هذه الأمة أقوام طلبوا هذه الدنيا، وحسدوا من أنعم الله عليه بها، وعلى الفضيلة التي من بها، وأرادوا رد الإسلام والأشياء على أدبارها، والله بالغ أمره.

»البداية والنهاية«(10 / 451):

فتنہ پردازی کے لیے مشورت

صلح کی تمہید قائم ہو جانے کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تمام اہل لشکر کو جمع کر کے ایک فصیح و بلیغ اور نہایت پر تاثیر تقریر فرمائی‘ اور حکم دیا کہ کل اہل بصرہ کی جانب کوچ ہوگا‘ لیکن ہمارا بصرہ کی جانب بڑھنا جنگ و پیکار کے لیے نہیں‘ بلکہ صلح و آشتی قائم کرنے کے لیے اور آتش جنگ پر پانی ڈالنے کے لیے ہے‘ ساتھ ہی آپ نے یہ حکم دیا کہ جو لوگ محاصرہ عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک تھے‘ وہ ہمارے ساتھ کوچ نہ کریں بلکہ ہمارے لشکر سے علیحدہ ہو جائیں۔

یہ تقریر سن کر اور حکم سن کر اہل مصر اور عبداللہ بن سبا کو بڑی فکر پیدا ہوئی‘ سیدنا علی کے لشکر میں ایسے لوگوں کی تعداد دو ڈھائی ہزار کے قریب تھی

جن میں بعض بڑے بااثر اور چالاک بھی تھے' ان لوگوں کے سرداروں اور سمجھ داروں کو عبداللہ بن سبا نے الگ ایک خاص مجلس میں مدعو کیا' اج مجلس خاص میں عبداللہ بن سبا' ابن بلجم' اشتر' اشتر کے خاص خاص احباب' علیا بن الہیثم سالم بن ثعلبہ شریح بن اونی وغیرہم بلوائی سردار شریک ہوئے' اور آپس میں کہنے لگے کہ اب تک طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ قصاص کے خواہاں تھے' لیکن اب تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ بھی ان ہی کے ہم خیال معلوم ہوتے ہیں' آج ہم کو جدا ہونے کا حکم مل چکا ہے' اگر آپس میں ان کی صلح ہوگئی تو متفق ہو جانے کے بعد یہ ہم سے ضرور قصاص لیں گے اور ہم سب کو سزا دیں گے۔

اشتر نے کہا' حقیقت یہ ہے کہ طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہ ہوں یا علی رضی اللہ عنہ ہوں' ہمارے متعلق تو سب کی رائے ایک ہی ہے' اب جو یہ صلح کرلیں گے تو یقینا ہمارے خون پر ہی صلح کریں گے' لہذا میرے نزدیک تو مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ تینوں کو عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا دیں اس کے بعد خود بخود امن وسکون پیدا ہو جائے گا۔

عبداللہ بن سبا نے جو اس مجلس کا پریذیڈنٹ بنا ہوا تھا کہا کہ تم لوگوں کی تعداد بہت کم ہے' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ اس وقت بیس ہزار کا لشکر موجود ہے' اسی طرح بصرہ میں طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بھی تیس ہزار سے فوج کم نہیں ہے' ہمارے لیے اپنے مقصد کا پورا کرنا سخت دشوار ہے۔

سالم بن ثعلبہ بولا کہ ہم کو صلح ہو جانے تک کہیں الگ اور دور چلے جانا چاہیے' شریح نے بھی اسی رائے سے اتفاق ظاہر کیا' لیکن عبداللہ بن سبا بولا کہ یہ رائے بھی کمزور اور غیر مفید ہے' اس کے بعد ہر شخص اپنی اپنی رائے بیان کرتا رہا اور کوئی فیصلہ نہ ہوا' آخر کار سب نے عبداللہ بن سبا سے کہا کہ آپ اپنی رائے کا اظہار کریں' ممکن ہے کہ سب اسی پر متفق ہو جائیں' عبداللہ بن سبا نے کہا کہ بھائیو! ہم سب کے لیے مناسب یہی ہے کہ سب کے سب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ملے جلے رہیں اور ان کے لشکر سے جدا نہ ہوں' بالفرض اگر وہ جدا بھی کر دیں اور ہم کو نکال بھی دیں تو ہم ان کے لشکر کے قریب ہی رہیں' زیادہ فاصلہ اختیار نہ کریں اور کہہ دیں کہ اس لیے ہم آپ سے قریب رہنا چاہتے ہیں کہ مبادا صلح نہ ہو اور لڑائی چھڑ جائے تو ہم بروقت شریک جنگ ہو کر آپ کی امداد کر سکیں' شریک لشکر یا قریب لشکر رہ کر ہم کو کوشش کرنی چاہیے کہ دونوں لشکر جانبین سے جب ایک دوسرے کے قریب ہوں تو کسی صورت سے لڑائی چھڑ جائے اور صلح نہ ہونے پائے' اور یہ کچھ مشکل کام نہیں ہے' جس وقت فریقین آپس میں لڑ پڑے' تو ہمارے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا۔

ثم قال :ألا إني مرتحل غدا فارتحلوا, ولا يرتحل معي أحد أعان على عثمان بشيء من أمور الناس«. فلما قال هذا اجتمع من رءوسهم جماعة ; كالأشتر النخعي، وشريح بن أوفى، وعبد الله بن سبأ, المعروف بابن السوداء، وسالم بن ثعلبة، وعلباء بن الهيثم، وغيرهم في ألفين وخمسمائة وليس فيهم صحابي، ولله الحمد. فقالوا :ما هذا الرأي؟ وعلي والله أبصر بكتاب الله وهو ممن يطلب قتلة عثمان، وأقرب إلى العمل بذلك، وقد قال ما سمعتم، غدا يجمع عليكم الناس، وإنما يريد القوم كلهم أنتم، فكيف بكم وعددكم قليل في كثرتهم؟ فقال الأشتر :قد عرفنا رأي طلحة والزبير فينا، وأما رأي علي فلم نعرفه إلى اليوم، فإن كان قد اصطلح معهم فإنما اصطلحوا

على دمائنا. فإن كان الأمر هكذا ألحقنا عليا بعثمان، فرضى القوم منا »» بالسكوت. فقال ابن السوداء :بئس ما رأيت، لو قتلناه قتلنا. فإنا يا معشر قتلة عثمان فى ألفين وخمسمائة، وطلحة والزبير وأصحابهما فى خمسة آلاف، ولا طاقة لكم بهم، وهم إنما يريدونكم. فقال علباء بن الهيثم :دعوهم وارجعوا بنا حتى نتعلق ببعض البلاد فنمتنع بها. فقال ابن السوداء :بئس ما قلت، إذا والله كان يتخطفكم الناس. ثم قال ابن السوداء، قبحه الله :يا قوم إن عزكم فى خلطة الناس، فإذا التقى الناس فأنشبوا القتال، ولا تفرغوهم للنظر، فمن أنتم معه لا يجد بدا من أن يمتنع، ويشغل الله طلحة والزبير ومن معهما عما تكرهون. فأبصروا الرأى وتفرقوا عليه.« البدایۃ والنہایۃ«(10 / 452):

جنگ جمل

صبح اٹھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوچ کا حکم دیا' بلوائیوں کا لشکر جو مدینہ سے آپ کے ساتھ تھا' شریک لشکر رہا' ان کا ایک حصہ الگ ہو کر لشکر کے قریب قریب رہا اور ایک حصہ لشکر میں ملا جا رہا' راستے میں بکر بن وائل اور عبدالقیس وغیرہ قبائل بھی لشکر علی رضی اللہ عنہ میں شریک ہو گئے' بصرہ کے قریب پہنچ کر مقام قصر عبیداللہ کے میدان میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ خیمہ زن ہوئے۔

ادھر سے سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ بھی بمعہ لشکر آ کر اسی میدان میں فروکش ہوئے' تین روز تک دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابلہ خاموش پڑے رہے' اس عرصہ میں سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے بعض ہمرائیوں نے کہا کہ ہم کو لڑائی شروع کر دینی چاہیے' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی معرفت مصالحت کی گفتگو ہو رہی ہے ہم کو اس کے نتیجے کا انتظار کرنا چاہیے' صلح کی گفتگو کے دوران میں حملہ آوری کرنا کسی طرح جائز نہیں ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھی ان کے بعض لشکریوں نے جنگ کے شروع کرنے کا تقاضا کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔

ایک روز ایک شخص نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ آپ بصرہ کی طرف کیوں تشریف لائے' آپ نے جواباً فرمایا کہ فتنہ فرو کرنے اور مسلمانوں کے درمیان مصالحت پیدا کرنے کے لیے' اس نے کہا کہ اگر بصرہ والے آپ کا کہا نہ مانیں اور آپ کے مدمقابل لوگ صلح و آشتی کی طرف متوجہ نہ ہوں تو پھر آپ کیا کریں گے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں گے' اس شخص نے کہا کہ آپ تو ان کو چھوڑ دیں گے' لیکن اگر انہوں نے آپ کو نہ چھوڑا تو پھر آپ کیا کریں گے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس حالت میں ہم مدافعت کریں گے' اتنے میں ایک شخص بول اٹھا' کہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدائے تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے خروج کیا ہے' کیا آپ کے نزدیک ان کے پاس بھی کوئی دلیل خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کی ہے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ان کے پاس بھی دلیل ہے' پھر اس نے دریافت کیا کہ آپ کے پاس بھی کوئی دلیل اس بات کی ہے کہ آپ نے اس خون کا معاوضہ لینے میں تاخیر کی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں جب کوئی امر مشتبہ ہو جائے اور حقیقت کا دریافت

کرنا دشوار ہو تو فیصلہ احتیاط سے کرنا چاہیئے جلدی کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے' پھر اسی شخص نے پوچھا کہ اگر کل مقابلہ ہو گیا اور لڑائی شروع ہو گئی' تو ہمارا اور ان کا کیا حال ہو گا؟ سیدنا علی نے فرمایا' کہ ہمارے اور ان کے یعنی دونوں طرف کے مقتولین جنت میں ہوں گے۔

اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے حکیم بن سلمہ اور مالک بن حبیب کو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام دے کر بھیجا' کہ اگر آپ حضرات اس اقرار پر جس کی سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اطلاع دی ہے قائم ہیں' تو لڑائی سے رکے رہیں جب تک کوئی بات طے نہ ہو جائے' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ نے کہلا بھجوایا کہ آپ مطمئن رہیں ہم اپنے اقرار پر قائم ہیں' اس کے بعد سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ صف لشکر سے نکل کر دونوں لشکروں کے درمیان میدان میں آئے' ان دونوں کو میدان میں دیکھ کر ادھر سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے لشکر سے نکلے اور اس قدر قریب پہنچ گئے' کہ گھوڑوں کے منہ آپس میں مل گئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اول سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے میرے خلاف اور میری دشمنی کے لیے یہ لشکر فراہم کیا اور میرے مقابلہ پر آئے' کیا عند اللہ تم کوئی عذر پیش کر سکتے ہو' اور اپنے اس کام کو جائز ثابت کر سکتے ہو؟ کیا میں تمہارا دینی بھائی نہیں ہوں؟ کیا تم پر میرا اور مجھ پر تمہارا خون حرام نہیں ہے؟ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ کیا تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں سازش نہیں کی؟

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ دانا و بینا ہے اور وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت بھیجے گا اور اے طلحہ رضی اللہ عنہ کیا تم نے میری بیعت نہیں کی تھی؟ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے بیعت کی تھی' لیکن میری گردن پر تلوار تھی' یعنی میں نے مجبوراً بیعت کی تھی اور وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے کے ساتھ مشروط تھی۔

اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے' اور کہا کہ کیا تم کو وہ دن یاد ہے' جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا' کہ تم ایک شخص سے لڑو گے اور تم اس پر ظلم کرنے والے ہو گے۔ یہ سن کر سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں مجھ کو یاد آ گیا' لیکن آپ نے میری روانگی سے پہلے مجھ کو یہ بات یاد نہ دلائی' ورنہ میں مدینہ سے روانہ نہ ہوتا اور اب واللہ میں تم سے ہرگز نہ لڑوں گا اس گفتگو کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے لشکر کی طرف واپس آ کر سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' اور کہا کہ آج مجھ کو علی رضی اللہ عنہ نے ایک ایسی بات یاد دلائی ہے کہ میں ان سے کسی حالت میں لڑنا پسند نہ کروں گا' میرا ارادہ ہے کہ میں سب کو چھوڑ کر واپس چلا جاؤں' سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ بھی پہلے ہی سے اس قسم کا خیال رکھتی تھیں' مگر ام المومنین رضی اللہ عنہ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی بات کا ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا' کہ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے باپ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے کہ آپ نے جب دونوں فریق میدان میں جمع کر دیئے' اور ایک دوسرے کی عداوت پر ابھار دیا تو اب چھوڑ کر جانے کا قصد فرماتے ہیں' مجھ کو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو دیکھ کر ڈر گئے' اور آپ کے اندر بزدلی پیدا ہو گئی' یہ سن کر سیدنا زبیر اسی وقت اٹھے اور تن تنہا ہتھیار لگا کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف گئے' اور ان کی فوج کے اندر داخل ہو کر اور ہر طرف پھر کر واپس آئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو آتے ہوئے دیکھ کر پہلے ہی اپنے آدمیوں کو حکم دے دیا تھا کہ خبردار کوئی شخص ان سے

متعرض نہ ہو اور ان کا مقابلہ نہ کرے چنانچہ کسی نے ان کی شان میں کوئی گستاخی نہیں کی۔
سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے واپس جا کر اپنے بیٹے سے کہا کہ میں اگر ڈرتا تو تنہا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں اس طرح نہ جاتا' بات صرف یہ ہے کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے سامنے قسم کھالی ہے کہ تمہارا مقابلہ نہ کروں گا اور تم سے نہ لڑوں گا' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ قسم کا کفارہ دے دیں' اور اپنے غلام کو آزاد کر دیں' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں عمار رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے' اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

حدثنا مسدد، قال: حدثنا عبد العزيز بن مختار، قال: حدثنا خالد الحذاء، عن عكرمة، قال لي ابن عباس ولابنه علي: انطلقا إلى ابي سعيد فاسمعا من حديثه، فانطلقنا فإذا هو في حائط يصلحه فاخذ رداءه فاحتبى، ثم انشا يحدثنا حتى اتى ذكر بناء المسجد، فقال: كنا نحمل لبنة لبنة، وعمار لبنتين لبنتين فرآه النبي صلى الله عليه وسلم فينفض التراب عنه، ويقول: " ويح عمار تقتله الفئة الباغية، يدعوهم إلى الجنة ويدعونه إلى النار "، قال: يقول عمار: اعوذ بالله من الفتن.

(بخاری 447)

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبدالعزیز بن مختار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمہ سے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث سنو۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور گوٹ مار کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنے لگے۔ جب مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کے بنانے میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھاتے۔ لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا، افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہو گی۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔

غرض جنگ و پیکار کے خیالات اور ارادے طرفین کے سرداروں نے بتدریج اپنے دلوں سے نکال ڈالے اور نتیجہ یہ ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ وطلحہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ و زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور صلح کی تمام شرائط تیسرے دن شام کے وقت طے اور مکمل ہو گئیں' اور بات یہ قرار پائی' کہ کل صبح صلح نامہ لکھا جائے' اور اس پر فریقین کے دستخط ہو جائیں۔

دونوں لشکروں کو ایک دوسرے کے سامنے پڑے ہوئے تین دن ہو چکے تھے' اس تین دن کے عرصہ میں عبداللہ بن سبا کی جماعت اور بلوائیوں کے گروہ کو جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کے متصل پڑے ہوئے تھے' کوئی موقعہ اپنی شرارت آمیز ارادوں کے پورا کرنے کا نہ ملا' اب جب کہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ صبح کو صلح نامہ لکھا جائے گا تو بہت فکر مند ہوئے اور رات بھر مشورے کرتے رہے' آخر سپیدہ سحر کے نمودار

ہونے کے قریب انہوں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کے لشکر یعنی اہل جمل پر حملہ کر دیا' جس حصہ فوج پر یہ حملہ ہوا اس نے بھی مدافعت میں ہتھیاروں کا استعمال شروع کیا' جب ایک طرف سے لڑائی شروع ہوگئی' تو فوراً ہر طرف طرفین کی فوجیں لڑائی پر مستعد ہو کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہو گئیں۔

لڑائی کا یہ شور سن کر سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اپنے خیموں سے نکلے اور شوروغل کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج نے اچانک حملہ کر دیا' سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے افسوس علی رضی اللہ عنہ بغیر کشت و خون کے باز نہ آئیں گے۔

ادھر شوروغل کی آواز سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ سے نکلے اور شوروغل کی وجہ پوچھی' تو وہاں پہلے ہی سے عبداللہ بن سبا نے اپنے چند آدمیوں کو لگا رکھا تھا' انہوں نے فوراً جواب دیا کہ طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے ہمارے لشکر پر اچانک بے خبری میں حملہ کر دیا ہے' اور مجبوراً ہمارے آدمی بھی مدافعانہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ افسوس طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ بغیر خوں ریزی کئے باز نہ آئیں گے' یہ فرما کر اپنے فوج کے حصوں کو احکام بھیجنے اور دشمن کا مقابلہ کرنے پر آمادہ کرنے لگے۔

غرض بڑے زوروشور سے لڑائی شروع ہوگئی' فریقین کے سپہ سالاروں میں سے ہر ایک نے دوسرے کو مجرم سمجھا' اور حقیقت اصلیہ سے دونوں بے خبر و ناواقف رہے' تاہم فریقین کے لشکر میں لڑائی شروع ہونے کے بعد ایک ہی قسم کی منادی ہوئی کہ ''اس معرکہ میں کوئی شخص بھاگنے والے کا تعاقب نہ کرے' کسی زخمی پر حملہ نہ کرے' نہ کسی کا مال واسباب چھینے' یہ منادی طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی ہوئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی جو دلیل اس امر کی ہے کہ دلوں میں ایک دوسرے کی عداوت و دشمنی موجود نہ تھی' بلکہ دونوں فریق اس لڑائی کو بہت ہی گراں اور ناگوار محسوس کر رہے تھے' اور مجبوراً میدان میں موجود تھے۔

عبداللہ بن سبا اور مصر وغیرہ کے بلوائیوں کی جماعت نے اب خوب آزادانہ میدان جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے' اور ان سبائی اور بلوائیوں کی جماعت کے سرداروں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اردگرد رہ کر اپنی جاں فروشی و جاں فشانی کے نظارے ان کو دکھائے۔

کعب بن مسور سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کرنے لگے کہ لڑائی شروع ہوگئی ہے' مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اونٹ پر سوار ہو جائیں اور صلح کی کوئی صورت پیدا ہو جائے' یہ سن کر سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ نے آمادگی ظاہر کی اور فوراً اونٹ پر سوار ہو گئیں' آپ کے ہودج پر لوگوں نے احتیاط کی غرض سے زرہیں پھیلا دیں' اور اونٹ کو ایسے موقع پر لا کھڑا کر دیا جہاں سے لڑائی کا ہنگامہ خوب نظر آتا تھا' مگر توقع کے خلاف بجائے اس کے کہ لڑائی کم ہوتی اور رکتی اس اونٹ یعنی ام المومنین رضی اللہ عنہ کی سواری کو دیکھ کر لڑائی میں اور بھی زیادہ اشتعال و اشتداد پیدا ہو گیا۔ لڑنے والوں نے یہ سمجھا کہ سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ بحیثیت سپہ سالار میدان جنگ میں تشریف لائی ہیں' اور ہم کو زیادہ بہادری کے ساتھ لڑنے کی ترغیب دے رہی ہیں۔

ادھر سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہل جمل کی شدت و چیرہ دستی دیکھ کر خود مسلح ہو کر حملہ آور ہونا اور اپنی فوج کو ترغیب جنگ دینا ضروری

سمجھا'لڑائی کو شروع ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں ایک تیر لگا اور تمام موزہ خون سے بھر گیا'اس تیر کا زخم نہایت اذیت رساں تھا'اور خون کسی طرح نہ رکتا تھا'سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کی یہ حالت سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے دیکھی جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے'اور فرمایا کہ اے ابو محمد رضی اللہ عنہ! آپ کا زخم بہت خطرناک ہے'آپ فوراً بصرہ میں واپس تشریف لے جائیں'چنانچہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ بصرہ کی طرف متوجہ ہوئے'بصرہ میں داخل ہوتے ہی وہ زخم کے صدمہ سے بے ہوش ہو گئے اور وہاں پہنچنے کے بعد ہی انتقال کر گئے'اور وہیں مدفون ہوئے۔

مروان بن الحکم اس لڑائی میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھا'جب لڑائی شروع ہوگئی تو سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ میں بھی علی رضی اللہ عنہ کا مقابلہ ہرگز نہ کروں گا'اسی خیال سے وہ لشکر سے الگ ہو کر ایک طرف کھڑے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی باتوں پر غور کر رہے تھے'اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ وسیدنا علی رضی اللہ عنہ کی گفتگو اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ والی پیشگوئی کو یاد کر کے اس لڑائی سے بالکل جدا اور غیر جانب دار ہونا چاہتے تھے'اس حالت میں مروان بن الحکم نے ان کو دیکھا اور وہ سمجھ گیا کہ یہ لڑائی میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتے'اور صاف بچ کر نکل جانا چاہتے ہیں'چنانچہ اس نے اپنے غلام کو اشارہ کیا اس نے مروان کے چہرے پر چادر ڈال دی'مروان نے چادر سے اپنا منہ چھپا کر کہ کوئی شناخت نہ کرے ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو نشانہ بنایا'یہ تیر سیدنا طلحہ کے پاؤں کو زخمی کر کے گھوڑے کے پیٹ میں لگا اور گھوڑا سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو لیے ہوئے گرا'سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے غلام کو جو اتفاقاً اس طرف سامنے آگیا تھا بلایا'اور اس کے ہاتھ پر یا سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جو وہاں آگئے تھے نیابتاً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور اس تجدید بیعت کے بعد بصرہ میں آکر انتقال فرمایا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی اور ان کی بہت تعریف فرماتے اور افسوس کرتے رہے۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی صلح پسندی

جب لڑائی شروع ہوگئی'تو سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ جو پہلے ہی سے ارادہ فرما چکے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے نہ لڑیں گے' میدان جنگ سے جدا ہو گئے'اتفاقاً سیدنا عمار رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ لیا اور بڑھ کر ان کو لڑائی کے لیے ٹوکا'سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تم سے نہ لڑوں گا لیکن سیدنا عمار رضی اللہ عنہ ان کو لڑائی کا بانی سمجھ کر سخت ناراض تھے'انہوں نے حملہ کیا سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ ان کے ہر ایک وار کو روکتے اور اپنے آپ کو بچاتے رہے'اور خود ان پر کوئی حملہ نہیں کیا'یہاں تک کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ تھک کر رہ گئے'اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر چل دیئے'اہل بصرہ سے احنف بن قیس اپنے قبیلے کی ایک بڑی جمعیت لیے ہوئے دونوں لشکروں سے الگ بالکل غیر جانب دار حالت میں ایک طرف خیمہ زن تھے'انہوں نے پہلے ہی سے دونوں طرف کے سرداروں کو مطلع کر دیا تھا کہ ہم دونوں میں سے کسی کی حمایت یا مخالفت نہ کریں گے۔

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے نکل کر چلے تو احنف بن قیس رضی اللہ عنہ کی لشکر گاہ کے قریب سے ہو کر گذرے'احنف بن قیس

کے لشکر سے ایک شخص عمرو بن الجرموز سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہولیا' اور قریب پہنچ کر ان کے ساتھ ساتھ چلنے اور کوئی مسئلہ ان سے دریافت کرنے لگا' جس سے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو اس کی نسبت کوئی شک وشبہ پیدا نہ ہوا' لیکن اس کی طبیعت میں کھوٹ تھا اور وہ ارادہ فاسد سے ان کے ہمراہ ہوا تھا' وادی السباع میں پہنچ کر نماز کا وقت آیا تو سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کھڑے ہوئے' بحالت نماز جب کہ سجدہ میں تھے' عمرو بن الجرموز نے ان پر وار کیا' وہاں سے وہ سیدھا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا' اول کسی شخص نے آ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا قاتل آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے' آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو' مگر ساتھ ہی اس کو جہنم کی بھی بشارت دے دو' جب وہ سامنے آیا اور آپ نے اس کے ساتھ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار دیکھی تو آپ کے آنسو نکل پڑے' اور کہا کہ اے ظالم یہ وہ تلوار ہے جس نے عرصہ دراز تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی حفاظت کی ہے

عمرو بن الجرموز پر ان الفاظ کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ان کے سامنے ہی چند گستاخانہ الفاظ کہہ کر اور تلوار خود ہی اپنے پیٹ میں بھونک کر مر گیا' اور اس طرح واصل بہ جہنم ہوگیا۔

وأصبح علی مرتحلا، ومر بعبد القيس، فساروا معه حتى نزلوا بالزاوية، وسار منها يريد البصرة، وسار طلحة والزبير ومن معهما للقائه، فاجتمعوا عند قصر عبيد الله بن زياد، ونزل الناس كل فى ناحية، وقد سبق على جيشه، وهم يتلاحقون به، فمكثوا ثلاثة أيام والرسل بينهم، فكان ذلك للنصف من جمادى الآخرة سنة ست وثلاثين، وقد أشار بعض الناس على طلحة والزبير بانتهاز الفرصة من قتلة عثمان، فقالا :إن عليا قد أشار بتسكين هذا الأمر، وقد بعثنا إليه بالمصالحة على ذلك. وقام على فى الناس خطيبا، فقام إليه الأعور بن بنان المنقرى، فسأله عن إقدامه على أهل البصرة فقال :الإصلاح وإطفاء النائرة ;ليجتمع الناس على الخير، ويلتئم شمل هذه الأمة. قال :فإن لم يجيبونا؟ قال :تركناهم ما تركونا. قال :فإن لم يتركونا؟ قال: دفعناهم عن أنفسنا. قال :فهل لهم فى هذا الأمر مثل الذى لنا؟ قال :نعم. وقام إليه أبو سلامة الدالانى، فقال :هل لهؤلاء القوم من حجة فيما طلبوا من هذا الدم، إن كانوا أرادوا الله فى ذلك؟ قال :نعم. قال :فهل لك من حجة فى تأخيرك ذلك؟ قال :نعم. قال :فما حالنا وحالهم إن ابتلينا غدا؟ قال :إنى لأرجو أن لا يقتل منا ومنهم أحد نقى قلبه لله إلا أدخله الله الجنة. وقال فى خطبته :أيها الناس أمسكوا عن هؤلاء القوم أيديكم وألسنتكم، وإياكم أن تسبقونا فإن المخصوم غدا من خصم اليوم. وجاء فى غبون ذلك الأحنف بن قيس فى جماعة، فانضاف إلى على -وكان قد منع حرقوص بن زهير من طلحة والزبير- وكان قد بايع عليا بالمدينة ;وذلك أنه قدم المدينة وعثمان محصور، فسأل عائشة وطلحة والزبير :إن قتل عثمان من أبايع؟ فقالوا :بايع عليا. فلما قتل عثمان بايع عليا، قال :ثم رجعت إلى قومى، فجاءنى بعد ذلك ما هو أفظع، حتى قال الناس :هذه عائشة جاءت لتأخذ بدم عثمان. فحرت فى أمرى لمن أتبع، فنفعنى الله بحديث سمعته من أبى بكرة قال :قال رسول الله، صلى الله

علیه وسلم، وقد بلغه أن الفرس قد ملکوا علیهم ابنة کسری فقال» :لن یفلح قوم ولوا أمرهم امرأة«
وأصل هذا الحدیث فی "صحیح البخاری".

والمقصود أن الأحنف لما انحاز إلی علی ومعه ستة آلاف فقال لعلی :إن شئت قاتلت معك، وإن شئت كففت عنك عشرة آلاف سیف. فقال :اکفف عنا عشرة آلاف سیف. ثم بعث علی إلی طلحة والزبیر یقول :إن کنتم علی ما فارقتم علیه القعقاع بن عمرو فکفوا حتی ننزل فننظر فی هذا الأمر. فأرسلا إلیه فی جواب رسالته :إنا علی ما فارقنا علیه القعقاع بن عمرو من الصلح بین الناس. فاطمأنت النفوس وسکنت، واجتمع کل فریق بأصحابه من الجیشین، فلما أمسوا بعث علی عبد الله بن عباس إلیهم، وبعثوا إلیه محمد بن طلحة السجاد، وبات الناس بخیر لیلة، وبات قتلة عثمان بشر لیلة، وباتوا یتشاورون وأجمعوا علی أن یثیروا الحرب من الغلس، فنهضوا من قبل طلوع الفجر، وهم قریب من ألفی رجل فانصرف کل فریق إلی قراباتهم، فهجموا علیهم بالسیوف، فثار کل طائفة إلی قومهم لیمنعوهم، وقام الناس من منامهم إلی السلاح، فقالوا :ما هذا؟ قالوا :طرقنا أهل الکوفة لیلا، وبیتونا وغدروا بنا. وظنوا أن هذا عن ملأ من أصحاب علی، فبلغ الأمر علیا فقال :ما للناس؟ فقالوا بیتنا أهل البصرة. فثار کل فریق إلی سلاحهم، ولبسوا اللأمة، ورکبوا الخیول، ولا یشعر أحد منهم بما وقع الأمر علیه فی نفس الأمر. وکان أمر الله قدرا مقدورا. فنشبت الحرب وتواقف الفریقان، وقد اجتمع مع علی عشرون ألفا، والتف علی عائشة ومن معها نحو من ثلاثین ألفا، وقامت الحرب علی ساق، وتبارز الفرسان، وجالت الشجعان، فإنا لله وإنا إلیه راجعون. والسبئیة أصحاب ابن السوداء، قبحه الله لا یفترون عن القتل، ومنادی علی ینادی :ألا کفوا! ألا کفوا! فلا یسمع أحد، وجاء کعب بن سور قاضی البصرة، فقال :یا أم المؤمنین أدرکی الناس، لعل الله أن یصلح بك بین الناس. فجلست فی هودجها فوق بعیرها، وستروا الهودج بالدروع، وجاءت فوقفت بحیث تنظر إلی الناس فی معرکتهم، فتصاولوا وتجاولوا، وکان فی جملة من تبارز الزبیر وعمار، فجعل عمار یحوزه بالرمح، والزبیر کاف عنه، ویقول له :أتقتلنی یا أبا الیقظان؟ فیقول :لا یا أبا عبد الله. وإنما ترکه الزبیر لقول رسول الله، صلی الله علیه وسلم » :تقتلك الفئة الباغیة« وإلا فالزبیر أقدر علیه منه علیه، فلهذا کف عنه، وقد کان من سنتهم فی هذا الیوم أنه لا یذفف علی جریح، ولا یتبع مدبر، وقد قتل مع هذا بشر کثیر جدا، حتی جعل علی یقول لابنه الحسن :یا بنی لیت أباك مات قبل هذا الیوم بعشرین سنة. فقال له :یا أبه قد کنت أنهاك عن هذا.

قال سعید بن أبی عروبة، عن قتادة، عن الحسن، عن قیس بن عباد قال :قال علی یوم الجمل :یا حسن، یا حسن، لیت أباك مات منذ عشرین سنة. فقال له :یا أبه قد کنت أنهاك عن هذا. قال :یا بنی إنی لم أر أن الأمر یبلغ هذا. وقال مبارك بن فضالة، عن الحسن، عن أبی بکرة :لما اشتد القتال یوم الجمل، ورأی علی الرءوس تندر، أخذ علی ابنه الحسن، فضمه إلی صدره، ثم قال :إنا لله یا حسن! أی خیر یرجی بعد هذا!

فلما ركب الجيشان، وتراءى الجمعان، طلب على الزبير، وطلحة، ليكلمهما، فاجتمعوا حتى التفت أعناق خيولهم، فيقال: إنه قال لهما: إني أراكما قد جمعتما خيلا ورجالا وعددا، فهل أعددتما عذرا يوم القيامة كذلك؟ فاتقيا الله، ولا تكونا كالتي نقضت غزلها من بعد قوة أنكاثا، ألم أكن أخاكما في دينكما، تحرمان دمي وأحرم دمكما، فهل من حدث أحل لكما دمي؟ فقال طلحة: ألبت على عثمان. فقال علي: {يومئذ يوفيهم الله دينهم الحق} [النور 25] ثم قال: لعن الله قتلة عثمان. ثم قال: يا طلحة، أجئت بعرس رسول الله، صلى الله عليه وسلم، تقاتل بها، وخبأت عرسك في البيت! أما بايعتني؟ قال: بايعتك والسيف على عنقي. وقال للزبير: ما أخرجك؟ قال: أنت، ولا أراك بهذا الأمر أولى به مني. فقال له علي: أتذكر يوم »مررت مع رسول الله، صلى الله عليه وسلم، في بني غنم فنظر إلي وضحك وضحكت إليه، فقلت: لا يدع ابن أبي طالب زهوه. فقال لك رسول الله، صلى الله عليه وسلم: "إنه ليس بمزهو لتقاتلنه، وأنت ظالم له« "فقال الزبير: اللهم نعم، ولو ذكرت ما سرت مسيري هذا،

ووالله لا أقاتلك.

وفي هذا السياق كله نظر، والمحفوظ منه الحديث، كما رواه الحافظ أبو يعلى الموصلي: حدثنا أبو يوسف يعقوب بن إبراهيم الدورقي، حدثنا أبو عاصم، عن عبد الله بن محمد بن عبد الملك بن مسلم الرقاشي، عن جده عبد الملك، عن أبي جرو المازني قال» :شهدت عليا والزبير حين توافقا -يعني يوم الجمل- فقال له علي: يا زبير، أنشدك الله، أسمعت رسول الله، صلى الله عليه وسلم، يقول: إنك تقاتلني وأنت لي ظالم؟" قال: نعم، ولم أذكره إلا في موقفي هذا. ثم انصرف« . وقد رواه البيهقي، عن الحاكم، عن أبي الوليد الفقيه، عن الحسن بن سفيان، عن قطن بن نسير، عن جعفر بن سليمان، عن عبد الله بن محمد بن عبد الملك بن مسلم الرقاشي، عن جده، عن أبي جرو المازني، عن علي والزبير به.

وقال عبد الرزاق: أنا معمر، عن قتادة قال: لما ولى الزبير يوم الجمل بلغ عليا فقال: لو كان ابن صفية يعلم أنه على حق ما ولى. وذلك »أن رسول الله، صلى الله عليه وسلم، لقيهما في سقيفة بني ساعدة فقال: "أتحبه يا زبير؟". فقال: وما يمنعني؟ قال: "فكيف بك إذا قاتلته وأنت ظالم له؟« ". قال: فيرون أنه إنما ولى لذلك.

قال البيهقي: وهذا مرسل،

»البداية والنهاية«(10/ 457):

سیدنا طلحہ وسیدنا زبیر رضی اللہ عنہما کی علیحدگی

لڑائی کے شروع ہی میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ میدان جنگ سے جدا ہو گئے تھے' قبائل کے افسر اور چھوٹے چھوٹے سردار اپنی اپنی جمعیتوں کو لیے ہوئے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ خود

اس کوشش میں مصروف تھیں کہ کسی طرح لڑائی رکے اور صلح کی صورت پیدا ہو لہٰذا اس طرف یعنی اہل جمل کی طرف فوج کو لڑانے والا کوئی ایک سردار نہ تھا' لڑنے والوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ہم لڑائی میں جو کوشش کر رہے ہیں یہ سیدنا ام المومنین کا منشاء اصلی ہے یا نہیں' سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ اور ان کا تمام لشکر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسبت یہ خیال رکھتے تھے کہ انہوں نے صلح کی گفتگو کر کے ہم کو دھوکا دینا چاہا اور پھر ظالمانہ طور پر اچانک ہم پر حملہ کر دیا' اس حالت میں وہ اپنے لشکر کو لڑنے اور مدافعت کرنے سے روک بھی نہیں سکتی تھیں۔

ادھر اہل بصرہ کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ جو خبریں ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسبت پہلے سنی تھیں کہ وہ اہل بصرہ کو قتل کر کے ان کے بیوی بچوں کو باندی غلام بنا لیں گے' وہ صحیح تھیں' غرض دس ہزار سے زیادہ مسلمان دونوں طرف مقتول ہوئے' اور آخر تک اصل حقیقت کسی کو معلوم نہ ہوئی' کہ یہ لڑائی کس طرح ہوئی' ہر شخص اپنے فریق مقابل ہی کو ظالم اور خطا کار سمجھتا رہا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ چونکہ خود لشکر کی سپہ سالاری فرما رہے تھے' لہٰذا ان کی طرف سے ایسے ایسے سخت حملے ہوئے کہ اہل جمل کو پسپا ہونا پڑا' اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا جمل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حملہ آور فوج کی زد میں آ گیا' اس اونٹ کی مہار کعب کے ہاتھ میں تھی' وہی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مشورہ دے کر میدان جنگ کی طرف لائے تھے کہ شاید کوئی صلح کی صورت پیدا ہو جائے۔

جب سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حملہ آور فوج کسی طرح نہیں رکتی اور اونٹ کو بچانے کے لیے بصرہ والوں نے جو اول پسپا ہو گئے تھے از سر نو اپنے قدم جما لیے ہیں اور بڑے جوش و خروش کے ساتھ تلوار چل رہی ہے' تو انہوں نے کعب کو حکم دیا کہ تم اونٹ کی مہار چھوڑ کر قرآن مجید کو بلند کر کے آگے بڑھو اور لوگوں کو قرآن مجید کے محاکمہ کی طرف بلاؤ اور کہو کہ ہم کو قرآن مجید کا فیصلہ منظور ہے تم بھی قرآن مجید کا فیصلہ مان لو' کعب نے آگے بڑھ کر جوں ہی اعلان کیا عبداللہ بن سبا کے لوگوں نے یک لخت ان پر تیروں کی بارش کی اور وہ شہید ہو گئے اس کے بعد اہل بصرہ میں اور بھی جوش پیدا ہوا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کے ارد گرد لاشوں کے انبار لگ گئے' اہل بصرہ برابر قتل ہو رہے تھے' لیکن سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کے اونٹ تک حریف کو نہیں پہنچنے دیتے تھے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کیفیت کو دیکھ کر فوراً سمجھ لیا' کہ جب تک یہ ناقہ میدان جنگ میں نظر آتا رہے گا لڑائی کے شعلے کبھی فرو نہ ہوں گے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا اونٹ لڑائی اور کشت و خوں کا مرکز بنا ہوا تھا چاروں طرف سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کجاوہ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور وہ قاتلین عثمان پر بددعا کر رہی تھیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ اس ناقہ کو کسی طرح مارو' جس وقت ناقہ گرا فوراً لڑائی ختم ہو جائے گی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اشتر جو بلوائیوں کا سرگروہ تھا' اس وقت میدان جنگ میں بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا' اسی طرح اور بھی بلوائی سردار اور سبائی لوگ خدمت انجام دے رہے تھے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیہم کئی زبردست حملے ہوئے' مگر اہل جمل نے ہر ایک حملے کو بڑی ہمت و شجاعت کے ساتھ روکا' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور مروان بن الحکم ان حملوں کو روکنے میں زخمی ہوئے' عبدالرحمن بن عتاب' جندب بن زہیر' عبداللہ بن حکیم وغیرہ حضرات جمل کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہوئے' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے جسم پر ۲۷ زخم آئے تھے۔

ناقہ کی مہار یکے بعد دیگرے لوگ پکڑتے جاتے اور شہید ہوتے جاتے تھے' یہاں تک کہ سیکڑوں آدمی ناقہ کی مہار پر شہید ہو گئے' بالآخر اہل جمل نے ایسا سخت حملہ کیا کہ ناقہ کے سامنے دور تک میدان صاف کر لیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو پسپا ہوتے ہوئے دیکھ کر پھر حملہ کیا اور آگے بڑھایا' کئی مرتبہ ناقہ کے سامنے لڑنے والوں کی صفیں آگے بڑھیں اور پیچھے ہٹیں' بالآخر ایک شخص نے موقع پا کر ناقہ کے پاؤں میں تلوار ماری اور ناقہ چلا کر سینے کے بل بیٹھ گیا۔

اس وقت سیدنا قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ ناقہ کے قریب پہنچ گئے تھے' ناقہ کے گرتے ہی اہل جمل منتشر ہو گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے حملہ کر کے ناقہ کا محاصرہ کر لیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو جو ان کے ساتھ تھے حکم دیا کہ جا کر اپنی بہن کی حفاظت کرو اور ان کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچنے پائے' قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے کجاوہ کی رسیاں کاٹ کر کجاوہ کو اٹھا کر لاشوں کے درمیان سے الگ لے جا کر رکھا اور پردہ کے لیے اس پر چادریں تان دیں۔

سیدنا علی خود تشریف لائے اور قریب پہنچ کر سلام علیک کے بعد کہا' اماں جان آپ کا مزاج بخیر ہے؟ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا' خدا تعالیٰ آپ کی ہر ایک غلطی کو معاف کرے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ تمہاری بھی ہر ایک غلطی کو معاف کرے' اس کے بعد سرداران لشکر یکے بعد دیگرے سیدنا ام المومنین کے سلام کو حاضر ہوئے' سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ سے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کاش میں آج کے واقعہ سے بیس برس پہلے مر جاتی' سیدنا قعقاع رضی اللہ عنہ نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے اس قول کو روایت کیا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا' کہ ''کاش میں آج سے بیس برس پہلے مر جاتا۔

اس جنگ کا نام جنگ جمل اس لیے مشہور ہوا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جس جمل پر سوار تھیں وہی جمل لڑائی کا مرکز بن گیا تھا' اس لڑائی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لڑنے والوں کی تعداد ۳۰ ہزار تھی' جس میں سے نو ہزار آدمی میدان جنگ میں شہید ہوئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج کی تعداد میدان جنگ میں بیس ہزار تھی' جس میں سے ایک ہزار ستر آدمی شہید ہوئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تمام مقتولین کے جنازہ کی نماز پڑھی سب کو دفن کرایا' لشکر گاہ اور میدان جنگ میں جو مال واسباب تھا اس کے متعلق منادی کرادی کہ جو شخص اپنے مال واسباب کی شناخت کرے وہ لے جائے' جب شام ہو گئی' تو سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ان کے بھائی نے بصرہ میں لے جا کر عبداللہ بن خلف خزاعی رضی اللہ عنہ کے مکان میں صفیہ بن الحارث بن ابی طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرایا۔

اگلے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں داخل ہوئے' تمام اہل بصرہ نے آپ کی بیعت کی' اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے' چونکہ عبداللہ بن خلف اس معرکہ میں کام آ گئے تھے' لہٰذا عبداللہ بن خلف کی والدہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر بہت کچھ سخت سست کہا مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کسی بات کا جواب نہیں دیا' بعض ہمراہیوں نے کچھ گراں محسوس کیا تو آپ نے فرمایا' کہ عورتیں چونکہ ضعیف ہوتی ہیں' اس لیے ہم تو مشرکہ عورتوں سے بھی درگذر ہی کیا کرتے ہیں' اور یہ تو

مسلمان عورتیں ہیں ان کی ہر ایک بات کو برداشت کرنا چاہیے۔
سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بڑی تعظیم وتکریم کا برتاؤ کیا اور ان سے پوچھا کہ آپ کو کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہے' پھر تمام معاملات میں ہر طرح صلح وصفائی ہوگئی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی معذرت کی اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے بھی معذرت کا اظہار فرمایا۔
سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کا حاکم اور گورنر مقرر فرما کر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ سامان سفر کی تیاری کریں' چنانچہ یکم ماہ رجب ۳۶ھ کو ہر قسم کا سامان سفر درست کر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کو رؤساء بصرہ کی چالیس عورتوں اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بصرہ سے روانہ کیا' کئی کوس تک دو بطریق مشایعت ہمراہ آئے' اور دوسری منزل تک سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ پہنچانے آئے' سیدنا ام المومنین رضی اللہ عنہ اول مکہ معظمہ گئیں' اور ماہ ذی الحجہ تک مکہ میں رہیں' وہاں حج ادا کر کے محرم ۳۷ھ میں مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔
جنگ جمل میں بہت سے بنو امیہ بھی شریک تھے اور اہل جمل کی طرف سے لڑے تھے' لڑائی کے بعد مروان بن الحکم' عتبہ بن ابی سفیان' عبدالرحمن ویحییٰ برادران مروان وغیرہ تمام بنو امیہ بصرہ سے شام کی طرف چل دیئے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق میں پہنچے' سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جو معرکہ جمل میں زخمی ہوگئے تھے' بصرہ میں ایک شخص ازدی کے یہاں پناہ گزیں ہوئے تھے' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنھا نے اپنے بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بھیج کر انہیں بلوایا اور اپنے ہمراہ مکہ کو لے کر روانہ ہوئیں۔

لما دنا علي وأصحابه من طلحة والزبير، ودنت الصفوف بعضها من بعض، خرج علي وهو على بغلة رسول الله، صلى الله عليه وسلم، فنادى :ادعوا لي الزبير بن العوام فإني علي. فدعي له الزبير، فأقبل حتى اختلفت أعناق دوابهما، فقال علي :يا زبير، نشدتك بالله، أتذكر يوم مر بك رسول الله، صلى الله عليه وسلم، ونحن في مكان كذا وكذا فقال :" »يا زبير تحب عليا؟". فقلت :ألا أحب ابن خالي وابن عمي وعلى ديني! فقال :"يا زبير، أما والله لتقاتلنه وأنت ظالم له؟« "فقال الزبير :بلى والله لقد نسيته منذ سمعته من رسول الله، صلى الله عليه وسلم، ثم ذكرته الآن والله لا أقاتلك. فرجع الزبير على دابته يشق الصفوف، فعرض له ابنه عبد الله بن الزبير فقال: ما لك؟ فقال :ذكرني علي حديثا سمعته من رسول الله، صلى الله عليه وسلم، سمعته يقول» :لتقاتلنه وأنت ظالم له« فقال :وللقتال جئت؟ إنما جئت لتصلح بين الناس ويصلح الله بك هذا الأمر. قال :قد حلفت أن لا أقاتله. قال :أعتق غلامك جرجس، وقف حتى تصلح بين الناس. فأعتق غلامه، ووقف، فلما اختلف أمر الناس ذهب على فرسه.

إياس بن أبي إياس، عن أبيه عن جده قال :سمعت عليا يقول لطلحة يوم الجمل :أما سمعت رسول الله، صلى الله عليه وسلم، يقول» :اللهم وال من والاه، وعاد من عاداه"؟« قال :بلى. وانصرف. وقد استغربه البزار، وهو جدير بذلك.

فرجع الزبير إلى عائشة فذكر لها أنه قد آلى أن لا يقاتل عليا، فقال له ابنه عبد الله: إنك جمعت الناس فلما ترآى بعضهم لبعض خرجت من بينهم، كفر عن يمينك واحضر. فأعتق غلاما له اسمه مكحول وقيل: سرجس.

وقد قيل: إنه إنما رجع عن القتال لما رأى عمارا مع علي، وقد سمع رسول الله، صلى الله عليه وسلم، يقول لعمار: »تقتلك الفئة الباغية«. فخشي أن يقتل عمار في هذا اليوم. وعندي أن الحديث الذي أوردناه إن كان صحيحا عنه فما رجعه سواه، ويبعد أن يكفر عن يمينه ثم يحضر بعد ذلك ويقاتل عليا. والله أعلم.

والمقصود أن الزبير لما رجع يوم الجمل سار حتى نزل واديا يقال له: وادي السباع. فاتبعه عمرو بن جرموز، فجاءه وهو نائم فقتله غيلة، كما سنذكر تفصيله. وأما طلحة فجاءه في المعركة سهم غرب، يقال: رماه به مروان بن الحكم فالله أعلم. فانتظم رجله مع فرسه فجمحت به الفرس فجعل يقول: إلى عباد الله إلى عباد الله. فاتبعه مولى له فأمسكها فقال له: ويحك اعدل بي إلى البيوت. وامتلأ خفه دما فقال لغلامه: انزعه واردفني. وذلك أنه نزفه الدم وضعف، فركب الغلام وراءه، وجاء به إلى بيت في البصرة فمات فيه، رضي الله عنه.

وتقدمت عائشة، رضي الله عنها، في هودجها، وناولت كعب بن سور قاضي البصرة مصحفا وقالت: ادعهم إليه. وذلك حين اشتد الحرب وحمي القتال، ورجع الزبير وقتل طلحة، رضي الله عنهما، فلما تقدم كعب بن سور بالمصحف يدعو الناس إليه، استقبله مقدمة جيش الكوفيين وهو عبد الله بن سبأ - ابن السوداء - وأتباعه وهم بين يدي الجيش يقتلون من قدروا عليه من أهل البصرة لا يتوقفون في أحد، فلما رأوا كعب بن سور رافعا المصحف رشقوه بنبالهم رشقة رجل واحد فقتلوه، ووصلت النبال إلى هودج أم المؤمنين عائشة، رضي الله عنها، فجعلت تنادي: الله الله! يا بني اذكروا يوم الحساب. ورفعت يديها تدعو على أولئك النفر من قتلة عثمان، فضج الناس معها بالدعاء حتى وصلت الضجة إلى علي فقال: ما هذا؟ فقالوا: أم المؤمنين تدعو على قتلة عثمان وأشياعهم. فقال: اللهم العن قتلة عثمان. وجعل أولئك النفر لا يقلعون عن رشق هودجها بالنبال حتى بقي مثل القنفذ، وجعلت تحرض الناس على منعهم وكفهم، فحملت مضر حملة الحفيظة، فطردوهم حتى وصلت الحملة إلى الموضع الذي فيه علي بن أبي طالب، فقال لابنه محمد بن الحنفية: ويحك تقدم بالراية. فلم يستطع فأخذها علي من يده فتقدم بها وجعلت الحرب تأخذ وتعطي؛ فتارة لأهل البصرة، وتارة لأهل الكوفة، حتى قتل خلق كثير، وجم غفير، ولم تر وقعة أكثر من قطع الأيدي والأرجل فيها من هذه الوقعة، ويقال: إنه قطعت يد سبعين رجلا وهي آخذة بخطام الجمل. فلما أثخنوا تقدم بنو عدي بن عبد مناف فقاتلوا قتالا شديدا، ورفعوا رأس الجمل، وجعل أولئك يقصدون الجمل، وقالوا: لا يزال الحرب قائما ما دام هذا الجمل واقفا. ورأس الجمل في يد عميرة بن يثربي، وقتل أخوه عمرو بن يثربي، وكان من الشجعان المذكورين، والفرسان المشهورين، فتقدم إليه هند بن عمرو الجملي، فقتله ابن يثربي، ثم صمد إليه علباء بن الهيثم، فقتله ابن يثربي

أيضا، وقتل سيحان بن صوحان، وارتث صعصعة بن صوحان، فدعاه عمار إلى البراز فبرز له، فتجاولا بين الصفين - وعمار يومئذ ابن تسعين سنة، عليه فروة قد ربط وسطه بحبل ليف - فقال الناس: إنا لله وإنا إليه راجعون، الآن يلحق عمارا بأصحابه. فضربه ابن يثربي بالسيف فاتقاه عمار بدرقته، فعضت السيف ونشب فيها، وضربه عمار فقطع رجليه، وأخذه أسيرا إلى بين يدي علي فقال: استبقني يا أمير المؤمنين. فقال: أبعد ثلاثة تقتلهم. ثم أمر به فقتل. واستمر زمام الجمل بيد رجل بعده كان قد استنابه فيه من بني عدي، فبرز إليه ربيعة العقيلي، فتجاولا حتى قتل كل واحد منهما صاحبه.

فرقہ سبائیہ کی ایک اور شرارت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بصرہ سے روانہ کرنے کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے بیت المال کو کھولا' اور اس میں جس قدر زر نقد تھا وہ سب ان لشکریوں میں تقسیم کر دیا' جو معرکہ جمل میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زیر علم لڑ رہے تھے' ہر شخص کے حصہ میں پانچ پانچ سو درہم آئے' یہ روپیہ تقسیم کر کے آپ نے فرمایا کہ اگر تم ملک شام پر حملہ آور ہو کر فتح یاب ہو جاؤ' تو تمہارے مقرر وظائف کے علاوہ اتنا ہی روپیہ اور دیا جائے گا۔

عبداللہ بن سبا کا گروہ جس کو فرقہ سبائیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے' جنگ جمل کے ختم ہوتے ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف علانیہ بد زبانیاں شروع کر چکا تھا اور اس بد زبانی اور طعن و تشنیع کے لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اس حکم کو وجہ قرار دی تھی کہ آپ نے مال و اسباب کے لوٹنے سے منع کر دیا تھا' اب تک تو اس حکم کے خلاف یہ فرقہ شکایات کرتا اور لوگوں کو بھڑکاتا تھا' اب جب کہ ہر ایک لشکر کو پانچ پانچ سو درم ملے تو اس پر بھی اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا اور یہ مخالفت یہاں تک سختی و شدت کے ساتھ شروع کی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے ان کی طرف سے چشم پوشی کرنا دشوار ہو گیا' سیدنا علی نے جس قدر اس گروہ کو نصیحت و فہمائش کی اسی قدر اس نے شوخ چشمی میں ترقی کی' اور نوبت یہاں تک پہنچی' کہ یہ لوگ ایک روز سب کے سب بصرہ سے نکل کر چل دیئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ملک میں جا کر فساد برپا نہ کریں' ان کے تعاقب کے لیے آپ بصرہ سے لشکر لے کر نکلے' لیکن وہ ہاتھ نہ آئے' اور غائب ہو کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

اس جگہ یاد چاہیے کہ عبداللہ بن سبا نے اپنے آپ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا فدائی اور طرف دار ظاہر کیا تھا' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی محبت کے پردہ میں اس نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سامان مہیا کئے تھے' اب تک وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے شیدائیوں میں اپنے آپ کو شمار کرتا اور لوگوں کو بہکاتا تھا' لیکن اب فتح بصرہ اور جنگ جمل کے بعد اس سبائی گروہ نے دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا اظہار کرنے سے اسلام کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے' تو وہ بلا تامل مخالفت پر آمادہ ہو گیا' یہی گروہ جو درحقیقت مسلم نما یہودیوں اور اسلام کے دشمنوں کا گروہ تھا' آئندہ چل کر گروہ خوارج کے نام سے نمودار ہونے والا ہے۔

سیدنا فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سے دشمنان اسلام کی خفیہ سازشوں' خفیہ سوسائٹیوں اور خفیہ انجمنوں کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے

وہ آج تک دنیا میں مسلسل موجود ہے'اور کوئی زمانہ ایسا نہیں بتایا جاسکتا ہے جس میں یہ دشمن اسلام خفیہ گروہ اپنی سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں مصروف نہ رہا ہو' کبھی یہ ابولولو اور اس کے ترغیب دہندوں کی شکل میں تھا' کبھی یہ عبداللہ بن سبا اور سبائیہ گروہ کی صورت میں دیکھا گیا' کبھی اس گروہ کا نام خوارج ہوا' کبھی یہ عباسیوں اور علویوں کی سازش بنوامیہ کے خلاف کرتا تھا' کبھی یہ عباسیوں کے خلاف علویوں کی طرف سے کوشش میں مصروف تھا' کبھی اس کا نام فدائی اسماعیلیہ گروہ ہوا۔

کبھی اس نے فری میسن (فری میسن ایک خطرناک عالمی یہودی تنظیم ہے' جس کا ہیڈکوارٹر پیرس (فرانس) میں ہے۔) کی شکل اختیار کی' کبھی اس خفیہ سوسائٹی نے نیشلسٹوں اور انارکسٹوں کی شکل وصورت میں ظہور کیا' کبھی اس نے ڈپلومیسی اور پالیسی کا جامہ پہنا' کبھی شہنشائیوں اور بادشاہوں کی وزارت خارجہ کے دفتروں میں اس کو جگہ ملی۔

غرض یہ کہ دنیا میں صرف ۲۰ سال ہی ایسے گذرے ہیں' جب اس سازشی وخفیہ گروپ کو ہم معدوم وغیر معلوم پاتے ہیں اور یہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا' اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی یہ خفیہ گروہ برابر دنیا میں موجود پایا جاتا ہے' بہرحال اس تاریخ کے پڑھنے والوں کو اور خلافت راشدہ کے نصف آخر کی تاریخ کے مطالعہ کرنے والوں کو اس دشمن اسلام خفیہ سازشیں کرنے والے گروہ کو چشم گرم سے نہیں دیکھنا چاہیے۔

فرقہ سبائیہ جو علی الاعلان اظہار مخالفت کر کے بصرہ سے فرار ہوا اس نے بہت جلد عراق' عرب کے مختلف مقامات میں منتشر ہو کر اوباش اور واقعہ پسند لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے ایک معقول جمعیت فراہم کر لی اور اول صوبہ سجستان کا رخ کیا' مدعا ان لوگوں کا یہ تھا کہ یکے بعد دیگرے تمام ایرانی صوبوں کو باغی بنا کر خلیفۃ المسلمین کو یہ موقعہ حاصل نہ ہونے دیں کہ وہ مسلمانوں کی ایک مستقل سلطنت پھر قائم کر سکیں' ایرانی صوبوں میں بغاوت پیدا کرنے سے وہ چاہتے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اطمینان اور فراغ خاطر حاصل نہ ہو' اور وہ ملک شام پر حملہ آور ہونے اور فتح پانے کا موقع بھی نہ پاسکیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سجستان کی طرف ان لوگوں کی توجہ کا حال سن کر عبدالرحمن بن جروطائی کو ان کے استیصال کی غرض سے روانہ کیا' ان لوگوں سے جب مقابلہ ہوا تو لڑائی میں عبدالرحمن طائی شہید ہوئے' یہ خبر سن کر ربعی بن کاس چار ہزار کی جمعیت لے کر روانہ ہوئے' انہوں نے ان اوباشوں کو شکست دے کر منتشر کر دیا' اسی عرصہ میں جنگ صفین کے لیے طرفین سے تیاریاں شروع ہو گئیں' اور ان مسلم نما یہودیوں یعنی گروہ سبائیہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہونا ضروری سمجھا' چنانچہ وہ ہر ایک ممکن اور مناسب طریقے سے آ آ کر لشکر علی رضی اللہ عنہ میں شامل ہو گئے۔

کوفہ کا دارالخلافہ بننا

جنگ جمل سے فارغ ہو کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے سب سے بڑا کام ملک شام کو قابو میں لانا اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت لینا تھا' اس کام کے لیے انہوں نے کوفہ کو اپنا قیام گاہ بنانا مناسب سمجھا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سب سے بڑی طاقت کوفیوں کی تھی اس لیے بھی کوفہ کو دارالخلافہ بنانا مناسب تھا' نیز یہ کہ مدینہ کے مقابلہ میں مدینہ کے شرفاء یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں سے اکثر

صوبوں کی حکومت پر مامور ہو ہو کر باہر چلے گئے تھے' اور ہر ایک شخص جو کسی صوبہ کا عامل ہو کر مدینہ سے روانہ ہوتا تھا وہ اپنے ہمراہ ایک جمعیت اپنے عزیزوں اور دوستوں کی ضرور لے کر جاتا تھا تاکہ وہاں رعب قائم رہے اور انتظام ملکی میں سہولت ہو' لہٰذا مدینہ منورہ کی جمعیت عہد عثمانی میں منتشر ہو کر کمزور ہو چکی تھی' فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں مدینہ کو سب سے بڑی اور مرکزی طاقت بنا رکھا تھا اور اسی کی خلافت اسلامیہ کو ضرورت بھی تھی' لیکن اب وہ حالت باقی نہ رہی تھی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے پہلے خلفاء کو میدان جنگ میں جانے اور سپہ سالاری کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی' لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ مجبور ہو کر گئے تھے کہ خود فوجیں لے کر میدان میں نکلیں اور ایک سپہ سالار کی حیثیت سے کام کریں' یہی مجبوری تھی کہ جو آخر کار نظام خلافت کے لیے بے حد مضر ثابت ہوئی' لہٰذا اس حالت میں ان کے لیے بجائے مدینہ کے کوفہ کا قیام زیادہ مناسب اور ضروری تھا' چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کر کے خود مع لشکر کوفہ کی طرف تشریف لے گئے۔

اس جگہ یہ بات بھی بتا دینا ضروری ہے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور بلوائیوں میں سے ایک حصہ عبداللہ بن سبا کی کوششوں سے ماؤف ہو کر اس کا معتقد بن چکا تھا اور اس کو عبداللہ بن سبا کی جماعت کہہ سکتے تھے' لیکن اس سبائی جماعت میں چونکہ بہت سے فریب خوردہ مسلمان اپنی سادہ لوحی سے شریک تھے' لہٰذا اصل سبائی جماعت جو بطور تخم کے کام کرتی تھی' وہ صرف چند افراد پر مشتمل تھی' اور وہ جس وقت جیسی ضرورت سمجھتی تھی اپنے گروہ میں اسی قسم کے لوگوں کو شامل کر کے انہیں میں سے کسی کو سردار بنا لیتی تھی' اور جن لوگوں سے پہلے کام لے رہی تھی ان کو چھوڑ دیتی تھی' یہی سبب تھا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قتل میں سبائی جماعت نے تمام بلوائیوں سے کام لیا اور جنگ جمل تک ان کے بڑے حصے سے کام لیتی رہی' جنگ جمل کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور عیب چینی کا کام جب شروع ہوا تو بلوائی لوگوں کا بڑا حصہ اس سبائی جماعت سے الگ تھا۔

یہ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے اور اپنی کارگذاریوں اور جاں فشانیوں کی بدولت ان کو دربار خلافت میں کافی رسوخ بھی حاصل ہو گیا' کوفہ میں جب سیدنا علی نے اقامت اختیار فرمائی تو کوفیوں کے اعتبار و اعتماد نے اور بھی زیادہ ترقی کی' اس طرح قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں نہ صرف پناہ گزیں بلکہ بااعتبار ہونا اور بھی باعث اس کا ہوا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قوت و طاقت حاصل ہوئی' کیونکہ جو لوگ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا ضروری سمجھتے تھے' وہ جب ان قاتلین میں سے بعض کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں باعزت دیکھتے تھے تو باوجود اس کے کہ ان کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت تسلیم تھی' پھر بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل ہو جاتے تھے' کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے علم مخالفت بلند کیا تھا۔

امارت مصر اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت مصر کی حکومت سے عبداللہ بن سعد کو برطرف کر کے محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ مصر پر قبضہ کر چکے تھے' جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ہی قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مصر کا

عامل بنا کر مدینہ منورہ سے روانہ کر دیا تھا' قیس بن سعد اپنے ہمراہ صرف سات آدمیوں کو لے کر روانہ ہوئے' اور مصر پہنچتے ہی محمد بن ابی حذیفہ رضی اللہ عنہ کو برطرف کر کے خود وہاں کے حاکم بن گئے' مصر میں یزید بن الحراث اور مسلمہ بن مخلد وغیرہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کر رہے تھے' ان لوگوں نے قیس کی بیعت سے اس عذر کے ساتھ انکار کیا کہ ہم کو انتظار کرنے دو' کہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کا معاملہ کس طرح طے ہوتا ہے' جب یہ معاملہ طے ہو جائے گا اس وقت ہم بیعت کر لیں گے' اور جب تک بیعت نہیں کرتے اس وقت تک خاموش ہیں' تمہاری مخالفت نہ کریں گے' قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے اخلاق اور اپنی قابلیت سے مصر میں پورے طور پر قوت حاصل کر لی اور ان کے اخلاق نے خوب ترقی حاصل کی۔

جب جنگ جمل ختم ہو گئی اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف تشریف فرما ہوئے تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی' کہ اب ہمارے اوپر حملہ آوری ہو گی' ساتھ ہی ان کو اس بات کا بھی خیال تھا' کہ مصر میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو بخوبی قوت و قبولیت حاصل ہے' اور وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے اور ان ہی کے ہمدرد و خیر خواہ ہیں' پس سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ کی طرف سے حملہ آور ہوں گے' تو وہ ضرور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیں گے' کہ تم دوسری طرف مصر سے فوج لے کر حملہ کرو' جب دو طرف سے ملک شام پر حملہ ہو گا تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قدرتاً اپنے آپ کو طاقتور بنانے کی مہلت بخوبی مل گئی تھی' دوسرے انہوں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کوتاہی نہیں کی' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خون آلود پیراہن اور ان کی بیوی کی کٹی ہوئی انگلیاں ان کے پاس پہنچ گئی تھیں اور وہ روزانہ اس خون آلود پیرہن اور ان کی انگلیوں کو جامع دمشق میں منبر پر رکھتے تھے' اور لوگ ان کو دیکھ دیکھ کر آہ و زاری کرتے تھے' شام کا صوبہ چونکہ ہر وقت قیصر روم کے حملوں کا مقام بن سکتا تھا' لہٰذا ملک شام میں پہلے ہی سے زبردست فوج ہمہ وقت موجود رہتی تھی' ان تمام لوگوں نے قسمیں کھائی تھیں' کہ جب تک خون عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ نہ لے لیں گے' اس وقت تک فرش پر نہ سوئیں گے' اور ٹھنڈا پانی نہ پئیں گے۔

ملک عرب کے نامور اور بہادر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور ان کی خاطر و مدارات بجا لانے میں بھی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کمی نہ کرتے تھے' کام کے آدمی کو اپنے ساتھ ملانے اور اس کی دل جوئی کرنے میں ان سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہوتا تھا' اپنے دعوے اور مطالبے کی معقولیت ثابت کرنے اور اپنے آپ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا وارث بتا کر مظلوم ظاہر کرنے سے بھی وہ غافل نہ تھے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کو ایک سال کی مہلت مل چکی تھی' جس میں سوائے ان تیاریوں کے ان کو اور کوئی کام نہ تھا' لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس عرصہ میں برابر مصروفیت درپیش رہی' اگرچہ کوفہ میں تشریف لانے کے بعد بظاہر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دائرہ حکومت میں سوائے ایک صوبہ شام کے تمام ممالک اسلامیہ شامل تھے' لیکن ان کو ان اسلامی ممالک میں وہ اثر اور وہ اقتدار حاصل نہ ہوا جو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خلیفہ اسلام کو حاصل تھا' حجاز' یمن' عراق' مصر' ایران وغیرہ ہر جگہ ان کے فرماں برداروں کے ساتھ ہی ساتھ ایسے لوگ بھی برابر پائے جاتے تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر علانیہ اعتراضات کرتے اور ان کے طرز

عمل پر نکتہ چینی کرنے میں خوب سرگرم و مستعد پائے جاتے تھے' لہذا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کسی صوبہ سے پوری پوری فوجی امداد حاصل نہیں کرسکتے تھے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حالت اس کے بالکل خلاف تھی' اگرچہ وہ صرف ملک شام پر تصرف رکھتے تھے' لیکن سارا کا سارا ملک ان کا ہم خیال و ہم عنان تھا' اور تمام ملک میں ان کو پوری پوری قبولیت حاصل تھی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کو معرکہ آرائی کرنی پڑے گی اس کا اندازہ ان کو پہلے ہی سے ہو چکا تھا' لہذا سب سے بڑی تدبیر جو انہوں نے پیشتر سے کی یہ تھی' کہ مصر کی جانب سے حملہ آوری کے امکان کو دور کر دیا' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی قوت و قابلیت سے بہت مرعوب تھے' ان کی خوش قسمتی سے ایک ایسی وجہ پیدا ہو گئی کہ وہ اپنے ارادے اور خواہش میں پورے کامیاب ہو گئے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہو گئے ہیں لہذا آپ کو مطالبہ قصاص میں میری مدد کرنی چاہیئے' قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ مجھ کو جہاں تک معلوم ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ قتل عثمانی رضی اللہ عنہ کی سازش میں ہرگز شریک نہ تھے' ان کے ہاتھ پر جب کہ لوگوں نے بیعت کر لی اور وہ خلیفہ مقرر ہو گئے تو پھر تم کو ان کا مقابلہ اور مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔

اسی دوران میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کا ایک مراسلہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بمقام کوفہ پہنچا اس کے اندر لکھا تھا کہ مصر کے اندر ابھی بہت سے لوگ خاموش ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے' اور کسی قسم کی سختی کو مناسب نہیں سمجھا گیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عبداللہ بن جعفر نے رضی اللہ عنہ یہ مشورہ دیا کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا جائے کہ وہ سکوت اختیار کرنے والوں سے لڑیں' اور ان کو بیعت کرنے کے لیے مجبور کریں' اس طرح آزاد اور خاموش نہ رہنے دیں' چنانچہ یہ حکم قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا' قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اس حکم کی تعمیل کو غیر ضروری اور مضر خیال کر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ جو لوگ فی الحال خاموش ہیں وہ آپ کے لیے نقصان رساں نہیں ہیں لیکن اگر ان کے ساتھ اعلان جنگ کر دیا گیا تو وہ سب کے سب آپ کے دشمنوں سے جا ملیں گے اور بے حد نقصان رساں ثابت ہوں گے' مناسب یہ ہے کہ ان کو اسی حال پر رہنے دیا جائے

اس خط کے پہنچنے پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مشیروں نے ان کو یقین دلایا کہ قیس بن سعد ضرور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ساز باز رکھتے ہیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس بات کے ماننے میں متامل تھے' اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مصر کے لیے ضروری سمجھتے تھے' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا' کہ قیس کی نسبت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دربار میں شبہ کیا جا رہا ہے' تو انہوں نے علانیہ اپنے دربار میں قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی تعریفیں بیان کرنی شروع کر دیں اور لوگوں سے کہنے لگے کہ قیس ہمارے طرفدار ہیں' ان کے خطوط بھی ہمارے پاس آتے رہتے ہیں' وہ ضروری باتوں کی ہم کو اطلاع بھی دیتے ہیں' کبھی لوگوں کے مجمع میں ذکر کرتے کہ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے مصر میں خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ بڑے بڑے احسانات کیئے ہیں اور ان کو بڑی عزت کے ساتھ رکھتے ہیں۔

دمشق سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان باتوں کا حال سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان کے جاسوسوں نے بلا توقف لکھا' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو مصر کی امارت سے فوراً معزول کر کے ان کی جگہ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے مصر میں پہنچ کر اپنی امارت اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی معزولی کا فرمان دکھایا' تو قیس بہت ملول و افسردہ ہوئے اور مصر سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچے۔

مدینہ منورہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے وہاں سے تشریف لے آنے کے بعد کسی کی حکومت نہ تھی' وہاں بعض ایسے اشخاص بھی موجود تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ برحق تسلیم کرتے' اور ان کے ہر ایک حکم اور ہر ایک فعل کو واجب التعمیل و واجب الاقتدار یقین کرتے تھے' اور ایسے لوگ بھی بکثرت موجود تھے جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص نہ لیے جانے کے سبب سخت بے چین اور اس معاملہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ڈھیل اور درگذر کو سخت قابل اعتراض سمجھتے' اور ان کو نشانہ ملامت بنانے سے ذرا نہ چوکتے تھے' قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جب مدینہ پہنچے تو ان کے تعاقب ہی میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان بن الحکم کو روانہ کیا' کہ جس طرح ممکن ہو' قیس بن سعد کو ترغیب دے کر لے آؤ' مروان بن الحکم نے قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو اول سمجھایا' جب وہ نہ مانے تو تنگ کرنا شروع کیا' یہاں تک کہ وہ دق ہو کر مدینہ سے روانہ ہوئے' اور کوفہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے' وہاں تمام حالات زبانی سنائے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مطمئن ہو کر ان کو اپنی مصاحبت میں رکھا

معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خبر سن کر مروان کو لکھا کہ اگر تو ایک لاکھ جنگ جو لشکر رضی اللہ عنہ سے علی رضی اللہ عنہ کی مدد کرتا تو وہ آسان تھا' بمقابلہ اس کے قیس علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے مصر پہنچ کر ان لوگوں کو جو سکوت کی حالت میں تھے اعلان دے دیا کہ یا تو تم لوگ ہماری اطاعت قبول کرو اور امیر المومنین سیدنا علی کی بیعت میں داخل ہو جاؤ' ورنہ ہمارے ملک سے نکل جاؤ' انہوں نے کہا ہمارے ساتھ جنگ کرنے اور سختی برتنے میں جلدی نہ فرمائیے' زیادہ نہیں تو چند روز کی مہلت دیجئے' تاکہ ہم اپنے مآل کار پر غور کر لیں۔

محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم کو قطعاً مہلت نہیں دی جا سکتی۔

انہوں نے اس نئے عامل سے یہ جواب سن کر فوراً اپنی حفاظت کا معقول انتظام کر لیا' اور مدافعت پر آمادہ ہو بیٹھے' محمد بن ابی بکر ان لوگوں کے ساتھ صفین کے ختم ہونے کے بعد تک الجھے رہے' اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مصر کی جانب سے بالکل بے فکر ہو کر جنگ صفین کی تیاریوں میں مصروف ہوئے

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خلافت فاروقی میں مصر کو فتح کر کے ممالک اسلامیہ میں شامل کیا تھا' جب بلوائیوں نے مدینہ میں داخل ہو کر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا تھا تو یہ مدینہ میں موجود تھے' بلوائیوں کے نامناسب طرز عمل اور اس فساد کے نتیجے پر غور کر کے انہوں نے یہی مناسب سمجھا تھا کہ مدینہ سے نکل جائیں' چنانچہ وہ اپنے دونوں بیٹوں عبداللہ اور محمد کو ہمراہ لے کر مدینہ سے روانہ

ہوئے اور بیت المقدس میں جا کر مقیم ہو گئے' وہاں نہایت خاموشی کے ساتھ حالات پر غور کرتے اور واقعات کی خبریں سنتے رہے' اول سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال سنا' پھر خبر پہنچی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوگئی ہے مگر انہوں نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینے میں تامل فرمایا ہے' پھر سنا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہمراہ لے کر طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر بصرہ کی جانب روانہ ہوئے ہیں' اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کر کے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ کیا ہے' پھر سنا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ کی جانب روانہ ہو گئے' اس کے بعد سنا کہ جنگ جمل میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ دونوں شہید ہو گئے' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ بصرہ پر قابض و متصرف ہو کر اور وہاں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کر کے کوفہ میں تشریف لے آئے' اور ملک شام پر حملہ کی تیاری فرما رہے ہیں' نیز امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مقابلہ پر آمادہ و مستعد ہو رہے ہیں۔

یہ سن کر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں سے مشورہ لیا اور کہا کہ اب موقع آ گیا ہے کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا جاؤں اور وہاں اس مسئلہ خلافت میں دخیل ہو کر اس کو طے کرادوں' جنگ جمل سے پہلے مدعیان خلافت چار شخص تھے' اول سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہ وہ خلیفہ منتخب ہو ہی گئے تھے' اور لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی' دوم سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کہ بصرہ والے ان کے حامی و مددگار تھے اور سوم سیدنا زبیر اور کوفہ میں ان سے عقیدت رکھنے اور ان کو مستحق خلافت سمجھنے والوں کی تعداد زیادہ تھی' چہارم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور یہ ملک شام کے گورنر تھے' اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے ذمہ دارانہ عہدوں پر فائز اور عرصہ دراز سے شام کی حکومت پر مامور تھے' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے رشتہ دار اور وارث ہونے کی وجہ سے ان کے خون کا دعویٰ کرتے اور قصاص چاہتے تھے۔

اب سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد صرف دو ہی شخص باقی رہ گئے تھے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ صرف ان باغیوں کے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں جنہوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا' اکثر جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہ نے جو مدینہ میں موجود تھے سیدنا علی کی بیعت سے انکار کیا' باقی جلیل القدر صحابہ کی ایک بڑی تعداد مدینہ سے باہر تھی' حالانکہ اس سے پہلے بیعت خلافت میں ان کی شرکت ضروری سمجھی جاتی رہی ہے' اس انتخاب میں ان سے مشورہ نہیں لیا گیا' اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر میں پناہ دے رکھی ہے۔

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خدمات اسلام میں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں' رشتے میں' سابق الاسلام ہونے میں ہرگز ہرگز میرا مقابلہ نہیں کر سکتے

غرض دونوں ایک دوسرے کے مقابل دعاوی رکھتے تھے' سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اب اپنے آپ کو بے تعلق رکھنا مناسب نہ سمجھا' عبداللہ بن عمرو نے باپ کو مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ 'عمر فاروق رضی اللہ عنہ 'عثمان غنی رضی اللہ عنہ سب آخر وقت تک آپ سے خوش رہے' لہذا اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ بالکل خاموش اور گوشہ نشین رہیں یہاں تک کہ لوگوں کا کسی ایک شخص پر اتفاق و اجماع ہو جائے' دوسرے بیٹے محمد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ عرب کے عمائدین و بااثر اور

صاحب الرائے لوگوں میں سے ہیں' جب تک آپ دخل نہ دیں گے معاملہ کیسے طے ہوسکتا ہے۔
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے دونوں بیٹوں کی تقریریں سن کر کہا کہ عبداللہ کے مشورہ میں دین کی بھلائی اور محمد کے مشورہ میں دنیا کی بہتری ہے' اس کے بعد کچھ سوچ سمجھ کر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیت المقدس سے روانہ ہو کر دمشق میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے' انہوں نے ان کے تشریف لانے کو بہت ہی غنیمت سمجھا' انہوں نے جاتے ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مظلوم خلیفہ کا بدلہ لینا ضروری ہے اور آپ اس مطالبہ میں حق پر ہیں' ابتداً امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے احتیاط کے ساتھ ملتے رہے' لیکن پھر ان پر پورے طور پر اعتماد کر کے ان کو اپنی حکومت کا رکن رکین اور مشیر و وزیر بنا لیا۔
سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا خون آلود قمیص' اور سیدنا نائلہ کی انگلیاں روزانہ لوگوں کے سامنے لانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس طرح ان کا جوش بتدریج کم ہونے لگے گا' مناسب یہ ہے کہ ان چیزوں کی نمائش کبھی کبھی خاص خاص موقعوں پر کی جائے' اس رائے کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پسند فرمایا اور وہ گریہ وزاری جو روزانہ قمیص کو دیکھ دیکھ کر لوگ کیا کرتے تھے موقوف ہوئی۔
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بھی سمجھایا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ درحقیقت واقعہ جمل کے بعد اپنی فوجی طاقت کو بہت کچھ کمزور بنا چکے ہیں' کیونکہ جنگ جمل میں اہل بصرہ کے آٹھ نو ہزار آدمی مارے گئے' جن میں بڑے بڑے نامی سردار تھے' اب جو اہل بصرہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں' وہ اہل کوفہ کے ساتھ مل کر لڑائی میں پوری جانفشانی نہیں دکھائیں گے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سارے کے سارے سپاہی یک دل اور آپس میں پورے طور پر متفق نہیں ہیں' یہ اندازہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا غلط نہ تھا اور اس حقیقت سے سبائی فرقہ بھی نا آشنا نہ تھا۔

محاربات صفین کا دیباچہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں تشریف لا کر ملک شام پر چڑھائی کی تیاری شروع کی' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر بصرہ سے روانہ ہو گئے' اس خبر کے سنتے ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی کوفہ میں ابومسعود انصاری کو اپنا قائم مقام بنا کر مقام نخیلہ کی طرف تشریف لے گئے اور ترتیب لشکر میں مصروف ہو گئے' یہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی اہل بصرہ کا لشکر لیے ہوئے آپہنچے۔
سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہاں زیاد بن نصر حارثی کو آٹھ ہزار فوج دے کر بطور مقدمۃ الجیش آگے روانہ کیا' اس کے بعد شریح بن ہانی کو چار ہزار کی جمعیت دے کر زیاد کے پیچھے بھیجا' اور خود نخیلہ سے کوچ کر کے مدائن تشریف لائے' مدائن میں سعد بن مسعود ثقفی کو عامل مقرر کر کے معقل بن قیس کو تین ہزار لشکر کے ساتھ روانہ کیا' اور اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ مدائن سے روانہ ہو کر رقہ کی طرف چلے' رقہ کے قریب دریائے فرات کو عبور کیا اور یہاں زیاد' شریح' معقل وغیرہ تمام سرداروں کا لشکر مجتمع ہو گیا۔
ادھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ لشکر عظیم لیے ہوئے ملک شام کے قصد سے آرہے ہیں تو انہوں نے ابوالاعور سلمی کو ایک دستہ فوج دے کر بطور مقدمۃ الجیش روانہ کیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دریائے فرات کو عبور کرنے کے بعد

زیادہ وشریح دونوں سرداروں کو پھر بطور مقدمۃ الجیش آگے روانہ کیا' زیاد' شریح کو حدودِ شام میں داخل ہو کر معلوم ہوا کہ ابوالاعور السلمی لشکرِ شام لیے ہوئے آ رہا ہے' انہوں نے فوراً سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ تم جب زیادہ شریح تک پہنچنا' تو تمام لشکر کی سرداری اپنے ہاتھ میں لے کر زیاد و شریح کو میمنہ و میسرہ کی سرداری پر متعین کر دینا' اور جب تک لشکرِ شام تم پر حملہ آور نہ ہو اس پر حملہ آور نہ ہونا۔

اشتر نے پہنچ کر تمام لشکر کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر زیاد و شریح کو میمنہ و میسرہ سپرد کیا' ادھر ابوالاعور بھی مقابل آ کر خیمہ زن ہوا' صبح سے شام تک دونوں لشکر خاموش ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن رہے' لیکن شام کے وقت ابوالاعور نے حملہ کیا' تھوڑی دیر لڑ کر فریقین ایک دوسرے سے جدا ہو گئے' اگلے دن صبح کو ابوالاعور صف لشکر سے نکل کر میدان میں آیا' ادھر سے ہاشم بن عتبہ نے نکل کر مقابلہ کیا' عصر کے وقت تک دونوں لڑتے رہے' پھر ایک دوسرے سے جدا ہو کر اپنے اپنے لشکر کو واپس آ رہے تھے کہ اشتر نے اپنی فوج کو حملہ کا حکم دیا' ابوالاعور نے بھی اپنے آدمیوں کو حملہ آور کیا' شام تک کشت وخون جاری رہا' رات کی تاریکی نے حائل ہو کر لڑائی کو ملتوی کیا' فریقین اپنے اپنے خیموں میں رات بسر کرنے کے لیے چلے گئے۔

اگلے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے اور معلوم ہوا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اپنا لشکر لیے ہوئے قریب آ پہنچے ہیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لڑائی اور حملہ آوری موقوف کرا کر اشتر کو حکم دیا کہ تم بہت جلد دریائے فرات کے ساحل پر پہنچ کر پانی پر قبضہ کرلو' اشتر جب فرات کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی آ کر پانی پر قبضہ کر لیا ہے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی' تو انہوں نے صعصعہ بن صوحان کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام دے کر بھیجا' کہ ہم تم سے اس وقت تک نہ لڑتے جب تک کہ تمہارے عذرات نہ سن لیتے اور بذریعہ تبلیغ حق تم پر پوری حجت نہ کر لیتے' لیکن تمہارے آدمیوں نے شتاب زدگی کر کے لڑائی چھیڑ دی' اب ہم مناسب یہی سمجھتے ہیں' کہ تم کو اول راہِ حق کی دعوت دیں اور جب تک حجت پوری نہ کر لیں لڑائی شروع نہ کریں' مگر افسوس ہے کہ تم نے فرات پر قبضہ کر کے ہمارے لیے پانی بند کر دیا' لوگوں کا پیاس سے برا حال ہو رہا ہے' تم اپنے ہمراہیوں کو حکم دو کہ پانی لینے سے ہم کو نہ روکیں یہاں تک کہ نزاعی امور کا فیصلہ ہو جائے' اور اگر تم یہ چاہتے ہو کہ جس غرض سے ہم یہاں آئے ہیں اس کو فراموش کر کے پانی پر لڑیں اور جو غالب ہو وہی پانی پی سکے' تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اپنے مشیروں کو طلب کر کے یہ مسئلہ ان کے سامنے پیش کیا' عبداللہ بن سعد سابق گورنر مصر اور ولید بن عقبہ نے کہا کہ ہم کو پانی سے قبضہ نہیں اٹھانا چاہیے' اور ان کو پیاسا ہی مارنا چاہیے' کیونکہ ان لوگوں نے بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا پانی بند کر دیا تھا' اور ان کو پیاسا شہید کیا تھا' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف رائے دی کہ پانی ہرگز بند نہ کیا جائے' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کو پیاس کی تکلیف نہ دی جائے' اسی مجلس میں صعصعہ اور ولید بن عقبہ کے درمیان ذرا سخت گفتگو ہوئی' اور بڑھتے بڑھتے گالی گلوچ تک نوبت پہنچ گئی' صعصعہ وہاں سے ناراض اٹھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے' اور کہا کہ وہ ہم کو پانی لینے کی اجازت نہیں دیتے' سیدنا علی نے اشعث بن قیس کو سواروں کا دستہ دے کر بھیجا' کہ زبردستی پانی پر قبضہ کرو' ادھر سے ابوالاعور سلمی نے مقابلہ کی

تیاری کی اور طرفین سے تیر بازی بھی ہوئی' نیزے بھی چلے' تلواریں بھی چمکیں' خون بھی بہا اور سر بھی جسم سے جدا ہوئے' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر نے پانی قبضہ کر لیا، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ عام اعلان ہوا کہ کسی کو بھی پانی لینے سے منع نہ کیا جائے۔

اس کے بعد دو دن تک دونوں لشکر بلا جدال و قتال خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے مقابل پڑے رہے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس حجاز و یمن اور عرب کے مختلف حصوں' نیز ہمدان وغیرہ ایرانی صوبوں سے بھی جمیعتیں آ گئی تھیں' اور کل تعداد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی نوے ہزار تھی۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس کل تعداد اسی ہزار آدمیوں کی تھی (فریقین کی اسی تعداد پر مورخین کا اتفاق نہیں ہے' بعض نے یہی اور بعض نے اس سے مختلف تعداد لکھی ہے۔) ان دونوں لشکروں کے سپہ سالار اعظم سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے' فوج کے بڑے بڑے حصوں کی سرداریاں اس طرح تقسیم ہوئی تھیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سواران کوفہ پر اشتر' سواران بصرہ پر سہل بن حنیف' کوفہ کی پیادہ فوج پر سیدنا عمار بن یاسر بصرہ کی پیادہ فوج پر قیس بن سعد بن عبادہ افسر تھے' اور ہاشم بن عتبہ کو لشکر کا علم دیا گیا تھا' باقی قبائل اور صوبوں کی جماعت کے اپنے اپنے الگ الگ افسر اور علم تھے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں میمنہ کی سرداری ذوالکلاح حمیری کو' میسرہ کی حبیب بن مسلمہ کو' مقدمہ کی ابوالاعور سلمی کو سپرد ہوئی تھی' سواران دمشق پر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ' پیادہ فوج پر مسلم بن عقبہ سردار مقرر کئے گئے تھے' ان کے علاوہ اور چھوٹے چھوٹے حصوں پر عبدالرحمن بن خالد' عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ' بشیر بن مالک کندی' وغیرہ افسر مقرر ہوئے تھے۔

لما عاد علی من البصرة بعد فراغه من الجمل قصد الكوفة، وأرسل إلى جرير بن عبد الله البجلي، وكان عاملا على همذان استعمله عثمان، وإلى الأشعث بن قيس، وكان على أذربيجان استعمله عثمان أيضا، يأمرهما بأخذ البيعة والحضور عنده، فلما حضرا عنده، أراد علي أن يرسل رسولا إلى معاوية، قال جرير :أرسلني إليه، فإنه لي ود. فقال الأشتر :لا تفعل فإن هواه مع معاوية. فقال علي :دعه حتى ننظر ما الذي يرجع إلينا به. فبعثه وكتب معه كتابا إلى معاوية يعلمه فيه باجتماع المهاجرين والأنصار على بيعته (ونكث طلحة والزبير وحربه إياهما ويدعوه إلى الدخول فيما دخل فيه المهاجرون والأنصار من طاعته).

فسار جرير إلى معاوية، فلما قدم عليه ماطله واستنظره واستشار عمرا، فأشار عليه أن يجمع أهل الشام، ويلزم عليا دم عثمان ويقاتله بهم، ففعل معاوية ذلك، وكان أهل الشام لما قدم عليهم النعمان بن بشير بقميص عثمان الذي قتل فيه مخضوبا بالدم بأصابع زوجته نائلة، إصبعان منها وشيء من الكف وإصبعان مقطوعتان من أصولهما، ونصف الإبهام، وضع معاوية القميص على المنبر، وجمع الأجناد إليه، فبكوا على القميص مدة وهو على المنبر، والأصابع معلقة فيه، وأقسم رجال من أهل الشام أن لا يمسهم الماء إلا للغسل من الجنابة، وأن لا يناموا على الفرش حتى يقتلوا قتلة عثمان، ومن قام دونهم قتلوه. فلما عاد جرير إلى أمير المؤمنين علي، وأخبره خبر معاوية، واجتماع أهل الشام معه على قتاله، وأنهم يبكون على عثمان ويقولون :إن

عليا قتله وآوى قتلته، وأنهم لا ينتهون عنه حتى يقتلهم أو يقتلوه. قال الأشتر لعلي: قد كنت نهيتك أن ترسل جريرا، وأخبرتك بعداوته وغشه، ولو كنت أرسلتني لكان خيرا من هذا الذي أقام عنده حتى لم يدع بابا يرجو فتحه إلا فتحه، ولا بابا يخاف منه إلا أغلقه. فقال جرير: لو كنت ثم لقتلوك، لقد ذكروا أنك من قتلة عثمان. فقال الأشتر: والله لو أتيتهم لم يعيني جوابهم ولحملت معاوية على خطة أعجله فيها عن الفكر، ولو أطاعني [فيك] أمير المؤمنين لحبسك وأشباهك حتى يستقيم هذا الأمر. فخرج جرير إلى قرقيسيا وكتب إلى« معاوية، فكتب إليه معاوية يأمره بالقدوم عليه.

وقيل: كان الذي حمل معاوية على رد جرير البجلي غير مقضي الحاجة شرحبيل بن السمط الكندي. وكان سبب ذلك أن شرحبيلا كان قد سيره عمر بن الخطاب إلى العراق إلى سعد بن أبي وقاص وكان معه، فقدمه سعد وقربه، فحسده الأشعث بن قيس الكندي لمنافسة بينهما، فوفد جرير البجلي على عمر، فقال له الأشعث: إن قدرت أن تنال من شرحبيل عند عمر فافعل. فلما قدم على عمر سأله عمر عن الناس، فأحسن الثناء على سعد، قال: وقد قال شعرا:

ألا ليتني والمرء سعد بن مالك وزبرا ... وابن السمط في لجة البحر

فيغرق أصحابي وأخرج سالما على ظهر ... قرقور أنادي أبا بكر

فكتب عمر إلى سعد يأمره بأن يرسل زبرا وشرحبيلا إليه، فأرسلهما، فأمسك زبرا بالمدينة وسير شرحبيلا إلى الشام، فشرف وتقدم، وكان أبوه السمط من غزة الشام. فلما قدم جرير بكتاب علي إلى معاوية في البيعة انتظر معاوية قدوم شرحبيل، فلما قدم عليه أخبره معاوية بما قدم فيه جرير، فقال: كان أمير المؤمنين عثمان خليفتنا، فإن قويت على الطلب بدمه، وإلا فاعتزلنا. فانصرف جرير، فقال النجاشي:

شرحبيل ما للدين فارقت أمرنا ... ولكن لبغض المالكي جرير

وقولك ما قد قلت عن أمر أشعث ... فأصبحت كالحادي بغير بعير

(جرير بن عبد الله بن جابر بن مالك، فنسب إلى جده مالك).

وخرج علي فعسكر بالنخيلة، وتخلف عنه نفر من أهل الكوفة، منهم: مرة الهمداني، ومسروق، أخذا أعطياتهما وقصدا قزوين، فأما مسروق فإنه كان يستغفر الله من تخلفه عن علي بصفين، وقدم عليه عبد الله بن عباس فيمن معه من أهل البصرة، وبلغ ذلك معاوية، فاستشار عمرا، فقال: أما إذا سار علي فسر إليه بنفسك، ولا تغب عنه برأيك ومكيدتك. فتجهز معاوية وتجهز الناس وحضهم عمرو وضعف عليا وأصحابه وقال: إن أهل العراق قد فرقوا جمعهم، ووهنوا شركتهم، وفلوا حدهم، وأهل البصرة مخالفون لعلي بمن قتل منهم، وقد تفانت صناديدهم وصناديد أهل الكوفة يوم الجمل، وإنما سار علي في شرذمة قليلة، وقد قتل خليفتكم، والله الله في حقكم أن تضيعوه، وفي دمكم أن تطلوه! وكتب معاوية أهل الشام، وعقد لواء لعمرو، ولواء لابنيه عبد

الله ومحمد، ولواء لغلامه وردان. وعقد على لواء لغلامه قنبر،

وبعث على زياد بن النضر الحارثى طليعة فى ثمانية آلاف، وبعث معه شريح ابن هانئ [فى] أربعة آلاف، وسار على من النخيلة، وأخذ معه من بالمدائن من المقاتلة، وولى على المدائن سعد بن مسعود، عم المختار بن أبى عبيد الثقفى. ولما سار على كان معه نابغة بنى جعدة، ولما بلغ على الفرات دعا زياد بن النضر الحارثى، وشريح بن هانئ فسرحهما أمامه (فى اثنى عشر ألفا) نحو معاوية على حالهما التى خرجا عليها من الكوفة. وكان سبب عودهما إليه أنهما حيث سيرهما على من الكوفة أخذا على شاطئ الفرات يلى البر. فلما بلغا عانات بلغهما أن معاوية قد أقبل فى جنود الشام، فقالا: لا والله ما هذا لنا برأى نسير وبيننا وبين المسلمين وأمير المؤمنين هذا البحر! وما لنا خير فى أن نلقى جنود الشام بقلة من معنا. فذهبوا ليعبروا من عانات، فمنعهم أهلها. فرجعوا فعبروا من هيت، فلحقوا عليا دون قرقيسيا، فلما لحقوا عليا قال: مقدمتى تأتينى من ورائى. فأخبره شريح وزياد بما كان، فقال: سددتما. فلما عبر الفرات سيرهما أمامه، فلما انتهيا إلى سور الروم لقيهما أبو الأعور السلمى فى جند من أهل الشام، فأرسلا إلى على فأعلماه، فأرسل على إلى الأشتر وأمره بالسرعة وقال له: إذا قدمت فأنت عليهم، وإياك أن تبدأ القوم بقتال إلا أن يبدءوك حتى تلقاهم فتدعوهم وتسمع منهم، ولا يحملك بغضهم على قتالهم قبل دعائهم، والإعذار إليهم مرة بعد مرة، واجعل على ميمنتك زيادا، وعلى ميسرتك شريحا، ولا تدن منهم دنو من يريد أن ينشب الحرب،

ثم إن عليا طلب لعسكره موضعا ينزل فيه، وكان معاوية قد سبق، فنزل منزلا اختاره بسيطا واسعا أفيح، وأخذ شريعة الفرات، وليس فى ذلك الصقع شريعة غيرها، وجعلها فى حيزه، وبعث عليها أبا الأعور السلمى يحميها ويمنعها، فطلب أصحاب على شريعة غيرها فلم يجدوا، فأتوا عليا فأخبروه بفعلهم وبعطش الناس، فدعا صعصعة بن صوحان فأرسله إلى معاوية يقول له: إنا سرنا مسيرنا هذا ونحن نكره قتالكم قبل الإعذار إليكم، فقدمت إلينا خيلك ورجالك فقاتلتنا قبل أن نقاتلك، ونحن من رأينا الكف حتى ندعوك ونحتج عليك، وهذه أخرى قد فعلتموها، منعتم الناس عن الماء والناس غير منتهين، فابعث إلى أصحابك فليخلوا بين الناس وبين الماء، ليكفوا لننظر فيما بيننا وبينكم، وفيما قدمنا له، فإن أردت أن نترك ما جئنا له، ونقتتل على الماء حتى يكون الغالب هو الشارب فعلنا.

فقال معاوية لأصحابه: ما ترون؟ فقال الوليد بن عقبة وعبد الله بن سعد: امنعهم الماء كما منعوه ابن عفان، اقتلهم عطشا قتلهم الله! فقال عمرو بن العاص: خل بين القوم وبين الماء، وإنهم لن يعطشوا وأنت ريان، ولكن بغير الماء، فانظر فيما بينك وبين الله. فأعاد الوليد وعبد الله بن سعد مقالتهما وقالا: امنعهم الماء إلى الليل، فإنهم إن لم يقدروا عليه رجعوا، وكان رجوعهم هزيمة، امنعهم الماء منعهم الله [إياه] يوم القيامة! قال صعصعة: إنما يمنعه الله الفجرة شربة الخمر، لعنك الله ولعن هذا الفاسق! يعنى الوليد بن عقبة. فشتموه

وتهددوه.

وقد قيل: إن الوليد وابن أبي سرح لم يشهدا صفين.

فرجع صعصعة فأخبره بما كان، وأن معاوية قال: سيأتيكم رأيي، فسرب الخيل إلى أبي الأعور ليمنعهم الماء، فلما سمع علي بذلك قال: قاتلوهم على الماء. فقال الأشعث بن قيس الكندي: أنا أسير إليهم. فسار إليهم، فلما دنوا منهم ثاروا في وجوههم، فرموهم بالنبل، فتراموا ساعة ثم تطاعنوا بالرماح، ثم صاروا إلى السيوف، فاقتتلوا ساعة، وأرسل معاوية يزيد بن أسد البجلي القسري، جد خالد بن عبد الله القسري، في الخيل إلى أبي الأعور، فأقبلوا. فأرسل علي شبث بن ربعي الرياحي، فازداد القتال، فأرسل معاوية عمرو بن العاص في جند كثير، فأخذ يمد أبا الأعور ويزيد بن أسد، وأرسل علي الأشتر في جمع عظيم وجعل يمد الأشعث وشبثا. فاشتد القتال، وقاتلوهم حتى خلوا بينهم وبين الماء، وصار في أيدي أصحاب علي، فقالوا: والله لا نسقيه أهل الشام! فأرسل علي إلى أصحابه: أن خذوا من الماء حاجتكم وخلوا عنهم، فإن الله نصركم ببغيهم وظلمهم. ومكث علي يومين لا يرسل إليهم أحدا ولا يأتيه أحد، ثم إن عليا دعا أبا عمرو بشير بن عمرو بن محصن الأنصاري، وسعيد بن قيس الهمداني، وشبث بن ربعي التميمي، فقال لهم: ائتوا هذا الرجل وادعوه إلى الله، وإلى الطاعة والجماعة. فقال له شبث: يا أمير المؤمنين ألا تطمعه في سلطان توليه إياه، أو منزلة تكون له بها أثرة عندك إن هو بايعك؟ قال: انطلقوا إليه واحتجوا عليه، وانظروا ما رأيه. وهذا في أول ذي الحجة. فأتوه فدخلوا عليه، فابتدأ بشير بن عمرو الأنصاري فحمد الله وأثنى عليه وقال: يا معاوية إن الدنيا عنك زائلة، وإنك راجع إلى الآخرة، وإن الله محاسبك بعملك ومجازيك عليه، وإني أنشدك الله أن تفرق جماعة هذه الأمة وأن تسفك دماءها بينها.

فقطع عليه معاوية الكلام وقال: هلا أوصيت بذلك صاحبك؟ فقال أبو عمرو: إن صاحبي ليس مثلك، إن صاحبي أحق البرية كلها بهذا الأمر، في الفضل والدين والسابقة في الإسلام والقرابة بالرسول صلى الله عليه وسلم. قال: فماذا يقول؟ قال: يأمرك بتقوى الله (وأن تجيب) ابن عمك إلى ما يدعوك إليه من الحق، فإنه أسلم لك في دنياك، وخير لك في عاقبة أمرك! قال معاوية: ونترك دم ابن عفان؟ لا والله لا أفعل ذلك أبدا.

قال: فذهب سعيد بن قيس يتكلم، فبادره شبث بن ربعي، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: يا معاوية قد فهمت ما رددت على ابن محصن، إنه والله لا يخفى علينا ما تطلب، إنك لم تجد شيئا تستغوي به الناس، وتستميل به أهواءهم، وتستخلص به طاعتهم إلا قولك: قتل إمامكم مظلوما، فنحن نطلب بدمه، فاستجاب لك سفهاء طغام، وقد علمنا أنك أبطأت عنه بالنصر، وأحببت له القتل لهذه المنزلة التي أصبحت تطلب، ورب متمني أمر وطالبه يحول الله دونه، وربما أوتي المتمني أمنيته وفوق أمنيته، ووالله ما لك في واحدة منهما خير! والله إن أخطأك ما ترجو، إنك لشر العرب حالا! ولئن أصبت ما تتمناه لا تصيبه حتى تستحق من ربك صلي النار! فاتق

الله يا معاوية، ودع ما أنت عليه، ولا تنازع الأمر أهله.

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (629/2):

دو دنوں کی خاموشی کے بعد تیسرے دن یکم ذی الحجہ ۳۶ھ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بشیر بن عمرو بن محصن انصاری رضی اللہ عنہ ،سعید بن قیس،اور شبث بن ربعی تمیمی کا ایک وفد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ ان کو سمجھائیں اور اطاعت قبول کرنے پر آمادہ کریں یہ لوگ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو اول بشیر بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا نہ کرو،اور خوں ریزی کا موقع آپس میں نہ آنے دو۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ تم نے اپنے دوست علی رضی اللہ عنہ کو بھی نصیحت کی یا نہیں،بشیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ سابق بالاسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے خلافت و امارت کے زیادہ حق دار ہیں،تم کو چاہیے کہ ان کی بیعت اختیار کرو،سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ ہم خون عثمان رضی اللہ عنہ کا مطالبہ چھوڑ دیں شبث بن ربعی نے کہا اے معاویہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کے متعلق ہم تمہارے اصل مدعا کو خوب سمجھتے ہیں،تم نے اسی لیے عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے میں تاخیر کی تھی کہ وہ شہید ہو جائیں،اور تم ان کے خون کے مطالبہ کو بہانہ بنا کر خلافت و امارت کا دعویٰ کرو،اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم اپنے خام خیال سے درگذر کرو اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑا نہ کرو،سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سختی سے جواب دیا شبث نے بھی ویسا ہی ترکی بترکی جواب دیا اور یہ سفارت بلا نتیجہ واپس چلی آئی۔

وأقام علي يومين لا يكاتب معاوية ولا يكاتبه معاوية، ثم دعا علي بشير بن عمرو الأنصاري، وسعيد بن قيس الهمداني، وشبث بن ربعي التميمي فقال: ائتوا هذا الرجل فادعوه إلى الطاعة والجماعة، واسمعوا ما يقول لكم. فلما دخلوا على معاوية قال له بشير بن عمرو: يا معاوية إن الدنيا عنك زائلة، وإنك راجع إلى الآخرة، والله محاسبك بعملك، ومجازيك بما قدمت يداك، وإني أنشدك الله أن تفرق جماعة هذه الأمة، وأن تسفك دماءها بينها. فقال له معاوية: هلا أوصيت بذلك صاحبكم؟! فقال له: إن صاحبي أحق هذه البرية بالأمر في فضله ودينه وسابقته وقرابته، وإنه يدعوك إلى مبايعته، فإنه أسلم لك في دنياك، وخير لك في أخراك. فقال معاوية: ويطل دم عثمان؟ لا والله لا أفعل ذلك أبدا. ثم أراد سعيد بن قيس الهمداني أن يتكلم، فبدره شبث بن ربعي فتكلم قبله بكلام فيه غلظة وجفاء في حق معاوية، فزجره معاوية وزبره في افتياته على من هو أكبر منه وأشرف، وفي كلامه بما لا علم له به، ثم أمر بهم، فأخرجوا من بين يديه، وصمم على القيام بطلب دم عثمان الذي قتل مظلوما«.

»البدایۃ والنہایۃ« (500/10):

جنگ صفین کا پہلا حصہ

جب صلح کی کوشش ناکام رہی تو مجبوراً لڑائی شروع ہوئی مگر چونکہ دونوں طرف مسلمان اور ایک دوسرے کے عزیز دوست تھے لہذا

دونوں میں جدال وقتال کا ویسا جوش نہ تھا جیسا کفار کے مقابلہ میں ہوا کرتا تھا' عام طور پر لوگ یہی چاہتے تھے کہ یہ لڑائی ٹل جائے اور مصالحت ہو جائے۔

لڑائی کی صورت یہ تھی کہ ایک ایک آدمی طرفین سے میدان میں نکلتا اور ایک دوسرے سے لڑتا' باقی لشکر دونوں طرف سے اس لڑائی کا تماشا دیکھتا' چند روز تک تو روزانہ اس جنگ مبارزہ ہی کا سلسلہ جاری رہا' پھر لڑائی نے کسی قدر ترقی اور اشتعال کی صورت اختیار کی' تو صرف یہیں تک محدود رہی کہ طرفین سے ایک ایک سردار اپنی اپنی محدود جماعت لے کر نکلتا اور اس طرح ایک جماعت کی دوسری جماعت سے معرکہ آرائی ہوتی رہی' باقی لشکر اپنی جگہ خاموش اور تماشائی رہتا' یہ سلسلہ ایک مہینہ تک جاری رہا' دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک مہینے تک دونوں لشکر نے آئندہ بڑی خوں ریز جنگ کے لیے آپس میں جنگی مشق کو جاری رکھا۔

اس ایک مہینے کی معرکہ آرائیوں کو جنگ صفین کا پہلا حصہ سمجھنا چاہیے' ماہ ذی الحجہ ختم ہو کر جب محرم کا مہینہ شروع ہوا تو یکم محرم ۳۷ھ سے آخر محرم ۳۷ھ تک ایک مہینے کے لیے طرفین نے لڑائی کی بالکل تعطیل کر دی' اس ایک مہینے میں دونوں طرف کی فوجیں بالکل خاموش رہیں' مصالحت کی گفتگو اور سلسلہ جنبانی پھر جاری ہو گئی۔

اس جگہ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ محرم کے اس ایک مہینے میں مسلمانوں کی دونوں فوجوں کا ایک دوسرے کے مقابل بلا مقاتلہ خیمہ زن ہونا ضرور یہ نتیجہ پیدا کر دیتا اور یہ خیال خود بخود طاقت پیدا کر لیتا کہ جنگ سے صلح بہر حال بہتر ہے' اور مسلمانوں کو ہرگز آپس میں نہیں لڑنا چاہیے' جب تمام لشکری لوگوں میں یہ کرہ ہوائی پیدا ہو جاتا' تو سرداران لشکر کو بھی مجبوراً صلح پر رضامند ہونا پڑتا' لیکن اس سکون اور خاموشی کے ایام میں سبائی جماعت جو شریک لشکر تھی' اور جس کا کوئی جداگانہ وجود نہ تھا بڑی سرگرمی سے مصروف کار رہی' اس نے اپنی انتہائی کوشش اس کام میں صرف کر دی کہ لوگوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت و رعایت مطلق پیدا نہ ہو سکے اور نفرت و عداوت ترقی کرے' سرداران لشکر کی حالت یہ تھی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کسی طرح خلافت سے دست بردار نہیں ہو سکتے' وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ اور بلوائی لوگوں کو بھی سزا نہ دے سکتے تھے' کیونکہ مالک اشتر جیسے زبردست سپہ سالار' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جیسے گورنر' اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جیسے محترم صحابی رضی اللہ عنہ کو سزا دینا اور تمام کوفی و مصری لشکر کو باغی اور دشمن بنا لینا کوئی آسان کام نہ تھا' نیز یہ کہ قاتلین اور سازش قتل کے شرکاء کا تعین شہادتوں کے ذریعہ امر مشتبہ کی حد سے آگے بڑھ کر یقین کے درجہ تک نہیں پہنچتا تھا' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں وہ یقینا ہر طرح مستحق خلافت تھے۔

ادھر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو مکہ کے رئیس اور احد واحزاب کی عظیم الشان فوجوں کے سپہ سالار اعظم ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہونے کے علاوہ ابتدائے خلافت راشدہ سے اب تک رومیوں کے خلاف کارہائے نمایاں انجام دینے والے کمانڈر ملک شام کا نہایت عمدہ انتظام کرنے والے منتظم ہونے کی حیثیت سے امیر عرب سمجھتے تھے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ کے بھائی اور کاتب وحی ہونے کا شرف بھی رکھتے تھے' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہم جد اور وارث ہونے کی حیثیت سے خون عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص طلب کرنے میں وہ اپنے آپ کو سراسر حق و راستی پر یقین کئے ہوئے تھے' اتنے بڑے قتل کو مشتبہ قرار دے کر ٹال دینا اور کسی کو بھی زیر

قصاص نہ لانا ان کے نزدیک جیتی مکھی نگلنا تھا' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی توجیہہ نہ ان کی سمجھ میں آتی تھی اور وہ نہ سمجھنا چاہتے تھے۔
طرفین اپنی اپنی باتوں اور ارادوں پر صحیح نظر ڈالتے اور اپنی خواہشوں اور امیدوں کے فریب سے بھی کلی بچ جانے کے قابل ہو جاتے اگر ان کے ساتھی اور لشکری خود صحیح راستے کو اختیار کر کے انہیں مجبور کر دیتے' اور اس کے لیے یہ محرم یعنی تعطیل کا زمانہ بہترین موقع تھا' لیکن سبائی جماعت اپنی شرارت پاشی کے کام میں خوب مستعد تھی اور وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گئی' کہ مسلمان مصالحت کی طرف نتیجہ خیز طور پر متوجہ نہ ہو سکے۔

ایام تعطیل میں صلح کی دوسری کوشش

لڑائی کو بند کرنے کے بعد ۳۷ھ کی کسی تاریخ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک سفارت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس روانہ کی' تاکہ پھر صلح و مصالحت کی سلسلہ جنبائی کریں' اس سفارت میں عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ ' زید بن قیس' زیاد ابن حفصہ' شبث بن ربعی شامل تھے' شبث بن ربعی پہلی مرتبہ بھی گئے اور ان ہی سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت کلامی تک نوبت پہنچ گئی تھی' اس مرتبہ پھر شبث کا سفارت میں شامل ہونا خطرے سے خالی نہ تھا' اس وفد نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا فرض ادا کیا۔
اول عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد کہا کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت اختیار کرلو تمہارے بیعت کر لینے سے مسلمانوں میں اتفاق پیدا ہو جائے گا' تمہارے اور تمہارے دوستوں کے سوا اور کوئی بیعت سے منحرف نہیں ہے' اگر تم نے مخالفت پر اصرار کیا تو ممکن ہے کہ وہی صورت پیش آئے جو اصحاب جمل کو پیش آئی' معاویہ رضی اللہ عنہ نے قطع کلام کر کے کہا کہ اے عدی تم صلح کرانے آئے ہو یا لڑنے' کیا تم مجھ کو اصحاب جمل کا واقعہ یاد دلا کر لڑائی سے ڈرانا چاہتے ہو' تم نہیں جانتے کہ میں حرب کا پوتا ہوں' مجھے لڑائی کا مطلق خوف نہیں ہے' میں جانتا ہوں کہ تم بھی قاتلان عثمان رضی اللہ عنہ میں سے ہو' اللہ تعالیٰ تم کو بھی قتل کرائے گا۔
اس کے بعد یزید بن قیس بولے کہ ہم لوگ سفیر ہو کر آئے ہیں' ہمارا یہ منصب نہیں کہ تم کو نصیحت کریں' لیکن ہم کو اس بات کی ضرور کوشش کرنی چاہیے کہ مسلمانوں میں اتفاق پیدا ہو' اور نا اتفاقی دور ہو' یہ کہہ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کا مستحق خلافت ہونا بیان کیا' اس کے جواب میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم ہم کو جماعت کی طرف کیا بلاتے ہو جماعت ہمارے ساتھ بھی ہے' ہم تمہارے دوست کو مستحق خلافت نہیں سمجھتے کیوں کہ انہوں نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا اور اس کے قاتلین کو پناہ دی' صلح تو اس وقت ہو سکتی ہے جب کہ وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو ہمارے سپرد کر دیں۔
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یہیں تک کہنے پائے تھے کہ شبث بن ربعی فوراً بول اٹھے کہ اے معاویہ رضی اللہ عنہ کیا تو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دے گا' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مجھ کو عمار رضی اللہ عنہ کے قتل میں کونسی چیز منع کر سکتی ہے' سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے غلام کے عوض قتل کر ڈالوں گا' شبث بن ربعی نے کہا کہ تو اس کے قتل پر ہرگز قادر نہ ہو سکے گا جب تک کہ زمین تجھ پر تنگ نہ ہو جائے گی' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس سے پہلے تو زمین تجھ پر تنگ ہو جائے گی' اس قسم کی سخت کلامی کے بعد یہ وفد بھی بلا نتیجہ واپس چلا آیا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تاریخی تقریر

اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ، شرجیل بن السمط، معن بن یزید کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بطور سفیر روانہ کیا۔

حبیب بن مسلمہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عثمان خلیفہ برحق تھے اور کتاب وسنت کے موافق حکم دیتے تھے ان کی زندگی تم کو ناگوار گذری، اور تم نے اس کو قتل کر ڈالا اگر تم نے ان کو قتل نہیں کیا تو ان کے قاتلین کو ہمارے سپرد کر دو، پھر خلافت سے دست بردار ہو جاؤ اس کے بعد مسلمان جس کو چاہیں گے اپنا خلیفہ اور امیر مقرر کر لیں گے۔

یہ کلام سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور انہوں نے فرمایا، کہ تو خاموش ہو جا، امارت وخلافت کے متعلق ایسی تقریر کرنے کا تجھ کو کوئی حق نہیں ہے، حبیب بن مسلمہ نے کہا کہ تم مجھ کو ایسی حالت میں دیکھو گے جو تم کو ناگوار ہوگی، مدعا یہ تھا کہ تلوار کے ذریعہ ہم فیصلہ کر لیں گے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جا جو تیرا جی چاہے کرو۔

یہ کہہ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، اور حمد وثناء کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کا ذکر کیا، پھر خلافت شیخین اور ان کے خصائل پسندیدہ کا ذکر کر کے فرمایا کہ ہم نے ان دونوں کو اپنے فرائض عمدگی سے ادا کرتے ہوئے پایا، لہٰذا ہم نے باوجود اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ میں قریب تر تھے، ان کی خلافت میں کوئی دست اندازی نہیں کی، پھر لوگوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا ان کا طرز عمل ایسا تھا کہ لوگ ان سے ناراض ہو گئے، اور انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر ڈالا اس کے بعد لوگوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کرنے کی درخواست کی، میں نے اس درخواست کو قبول کر لیا، بیعت کے بعد طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے عہد شکنی کی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے میری مخالفت کی، حالانکہ وہ میری طرح سابق بالاسلام نہیں، مجھ کو تعجب ہے کہ تم لوگ کس طرح اس کے مطیع ہو گئے حالانکہ میں کتاب وسنت اور ارکان دین کی طرف بلاتا، احیاء حق اور ابطال کی باطل کی کوشش کرتا ہوں۔

فعند ذلك نشبت الحرب بينهم، وأمر علي بالطلائع والأمراء أن يتقدموا للحرب، وجعل علي يؤمر كل يوم على الحرب أميرا، فمن أمرائه على الحرب: الأشتر النخعي -وهو أكبر من كان يخرج للحرب- وحجر بن عدي، وشبث بن ربعي، وخالد بن المعمر، وزياد بن النضر، وزياد بن خصفة، وسعيد بن قيس، ومعقل بن قيس، وقيس بن سعد. وكذلك فعل معاوية؛ كان كل يوم يبعث على الحرب أميرا، فمن أمرائه: عبد الرحمن بن خالد بن الوليد، وأبو الأعور السلمي، وحبيب بن مسلمة، وذو الكلاع الحميري، وعبيد الله بن عمر بن الخطاب، رضي الله عنه، وشرحبيل بن السمط، وحمزة بن مالك الهمداني.

وربما اقتتل الناس في اليوم مرتين، وذلك في شهر ذي الحجة بكماله. وحج بالناس في هذه السنة عبد الله بن عباس عن أمر علي له بذلك.

فلما انسلخ ذو الحجة ودخل المحرم تداعى الناس للمتاركة، لعل الله أن يصلح بينهم على أمر يكون فيه حقن

دمائهم. استهلت هذه السنة وأمير المؤمنين علي بن أبي طالب، رضي الله عنه، متواقف هو ومعاوية بن أبي سفيان، رضي الله عنه، كل منهما في جنوده بمكان يقال له: صفين بالقرب من الفرات، شرقي بلاد الشام، وقد اقتتلوا في مدة شهر ذي الحجة كل يوم، وفي بعض الأيام ربما اقتتلوا مرتين، وجرت بينهم حروب يطول ذكرها. والمقصود أنه لما دخل شهر المحرم تحاجزوا عن القتال، طلبا للصلح ورجاء أن يقع بينهم مهادنة وموادعة يئول أمرها إلى الصلح بين الناس وحقن دمائهم. فذكر ابن جرير، من طريق هشام عن أبي مخنف قال: حدثني سعد أبو المجاهد الطائي، عن محل بن خليفة أن عليا بعث عدي بن حاتم، ويزيد بن قيس الأرحبي، وشبث بن ربعي، وزياد بن خصفة إلى معاوية. فلما دخلوا عليه -وعمرو بن العاص إلى جانبه- قال عدي بعد حمد الله والثناء عليه-: أما بعد، يا معاوية فإنا جئناك ندعوك إلى أمر يجمع الله به كلمتنا وأمتنا، وتحقن به دماؤنا، ويأمن به السبيل ويصلح به ذات البين؛ إن ابن عمك سيد المسلمين أفضلها سابقة، وأحسنها في الإسلام أثرا، وقد استجمع له الناس وقد أرشدهم الله بالذي رأوا فلم يبق أحد غيرك وغير من معك، فانته يا معاوية لا يصبك الله وأصحابك مثل ما أصاب الناس يوم الجمل. فقال له معاوية: كأنك إنما جئت متهددا ولم تأت مصلحا، هيهات يا عدي، كلا والله إني لابن حرب، لا يقعقع لي بالشنان، أما والله إنك لمن المجلبين على ابن عفان، وإنك لمن قتلته، وإني لأرجو أن تكون ممن يقتله الله به. وتكلم شبث بن ربعي، وزياد بن خصفة فذكرا من فضل علي، وقالا: اتق الله يا معاوية ولا تخالفه، فإنا والله ما رأينا رجلا قط أعمل بالتقوى، ولا أزهد في الدنيا، ولا أجمع لخصال الخير كلها منه. فتكلم معاوية فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: أما بعد، فإنكم دعوتموني إلى الجماعة والطاعة، فأما الجماعة فنعما هي، وأما الطاعة فكيف أطيع رجلا أعان على قتل عثمان وهو يزعم أنه لم يقتله؟ ونحن لا نرد ذلك عليه ولا نتهمه به، ولكنه أوى قتلته؛ فيدفعهم إلينا حتى نقتلهم، ثم نحن نجيبكم إلى الطاعة والجماعة. فقال له شبث بن ربعي: أنشدك الله يا معاوية، لو تمكنت من عمار أكنت قاتله بعثمان؟ فقال معاوية: والله لو تمكنت من ابن سمية ما قتلته بعثمان، ولكني كنت أقتله بغلام عثمان. فقال له شبث بن ربعي: وإله الأرض والسماء لا تصل إلى قتل عمار حتى تندر الرءوس عن كواهلها، ويضيق فضاء الأرض ورحبها عليك. فقال له معاوية: لو قد كان ذلك كانت عليك أضيق. وخرج القوم من بين يديه فذهبوا إلى علي فأخبروه الخبر.

»وبعث معاوية حبيب بن مسلمة الفهري، وشرحبيل بن السمط، ومعن بن يزيد بن الأخنس إلى علي، فدخلوا عليه، فبدأ حبيب فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: أما بعد فإن عثمان بن عفان كان خليفة مهديا، عمل بكتاب الله وثبت لأمر الله، فاستثقلتم حياته، واستبطأتم وفاته، فعدوتم عليه فقتلتموه، فادفع إلينا قتلة عثمان -إن زعمت أنك لم تقتله- ثم اعتزل أمر الناس، فيكون أمرهم شورى بينهم، فيولي الناس أمرهم من أجمعوا عليه رأيهم. فقال له علي: وما أنت، لا أم لك وهذا الأمر وهذا العزل، فاسكت فإنك لست هناك ولا بأهل

لذاك. فقال له حبيب :أما والله لتريني حيث تكره. فقال له علي :وما أنت ولو أجلبت بخيلك ورجلك لا أبقى الله عليك إن أبقيت، اذهب فصعد وصوب ما بدا لك. ثم ذكر أهل السير كلاما طويلا جرى بينهم وبين علي، وفي صحة ذلك عنهم وعنه نظر، فإن في مطاوي ذلك الكلام من كلام علي ما ينتقص فيه معاوية وأباه، وإنهم إنما دخلوا في الإسلام كرها ولم يزالا في تردد فيه، وغير ذلك، وأنه قال في غبون ذلك :لا أقول إن عثمان قتل مظلوما ولا ظالما. فقالوا :نحن نبرأ ممن لم يقل :إن عثمان قتل مظلوما. وخرجوا من عنده، فقال علي :{إنك لا تسمع الموتى ولا تسمع الصم الدعاء إذا ولوا مدبرين- وما أنت بهادي العمي عن ضلالتهم إن تسمع إلا من يؤمن بآياتنا فهم مسلمون وإذا وقع} [النمل 80 :-81]

[النمل80 :،81]. ثم قال لأصحابه :لا يكن هؤلاء أولى بالجد في ضلالتهم منكم بالجد في حقكم وطاعة نبيكم. وهذا عندي لا يصح عن علي، رضي الله عنه.

وقد روى ابن ديزيل، من طريق عمر بن سعد بإسناده، أن قراء أهل العراق، وقراء أهل الشام عسكروا ناحية، وكانوا قريبا من ثلاثين ألفا، وأن جماعة من قراء العراق; منهم عبيدة السلماني، وعلقمة بن قيس، وعامر بن عبد قيس، وعبد الله بن عتبة بن مسعود، وغيرهم جاءوا إلى معاوية فقالوا له :ما تطلب؟ قال :أطلب بدم عثمان. قالوا :لمن تطلب به؟ قال :عليا. قالوا :أهو قتله؟ قال :نعم، وأوى قتلته. فانصرفوا إلى علي فذكروا له ما قال، فقال :كذب، لم أقتله وأنتم تعلمون أني لم أقتله. فرجعوا إلى معاوية فأخبروه، فقال :إن لم يكن قتله بيده فقد أمر بقتله ومالأ عليه. فرجعوا إلى علي فأخبروه، فقال :والله لا قتلت ولا أمرت ولا مالأت، فرجعوا إلى معاوية فأخبروه، فقال معاوية :إن كان صادقا فليقدنا من قتلة عثمان، فإنهم في عسكره وجنده. فرجعوا إلى علي فقال علي :تأول القوم عليه القرآن في فتنة «ووقعت الفرقة لأجلها، وقتلوه في سلطانه وليس لي عليهم سبيل. فرجعوا إلى معاوية فأخبروه، فقال :إن كان الأمر على ما يقول، فما له انتهز الأمر دوننا من غير مشورة منا ولا ممن هاهنا؟ فرجعوا إلى علي، فقال :إنما الناس تبع المهاجرين والأنصار، فهم شهود الناس على ولايتهم وأمر دينهم، وقد رضوا وبايعوني، ولست أستحل أن أدع مثل معاوية يحكم على الأمة ويشق عصاها. فرجعوا إلى معاوية، فقال :ما بال من هاهنا من المهاجرين والأنصار لم يدخلوا في هذا الأمر؟ فرجعوا إلى علي، فقال :إنما هذا للبدريين دون غيرهم، وليس على وجه الأرض بدري إلا وهو معي، وقد تابعني وبايعني ورضي بي، فلا يغرنكم من دينكم وأنفسكم. قال :فأقاموا يتراسلون في ذلك مدة شهر ربيع الآخر وجماديين، ويفزعون في غبون ذلك الفزعة بعد الفزعة، ويزحف بعضهم على بعض، ويحجز بينهم القراء، فلا يكون في ذلك قتال. قال :ففزعوا في ثلاثة أشهر خمسة وثمانين فزعة. قال :وخرج أبو الدرداء وأبو أمامة، فدخلا على معاوية، فقالا له :يا معاوية، علام تقاتل هذا الرجل؟ فوالله إنه لأقدم منك ومن أبيك سلما، وأقرب منك إلى رسول الله، صلى الله عليه وسلم، وأحق بهذا الأمر منك. فقال :أقاتله على دم عثمان، وأنه أوى قتلته، فاذهبا

إليه فقولا له فليقدنا من قتلة عثمان، ثم أنا أول من يبايعه من أهل الشام. فذهبا إلى علي، فقالا له ذلك، فقال: هؤلاء الذين ترون. فخرج خلق كثير فقالوا: كلنا قتلة عثمان فمن شاء فليرمنا وليكدنا. قال: فرجع أبو الدرداء وأبو أمامة فلم يشهدا لهم قتالا، بل لزما بيوتهما.

»البدایۃ والنہایۃ« (10/505):

جنگ صفین کا ایک ہفتہ

ماہ محرم ۳۷ھ کی آخری تاریخ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو حکم عام دے دیا کہ کل یکم ماہ صفر سے فیصلہ کن جنگ شروع ہو گی ساتھ ہی یہ بھی اعلان کر دیا' کہ حریف جب تمہارے سامنے سے پسپا ہو تو بھاگنے والوں کا نہ تو تعاقب کیا جائے' نہ ان کو قتل کیا جائے' زخمیوں کا مال نہ چھینا جائے' کسی لاش کو مثلہ نہ کیا جائے' عورتیں اگر چہ گالیاں بھی دیں' ان پر کوئی زیادتی نہ کی جائے' اسی قسم کے احکام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے لشکر میں جاری کر دیئے' یکم صفر کی صبح سے لڑائی شروع ہوئی اس روز اہل کوفہ نے اشتر کی سرداری میں اور اہل شام نے حبیب بن مسلمہ کی سرداری میں ایک دوسرے کا مقابلہ کیا' صبح سے شام تک برابر ہنگامہ کارزار گرم رہا' مگر کوئی فیصلہ شکست و فتح کی شکل میں نمودار نہ ہو سکا۔

دوسرے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہاشم بن عتبہ سوار و پیادہ لشکر لے کر نکلے اور اہل شام کی طرف سے ابوالاعور سلمی نے مقابلہ کیا' اس روز بھی شام تک بری خون ریز لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا' تیسرے روز سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عمرو بن العاص لشکروں کو لے کر مقابل ہوئے' یہ لڑائی سابقہ دو دن کی لڑائیوں سے بھی زیادہ سخت و شدید تھی' سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے شام کے قریب آخر میں ایسا سخت حملہ کیا کہ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو کسی قدر پسپا ہو جانا پڑا تاہم آج بھی کوئی فیصلہ نہ ہوا' چوتھے روز سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ لشکر لے کر نکلے اس روز بھی خوب زور شور سے لڑائی ہوئی' جب شام ہونے کو آئی' تو عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن الحنفیہ کو صف لشکر سے جدا ہو کر مبارزہ کی لڑائی کے لیے للکارا' محمد بن الحنفیہ' جوش شجاعت میں مقابلہ کے لیے نکلے' لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے گھوڑا دوڑا کر اور قریب جا کر محمد بن الحنفیہ کو واپس لوٹا لیا' ان کے واپس ہونے کے بعد عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی لشکر شام کی طرف واپس چلے آئے۔ پانچویں روز سیدنا علی کی طرف سے سیدنا عبداللہ بن عباس اور سیدنا معاویہ کی طرف سے ولید بن عقبہ نکلے اور صبح سے شام تک بڑی سخت لڑائی جاری رہی' چھٹے روز ادھر سے مالک اشتر اور ادھر سے حبیب بن مسلمہ دوبارہ نبرد آزما ہوئے' اس روز بھی شام تک کی زور آزمائی و خوں ریزی نے کوئی نتیجہ پیدا نہیں کیا ساتویں روز سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بذات خود لشکر کو لڑائی پر آمادہ کیا اس روز بھی۔ اگر چہ لڑائی سابقہ ایام کی نسبت زیادہ سخت ہوئی' مگر دونوں فریق میدان میں برابر کا جوڑ ثابت ہوئے۔

اس جنگ ہفت روزہ میں ہر روز دونوں طرف سے نئے نئے سپہ سالار مقرر ہو ہو کر اپنی اپنی جنگی قابلیت کا اظہار کرتے رہے' چوں کہ دونوں

لشکروں کی تعداد بھی نوے اور اسی ہزار یعنی قریباً برابر ہی تھی' اور طرفین کے لڑنے والوں میں بھی ایک ہی حیثیت اور ایک ہی سی طاقت و شجاعت والے لوگ تھے' لہذا کسی کو نہ فتح حاصل ہوئی نہ شکست' البتہ اس بات کا اظہار ہوتا رہا' کہ طرفین میں لڑائی کے لیے کافی جوش اور اظہار شجاعت کا کافی شوق ہے' یہ ہفتہ اسلام کے لیے بڑا ہی منحوس تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں پوری تیزی کے ساتھ مسلمانوں کی گردنیں کاٹ رہی تھیں' اور دشمنانِ اسلام اطمینان کے ساتھ مصروف تماشا تھے' لیکن اس ہفتہ سے بھی زیادہ منحوس دو دن اور آنے والے تھے۔

جنگ صفین کے آخری دو دن

پورے ایک ہفتہ کی سخت زور آزمائیوں کے بعد ۸ صفر ۳۷ ھ کو جمعرات کے روز دونوں لشکر آخری اور فیصلہ کن معرکہ آرائی کے لیے تیار ہو گئے' چہار شنبہ و پنجشنبہ کی درمیانی شب دونوں نے فیصلہ کن جنگ کی تیاریوں میں بسر کی' جمعرات کے دن نماز فجر کے وقت بعد از نماز فجر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے پورے لشکر کو لے کر شامیوں پر حملہ کیا' اس حملہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ قلب لشکر میں تھے جہاں کوفہ و بصرہ کے شرفاء اور اہل مدینہ جن میں اکثر انصار اور کمتر بنو خزاعہ و بنو کنانہ شامل تھے' میمنہ کی سرداری سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن بدیل بن ورقاء خزاعی کو سپرد کی تھی اور میسرہ سیدنا عبداللہ کے سپرد کیا تھا' ہر ایک قبیلہ کے لیے جگہ اور مقام مقرر کر دیا گیا تھا' ہر ایک قبیلہ کا الگ الگ جھنڈا اور الگ الگ افسر تھا' سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو آج رجز خوانوں اور قاریوں کا انتظام سپرد تھا' قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن یزید بھی رجز خوانوں کی افسری پر مامور تھے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خیمہ میں بیٹھ کر لوگوں سے موت پر بیعت لی تھی' ان کے لشکر میں حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ میسرہ کے اور عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میمنہ کے افسر تھے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کا میمنہ اول آگے بڑھا' اور عبداللہ بن بدیل خزاعی نے اپنی ماتحت فوج یعنی میمنہ کو لے کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے میسرہ یعنی حبیب بن مسلمہ پر حملہ کیا' یہ حملہ اگرچہ نہایت سخت اور نقصان رساں تھا' لیکن اس کا نتیجہ لشکر شام کے لیے اچھا نکلا' حبیب بن مسلمہ کی رکابی فوج کو عبداللہ بن بدیل دباتے اور پیچھے ہٹاتے ہوئے اس مقام تک لے گئے جہاں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر موت کے لیے بیعت کی گئی تھی' اپنے میمنہ کی اس نازک حالت کو دیکھ کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو ان کے گرد تھے حملہ کا حکم دیا' ان لوگوں کا حملہ ایسا زبردست تھا کہ عبداللہ بن بدیل صرف ڈھائی سو آدمیوں کے ساتھ رہ گئے' باقی تمام عراقی پسپا اور فرار ہو کر اس مقام تک پہنچ گئے جہاں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کھڑے تھے' اپنے میمنہ کی ایسی ابتر حالت دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف کو اہل مدینہ کا افسر بنا کر عبداللہ بن بدیل کی حفاظت و اعانت کے لیے روانہ کیا' لیکن شامیوں سہیل بن حنیف کو عبداللہ بن بدیل تک نہ پہنچنے دیا' اور تھوڑی دیر کے بعد عبداللہ بن بدیل شامی لشکر کے ہاتھ سے معہ اپنے ہمراہیوں کے کام آئے۔

ادھر میمنہ کی یہ شکست سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف متوجہ کیے ہوتے تھے کہ ادھر ان کے میسرہ کو بھی شامیوں کے مقابلہ میں شکست ہوئی' میسرہ میں صرف ایک قبیلہ ربیعہ پامردی و استقلال کے ساتھ اپنی جگہ پر قائم رہا' باقی دستے فرار ہونے پر مجبور ہو گئے' اپنے میسرہ کو فرار ہوتے ہوئے دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تینوں بیٹوں حسن رضی اللہ عنہ' حسین رضی اللہ عنہ' محمد رضی اللہ عنہ کو اس طرف

روانہ کیا کہ قبیلہ ربیعہ کے بھی کہیں پاؤں نہ اکھڑ جائیں اور اشتر کو حکم دیا کہ میمنہ کے فراریوں سے جا کر یہ کہو کہ تم اس موت سے کہاں بھاگے جاتے ہو جس کو تم حیات کے ذریعہ مجبور نہ کرسکو گے' اشتر نے گھوڑا دوڑا کر میمنہ کے بھاگے ہوئے لوگوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ پیغام سنایا اور بلند آواز سے غیرت دلانے والے فقرے کہہ کر ان کو روکا اور اپنے ہمراہ لے کر لشکر شام کے مقابلہ پر مستعد کیا' ادھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ میسرہ کی حالت سنبھالنے کے لیے خود متوجہ ہوئے' قبیلہ ربیعہ نے جب دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود ہم میں شامل ہو کر تلوار چلا رہے ہیں تو ان کی ہمتوں میں اور بھی اضافہ ہوا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بذات خود لڑتا ہوا دیکھ کر ابوسفیان کا غلام احمران کی طرف جھپٹا' لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے غلام کیسان نامی نے آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا' دونوں میں تلوار چلنے لگی' بالآخر احمران کے ہاتھ سے کیسان مقتول ہوا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے خادم کو مقتول دیکھ کر احمران پر حملہ کیا اور جوش غضب میں اس کو اٹھا کر اس زور سے زمین پر دے مارا کہ اس کے دونوں ہاتھ بے کار ہو گئے' لشکر شام نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مصروف جنگ دیکھ کر ان پر حملہ کیا مگر اہل ربیعہ نے ان کے حملے کو روک لیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک انہیں نہ پہنچنے دیا۔

اشتر نے بھی ادھر میمنہ کی حالت کو سنبھال لیا اور لڑائی کا عنوان جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے بہت خطرناک ہو چکا تھا' کسی قدر درست ہوا' اور طرفین نے میدان میں جم کر تلواریں چلانی شروع کیں' عصر کے وقت تک برابر تلوار چلتی رہی' عصر کے قریب مالک اشتر نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے میسرہ کو دبا کر پیچھے ہٹایا' لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رکابی فوج نے جو مرنے پر بیعت کر چکی تھی اپنے میسرہ کو سہارا دیا' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے میمنہ کو دھکیل کر دور تک پیچھے ہٹا دیا۔ (میمنہ' میسرہ اور مقدمۃ الجیش جنگی فوج کی اصطلاحات ہیں۔ فوج کے اگلے حصے کو مقدمۃ الجیش' دائیں حصے کو میمنہ اور بائیں حصے کو میسرہ کہتے ہیں۔)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عبداللہ بن حصین جو عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے ہمراہیوں میں سے تھے رجز پڑھتے ہوئے آگے نکلے' مخالف سمت سے عقبہ بن حدیبہ نمیری نے بڑھ کر مقابلہ کیا' عقبہ کے مارے جانے پر شامیوں کی طرف سے سخت حملہ ہوا اور اہل عراق کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا' لیکن وہ اپنی جگہ پر قائم رہے۔

سیدنا علی کرم رضی اللہ عنہ میسرہ کی طرف سے میمنہ والوں کی ہمت بندھانے اور ان کو لڑائی کی ترغیب دینے کے لیے تشریف لائے' یہاں خوب جم کر نہایت زور وشور سے تلوار چل رہی تھی' ادہر ذوالکلاح حمیری اور عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے میسرہ پر اس شدت سے حملہ کیا کہ قبیلہ ربیعہ کا حکم بھی اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکا اور کشتوں کے پشتے لگ گئے' میسرہ کی اس تباہ حالت کو دیکھ کر عبدالقیس نے آگے بڑھ کر ربیعہ کو سنبھالا اور اہل شام کی پیش قدمی کو روکا' اس بروقت امداد سے میسرہ کی حالت پر سنبھل گئی' اور اتفاق کی بات کہ ذوالکلاح حمیری اور عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دونوں لڑائی میں کام آئے۔

غرض صبح سے شام تک میمنہ ومیسرہ سے بڑے زور وشور سے تلوار چلتی رہی مگر دونوں فوجوں کے قلب ابھی تک ہنگامہ کارزار کے شور وغل سے خالی اور خاموش تھے' آخر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو

شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہو اور اس کو مال واولاد کی طرف واپس جانے کی خواہش نہ ہو وہ میرے ساتھ آجائے وہ یہ کہتے ہوئے چلے اور ان کے ساتھ بہت سے لوگ مارنے اور مرنے پر مستعد ہو کر شامل ہو گئے' آخر وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے علمبردار بن عتبہ کے پاس پہنچے' وہ بھی علم لیے ہوئے ان کے ساتھ ہو لیے' عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اپنے فدائی گروہ کو لیے ہوئے لشکر شام کے قلب پر حملہ آور ہوئے' اب دن ختم ہو کر رات شروع ہو گئی تھی' عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا یہ حملہ نہایت سخت تھا جس کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے بڑی مشکل سے روکا' خوب تلوار چلی اور آخر کار سیدنا عمار رضی اللہ عنہ اسی لڑائی میں کام آئے۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے مارے جانے کی خبر جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو سخت صدمہ ہوا اور اس کے بعد لشکر اہل شام کا بھی ہر حصہ مصروف جنگ ہو گیا' تلواروں کی جھنکار اور نیزوں کی طعن وضرب' نیز رجز خوانوں کی آوازوں اور لڑنے والوں کی تکبیروں سے تمام عرصہ شب معمور رہا' یہ رات جمعہ کی رات تھی' لیلۃ الہریر کے نام سے مشہور ہے' اسی شب میں سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کبھی میمنہ میں ہوتے تھے' کبھی میسرہ میں نظر آتے اور کبھی لشکر میں شمشیر زنی کرتے ہوئے دیکھے جاتے' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ میسرہ کو سنبھالے ہوئے تھے اور اشتر نے میمنہ کو سنبھال رکھا تھا' اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور دوسرے سرداروں نے لشکر شام کو مصروف جنگ رکھا' ساری رات اسی جنگ و پیکار میں بسر ہو گئی' دن کے بعد رات بھی ختم ہو گئی' مگر لڑائی کے ختم ہونے کی کوئی صورت ظاہر نہ ہوئی' جمعہ کا دن شروع ہوا اور آفتاب افق مشرق سے طلوع ہوا' تو اس نے غروب ہوتے وقت دونوں لشکروں کو جس طرح مصروف قتال چھوڑا تھا اسی طرح مصروف قتال دیکھا۔

لیلۃ الہریر کی جنگ و پیکار میں ایک قابل تذکرہ واقعہ یہ بھی ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بارہ ہزار سواروں کا زبردست دستہ لیے ہوئے اس سرعت وقوت سے حملہ آور ہوئے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیمے تک پہنچ گئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر کہا' کہ مسلمانوں کو قتل کرانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے' آؤ ہم دونوں میدان میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں' ہم میں جو کامیاب ہو وہی خلیفہ ہو جائے گا' اس آواز کو سن کر عمرو بن العاص نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ بات تو معقول ہے آپ کو مقابلے کے لیے نکلنا چاہیے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس فیصلے کو تم اپنے لیے کیوں پسند نہیں کرتے' کیا تم کو معلوم نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر جو شخص میدان میں نکلتا ہے وہ جان بر نہیں ہوتا' پھر ہنس کر کہا کہ شاید تم مجھ کو اس لیے مقابلہ پر بھیجتے ہو کہ میں مارا جاؤں اور میرے بعد تم ملک شام کے مالک بن بیٹھو' غرض امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو کوئی جواب نہیں دیا گیا اور وہ اپنے لشکر کی طرف تشریف لے آئے۔

جمعہ کے دن بھی دوپہر تک بدستور لڑائی جاری رہی' اب تلوار چلتے ہوئے مسلسل تیس گھنٹے سے زیادہ مدت گذر چکی تھی' اس تیس گھنٹہ میں ستر ہزار کے قریب آدمی طرفین سے مارے جا چکے تھے' اسلام کی اتنی بڑی طاقت کا آپس میں لڑ کر ضائع ہونا سب سے بڑی مصیبت تھی جو اس تیس گھنٹہ کی منحوس مدت میں مسلمانوں پر وارد ہوئی' ستر ہزار ایسے بے نظیر بہادروں کو قتل کرا کر تو مسلمان نہ صرف اس زمانہ کی ساری دنیا

بلکہ ایسی ایسی کئی دنیاؤں کو فتح کر سکتے تھے۔

جب دو پہر ڈھل گئی تو مالک اشتر نے اپنے متعلقہ حصہ فوج کا چارج عیان بن ہوذہ کو سپرد کیا اور خود سواروں کی جمعیت کو ایک طرف لے جا کر اہل شام پر حملہ کرنے اور جان دینے کی ترغیب دی' سواروں نے اس بات کا اقرار کیا کہ ہم فتح حاصل کئے یا جان دئیے بغیر واپس نہ آئیں گے۔

سواروں کا ایک دستہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رکاب میں رہا اور بڑے حصے کو اشتر نے لے کر ایک مناسب سمت سے شامی لشکر پر حملہ کیا' لڑائی کا فیصلہ کرنے کے لیے یہ وقت بھی بہت ہی مناسب آ گیا تھا' کیونکہ اب تک کی لڑائی میں اگر چہ پہلے دن یعنی جمعرات کے روز شامی لشکر چیرہ دست اور غالب نظر آتا تھا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی حالت جمعرات کے دن شام تک ایسی خطرناک تھی جس سے گمان ہو سکتا تھا کہ شکست ان ہی کے حصے میں آئے گی' اور لشکر شام فتح مند ہو جائے گا' لیکن رات کے معرکہ میں شامیوں کے زیادہ آدمی مارے گئے' اور اب جمعہ کے دن دو پہر ڈھلے تک اگر چہ لڑائی کا نٹے کا تول برابر تلی ہوئی نظر آتی تھی' مگر شامیوں کے نصف سے زیادہ آدمی مارے جا چکے تھے اور ان کی تعداد اب بجائے اسی ہزار کے صرف ۳۵ ہزار کے باقی رہ گئی تھی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں اب تک بیس پچیس ہزار آدمی مارے گئے تھے' اور ان کی تعداد ساٹھ ہزار باقی تھی' یعنی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد اب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تعداد سے دگنی تھی۔

ایسی حالت میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے موقع تھا کہ وہ دشمن کو مصروف جنگ رکھتے ہوئے اپنی فوج کے ایک معقول حصے کو جدا کر کے مصروف و مشغول دشمن کے پہلو یا پشت پر ایک زبردست ضرب لگائیں کہ اس کا کام تمام ہو جائے اور لڑائی کا نتیجہ فتح کی شکل میں فوراً برآمد ہو جائے' چنانچہ مالک اشتر نے اپنے فدائی سواروں کے ساتھ ایک نہایت ہیبت ناک حملہ کیا یہ حملہ سواروں ہی کے ذریعہ ہونا چاہیے تھا کیونکہ جو فوج تیس یا بتیس گھنٹہ سے برابر مصروف جنگ تھی' اس کے سپاہیوں میں جسمانی طاقت بہت کچھ ضعف و تکان کے سبب مغلوب ہو چکی ہو گی' ایسے سپاہیوں کے حملے میں مرعوب کن شان کا پیدا کرنا آسان نہ تھا' لیکن گھوڑوں کو اب تک زیادہ کام نہ کرنا پڑا تھا' اور وہ پیدل سپاہیوں کی نسبت یقیناً تازہ دم تھے۔

اشتر نے برق و باد کی طرح حملہ کیا' صفوں کو ریلتا دھکیلتا اور روندتا ہوا شامیوں کے قلب لشکر تک پہنچ گیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب اشتر کو کامیاب حملہ کرتے اور اس کے علم کو دم بدم آگے بڑھتے ہوئے دیکھا تو ادھر سے اپنے رکابی سواروں کے کمکی دستے یکے بعد دیگرے پیہم بھیجنا شروع کئے' تا کہ اس حملہ کی ترقی کسی جگہ رکنے نہ پائے اور اشتر دم بدم زیادہ طاقت ور ہوتا جائے۔

اس تدبیر کا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا' شامی فوج کا علمبردار بھی اشتر کے ہاتھ سے مارا گیا' اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیموں کے سامنے کشت و خون ہونے لگا' اشتر کے حملہ آور ہونے کے وقت شدت جنگ کی وجہ سے دونوں فوجوں کا پھیلاؤ سمٹ چکا تھا' میمنہ اور میسرہ اپنے اپنے قلب کے ساتھ مل کر ایک ہو گئے تھے اور پوری تیزی سے ایک دوسرے کے قتل کرنے میں مصروف تھے' اگر میمنہ اور میسرہ پھیلے ہوئے ہوتے اور لڑائی کے مرکز ہوتے تو اشتر کا یہ حملہ کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ فوج کے ایک

حصے کا زور بآسانی دوسرے حصے کی جانب منتقل نہیں کیا جا سکتا تھا اور سپہ سالار اعظم کوئی نہ کوئی تدبیر نکال سکتا تھا' لیکن یہ حملہ ایسے صحیح موقع اور مناسب وقت پر کیا گیا تھا کہ شامی لشکر کی شکست میں کوئی کسر باقی نہ تھی۔

لشکر شام کے سردار حریف کو اپنے قلب میں چیرہ دست اور اپنے علمبردار کو مقتول دیکھ کر حواس باختہ ہو چکے تھے' ساری کی ساری طاقت اپنے مدمقابل سے زور آزمائی میں مصروف تھی' اور ان اچانک آپڑنے والے حملہ آوروں کی مدافعت کے لیے کوئی محفوظ طاقت باقی نہ تھی' ابھی تک شامیوں نے میدان جنگ سے منہ نہیں موڑا تھا' اور ابھی تک وہ کسی طرح شکست خوردہ نہیں کہے جا سکتے تھے' لیکن ان کے شکست پانے اور ہزیمت یافتہ ہونے میں اب گھنٹوں کی نہیں بلکہ منٹوں کی دیر تھی کہ سیدنا عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کی انگشت تدبیر کے ایک اشارے نے نتیجہ جنگ کو ادھر سے ادھر پلٹ دیا ادھر سے ادھر پھر گیا رخ ہوا کا!

خاتمہ جنگ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اشتر کے کامیاب حملہ کو دیکھ کر جس قدر مسرور و مطمئن تھے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسی قدر پریشان و حواس باختہ ہو رہے تھے' عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اب دیکھتے کیا ہو لوگوں کو حکم دو کہ وہ فوراً نیزوں پر قرآن مجید کو بلند کریں اور بلند آواز سے کہیں ھذا کتاب اللہ بیننا و بینکم (ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید موجود ہے) چنانچہ فوراً یہ حکم دیا گیا اور اہل شام نے نیزوں پر قرآن شریف کو بلند کر کے کہنا شروع کیا کہ ہم کو قرآن شریف کا فیصلہ منظور ہے' بعض حصوں سے آواز آتی تھی کہ مسلمانوں ہماری لڑائی دین کے لیے ہے آؤ قرآن کریم کے فیصلے کو منظور کر لیں اور لڑائی کو ختم کر دیں۔

بعض سمتوں سے آواز آتی تھی کہ مسلمانوں قرآن شریف کو حکم بنالو اگر لڑائی میں شامی لوگ تباہ ہو گئے تو رومیوں کے حملے کو کون روکے گا اور اہل عراق برباد ہو گئے' تو مشرقی حملہ آوروں کا کون مقابلہ کرے گا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر والوں نے جب قرآن مجید کو نیزوں پر بلند دیکھا تو لڑائی سے ہاتھ کھینچ لیا' سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے شامیوں کی یہ حرکت دیکھ کر کہا کہ اب تک تو لڑائی تھی لیکن اب فریب شروع ہو گیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سمجھایا کہ تم اس وقت کو تباہی نہ کرو' بہت جلد تم کو کامیابی حاصل ہو جائے گی' لوگ مسلسل لڑتے لڑتے تھک گئے تھے اور اس لڑائی کو جو مسلمانوں کے درمیان ہو رہی تھی مضر اسلام بھی سمجھتے تھے' اس لیے انہوں نے لڑائی کے بند کرنے اور صلح پر رضامند ہو جانے کی اس درخواست کو بہت ہی غنیمت سمجھا اور فوراً تلواریں میان میں رکھ لیں' اب تک دونوں لشکروں کی طاقت مقابلہ میں بالکل مساوی ثابت ہوتی رہی تھی اور فتح کا قریب ہونا جس طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور بعض تجربہ کار و باخبر سرداروں کو تو نظر آتا تھا' عام سپاہیوں اور لڑنے والوں کو اس کے سمجھنے کا موقع نہ ملا تھا' اس لیے بھی فوج کی غالب تعداد نے شامیوں کی اس خواہش کو بہت ہی غنیمت اور مناسب سمجھا' یہ رنگ دیکھ کر سبائی گروہ کے افراد کی بھی آنکھیں کھلیں' وہ فوراً میدان عمل میں نکل آئے' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو کر ان کو مجبور کرنا شروع کیا کہ آپ اشتر کو واپس بلالیں۔

اشتر اپنی کامیابی کو یقینی سمجھتا اور فتح و فیروزی کو پیش افتادہ دیکھتا تھا' اشتر کے واپس بلانے اور لڑائی بالکل بند کر دینے کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ عام لشکری آ آ کر شریک ہونے لگے' ادھر لوگوں نے لڑائی بند کر دی اور اشتر کے حملہ کو روکنے کے لیے شامی فوج فارغ ہو گئی'

ادھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں نے چاروں طرف سے گھیر کر یہاں تک گستاخانہ کلام کیا کہ اگر آپ اشتر کو واپسی کا حکم نہ دیں گے تو ہم آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے جو ہم نے عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہے' یہ خطرناک صورت دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اشتر کے پاس فوراً آدمی دوڑایا کہ یہاں فتنہ کا دروازہ کھل گیا ہے' جس قدر جلد ممکن ہو' اپنے آپ کو میرے پاس واپس پہنچاؤ' اشتر بادل ناخواستہ واپس آیا اور لڑائی کا ہنگامہ یک لخت بند ہو کر تمام میدان پر سکون و خاموشی طاری ہو گئی۔

اشتر کے واپس آنے پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے صورت واقعہ بیان کی' اشتر نے افسوس کیا اور کہا کہ اے اہل عراق جس وقت تم اہل شام پر غالب ہونے والے تھے اسی وقت ان کے دام فریب میں مبتلا ہو گئے' لوگوں میں یہاں تک لڑائی کے خلاف جوش پیدا ہو چکا تھا کہ انہوں نے اشتر پر حملہ کرنا چاہا' مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ڈانٹنے اور روکنے سے وہ رک گئے' اس کے بعد اشعث بن قیس نے آگے بڑھ کر عرض کیا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ لوگوں نے قرآن کو حکم تسلیم کر لیا اور لڑائی بند ہو گئی' اب اگر آپ اجازت دیں تو میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کا منشائے دلی معلوم کروں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی' وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور دریافت کیا کہ تم نے قرآن شریف کو کس غرض سے نیزوں پر بلند کیا تھا' انہوں نے جواب دیا ہم اور تم دونوں اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی طرف رجوع کریں ایک شخص کو ہم اپنی طرف سے منتخب کریں اور ایک کو تم اپنی طرف سے مقرر کر دو' ان دونوں سے حلف لیا جائے کہ وہ قرآن مجید کے موافق فیصلہ کریں گے' اس کے بعد وہ جو فیصلہ کریں' اس پر ہم تم دونوں راضی ہو جائیں۔

اشعث بن قیس یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آئے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو کچھ سنا تھا وہ سب بیان کر دیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جس قدر لوگ موجود تھے' یہ سن کر ان سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم اس بات پر راضی ہیں اور ایسے فیصلہ کو پسند کرتے ہیں۔

اس کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہل شام سے دریافت کیا گیا کہ تم اپنی طرف سے کس کو حکم منتخب کرتے ہو' انہوں نے کہا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو' اب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ ہماری طرف سے کون حکم مقرر کر دیا جائے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پسند کرتا ہوں' ان کے اہل مجلس نے کہا کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے رشتہ دار ہیں ہم ایسے شخص کو حکم مقرر کرنا چاہتے ہیں جس کا آپ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے یکساں تعلق ہو' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اچھا تم بتاؤ کس کو پسند کرتے ہو' لوگوں نے کہا کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بہت مناسب سمجھتے ہیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ثقہ نہیں سمجھتا' تم اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ کو میرا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے انتخاب نہیں کرتے ہو تو مالک اشتر کو مقرر کر دو وہ میرا رشتہ دار بھی نہیں ہے' لوگوں نے کہا کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی ہے' وہ صحابی ہیں' اور مالک اشتر اس شرف سے محروم ہے' لہٰذا ہم اس کو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ پر ہرگز ترجیح نہ دیں گے۔ آخر سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری رضی اللہ عنہ حکم تجویز ہو گئے۔

ابھی یہ مجلس برپا ہی تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سیدنا عمرو رضی اللہ عنہ اقرار نامہ لکھنے کے لیے آ گئے۔

قال ابن جرير، رحمه الله: ثم لم تزل الرسل تتردد بين على ومعاوية، والناس كافون عن القتال حتى انسلخ المحرم من هذه السنة، ولم يقع بينهم صلح، فأمر على بن أبي طالب مرثد بن الحارث الجشمى، فنادى أهل الشام عند غروب الشمس: ألا إن أمير المؤمنين يقول لكم: إنى قد استدمتكم لتراجعوا الحق، وأقمت عليكم الحجة فلم تجيبوا، وإنى قد أعذرت إليكم ونبذت إليكم على سواء، إن الله لا يحب الخائنين. ففزع أهل الشام إلى أمرائهم فأعلموهم بما سمعوا المنادى ينادى به، فنهض عند ذلك معاوية وعمرو، فعبيا الجيش ميمنة وميسرة، وبات على يعبى جيشه من ليلته، فجعل على خيل أهل الكوفة الأشتر النخعى، وعلى رجالتهم عمار بن ياسر، وعلى خيل أهل البصرة سهل بن حنيف، وعلى رجالتهم قيس بن سعد وهاشم بن عتبة، وعلى قرائهم مسعر بن فدكى التميمى، وتقدم على إلى الناس أن لا يبدأوا أحدا بقتال حتى يبدأهم ويعتدى عليهم، وأنه لا يذفف على جريح، ولا يتبع مدبر، ولا يكشف ستر امرأة ولا تهان وإن شتمت أمراء الناس وصلحاءهم. وبرز معاوية صبح تلك الليلة وقد جعل على الميمنة ابن ذى الكلاع الحميرى، وعلى الميسرة حبيب بن مسلمة الفهرى، وعلى المقدمة أبا الأعور السلمى، وعلى خيل دمشق عمرو بن العاص، وعلى رجالتهم الضحاك بن قيس.

ذكره ابن جرير

وروى ابن ديزيل، من طريق جابر الجعفى، عن أبي جعفر الباقر، وزيد بن الحسن بن على، وغيرهما، قالوا: لما بلغ معاوية مسير على إليه، سار معاوية نحو على واستعمل على مقدمته سفيان بن عمرو أبا الأعور السلمى، وعلى الساقة بسر بن أرطاة حتى توافوا جميعا بقناصرين إلى جانب صفين. وزاد ابن الكلبى فقال: جعل على المقدمة أبا الأعور السلمى، وعلى الساقة بسرا، وعلى الخيل عبيد الله بن عمر، ودفع اللواء إلى عبد الرحمن بن خالد بن الوليد، وجعل على الميمنة حبيب بن مسلمة، وعلى رجالتها يزيد بن زحر العنسى، وعلى الميسرة عبد الله بن عمرو بن العاص، وعلى رجالتها حابس بن سعد الطائى، وعلى خيل دمشق الضحاك بن قيس، وعلى رجالتهم يزيد بن لبيد بن كرز البجلى، وجعل على أهل حمص ذا الكلاع، وعلى أهل فلسطين مسلمة بن مخلد، وقام معاوية فى الناس خطيبا، فحمد الله وأثنى عليه، ثم قال: أيها الناس، والله ما أصبت الشام إلا بالطاعة، ولا أضبط حرب أهل العراق إلا بالصبر، ولا أكابد أهل الحجاز إلا باللطف، وقد تهيأتم وسرتم لتمنعوا الشام وتأخذوا العراق، وسار القوم ليمنعوا العراق ويأخذوا الشام ولعمرى ما للشام رجاء فى العراق ولا أموالها، ولا للعراق خبرة أهل الشام ولا بصائرها، مع أن للقوم أعدادهم، وليس بعدكم غيركم، فإن غلبتموهم فليس تغلبوهم إلا من أناتكم وصبركم، وإن غلبوكم غلبوا من بعدكم، والقوم لاقوكم بكيد أهل العراق، ورقة أهل اليمن، وبصائر أهل الحجاز، وقسوة أهل مصر، وإنما ينصر غدا من ينصر اليوم، فاستعينوا بالله واصبروا إن الله مع الصابرين. فلما بلغ عليا خطبة معاوية، قام فى أصحابه أيضا خطيبا وحضهم على الجهاد، ومدحهم بالصبر وشجعهم بكثرتهم بالنسبة إلى أهل الشام.

قال جابر الجعفی، عن أبی جعفر الباقر، وزید بن الحسن، وغیرهما قالوا :سار علی إلی الشام فی مائة وخمسین ألفا من أهل العراق، وأقبل معاویة فی نحو منهم من أهل الشام. وقال غیرهم :أقبل علی فی مائة ألف أو یزیدون، وأقبل معاویة فی مائة ألف وثلاثین ألفا. ذکر ذلك ابن دیزیل فی کتابه. وقد تعاقد جماعة من أهل الشام علی أن لا یفروا، فعقلوا أنفسهم بالعمائم، وکان هؤلاء خمسة صفوف، ومعهم ستة صفوف آخرین، وکذلك أهل العراق کانوا أحد عشر صفا أیضا، فتواقفوا علی هذه الصفة أول یوم من صفر، وکان ذلك یوم الأربعاء، وکان أمیر الحرب یومئذ للعراقیین الأشتر النخعی، وأمیر الحرب یومئذ للشامیین حبیب بن مسلمة. فاقتتلوا ذلك الیوم قتالا شدیدا، ثم تراجعوا من آخر یومهم، وقد انتصف بعضهم من بعض، وتکافئوا فی القتال، ثم أصبحوا من الغد یوم الخمیس وأمیر حرب أهل العراق هاشم بن عتبة، وأمیر الشامیین یومئذ أبو الأعور السلمی، فاقتتلوا قتالا شدیدا ; تحمل الخیل علی الخیل، والرجال علی الرجال، ثم تراجعوا من آخر یومهم، وقد صبر کل من الفریقین للآخر وتکافئوا، ثم خرج فی الیوم الثالث -وهو یوم الجمعة- عمار بن یاسر من ناحیة أهل العراق، وخرج إلیه عمرو بن العاص فی الشامیین فاقتتل الناس قتالا شدیدا، وحمل عمار علی عمرو بن العاص، فأزاله عن موقفه، وبارز زیاد بن النضر الحارثی -وکان علی الخیالة یومئذ- رجلا، فلما تواقفا تعارفا فإذا هما أخوان من أم، فانصرف کل واحد منهما إلی قومه، وترك صاحبه، وتراجع الناس من العشی، وقد صبر کل فریق لصاحبه، وخرج فی الیوم الرابع -وهو یوم السبت- محمد بن علی، وهو ابن الحنفیة، ومعه جمع عظیم، فخرج إلیه فی جحفل کثیر من جهة الشامیین عبید الله بن عمر، فاقتتل الناس قتالا شدیدا، وبرز عبید الله بن عمر، فطلب من ابن الحنفیة أن یبرز إلیه، فبرز إلیه، فلما کادا أن یقتربا قال علی :من المبارز؟ قالوا :محمد ابنك وعبید الله بن عمر. فیقال :إن علیا حرك دابته وأمر ابنه أن یتوقف، وتقدم علی إلی عبید الله فقال له :تقدم إلی. فقال عبید الله :لا حاجة لی فی مبارزتك. فقال :بلی. فقال :لا. فرجع عنه علی وتحاجز الناس یومهم ذلك، ثم خرج فی الیوم الخامس -وهو یوم الأحد- فی العراقیین عبد الله بن عباس، وفی الشامیین الولید بن عقبة، فاقتتل الناس قتالا شدیدا وجعل الولید ینال من ابن عباس -فیما ذکره أبو مخنف- ویقول :قتلتم خلیفتکم ولم تنالوا ما طلبتم، ووالله إن الله ناصرنا علیکم. فقال له ابن عباس :فابرز إلی. فأبی علیه. ویقال: إن ابن عباس قاتل یومئذ قتالا شدیدا بنفسه، رضی الله عنه، ثم خرج فی الیوم السادس -وهو یوم الاثنین- من جهة علی علی العراقیین قیس بن سعد بن عبادة، ومن جهة أهل الشام ابن ذی الکلاع، فاقتتلوا قتالا شدیدا أیضا، وتصابروا ثم تراجعوا، ثم خرج الأشتر النخعی فی الیوم السابع -وهو یوم الثلاثاء- من جهة علی، وخرج إلیه قرنه من جهة معاویة، وهو حبیب بن مسلمة، فاقتتلوا قتالا شدیدا أیضا، ولم یغلب أحد أحدا فی هذه الأیام کلها.

ثم تقدم علی وهو فی القلب فی أهل المدینة وعلی میمنته یومئذ عبد الله بن بدیل، وعلی المیسرة عبد الله بن

عباس، وعلى القراء عمار بن ياسر وقيس بن سعد، والناس على راياتهم، فزحف بهم إلى القوم. وأقبل معاوية - وقد بايعه أهل الشام على الموت - فتواقف الناس في موطن مهول وأمر عظيم، وحمل عبد الله بن بديل أمير ميمنة علي على ميسرة أهل الشام وعليها حبيب بن مسلمة، فاضطره حتى ألجأه إلى القلب، وفيه معاوية، وقام عبد الله بن بديل في الناس خطيبا، فحرضهم على القتال، وقام كل أمير في أصحابه يحرضهم على القتال، ويحثهم على الصبر والثبات والجهاد، ويتلو عليهم آيات القتال، وحرض أمير المؤمنين على الناس على الثبات والصبر، وحثهم على قتال أهل الشام وتلا عليهم آيات القتال من أماكن متفرقة من القرآن؛ فمن ذلك قوله تعالى: {إن الله يحب الذين يقاتلون في سبيله صفا كأنهم بنيان مرصوص} [الصف: 4]. ثم قال: قدموا المدارع وأخروا الحاسر وعضوا على الأضراس، فإنه أنبى للسيوف عن الهام، والتووا في أطراف الرماح، فإنه أصون للأسنة، وغضوا الأبصار فإنه أربط للجأش وأسكن للقلب، وأميتوا الأصوات فإنه أطرد للفشل، وأولى بالوقار، راياتكم لا تميلوها ولا تزيلوها ولا تجعلوها إلا بأيدي شجعانكم. وقد ذكر علماء التاريخ وغيرهم أن عليا، رضي الله عنه، بارز في يوم صفين وقاتل وقتل خلقا، حتى ذكر بعضهم أنه قتل خمسمائة، فمن ذلك أن كريب بن الصباح قتل أربعة من أهل العراق مبارزة، ثم وضعهم تحت قدميه ونادى: هل من مبارز؟ فبرز إليه علي فتجاولا ساعة ثم ضربه علي فقتله، ثم قال علي: هل من مبارز؟ فبرز إليه الحارث بن وداعة الحميري فقتله، ثم برز إليه رود بن الحارث الكلاعي فقتله، ثم برز إليه المطاع بن المطلب القيني فقتله. ثم تلا علي قوله تعالى: {والحرمات قصاص} [البقرة: 194] ثم نادى: ويحك يا معاوية! ابرز إلي ولا تفن العرب بيني وبينك. فقال له عمرو يا معاوية اغتنمه فإنه قد أثخن بقتل هؤلاء الأربعة. فقال له معاوية: والله لقد علمت أن عليا لم يقهر قط، وإنما أردت قتلي لتصيب الخلافة من بعدي، اذهب إليك! فليس مثلي يخدع.

وذكروا أن عليا حمل على عمرو بن العاص يوما فضربه بالرمح، فألقاه إلى الأرض فبدت سوءته فرجع علي عنه، فقال له أصحابه: مالك يا أمير المؤمنين رجعت عنه؟ فقال: أتدرون من هو؟ قالوا: لا. قال: هو عمرو بن العاص، وإنه تلقاني بسوءته فذكرني بالرحم فرجعت عنه. فلما رجع عمرو إلى معاوية قال له: احمد الله، واحمد استك.

وقال إبراهيم بن الحسين بن ديزيل: ثنا يحيى بن نصر، ثنا عمرو بن شمر، عن جابر الجعفي، عن نمير الأنصاري قال: والله لكأني أسمع عليا وهو يقول لأصحابه يوم صفين، أما تخافون مقت الله حتى متى. ثم انفتل إلى القبلة يدعو ثم قال: والله ما سمعنا برئيس أصاب بيده من القتل ما أصاب علي يومئذ، إنه قتل فيما ذكر العادون زيادة على خمسمائة رجل يخرج فيضرب بالسيف حتى ينحني، ثم يجيء فيقول: معذرة إلى الله وإليكم، والله لقد هممت أن أقلعه ولكن يحجزني عنه أني سمعت رسول الله، صلى الله عليه وسلم، يقول» :لا سيف إلا ذو الفقار ولا فتى إلا علي« قال: فيأخذه فيصلحه ثم يرجع به. وهذا إسناد ضعيف وحديث منكر.

وحدثنا يحيى، ثنا ابن وهب، أخبرني الليث، عن يزيد بن حبيب أنه أخبره من حضر صفين مع علي ومعاوية، قال ابن وهب، وأخبرني ابن لهيعة، عن يزيد بن أبي حبيب، عن ربيعة بن لقيط قال: شهدنا صفين مع علي ومعاوية، قال: فمطرت السماء علينا دما عبيطا. قال الليث في حديثه: حتى أن كانوا ليأخذونه بالصحاف والآنية. قال ابن لهيعة فتمتلئ ونهريقها.

ذكر ابن جرير، من طريق أبي مخنف: حدثني مالك بن أعين الجهني، عن زيد بن وهب الجهني أن عمارا قال يومئذ: أين من يبتغي رضوان الله ولا يلوي إلى مال ولا ولد؟ قال: فأتته عصابة من الناس فقال: أيها الناس، اقصدوا بنا نحو هؤلاء القوم الذين يبتغون دم عثمان ويزعمون أنه قتل مظلوما، والله ما قصدهم الأخذ بدمه ولا القيام بثأره، ولكن القوم ذاقوا الدنيا فاستحلوها واستمرءوها، وعلموا أن الحق إذا لزمهم حال بينهم وبين ما يتمرغون فيه من دنياهم وشهواتهم، ولم يكن للقوم سابقة في الإسلام يستحقون بها طاعة الناس لهم والولاية عليهم، ولا تمكنت من قلوبهم خشية الله التي تمنع من تمكنت من قلبه عن نيل الشهوات، وتعقله عن إرادة الدنيا وطلب العلو فيها، وتحمله على اتباع الحق والميل إلى أهله، فخدعوا أتباعهم بقولهم: إمامنا قتل مظلوما. ليكونوا بذلك جبابرة ملوكا، وتلك مكيدة بلغوا بها ما ترون، ولولا هي ما تبعهم من الناس رجلان، ولكانوا أذل وأخس وأقل، ولكن قول الباطل له حلاوة في أسماع الغافلين، فسيروا إلى الله سيرا جميلا، واذكروه ذكرا كثيرا.

عمر فلامهما وانتهرهما ووعظهما، وذكروا من كلامه لهما ما فيه غلظة. فالله أعلم.

وقال الإمام أحمد: حدثنا محمد بن جعفر، ثنا شعبة، عن عمرو بن مرة، سمعت عبد الله بن سلمة يقول: رأيت عمارا يوم صفين شيخا كبيرا آدم طوالا، آخذ الحربة بيده ويده ترعد، فقال: والذي نفسي بيده لقد قاتلت بهذه الراية مع رسول الله، صلى الله عليه وسلم، ثلاث مرات، وهذه الرابعة، والذي نفسي بيده لو ضربونا حتى يبلغوا بنا شعفات هجر، لعرفت أن مصلحينا على الحق وأنهم على الضلالة.

وقال الإمام أحمد: حدثنا محمد بن جعفر، ثنا شعبة وحجاج، حدثني شعبة: سمعت قتادة يحدث عن أبي نضرة، قال حجاج: سمعت أبا نضرة، عن قيس بن عباد، قال: قلت لعمار: أرأيت قتالكم رأيا رأيتموه، فإن الرأي يخطئ ويصيب، أو عهدا عهده إليكم رسول الله، صلى الله عليه وسلم؟ فقال: ما عهد إلينا رسول الله، صلى الله عليه وسلم، شيئا لم يعهده إلى الناس كافة.

وقد رواه مسلم من حديث شعبة، وله تمام عن عمار، عن حذيفة في المنافقين.

وهذا كما ثبت في "الصحيحين" وغيرهما، عن جماعة من التابعين؛ منهم الحارث بن سويد، وقيس بن عباد، وأبو جحيفة وهب بن عبد الله السوائي، ويزيد بن شريك، وأبو حسان الأجرد، وغيرهم أن كلا منهم قال: قلت لعلي: هل عندكم شيء عهده إليكم رسول الله، صلى الله عليه وسلم، لم يعهده إلى الناس؟ فقال: لا والذي

فلق الحبة وبرأ النسمة، إلا فهما يؤتيه الله عبدا في القرآن، وما في هذه الصحيفة. قلت: وما في هذه الصحيفة؟ فإذا فيها العقل وفكاك الأسير، وأن لا يقتل مسلم بكافر، وأن المدينة حرم ما بين عير إلى ثور.

واستمر القتال في هذه الليلة كلها لا يمكن أحدهما الفرار من الآخر، فإنا لله وإنا إليه راجعون، ولم يزل ذلك دأبهم حتى أصبح الناس من يوم الجمعة وهم كذلك، وصلى الناس الصبح إيماء وهم في القتال حتى تضاحى النهار وأقبل النصر، وتوجه النصر لأهل العراق على أهل الشام؛ وذلك أن الأشتر النخعي صارت إليه إمرة الميمنة - وكان من الشجعان الأبطال الذين يعرفون الحروب ولا يهابون القتل - فحمل بمن فيها على أهل الشام، وتبعه علي فانفضت غالب صفوف أهل الشام، ولم يبق إلا الهزيمة والكسرة والفرار.

فعند ذلك رفع أهل الشام المصاحف فوق الرماح، وقالوا: هذا بيننا وبينكم، قد فني الناس فمن للثغور؟ ومن لجهاد المشركين والكفار؟

وذكر ابن جرير وغيره من أهل التاريخ أن الذي أشار برفع المصاحف هو عمرو بن العاص، وذلك لما رأى أن أهل العراق قد ظهروا وانتصروا، أحب أن ينفصل الحال، وأن يتأخر الأمر، فإن كلا من الفريقين صابر للآخر، والناس يتفانون، فقال لمعاوية: إني قد رأيت أمرا لا يزيدنا إلا اجتماعا، ولا يزيد أهل العراق إلا تفرقا واختلافا، أرى أن نرفع المصاحف وندعوهم إليها، فإن أجابوا كلهم إلى ذلك برد القتال هذه الساعة، وإن اختلفوا فيما بينهم - بأن يقول بعضهم: نجيبهم. وبعضهم: لا نجيبهم. فشلوا وذهبت ريحهم.

وقال الإمام أحمد: حدثنا يعلى بن عبيد، عن عبد العزيز بن سياه، عن حبيب بن أبي ثابت، قال: أتيت أبا وائل في مسجد أهله أسأله عن هؤلاء القوم الذين قتلهم علي بالنهروان، فيم استجابوا له وفيم فارقوه، وفيم استحل قتالهم؟ فقال: كنا بصفين، فلما استحر القتل بأهل الشام اعتصموا بتل، فقال عمرو بن العاص لمعاوية: أرسل إلى علي بمصحف فادعه إلى كتاب الله فإنه لن يأبى عليك. فجاء به رجل فقال: بيننا وبينكم كتاب الله {ألم تر إلى الذين أوتوا نصيبا من الكتاب يدعون إلى كتاب الله ليحكم بينهم ثم يتولى فريق منهم وهم معرضون} [آل عمران 23:] فقال علي: نعم، أنا أولى بذلك، بيننا وبينكم كتاب الله. قال فجاءته الخوارج - ونحن ندعوهم يومئذ القراء - وسيوفهم على عواتقهم، فقالوا: يا أمير المؤمنين ما تنتظر بهؤلاء القوم الذين على التل، ألا نمشي إليهم بسيوفنا حتى يحكم الله بيننا وبينهم؟ فتكلم سهل بن حنيف، فقال: يا أيها الناس اتهموا أنفسكم، فلقد رأيتنا يوم الحديبية - يوم الصلح الذي كان بين رسول الله، صلى الله عليه وسلم، وبين المشركين - ولو نرى قتالا لقاتلنا، فجاء عمر إلى رسول الله، صلى الله عليه وسلم، فقال: يا رسول الله ألسنا على الحق وهم على باطل؟ وذكر تمام الحديث كما تقدم في موضعه.

فلما رفعت المصاحف، قال أهل العراق: نجيب إلى كتاب الله وننيب إليه. قال أبو مخنف: حدثني عبد الرحمن بن جندب الأزدي، عن أبيه أن عليا قال: عباد الله، امضوا إلى حقكم وصدقكم وقتال عدوكم؛ فإن معاوية

وعمرو بن العاص وابن أبي معيط وحبيب بن مسلمة وابن أبي سرح والضحاك بن قيس، ليسوا بأصحاب دين ولا قرآن، أنا أعرف بهم منكم، وقد صحبتهم أطفالا، وصحبتهم رجالا، فكانوا شر أطفال، وشر رجال، ويحكم! والله إنهم ما رفعوها رفع من يقرأها ويعمل بما فيها وإنما رفعوها خديعة ودهاء ومكيدة ومكرا وتخذيلا لكم، وكسرا لحدتكم وقتالكم، ولم يبق إلا هزيمتهم وفرارهم ونصركم عليهم. فقالوا له: ما يسعنا أن ندعى إلى كتاب الله فنأبى أن نقبله ونجيب إليه. فقال لهم: إني إنما أقاتلهم ليدينوا بحكم الكتاب; فإنهم قد عصوا الله فيما أمرهم به، وتركوا عهده، ونبذوا كتابه. فقال له مسعر بن فدكي التميمي، وزيد بن حصن الطائي ثم السنبسي في عصابة معهما من القراء الذين صاروا بعد ذلك خوارج: يا علي أجب إلى كتاب الله إذ دعيت إليه وإلا دفعناك برمتك إلى القوم. أو نفعل بك ما فعلنا بابن عفان، إنه لما ترك العمل بكتاب الله قتلناه، والله لتفعلنها أو لنفعلنها بك. قال: فاحفظوا عني نهيي إياكم واحفظوا مقالتكم لي، أما أنا فإن تطيعوني فقاتلوا، وإن تعصوني فاصنعوا ما بدا لكم. قالوا: فابعث إلى الأشتر فليأتك ويكف عن القتال. فبعث إليه علي ليكف عن القتال.

»البدایۃ والنہایۃ« (10 / 519):

اقرارنامہ کی تحریر اور میدان جنگ سے واپسی

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی کی خدمت میں حاضر ہو کر اقرار نامہ تحریر کرنے کے لیے عرض کیا' چنانچہ اسی وقت مندرجہ ذیل اقرارنامہ لکھا گیا۔

یہ اقرارنامہ ہے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان۔

علی بن ابی طالب نے اہل کوفہ اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک منصف یا پنچ مقرر کیا ہے' اور اسی طرح معاویہ ابن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے اہل شام اور ان تمام لوگوں کی طرف سے جو ان کے ساتھ ہیں ایک پنچ مقرر کر دیا ہے' ہم اللہ تعالیٰ تعالی کی کتاب اور اس کے حکم کو قاضی قرار دے کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حکم اللہ تعالیٰ اور کتاب اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کو دخل نہ دیں گے' ہم الحمد سے لے کر والناس تک تمام قرآن شریف کو مانتے اور وعدہ کرتے ہیں کہ قرآن شریف جن کاموں کے کرنے کا حکم دے گا اس کی تعمیل کریں گے' اور جن سے منع کرے گا ان سے رک جائیں گے' دونوں پنچ جو مقرر ہوئے ہیں' ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ ہیں' یہ دونوں جو کچھ کتاب اللہ میں پائیں گے اسی کے موافق فیصلہ کریں گے اور اگر کتاب اللہ میں نہ پائیں گے تو سنت عادلہ جامعہ غیر مختلف فیہا پر عمل کریں گے۔

اس کے بعد حکمین یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اقرار لیا گیا کہ ہم خدائے تعالیٰ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق صحیح فیصلہ کریں گے اور امت مرحومہ کو جنگ و فساد اور تفرقہ میں مبتلا نہ کریں گے' اس کے بعد رمضان تک یعنی چھ مہینے کی مہلت حکمین کو دی گئی کہ اس مدت کے اندر اندر ان کو اختیار ہے کہ جب چاہیں فریقین کو اطلاع دے

کر مقام اذرح متصل دومۃ الجندل، جو دمشق و کوفہ کے درمیان دونوں شہروں کے برابر فاصلہ پر ہے، آ کر اپنا فیصلہ سنا دیں اور اس عرصہ میں زیر بحث مسئلہ کے متعلق اپنی تحقیقات کو مکمل اور اپنے خیالات کو مجتمع کر لیں، یہ بھی تجویز ہوا کہ جب کوفہ سے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور دمشق سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مقام اذرح کی طرف فیصلہ سنانے کے لیے روانہ ہوں تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ چار سو آدمی اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عمرو بن العاص کے ہمراہ چار سو آدمی روانہ کریں، یہ آٹھ سو آدمی تمام مسلمانوں کے قائم مقام سمجھے جائیں گے جن کو حکمین اپنا فیصلہ سنا دیں گے۔

ان مذکورہ باتوں کے طے ہو جانے کے بعد قرارداد کے موافق سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام لشکر سے اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام لشکر سے اس بات کا اقرار لیا کہ فیصلہ سنانے کے بعد حکمین کے جان و مال اور اہل و عیال سب محفوظ اور امن میں ہوں گے، دونوں لشکروں نے بخوشی اس کا اقرار کیا، اس کے بعد اقرار نامہ کی دو نقلیں تیار کی گئیں، ان پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اشعث بن قیس، سعد بن قیس ہمدانی، ورقاء بن سمی، عبداللہ ابن فحل عجلی، حجر بن عدی کندی، عبداللہ بن الطفیل عامری، عقبہ بن زیاد حضرمی، یزید بن تحجفہ تمیمی اور مالک بن کعب ہمدانی نے بطور گواہ اور ضامن کے دستخط کئے۔

اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ابوالاعور سلمی، حبیب بن مسلمہ، وائل ابن علقمہ عدوی، حمزہ بن مالک ہمدانی، عبدالرحمن بن خالد مخزومی، سبیع بن یزید انصاری، عتبہ بن ابوسفیان، یزید بن الحر عبسی کے دستخط ہوئے۔

جب دونوں نقلیں مکمل ہو گئیں، تو ایک ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دی گئی اور دوسری عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جن لوگوں نے بطور ضامن دستخط کئے ان میں سے مالک اشتر سے دستخط کے لیے کہا گیا، لیکن اس نے دستخط کرنے سے صاف انکار کیا، اشعث بن قیس نے اصرار کیا تو دونوں میں سخت کلامی تک نوبت پہنچی مگر کوئی فساد نہ ہونے پایا۔

اقرار نامہ کے مکمل اور دوسری متعلقہ باتوں کے طے ہونے میں چار دن صرف ہو گئے، ۱۳ ماہ صفر کو اقرار نامے حکمین کے سپرد کئے گئے، اور دونوں لشکر میدان صفین سے سفر کی تیاری کر کے کوفہ اور دمشق کی جانب روانہ ہوئے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوچ و مقام کرتے ہوئے بخیرت دمشق پہنچ گئے، لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے اسی وقت سے ایک اور نئے فتنے کا دروازہ کھل گیا۔

«وکتب الکتاب: هذا ما تقاضى عليه على بن أبي طالب، ومعاوية بن أبي سفيان، قاضى على على أهل الكوفة ومن معهم، وقاضى معاوية على أهل الشام ومن معهم، إننا ننزل عند حكم الله وكتابه، وأن لا يجمع بيننا غيره، وأن كتاب الله بيننا من فاتحته إلى خاتمته، نحيي ما أحيا ونميت ما أمات، فما وجد الحكمان في كتاب الله، وهما أبو موسى عبد الله بن قيس، وعمرو بن العاص، عملا به، وما لم يجداه في كتاب الله فالسنة العادلة الجامعة غير المفرقة. وأخذ الحكمان من على ومعاوية ومن الجندين من العهود والمواثيق أنهما آمنان على أنفسهما وأهليهما، والأمة لهما أنصار على الذي يتقاضيان عليه، وعلى عبد الله بن قيس وعمرو بن العاص عهد الله وميثاقه أن يحكما بين هذه الأمة لا يرداها في حرب ولا فرقة حتى يعصيا، وأجل القضاء إلى رمضان، وإن أحبا

أن يؤخرا ذلك أخراه، وإن مكان قضيتهما مكان عدل بين أهل الكوفة وأهل الشام.

وشهد الأشعث بن قيس، وسعيد بن قيس الهمداني، ووقاء بن سمي البجلي، وعبد الله بن محل العجلي، وحجر بن عدي الكندي، وعبد الله بن الطفيل العامري، وعقبة بن زياد الحضرمي، ويزيد بن حجية التيمي، ومالك بن كعب الهمداني، (ومن أصحاب معاوية أبو الأعور السلمي، وحبيب بن مسلمة، وزمل بن عمرو العذري، وحمرة بن مالك الهمداني، وعبد الرحمن بن خالد المخزومي، وسبيع بن يزيد الأنصاري)، وعتبة بن أبي سفيان، (ويزيد بن الحر العبسي)».

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/671):

فتنہ خوارج

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب ۱۳ ماہ صفر ۳۷ھ کو میدان صفین سے کوفہ کی طرف واپسی کا قصد کیا تو کچھ لوگ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ آپ واپسی کا ارادہ فسخ کر دیں اور شامیوں پر حملہ آور ہوں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا' کہ میں اقرار نامہ لکھنے کے بعد کیسے بدعہدی کر سکتا ہوں' اب ہم کو ماہ رمضان تک انتظار کرنا اور صلح کے بعد جنگ کا خیال بھی دل میں نہیں لانا چاہیے' یہ سن کر وہ لوگ آپ کے پاس سے چلے گئے' لیکن الگ ہو کر اپنے ہم خیال لوگوں کو ترغیب دی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے جدا ہو کر اپنی راہ الگ اختیار کرنی چاہیے' چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب لشکر کوفہ لے کر روانہ ہوئے تو راستہ بھر لشکر علی رضی اللہ عنہ میں ایک ہنگامہ اور تو تو میں برپا تھی' کوئی کہتا تھا کہ پنچایت کا مقرر کرنا اچھا ہوا' کوئی کہتا تھا برا ہوا' کوئی کہتا تھا اس معاملہ میں پنچایت کا مقرر ہونا شرعاً جائز ہے' کوئی کہتا جائز نہیں ہے' کوئی جواب دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے زوجین کے معاملہ میں حکمین کے تقرر کا حکم دیا ہے' کوئی کہتا تھا کہ اس معاملہ کو زوجین کے معاملہ سے تشبیہ دینا غلطی ہے' یہ معاملہ ہم کو خود اپنی قوت بازو سے طے کرنا چاہیے تھا۔

کبھی کوئی اعتراض کرتا تھا کہ حکمین کا عادل ہونا ضروری ہے' اگر وہ عادل نہیں ہیں تو پھر ان کو حکم کیوں تسلیم کیا' پھر کوئی کہتا تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ ملتوی کرنے اور اشتر کے واپس بلانے کا جو حکم دیا وہ ناجائز تھا' اس کو ہرگز نہیں ماننا چاہیے تھا' اس کے جواب میں دوسرا کہتا تھا کہ ہم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے' ان کا ہر ایک حکم ماننا ہمارا فرض ہے' یہ سن کر فوراً تیسرا بول اٹھتا تھا کہ ہم ہرگز کوئی ان کا نامناسب حکم نہ مانیں گے' ہم مختار ہیں' عقل وفہم رکھتے ہیں' کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ہمارے لیے کافی ہے' اس کے سوا ہم اور کسی کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر نہیں رکھتے' یہ سن کر کچھ لوگ کہنے لگتے تھے کہ ہم ہر حالت میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں اور ان کی اطاعت کو فرض اور عین شریعت سمجھتے اور ان کی نافرمانی کو کفر جانتے ہیں' یہ باتیں بڑھتے بڑھتے یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہر منزل پر آپس میں گالی گلوج اور مار پیٹ تک نوبت پہنچ جاتی تھی۔

لشکر کی اس ابتر حالت کو اصلاح پر لانے اور لوگوں کو سمجھانے کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہر چند کوشش فرماتے تھے' لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کوششیں حسب منشاء نتائج پیدا نہ کر سکیں' وہ لشکر جو کوفہ سے صفین سے جاتے ہوئے بالکل متفق اور یک دل نظر آتا تھا اب صفین سے

کوفہ کو واپس ہوتے ہوئے اس کی عجیب وغریب حالت تھی‘ تشتت و افتراق کا اس میں ایک طوفان موجزن تھا‘ اور اختلاف آراء نے اختلاف وعداوت کی شکل اختیار کر کے فوج کے ضبط ونظام کو بالکل درہم برہم کر دیا تھا‘ بیسوں گروہ تھے‘ جو بالکل الگ الگ خیالات وعقائد کا اظہار کر رہے تھے اور ایک دوسرے کو برا کہنے‘ طعن وتشنیع کرنے‘ چابک رسید کر دینے اور شمشیر وخنجر کی زبان سے جواب دینے میں بھی تامل نہ کرتے تھے۔

لیکن ان میں دو گروہ زیادہ اہمیت رکھتے اور اپنی تعداد اور جوش وخروش کے اعتبار سے خصوصی طور پر قابل توجہ تھے‘ ایک وہ جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ملزم ٹھہراتے اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کو مطلق ضروری نہیں سمجھتے تھے‘ اور دوسرے وہ جو پہلے گروہ کی ضد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معصوم عن الخطاء کہتے اور ان کی اطاعت وفرماں برداری کو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری پر بھی ترجیح دینے کے لیے تیار تھے‘ پہلا گروہ خوارج اور دوسرا شیعان علی رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہوا‘ لطف کی بات یہ ہے کہ خوارج کے گروہ میں وہی لوگ امام اور لیڈر تھے جنہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا تھا اور کہا تھا کہ جلد اشتر کو واپس بلائیے اور لڑائی کو ختم کیجئے ورنہ ہم آپ کے ساتھ وہی سلوک کریں گے جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا‘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو بار بار یاد دلاتے تھے کہ تم ہی لوگوں نے میرے منشاء کے خلاف لڑائی کو بند کرایا اور صلح کو پسند کیا‘ اب تم ہی صلح کو ناپسند کرتے اور مجھ کو ملزم ٹھہراتے ہو‘ مگر ان کی اس بات کو کوئی نہیں سنتا تھا‘ آخر نوبت بایں جا رسید کہ کوفہ کے قریب پہنچ کر بارہ ہزار آدمی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جدا ہو کر مقام حروراء کی طرف چل دیئے۔

یہ خوارج کا گروہ تھا اس نے حروراء میں جا کر قیام کیا اور وہاں عبداللہ بن الکواء کو اپنی نمازوں کا امام شبث بن ربعی کو سپہ سالار مقرر کیا‘ یہ وہی شبث بن ربعی ہیں جن کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے میدان صفین کے زمانہ قیام میں دو مرتبہ سفارتی وفد میں شامل کر کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا اور دونوں مرتبہ ان ہی کی سخت کلامی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور دونوں سفارتیں صلح کی کوشش میں ناکام رہیں‘ اس گروہ نے حروراء میں اپنا نظام درست کر کے اعلان کر دیا کہ بیعت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے‘ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق نیک کاموں کے لیے حکم دینا‘ برے کاموں سے منع کرنا ہمارا فرض ہے‘ کوئی خلیفہ اور کوئی امیر نہیں ہے‘ فتح حاصل ہونے کے بعد سارے کام تمام مسلمانوں کے مشورے اور کثرت رائے سے انجام دیئے جایا کریں گے‘ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں یکساں اور خطا کار ہیں۔

خوارج کی ان حرکات کا حال معلوم کر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ضبط وتحمل اور درگزر سے کام لیا‘ کوفہ میں داخل ہو کر اول ان لوگوں کے اہل وعیال کو جو صفین میں مارے گئے تھے تسکین وتشفی دی‘ اور کہا کہ جو لوگ میدان صفین میں مارے گئے ہیں وہ سب شہید ہوئے ہیں‘ پھر آپ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو خوارج کے پاس بھیجا کہ ان کو سمجھائیں اور راہ راست پر لائیں‘ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے لشکر گاہ میں پہنچ کر ان کو سمجھانا چاہا مگر وہ بحث ومباحثہ کے لیے بھی تیار تھے انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی باتوں کا رد کرنا شروع کیا۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کا مباحثہ جاری تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی خود ان کے لشکر گاہ کی طرف تشریف لے گئے‘ اول آپ یزید بن قیس کے خیمے میں گئے کیونکہ یزید بن قیس کا اس گروہ پر زیادہ اثر تھا‘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یزید کے خیمے میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھی‘ پھر یزید بن قیس کو اصفہان ورے کا گورنر مقرر کیا اس کے بعد اس جلسہ میں تشریف لائے‘ جہاں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے خوارج کا مباحثہ ہو رہا تھا‘ آپ نے فرمایا تم سب میں زیادہ سمجھدار اور پیشوا کون ہے‘ انہوں نے کہا عبداللہ بن الکواء آپ نے عبداللہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگوں نے میری بیعت کی تھی‘ بیعت کرنے کے بعد پھر اس سے خارج ہونے اور خروج کرنے کا سبب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کے بے جا تحکم کی وجہ سے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں‘ کہ میری رائے لڑائی کے روکنے اور بند کرنے کی نہ تھی مگر تم نے لڑائی کا بند کرنا ضروری سمجھا اور مجھ کو مجبوراً پنچایت کے فیصلہ پر رضامندی ظاہر کرنی پڑی‘ تاہم میں نے دونوں پنچوں سے عہد لے لیا ہے‘ کہ قرآن مجید کے موافق فیصلہ کریں گے‘ اگر انہوں نے قرآن کے موافق فیصلہ کیا تو کوئی نقصان نہیں‘ اور اگر قرآن کے خلاف فیصلہ کیا تو ہم اس کو ہرگز قبول نہ کریں گے‘ خوارج نے یہ سن کر کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی خوں ریزی کا اقدام اور بغاوت کا ارتکاب کیا‘ اس میں حکم کا مقرر کرنا ہرگز عدل کی بات نہیں ہے‘ اس کے لیے قرآن میں صاف احکام موجود ہیں کہ وہ واجب القتل ہیں‘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے درحقیقت آدمیوں کو حکم نہیں بنایا‘ حکم تو قرآن مجید ہی ہے آدمی قرآن کے فیصلے کو سنا دیں گے۔

پھر خوارج نے اعتراض کیا کہ بھلا چھ مہینے کی طویل مہلت دینے کی کیا ضرورت تھی‘ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس عرصہ میں ممکن ہے کہ مسلمانوں کا اختلاف خود بخود دور ہو جائے۔

غرض اسی قسم کی باتیں دیر تک رہیں‘ خوارج کے ایک سردار کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اصفہان اور رے کا حاکم مقرر فرما چکے تھے‘ ادھر عوام پر ان باتوں کا کچھ اثر ہوا‘ خوارج خاموش ہو گئے‘ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نرمی کے ساتھ از راہ شفقت فرمایا کہ چلو شہر کوفہ کے اندر چل کر قیام کرو‘ اس چھ مہینے کے عرصہ میں تمہاری سواری اور بار برداری کے جانور بھی موٹے تازے ہو جائیں گے‘ پھر اس کے بعد دشمن کے مقابلہ کو نکلیں گے‘ یہ سن کر وہ رضامند ہو گئے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہو کر کوفہ میں داخل ہوئے اور پنچوں کے فیصلے کا انتظار کرنے لگے۔

سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ کی طرف رخصت کر دیا‘ کیونکہ وہ بصرہ کے گورنر تھے‘ اور ان کو اب بصرہ میں پہنچ کر وہاں کے انتظامات کو درست کرنا تھا۔

»ولما رجع علي من صفين فارقه الخوارج وأتوا حروراء، فنزل بها منهم اثنا عشر ألفا، ونادى مناديهم: إن أمير القتال شبث بن ربعي التميمي، وأمير الصلاة عبد الله بن الكوا اليشكري، والأمر شورى بعد الفتح، والبيعة لله عز وجل، والأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر. فلما سمع علي ذلك وأصحابه قامت الشيعة فقالوا له: في أعناقنا بيعة ثانية، نحن أولياء من واليت، وأعداء من عاديت. فقالت الخوارج: استبقتم أنتم وأهل

الشام إلى الكفر كفرسى رهان، بايع أهل الشام معاوية على ما أحبوا و كرهوا، وبايعتم أنتم عليا على أنكم أولياء من والى وأعداء من عادى. فقال لهم زياد بن النضر «: والله ما بسط على يده فبايعناه قط، إلا على كتاب الله وسنة نبيه، ولكنكم لما خالفتموه جاءته شيعته فقالوا له :نحن أولياء من واليت، وأعداء من عاديت، ونحن كذلك، وهو على الحق والهدى ومن خالفه ضال مضل.

وبعث على عبد الله بن عباس إلى الخوارج وقال :لا تعجل إلى جوابهم وخصومتهم حتى آتيك. فخرج إليهم فأقبلوا يكلمونه، فلم يصبر حتى راجعهم، فقال :ما نقمتم من الحكمين وقد قال تعالى :{إن يريدا إصلاحا يوفق الله بينهما} [النساء: 35]، فكيف بأمة محمد صلى الله عليه وسلم؟ فقالت الخوارج :أما ما جعل الله حكمه إلى الناس، وأمرهم بالنظر فيه، فهو إليهم، وما حكم فأمضاه فليس للعباد أن ينظروا (فيه، حكم في الزاني مائة جلدة، وفي السارق القطع، فليس للعباد أن ينظروا) في هذا، قال ابن عباس :فإن الله تعالى يقول :{يحكم به ذوا عدل منكم} [المائدة: 95]. فقالوا :أو تجعل الحكم في الصيد والحرث، وبين المرأة وزوجها كالحكم في دماء المسلمين؟ وقالوا له :أعدل عندك عمرو بن العاص، وهو بالأمس يقاتلنا؟ فإن كان عدلا فلسنا بعدول، وقد حكمتم في أمر الله الرجال، وقد أمضى الله حكمه في معاوية وأصحابه، أن يقتلوا أو يرجعوا، وقد كتبتم بينكم وبينهم كتابا، وجعلتم بينكم الموادعة، وقد قطع الله الموادعة بين المسلمين وأهل الحرب، منذ نزلت براءة إلا من أقر بالجزية.

وبعث على زياد بن النضر فقال :انظر بأي رؤوسهم [هم] أشد إطافة. فأخبره بأنه لم يرهم عند رجل أكثر منهم عند يزيد بن قيس.

فخرج على في الناس حتى دخل إليهم، فأتى فسطاط يزيد بن قيس، فدخله فصلى فيه ركعتين، وأمره على أصبهان والري، ثم خرج حتى انتهى إليهم، وهم يخاصمون ابن عباس، فقال :ألم أنهك عن كلامهم؟ ثم تكلم فقال: اللهم هذا مقام من يفلج فيه كان أولى بالفلج يوم القيامة. ثم قال لهم :من زعيمكم؟ قالوا :ابن الكوا. قال :فما أخرجكم علينا؟ قالوا :حكومتك يوم صفين. قال :أنشدكم الله، أتعلمون أنهم حيث رفعوا المصاحف وقلتم نجيبهم، قلت لكم :إني أعلم بالقوم منكم أنهم ليسوا بأصحاب دين؟ وذكر ما كان قال لهم، ثم قال لهم :قد اشترطت على الحكمين أن يحييا ما أحيا القرآن، ويميتا ما أمات القرآن، فإن حكما بحكم القرآن فليس لنا أن نخالف، وإن أبيا فنحن عن حكمهما براء.

قالوا :فخبرنا، أتراه عدلا تحكيم الرجال في الدماء؟ فقال :إنا لسنا حكمنا الرجال، إنما حكمنا القرآن، وهذا القرآن إنما هو خط مسطور بين دفتين، لا ينطق إنما يتكلم به الرجال. قالوا :فخبرنا عن الأجل، لم جعلته بينكم؟ قال :ليعلم الجاهل ويتثبت العالم، ولعل الله يصلح في هذه الهدنة هذه الأمة، ادخلوا مصركم - رحمكم الله -. فدخلوا من عند آخرهم.

قيل :والخوارج يزعمون أنهم قالوا له :صدقت، قد كنا كما ذكرت، وكان ذلك كفرا منا، تبنا إلى الله، فتب كما تبنا نبايعك، وإلا فنحن مخالفون. فبايعنا علي، وقال :ادخلوا، فلنمكث ستة أشهر حتى نجبي المال، ويسمن الكراع، ثم نخرج إلى عدونا. وقد (كذب الخوارج فيما زعموا).

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (678/2):

مقام اذرح میں حکمین کے فیصلے کا اعلان

جب چھ مہینے کی مہلت ختم ہونے کو آئی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بصرہ سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا' اور شریح بن ہانی الحارثی کو چار سو آدمیوں کی سرداری پر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو نمازوں کی امامت پر مقرر فرما کر ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مقام اذرح کی طرف روانہ کیا' اور شریح بن ہانی کو سمجھا دیا کہ جب اذرح میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو تو کہہ دینا کہ راستی اور صداقت کو ترک نہ کیجئے اور قیامت کے دن کو یاد رکھئے۔

اسی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔

اس فیصلے کے سننے اور مقام اذرح کی مجلس میں شریک ہونے کے لیے مکہ اور مدینہ سے بھی بعض بااثر بزرگوں کو تکلیف دی گئی اور انہوں نے مسلمانوں کا اختلاف باہمی رفع کرنے کی کوشش میں شریک ہونے سے انکار نہ کیا' چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہ کئی حضرات تشریف لے آئے' اذرح میں جمع ہونے کے بعد لوگوں کو سخت انتظار تھا کہ کیا فیصلہ سنایا جاتا ہے' لیکن مقام اذرح میں حکمین نے جاتے ہی فیصلہ نہیں سنایا' بلکہ وہاں آپس میں حکمین کو خود بھی ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کرنا تھا اور مکہ اور مدینہ کے بزرگوں کا انتظار بھی ضروری تھا۔

جس وقت سیدنا علی ابوموسیٰ اشعری کو کوفہ سے اذاح کی طرف روانہ کرنے لگے تھے تو خوارج کی طرف سے حرقوص بن زہیر نے آ کر سیدنا علی کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے ثالثی فیصلے کو تسلیم کرنے میں بڑی غلطی کی ہے۔ اب بھی آپ باز آ جائیں اور دشمنوں کی طرف لڑائی کے ارادہ سے کوچ کریں' ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں اقرار نامہ کے خلاف بدعہدی پر آمادہ نہیں ہو سکتا' یہ وہی حرقوس بن زہیر ہے جو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل کے ہنگامہ میں بلوائیوں کا خاص الخاص سردار تھا' اور اب خارجیوں کے گروہ میں بھی سرداری کا مرتبہ رکھتا تھا' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روانگی کے بعد سیدنا علی جلد جلد اور روزانہ خطوط روانہ کرتے رہتے تھے' اسی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی عمرو بن العاص کے پاس روانہ بذریعہ قاصد اور خطوط پیغامات بھیجتے رہتے تھے۔

یہ معاملہ ہی ایسا تھا کہ دونوں صاحبوں کو اس کا خاص خیال ہونا چاہیے تھا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خطوط عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے نام آتے تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خطوط عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے نام' عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہمرائیوں میں ضبط و نظام اعلیٰ درجہ کا تھا' وہ سب کے سب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے فرماں بردار تھے' اور ان میں سے کسی کو بھی اس کا خیال

تک نہ آتا تھا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کریں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو کیا لکھا ہے‘ لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھیجے ہوئے چار سو آدمیوں کی حالت اس کے بالکل خلاف تھی‘ وہ روزانہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خط آنے پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو جاتے تھے‘ ہر شخص پوچھتا تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کیا لکھا ہے‘ اس طرح کوئی بھی بات صیغہ راز میں نہیں رہ سکتی تھی اور فوراً اس کی شہرت ہو جاتی تھی‘ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سخت مصیبت میں گرفتار تھے‘ بعض باتوں کو وہ پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے اور بیان کرنے میں تامل کرتے تھے‘ تو لوگ ان سے ناراض ہوتے تھے‘ چنانچہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کے تمام ہمراہی ناخوش ہو گئے‘ اور علانیہ ان کی شکایتیں کرنے لگے کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کے خطوط کو چھپاتے ہیں اور باتیں ہم کو نہیں سناتے۔

الغرض عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ‘ عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ‘عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ‘ عبدالرحمن بن الحرث‘ عبدالرحمن بن عبدیغوث زہری رضی اللہ عنہ ‘ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ ‘مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ‘سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہم حضرات جب سب اذرح میں پہنچ گئے‘ تو ان خاص الخاص اور نامور حضرات کی ایک محدود مجلس منعقد ہوئی‘ اور اس میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی تشریف لائے‘ اس صحبت خاص میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی گفتگو شروع ہوئی۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے اول اس بات کا اقرار کرایا کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ مظلوم قتل کئے گئے‘ پھر اس بات کا بھی اقرار کرایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ ہم جد ہونے کی حیثیت سے عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا دعویٰ کرنے میں حق پر ہیں۔

یہ دونوں باتیں ایسی تھیں کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی ان کے خلاف اپنی رائے ظاہر نہیں کی تھی اور ان کے تسلیم کرنے میں ان کو کوئی تامل نہ ہوا۔

پھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مسئلہ خلافت کو چھیڑا اور کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ قریش کے ایک شریف اور نامور خاندان سے تعلق رکھتے ہیں‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں‘ صحابی بھی ہیں‘ اور کاتب وحی بھی۔

ان باتوں کو سن کر ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی اور کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ان خصوصیات سے مجھ کو انکار نہیں‘ لیکن امت مرحوم کی امارت ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا دوسرے محترم حضرات کی موجودگی میں کیسے سپرد کی جا سکتی ہے‘ یہ باتیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ میں فائق تر موجود ہیں‘ یعنی وہ رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی قریب ہیں‘ شریف خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور سرداران قریش میں شمار ہوتے ہیں‘ علم‘ شجاعت‘ تقویٰ وغیرہ صفات میں بھی وہ خاص طور پر ممتاز ہیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں انتظامی قابلیت اور سیاست دانی زیادہ ہے۔

ابوموسیٰ نے کہا تقویٰ اور ایمانداری کے مقابلہ میں یہ چیز قابل لحاظ نہیں‘ غرض اسی قسم کی باتیں ہوتی رہیں‘ آخر ابوموسیٰ اشعری نے کہا کہ میری تو رائے یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کر کے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا جائے‘ عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہ اس وقت آنکھیں بند کئے ہوئے اپنے کسی خیال میں محو بیٹھے تھے انہوں نے اپنا نام سن کر اور آنکھیں کھول کر بلند آواز سے کہا کہ۔۔۔ مجھ کو منظور نہیں ہے۔
عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم میرے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کیوں منتخب نہیں فرماتے۔
ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں تیرا بیٹا عبداللہ بھی بہت نیک ہے، لیکن تو نے اس کو اس لڑائی میں شریک کر کے فتنہ میں ڈال دیا ہے۔
جب دیر تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا اور کوئی ایسی بات طے نہ ہوئی جس پر دونوں متفق ہو جاتے تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی یہ رائے پیش کی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ دونوں کی مخالفت اور جنگ سے تمام مسلمان مصیبت اور فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں بہتر یہ ہے کہ ان دونوں کو ہم معزول کر دیں اور مسلمانوں کو اختیار دیں کہ وہ کثرت رائے یا اتفاق رائے سے کسی کو اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔
سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند کیا، اور تجویز ہوا کہ ابھی باہر چل کر جلسہ عام میں اس کا اعلان کر دیں، اگرچہ دونوں صاحب اس رائے پر متفق ہو گئے لیکن یہ رائے بھی خطرے اور اندیشے سے خالی نہ تھی کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی معزولی کو ہرگز تسلیم نہیں فرما سکتے تھے، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ملک شام کی پوری حمایت اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو اپنا معاون رکھتے ہوئے اس فیصلے کو رضامندی اور خوشی کے ساتھ نہیں سن سکتے تھے، بہرحال باقاعدہ طور پر مجمع عام کا اعلان ہوا تمام آدمی جو فیصلے کے لیے گوش برآواز و چشم برراہ تھے فوراً جمع ہو گئے، منبر لا کر رکھا گیا اور دونوں پنچ معہ دیگر بااثر حضرات کے وہاں آئے۔

»ولما جاء وقت اجتماع الحكمين، أرسل علي أربعمائة رجل، عليهم شريح بن هانئ الحارثي، وأوصاه أن يقول لعمرو بن العاص: إن عليا يقول لك: إن أفضل الناس عند الله عز وجل من كان العمل بالحق أحب إليه، وإن نقصه من الباطل وإن زاده. يا عمرو والله إنك لتعلم أين موضع الحق فلم تتجاهل؟ إن أوتيت طمعا يسيرا كنت لله به ولأوليائه عدوا، وكأن والله ما أوتيت قد زال عنك! ويحك فلا تكن للخائنين خصيما، وللظالمين ظهيرا، أما إني أعلم بيومك الذي أنت فيه نادم، وهو يوم وفاتك، تتمنى أنك لم تظهر لمسلم عداوة، ولم تأخذ على حكم رشوة.

فلما بلغه تغير وجهه ثم قال: متى كنت أقبل مشورة علي، أو أنتهي إلى أمره، أو «أعتد برأيه؟ فقال له: وما يمنعك يا ابن النابغة أن تقبل من مولاك وسيد المسلمين بعد نبيهم مشورته؟ فقد كان من هو خير منك أبو بكر، وعمر يستشيرانه، ويعملان برأيه. فقال له: إن مثلي لا يكلم مثلك. قال شريح: بأي أبويك ترغب عني يا ابن النابغة؟ أبأبيك الوسط أم بأمك النابغة؟ فقام عنه.

وأرسل علي أيضا معهم عبد الله بن عباس ليصلي بهم ويلي أمورهم، ومعهم أبو موسى الأشعري.
وأرسل معاوية عمرو بن العاص في أربعمائة من أهل الشام، حتى توافوا من دومة الجندل بأذرح. وكان عمرو إذا أتاه كتاب من معاوية لا يدري بما جاء فيه، ولا يسأله أهل الشام عن شيء، وكان أهل العراق يسألون ابن

عباس عن كتاب يصله من على، فإن كتمهم ظنوا به الظنون وقالوا :أتراه كتب بكذا وكذا؟ فقال لهم ابن عباس :أما تعقلون؟ أما ترون رسول معاوية يجيء، لا يعلم أحد بما جاء به، ولا يسمع لهم صياح، وأنتم عندى كل يوم تظنون فى الظنون؟

وحضر معهم ابن عمر، وعبد الرحمن بن أبي بكر الصديق، وابن الزبير، وعبد الرحمن بن الحارث بن هشام، وعبد الرحمن بن عبد يغوث الزهرى، وأبو جهم بن حذيفة العدوى، والمغيرة بن شعبة.

وكان سعد بن أبي وقاص على ماء لبنى سليم بالبادية. فأتاه ابنه عمر فقال له :إن أبا موسى وعمرا قد شهدهما نفر من قريش، فاحضر معهم فإنك صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأحد الشورى، ولم تدخل فى شيء كرهته هذه الأمة، وأنت أحق الناس بالخلافة. فلم يفعل، وقيل :بل حضرهم سعد، وندم على حضوره فأحرم بعمرة من بيت المقدس.

وقال المغيرة بن شعبة لرجال من قريش :أترون أحدا يستطيع أن يأتى برأى يعلم به، أيجتمع الحكمان أم لا؟ فقالوا :لا. فقال :إنى أعلمه منهما. فدخل على عمرو بن العاص فقال :كيف ترانا معشر من اعتزل الحرب؟ فإنا قد شككنا فى الأمر الذى استبان لكم فيها. فقال له عمرو :أراكم خلف الأبرار، أمام الفجار. فانصرف المغيرة إلى أبى موسى، فقال له مثل قوله لعمرو. فقال له أبو موسى :أراكم أثبت الناس رأيا، فيكم بقية الناس. فعاد المغيرة إلى أصحابه وقال لهم :لا يجتمع هذان على أمر واحد.

فلما اجتمع الحكمان قال عمرو :يا أبا موسى ألست تعلم أن عثمان قتل مظلوما؟ قال :أشهد. قال :ألست تعلم أن معاوية وآل معاوية أولياؤه؟ قال :بلى. قال :فما يمنعك منه وبيته فى قريش كما قد علمت؟ فإن خفت أن يقول الناس :ليست له سابقة، فقل وجدته ولى عثمان الخليفة المظلوم والطالب بدمه، الحسن السياسة والتدبير، وهو أخو أم حبيبة زوج رسول الله صلى الله عليه وسلم وكاتبه، وقد صحبه، وعرض له بسلطان.

فقال أبو موسى :يا عمرو اتق الله! فأما ما ذكرت من شرف معاوية، فإن هذا ليس على الشرف تولاه أهله، ولو كان على الشرف لكان لآل أبرهة بن الصباح، إنما هو لأهل الدين والفضل، مع أنى لو كنت معطيه أفضل قريش شرفا أعطيته على بن أبي طالب، وأما قولك :إن معاوية ولى دم عثمان فوله هذا الأمر، فلم أكن لأوليه وأدع المهاجرين الأولين، وأما تعريضك لى بالسلطان، فوالله لو خرج معاوية لى من سلطانه كله لما وليته، وما كنت لأرتشى فى حكم الله! ولكنك إن شئت أحيينا اسم عمر بن الخطاب رحمه الله.

قال له عمرو :فما يمنعك من ابنى، وأنت تعلم فضله وصلاحه؟ فقال :إن ابنك رجل صدق، ولكنك قد غمسته فى هذه الفتنة. فقال عمرو :إن هذا الأمر لا يصلح إلا لرجل يأكل ويطعم، وكانت فى ابن عمر غفلة. فقال له ابن الزبير :افطن، فانتبه! فقال :والله لا أرشو عليها شيئا أبدا. وقال :يا ابن العاص، إن العرب قد أسندت إليك أمرها بعد ما تقارعوا بالسيوف فلا تردنهم فى فتنة.

وكان عمرو قد عود أبا موسى أن يقدمه في الكلام، يقول له :أنت صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم وأسن مني فتكلم، وتعود ذلك أبو موسى، وأراد عمرو بذلك كله أن يقدمه في خلع علي، فلما أراده عمرو على ابنه وعلى معاوية فأبى، وأراد أبو موسى ابن عمر فأبى عمرو، قال له عمرو :خبرني ما رأيك؟ قال :أرى أن نخلع هذين الرجلين ونجعل الأمر شورى، فيختار المسلمون لأنفسهم من أحبوا. فقال عمرو :الرأي ما رأيت.

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (2/680):

فیصلہ!

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اعلان کر دیجئے اور فیصلہ جو ہو چکا ہے لوگوں کو سنا دیجئے' ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے منبر پر چڑھ کر فرما دیا کہ

لوگو! ہم دونوں نے بہت غور کیا' لیکن سوائے ایک بات کے ہم اور کسی تجویز پر متفق نہ ہو سکے' اب میں تم کو اپنا وہی متفقہ فیصلہ سناتا ہوں اور امید ہے کہ اسی تجویز پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی نااتفاقی دور ہو کر ان میں صلح قائم ہو جائے گی' وہ فیصلہ جس پر میں اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں متفق ہیں یہ ہے کہ اس وقت علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کو معزول کرتے ہیں اور تم لوگوں کو اختیار دیتے ہیں کہ تم اپنے اتفاق رائے سے جس کو چاہو خلیفہ منتخب کر لو۔

مجمع نے اس تقریر کو سنا اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر آئے' اس کے بعد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے اور انہوں نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ!

آپ حضرات گواہ رہیں' کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے دوست سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا' میں بھی ان کی اس بات سے متفق ہوں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معزول کرتا ہوں لیکن معاویہ رضی اللہ عنہ کو میں معزول نہیں کرتا بلکہ بحال رکھتا ہوں' کیوں کہ وہ مظلوم شہید ہونے والے خلیفہ کے ولی اور ان کی قائم مقامی کے مستحق ہیں۔

اگر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی رائے کی تمام وکمال تائید کرتے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حمایت میں کچھ نہ فرماتے تو حکمین کے فیصلے کی وہ بے حرمتی جو بعد میں ہوئی ہرگز نہ ہوتی' سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا اس میں بھی گو کمزوری اور غلطی موجود ہو گی' لیکن کم از کم بددیانتی اور خیانت کا شائبہ اس میں نہ تھا' اس سے آٹھ سو مسلمانوں کے مجمع کو بھی غالباً کوئی اختلاف نہ ہوتا' کیونکہ کسی ایک خلیفہ کے انتخاب کا اختیار حکمین کی طرف سے ان ہی آٹھ سو آدمیوں کو دیا گیا تھا۔

مگر جو کچھ بعد میں ہوا یہ سب کچھ پھر بھی ہونے والا تھا اور ممکن تھا' کہ اس فیصلے سے اس سے بھی زیادہ خرابیاں مسلمانوں کے لیے پیدا ہوتیں' کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی معزولی کو تسلیم کرنے سے یقینا انکار فرماتے' اسی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ملک شام کی حکومت اور اپنے مطالبات سے دست بردار نہ ہوتے' اور ایک تیسرا خلیفہ یا امیر جس کو یہ مجمع منتخب کرتا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو سکتا تھا' اس طرح بجائے دو رقیبوں کے تین شخص پیدا ہو جاتے اور مسلمانوں کی تباہی وہوا

خیزی اور بھی ترقی کر جاتی۔

بات دراصل یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مصالحت پر آمادہ نہ تھے اگر وہ مصالحت کے خواہاں ہوتے تو جنگ صفین میں بڑی لڑائی شروع ہونے سے پیشتر جب کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصالحت کی کوشش کی گئی تھی، وہ صلح کی یہی صورت یعنی طرفین سے ایک ایک حکم مقرر کرنے کی درخواست پیش کر سکتے تھے، لیکن انہوں نے یہ خواہش اس وقت پیش کی جب کہ ان کو اپنی شکست کا یقین ہونے لگا تھا لہٰذا ان کی طرف سے پنچوں کے تقرر کی خواہش کا پیش ہونا اور ہذا کتاب اللہ بیننا وبینکم کا اعلان کرنا مصیبت کو دور کرنے اور شکست سے بچنے کے لیے ایک جنگی تدبیر اور خدعہ حرب کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس پنچایت کی تجویز کو بطیب خاطر نہیں مانا تھا، وہ تو اس کے خلاف تھے، مگر لوگوں نے ان کو مجبور کر کے اور دھمکیاں دے کر اشتر کو واپس بلوایا اور لڑائی کو ختم کرایا تھا، لہٰذا یہ یقین کر لینا کہ اگر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مجمع عام میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیان کی حرف بحرف تائید کرتے اور دونوں حضرات کو معزول کر دیتے تو دونوں اس فیصلے کو تسلیم کرتے یا نہ کرتے، آسان نہیں ہے۔

بہر حال دونوں صاحبوں نے مجمع کے سامنے وہ تقریریں جو اوپر ہو چکی ہیں کیں، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات نے ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو ملامت کرنا شروع کی کہ تم فریب کھا گئے، اور ابو موسیٰ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو سخت سست کہا کہ تم نے قرارداد باہمی کے خلاف اظہار رائے کیا اور مجھ کو دھوکہ دیا غرض فوراً مجلس کا سکون درہم برہم ہو کر بدنظمی کی کیفیت پیدا ہو گئی، شریح بن ہانی نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر تلوار کا وار کیا، عمرو بن العاص نے بھی اپنے آپ کو بچا کر شریح پر جوابی وار کیا، لوگ درمیان میں آ گئے اور لڑائی کو بڑھنے نہ دیا۔

اس مجلس میں بدنظمی اور افراتفری پیدا ہو جانے کا نتیجہ بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بہتر اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے مضر ثابت ہوا، کیونکہ اب شامی و عراقی دونوں گروہوں کا ایک جگہ رہنا دونوں طرف کے سرداروں کی نگاہ میں مضر تھا، لہٰذا نہ ان آٹھ سو مسلمانوں کی جمعیت اب کوئی تجویز اتفاق رائے سے پاس کر سکتی تھی نہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنھم۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دل برداشتہ ہو کر اذرح سے مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور عمرو بن العاص بھی وہاں سے اپنی جمعیت کو ہمراہ لے کر فوراً دمشق کی جانب روانہ ہو گئے، شریح اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ہمرائیوں کے ساتھ کوفہ کی جانب کوچ کیا، مکہ اور مدینہ سے جو چند حضرات یہاں آئے تھے وہ بھی متاسف حالت میں اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے، غرض تھوڑی ہی دیر میں اذرح کی انجمن درہم برہم ہو کر چڑیاں سی اڑ گئیں[1]

شامی لوگ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ خوشی خوشی دمشق کو جا رہے تھے اور انہوں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کہنا شروع کر دیا تھا، دمشق میں پہنچ کر شامیوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کامیابی کی خوش خبری سنائی، اور ان کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی۔

عراقی جمعیت جو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور شریح بن ہانی کے ہمراہ کوفہ کو جارہی تھی اس کی حالت شامیوں کے خلاف تھی' یہ آپس میں ایک دوسرے کو برا کہتے اور جھگڑتے تھے کوئی ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو ملزم ٹھہراتا اور برا کہتا کوئی ابوموسیٰ کی تائید کرتا اور بے خطا ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا' کوئی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتا اور حکمین کے تقرر پر رضامندی ظاہر کرنے کے فعل کو غلطی بتاتا اور کوئی اس رائے کی مخالفت کر کے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا۔

غرض ان چار سو آدمیوں کی حالت بالکل وہی تھی جو صفین سے کوفہ کی طرف جاتے ہوئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی تھی' کوفہ میں پہنچ کر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تمام رؤداد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سنائی' اور انہوں نے ابوموسیٰ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ دونوں کے فیصلے کو قرآن مجید کے خلاف بتا کر اس کے ماننے سے قطعاً انکار کیا' اور معاویہ رضی اللہ عنہ 'عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ' حبیب بن مسلمہ عبدالرحمن بن مخلد' ضحاک بن قیس' ولید اور ابوالاعور کے لیے بددعا کی اور ان پر لعنت بھیجی'

مقام اذرح کی کارروائی سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صرف اس قدر فائدہ پہنچا کہ جو لوگ ان کے ساتھ شامل تھے پہلے وہ ان کو امیر المومنین اور مسلمانوں کا خلیفہ نہیں کہتے تھے اور اب وہ علانیہ ان کو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کہنے لگے' مگر کوئی نئی جماعت محض اذرح کی کارروائی کی بنا پر ان کے ہاتھ پر بیعت نہیں ہوئی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے پہلے ہی سے دوگونہ مشکل تھی' اب وہ سہ گونہ ہوگئی' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور شامیوں کو زیر کرنا اور خارجیوں کو قابو میں رکھنا یہ کام تو پہلے ہی سے درپیش تھے' اب تیسری مصیبت یہ پیش آئی کہ خود اپنے دوستوں اور معتقدوں کو یہ سمجھانا پڑتا تھا کہ حکمین نے چونکہ آپس میں بھی اختلاف کیا ہے لہٰذا ان کا کوئی فیصلہ نہیں مانا جاسکتا' دوسرے حکمین کو قرآن مجید نے یہ اختیار نہیں دیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو چھوڑ کر اپنی اپنی خواہشات کی تائید کریں اور حق و راستی سے جدا ہو جائیں' چند روز تک سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو یہی بات سمجھائی کہ حکمین کا فیصلہ ہرگز قابل تسلیم نہیں ہے' اور ہم کو اہل شام پر چڑھائی کرنی چاہیے' جب یہ حقیقت لوگوں کی سمجھ میں آگئی' اور وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام پر چڑھائی کرنے پر آمادہ ہونے لگے تو گروہ خوارج نے بھی جو کوفہ میں کافی تعداد کے ساتھ موجود تھا کروٹ لی۔

»فأقبلا إلى الناس وهم مجتمعون، فقال عمرو :يا أبا موسى أعلمهم أن رأينا قد اتفق. فتكلم أبو موسى فقال: إن رأينا قد اتفق على أمر نرجو أن يصلح الله به أمر هذه الأمة. فقال عمرو :صدق وبر، تقدم يا أبا موسى فتكلم.

فتقدم أبو موسى، فقال له ابن عباس :ويحك! والله إني لأظنه قد خدعك، إن كنتما اتفقتما على أمر فقدمه فليتكلم به قبلك، ثم تكلم به بعده، فإنه رجل غادر ولا آمن أن يكون قد أعطاك الرضا بينكما، فإذا قمت في الناس خالفك.

وكان أبو موسى مغفلا فقال :إنا قد اتفقنا، وقال :أيها الناس، إنا قد نظرنا في أمر هذه الأمة، فلم نر أصلح لأمرها ولا ألم لشعثها من أمر قد أجمع رأيي ورأي عمرو عليه، وهو أن نخلع عليا ومعاوية، ويولي الناس أمرهم

من أحبوا، وإني قد خلعت عليا ومعاوية، فاستقبلوا أمركم، وولوا عليكم من رأيتموه أهلا. ثم تنحى.
وأقبل عمرو فقام وقال: إن هذا قد قال ما سمعتموه وخلع صاحبه، وأنا أخلع صاحبه كما خلعه، وأثبت صاحبي معاوية، فإنه ولي ابن عفان، والطالب بدمه، وأحق الناس بمقامه.
فقال سعد: ما أضعفك يا أبا موسى عن عمرو ومكايده! فقال أبو موسى: فما أصنع؟ وافقني على أمر ثم نزع عنه! فقال ابن عباس: لا ذنب لك يا أبا موسى، الذنب لمن قدمك في هذا المقام. قال: غدر فما أصنع؟ فقال ابن عمر: انظروا إلى ما صار أمر هذه الأمة! صار إلى رجل ما يبالي ما صنع وإلى آخر ضعيف.
وقال عبد الرحمن بن أبي بكر: لو مات الأشعري قبل هذا (اليوم) لكان خيرا له.
وقال أبو موسى الأشعري لعمرو: لا وفقك الله، غدرت وفجرت! إنما مثلك {كمثل الكلب إن تحمل عليه يلهث أو تتركه يلهث} [الأعراف: 176]. قال عمرو: إنما مثلك {كمثل الحمار يحمل أسفارا} [الجمعة: 5]. فحمل شريح بن هانئ على عمرو فضربه بالسوط وحمل (ابن «لعمرو) على شريح فضربه بالسوط أيضا، وحجز الناس بينهم، وكان شريح يقول بعد ذلك: ما ندمت على شيء ندامتي على ضرب عمرو بالسوط، ولم أضربه بالسيف.
والتمس أهل الشام أبا موسى، فهرب إلى مكة، ثم انصرف عمرو وأهل الشام إلى معاوية، فسلموا عليه بالخلافة، ورجع ابن عباس وشريح إلى علي، وكان علي إذا صلى الغداة يقنت فيقول: اللهم العن معاوية وعمرا وأبا الأعور وحبيبا وعبد الرحمن بن خالد والضحاك بن قيس والوليد! فبلغ ذلك معاوية فكان إذا قنت سب عليا وابن عباس والحسن والحسين والأشتر.
وقد قيل: إن معاوية حضر الحكمين، وإنه قام عشية في الناس فقال: أما بعد من كان متكلما في هذا الأمر فليطلع لنا قرنه. قال (ابن عمر: فاطلعت حبوتي)، فأردت أن أقول: يتكلم فيه رجال قاتلوك وأباك على الإسلام، فخشيت أن أقول كلمة تفرق الجماعة ويسفك فيها دم، وكان ما وعد الله فيه الجنان أحب إلي من ذلك، فلما انصرفت إلى المنزل جاءني حبيب بن مسلمة فقال: ما منعك أن تتكلم حين سمعت هذا الرجل يتكلم؟ قلت: أردت ذلك ثم خشيت. فقال حبيب: وفقت وعصمت، وهذا أصح (لأنه ورد في الصحيح).
»الكامل في التاريخ - ت تدمری« (2/683):

خوارج کی شورش

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ حکمین کا فیصلہ سننے کے لیے چارسو آدمی مقام اذرح کی طرف بھیجنے لگے تھے تو حرقوص بن زہیر نے کہا تھا' کہ آپ اب بھی اپنی پنچایت کی کارروائی میں حصہ نہ لیں اور ملک شام پر چڑھائی کریں' لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کے ماننے سے صاف انکار فرما دیا تھا اور کہا تھا کہ ہم بدعہدی نہیں کر سکتے اور اپنے تحریری اقرار نامہ سے نہیں پھر سکتے' اب حرقوص اور تمام خوارج نے جب دیکھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پنچایت اور پنچوں کے فیصلے کو بے حقیقت اور ناقابل التفات ثابت کر کے

لوگوں کو ملک شام پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دے رہے ہیں تو زرعہ بن البرج اور حرقوص بن زہیر دونوں خارجی سردار سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ نے ہمارے صحیح مشورے کو پہلے حقارت سے رد کر دیا اور اب آپ کو وہی کام کرنا پڑا جس کے لیے ہم کہتے تھے' پنچایت کے تسلیم کرنے میں آپ نے غلطی کی تھی لیکن آپ نے اس غلطی کو تسلیم نہیں کیا' اور اب آپ پنچایت کو بے حقیقت بتانے اور ملک شام پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں' پس ہم اب آپ کا ساتھ اس وقت دیں گے جب آپ اپنی غلطی اور گناہ کا اقرار کر کے اس سے توبہ کریں گے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پنچایت کے تسلیم کرنے اور حکم مقرر کرنے میں تم ہی لوگوں نے مجھ کو مجبور کیا تھا' ورنہ لڑائی کے ذریعہ اسی وقت فیصلہ ہو چکا ہوتا' یہ کیسی الٹی بات ہے کہ اب مجھ کو خطا کار ٹھہراتے اور مجھ سے توبہ کراتے ہو' انہوں نے کہا کہ اچھا ہم تسلیم کئے لیتے ہیں کہ ہم نے بھی گناہ کیا' لہٰذا ہم بھی توبہ کرتے ہیں آپ بھی اپنے گناہ کا اقرار کر کے توبہ کریں' پھر شامیوں سے لڑنے چلیں' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب میں گناہ ہی تسلیم نہیں کرتا تو توبہ کیسے کروں' یہ سن کر وہ دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور لا حکم الا للہ' لا حکم الا للہ کہتے ہوئے اپنی قیام گاہوں کی طرف چلے گئے۔

اس کے بعد سیدنا علی مسجد کوفہ میں خطبہ دینے کھڑے ہوئے' تو مسجد کے ایک گوشہ سے ایک خارجی نے بلند آواز سے کہا کہ لا حکم الا للہ' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ دیکھو لوگ کلمہ حق سے باطل کا اظہار کرتے ہیں۔(کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِھَا الْبَاطِلُ) اس کے بعد آپ نے پھر خطبہ شروع کیا تو یہی آواز آئی لا حکم الا للہ' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ ہمارے ساتھ بہت ہی نامناسب برتاؤ کر رہے ہو' ہم تم کو مسجدوں میں آنے سے منع نہیں کرتے' جب تک تم ہمارے ساتھ رہے ہم نے مال غنیمت میں بھی تم کو برابر حصہ دیا' اور ہم تمہارے ساتھ اس وقت تک نہ لڑیں گے' جب تک کہ تم ہم سے نہ لڑو' اور اب ہم تمہاری بابت اللہ کے حکم کو دیکھیں گے کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے' یہ فرما کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسجد سے نکل کر مکان کی طرف تشریف لے گئے۔

اس کے بعد خارجی لوگ بھی عبداللہ بن وہب کے مکان پر بغرض مشاورت جمع ہوئے' عبداللہ بن وہب حرقوص بن زہیر' حمزہ بن سنان زید الطائی' شریح بن ابی اوفی عنبسی وغیرہ کی یہی رائے قرار پائی کہ کوفہ سے نکل پہاڑی مقامات کو قرار گاہ بنانا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حکومت سے آزاد ہو کر اپنی الگ حکومت قائم کرنا چاہیے' ہمزہ بن سنان اسدی نے کہا کہ روانگی سے پہلے ہم کو چاہیئے' کہ کسی ایک شخص کو امیر بنا لیں اور اس کے ہاتھ میں اپنا جھنڈا دیں۔

اس کام کے لیے اگلے دن شریح کے مکان پر پھر مجلس منعقد ہوئی' اس مجلس میں عبداللہ بن وہب کو خوارج نے اپنا امیر بنایا' اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی' عبداللہ بن وہب نے کہا کہ ہم کو یہاں سے اب کسی ایسے شہر کی جانب چلنا چاہیے جہاں ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کو جاری کر سکیں کیونکہ ہم اہل حق ہیں' شریح نے کہا کہ ہم کو مدائن کی طرف جانا چاہیئے' کیونکہ اس پر ہمارا قبضہ بڑی آسانی سے ہو جائے گا اور وہاں کی تھوڑی سی فوج کو ہم بآسانی مغلوب کر سکیں گے' وہیں ہم اپنے ان بھائیوں کو بلوا لیں گے جو بصرہ میں موجود ہیں' زید بن حصین نے کہا کہ اگر ہم سب کے سب مجتمع ہو کر نکلے تو عجب نہیں ہمارا تعاقب کیا جائے' لہٰذا مناسب یہ ہے کہ دو دو' چار چار' دس دس کی ٹولیوں میں یہاں سے نکلیں اور اول مدائن

نہیں بلکہ نہروان کی جانب چلیں اور وہیں اپنے بھائیوں کو خط بھیج کر بصرہ سے بلوالیں‘ اس آخری رائے کو سب نے پسند کیا۔

قرارداد کے موافق یہ لوگ متفقہ طور پر چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں کوفہ سے نکلے‘ کوفہ سے نکل کر انہوں نے خوارج بصرہ کو لکھا کہ تم بھی بصرہ سے نکلو اور ہم سے نہروان میں آملو‘ بصرہ سے مشعر بن فدکی تیمی پانچ سو خوارج کی جمعیت لے کر نکلا۔

جب کوفہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ خوارج کی جمعیت کثیر کوفہ سے نکل کر مدائن کی طرف روانہ ہوئی ہے تو انہوں مدائن کے عامل سعد بن مسعود کے پاس تیز رو ایلچی بھیجا‘ کہ خوارج کی روک تھام کریں اور ان سے غافل نہ رہیں‘ سعد بن مسعود نے اپنے بھتیجے کو اپنا قائم مقام بنا کر مدائن میں چھوڑا اور خود فوج لے کر خوارج کے روکنے کو روانہ ہوئے‘ راستے میں خوارج کی ایک جمعیت سے مقام کرج میں مقابلہ ہوا شام تک لڑائی ہوتی رہی‘ رات کی تاریکی میں خوارج دجلہ کو عبور کر گئے۔

اس کے بعد بصرہ کے خوارج پہنچ گئے‘ ان سے بھی مقابلہ و مقاتلہ ہوا‘ وہ بھی دجلہ کو عبور کرنے اور مقام نہروان میں اپنے بھائیوں سے جاملنے میں کامیاب ہو گئے‘ نہروان میں خوارج نے اپنی جمعیت کو خوب مضبوط اور منظم کر لیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے تابعین پر کفر کا فتویٰ لگا کر ان لوگوں کو جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حق پر تسلیم کرتے تھے قتل کرنا شروع کیا‘ ان کی جمعیت روز بروز ترقی کرتی گئی‘ یہاں تک کہ ان کی تعداد ۲۵ ہزار تک پہنچ گئی۔

لما أراد علي أن يبعث أبا موسى للحكومة أتاه رجلان من الخوارج: زرعة بن البرج الطائي، وحرقوص بن زهير السعدي، فقالا له: لا حكم إلا لله! (فقال علي: لا حكم إلا لله). وقال حرقوص بن زهير: تب من خطيئتك، وارجع عن قضيتك، واخرج بنا إلى عدونا نقاتلهم حتى نلقى ربنا. فقال علي: قد أردتكم على ذلك فعصيتموني، وقد كتبنا بيننا وبين القوم كتابا، وشرطنا شروطا، وأعطينا عليها عهودا، وقد قال الله تعالى: {وأوفوا بعهد الله إذا عاهدتم} [النحل: 91]. فقال حرقوص: ذلك ذنب ينبغي أن تتوب عنه. فقال علي: ما هو ذنب ولكنه عجز عن الرأي، وقد نهيتكم. فقال زرعة: يا علي (لئن لم تدع تحكيم) الرجال لأقاتلنك، اطلب وجه الله- تعالى -. فقال علي: بؤسا لك ما أشقاك! كأني بك قتيلا تسفي عليك الرياح! قال: وددت لو كان ذلك. فخرجا من عنده يحكمان.

وخطب علي ذات يوم، فحكمت المحكمة في جوانب المسجد، فقال علي: الله أكبر، كلمة حق أريد بها باطل! إن سكتوا غممناهم، وإن تكلموا حججناهم، وإن خرجوا علينا قاتلناهم. فوثب يزيد بن عاصم المحاربي فقال: الحمد لله غير مودع ربنا ولا مستغنى عنه! اللهم إنا نعوذ بك من إعطاء الدنية في ديننا، فإن إعطاء الدنية في الدين، إدهان في أمر الله، وذل راجع بأهله إلى سخط الله، يا علي أبالقتل تخوفنا؟ أما والله إني لأرجو أن نضربكم بها عما قليل غير مصفحات، ثم لتعلم أينا أولى بها صليا. ثم خرج هو وإخوة له ثلاثة، فأصيبوا مع الخوارج بالنهر، وأصيب أحدهم (بعد ذلك) بالنخيلة.

ثم خطب علي يوما آخر، فقام رجل فقال: لا حكم إلا لله! ثم توالى عدة رجال يحكمون. فقال علي: الله أكبر،

كلمة حق أريد بها باطل! أما إن لكم عندنا ثلاثا ما صحبتمونا :لا نمنعكم مساجد الله أن تذكروا فيها اسمه، ولا نمنعكم الفيء ما دامت أيديكم مع أيدينا، ولا نقاتلكم حتى تبدأونا، إنما فيكم أمر الله. ثم رجع إلى مكانه من الخطبة.

ثم إن الخوارج لقي بعضهم بعضا، واجتمعوا في منزل عبد الله بن وهب الراسبي، فخطبهم، فزهدهم في الدنيا، وأمرهم بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، ثم قال: اخرجوا بنا من هذه القرية الظالم أهلها إلى بعض كور الجبال، أو إلى بعض هذه المدائن منكرين لهذه البدع المضلة. فقال له حرقوص بن زهير :إن المتاع بهذه الدنيا قليل، وإن الفراق لها وشيك، فلا تدعونكم زينتها وبهجتها إلى المقام بها، ولا تلفتنكم عن طلب الحق وإنكار الظلم، ف {إن الله مع الذين اتقوا والذين هم محسنون} [النحل 128 :]. فقال حمزة بن سنان الأسدي: يا قوم إن الرأي ما رأيتم، فولوا أمركم رجلا منكم، فإنكم لا بد لكم من عماد وسناد وراية تحفون بها وترجعون إليها. فعرضوها على زيد بن حصين الطائي فأبى، وعرضوها على حرقوص بن زهير فأبى، وعلى حمزة بن سنان، وشريح بن أوفى العبسي فأبيا، وعرضوها على عبد الله بن وهب، فقال :هاتوها، أما والله لا آخذها رغبة في الدنيا، ولا أدعها فرقا من الموت. فبايعوه لعشر خلون من شوال. (وكان يقال له ذو الثفنات).

ثم اجتمعوا في منزل شريح بن أوفى العبسي، فقال ابن وهب :اشخصوا بنا إلى بلدة نجتمع فيها لإنفاذ حكم الله، فإنكم أهل الحق. قال شريح :نخرج إلى المدائن فننزلها، ونأخذها بأبوابها، ونخرج منها سكانها، ونبعث إلى إخواننا من أهل البصرة فيقدمون علينا. فقال زيد بن حصين :إنكم إن خرجتم مجتمعين اتبعتم، ولكن اخرجوا وحدانا مستخفين، فأما المدائن فإن بها من يمنعكم، ولكن سيروا حتى ننزل جسر النهروان، وتكاتبوا إخوانكم من أهل البصرة. قالوا :هذا الرأي«.

جنگ نہروان

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کے کوفہ سے خارج ہونے کے بعد اہل کوفہ کو جنگ شام کے لیے ترغیب دی؛ انہوں نے یہی مقدم سمجھا تھا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام سے بے دخل کیا جائے؛ خوارج کے فتنہ کو وہ زیادہ اہم اور شام کی مہم پر مقدم نہیں کرنا چاہتے تھے؛ چنانچہ انہوں نے بصرہ کی جانب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس خط بھیجا کہ جنگ شام کے لیے جس قدر فوج ممکن ہو روانہ کرو؛ بصرہ سے بھی خوارج چونکہ خارج ہو چکے تھے لہٰذا ان کے اس اخراج کو غنیمت سمجھا گیا کہ نہ یہ لوگ شہر میں ہوں گے نہ فساد برپا کریں گے؛ بصرہ میں اس وقت ساٹھ ہزار جنگجو موجود تھے؛ لیکن جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خط لوگوں کو سنایا اور شام پر حملہ آور ہونے کے لیے ترغیب دی تو بڑی مشکل سے صرف تین ہزار ایک سو آدمی جانے کے لیے تیار ہوئے؛ باقی سب نے اس کان سنا اور اس کان اڑا دیا۔

کوفہ میں بھی لوگوں پر سرد مہری چھائی ہوئی تھی؛ جب بصرہ کی یہ تین ہزار فوج حارثہ بن قدامہ کی سرداری میں کوفہ پہنچی تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ

نے اہل کوفہ کو جمع کر کے خطبہ دیا' اور لوگوں کو لڑائی کے لیے آمادہ کیا' آخر کوفہ والے آمادہ ہو گئے' چالیس ہزار سے زیادہ لشکر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مناسب سمجھا کہ خوارج کو بھی ایک مرتبہ پھر اپنے ساتھ شامل ہونے کی ترغیب دی جائے' چنانچہ انہوں نے نہروان میں عبداللہ بن وہب کے پاس خط بھیجا اور لکھا کہ تم شامیوں سے جنگ کرنے کے لیے ہمارے پاس چلے آؤ' ہم اسی پہلی رائے پر اور اہل شام سے جنگ کرنے پر آمادہ ہیں' عبداللہ بن وہب نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ خط اپنے ساتھیوں کو سنایا اور سب کے مشورے سے یہ جواب لکھا۔

تم نے حکمین کا تقرر خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کیا تھا اور اب جو اہل شام سے لڑائی کا ارادہ کر رہے ہو' یہ بھی اپنے نفس کی خواہش سے کر رہے ہو اگر تم اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے کے بعد توبہ کرو تو ہم تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں' نہیں تو ہم تم سے لڑنے کو آمادہ ہیں۔

اس خط کے آنے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خوارج کی طرف سے مایوسی ہو گئی' مگر انہوں نے ملک شام پر چڑھائی کرنے کے ارادے کو فسخ نہیں کیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تمام ترکوشش خوارج کو راہ راست پر لانے میں صرف ہوئی' لیکن وہ کسی طرح مصالحت کی جانب نہ آئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب ان سے یہ کہتے تھے کہ تم ہی لوگوں نے تو مجھ کو لڑائی بند کرنے کے لیے مجبور کیا تھا' اب تم کس منہ سے مجھ کو ملزم قرار دیتے ہو' تو وہ کہتے تھے کہ ''ہم اپنی خطا اور غلطی کو تسلیم کرتے ہیں' تم بھی اپنی خطاؤں کو تسلیم کرو' ہم مانتے ہیں کہ ہم غلطی کر کے کافر ہو گئے تھے' لیکن توبہ کر کے مسلمان ہو گئے' اسی طرح تم بھی توبہ کر کے مسلمان ہو جاؤ' تاکہ ہم اپنا فتویٰ جو تمہارے کفر کی نسبت صادر کر چکے ہیں واپس لے لیں' نہیں تو ہم تم کو کافر یقین کرتے ہوئے تمہارے خلاف جہاد کریں گے۔

ان مجنونانہ باتوں کی طرف سے چشم پوشی اختیار کر کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ملک شام پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہونے ہی کو تھے کہ سیدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ صحابی رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر پہنچی' جس کی تفصیل اس طرح ہے' کہ سیدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کسی سفر میں تھے کہ نہروان کے قریب ہو کر گذرے اور خوارج کی ایک جماعت کو معلوم ہوا کہ یہ صحابی ہیں' انہوں نے آ کر سوال کیا کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا کہتے ہیں' سیدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ دونوں بہت اچھے اور خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور نیک بندے تھے' پھر خوارج نے دریافت کیا آپ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اول اور آخر زمانہ کی نسبت کیا کہتے ہیں' سیدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ اول سے آخر تک حق پرست اور حق پسند تھے' پھر خوارج نے پوچھا کہ علی رضی اللہ عنہ کی نسبت حکمین کے مقرر کرنے سے پہلے اور حکمین کے مقرر کرنے کے بعد آپ کا کیا خیال ہے' انہوں نے جواب دیا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تم لوگوں سے زیادہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے ہیں۔

خوارج نے یہ سنتے ہی طیش میں آ کر سیدنا عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی اور ان کے ہمراہیوں کو قتل کر ڈالا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی تو تحقیق حال کے لیے حارث بن مرہ کو روانہ کیا' خوارج نے ان کو بھی مار ڈالا' ساتھ ہی خبر پہنچی کہ خوارج بلا دریغ ہر اس شخص کو جو ان کا ہم خیال و ہم عقیدہ نہ ہو قتل کر ڈالتے ہیں' اب ان لوگوں کو جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے یہ فکر ہوئی کہ اگر ہم شام

کے ملک کی طرف گئے تو خوارج کوفہ و بصرہ وغیرہ تمام عراق پر قابض و متصرف ہو کر ہمارے اہل و عیال کو قتل کر دیں گے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی یہ خیال کیا کہ اگر خوارج نے کوفہ و بصرہ پر قبضہ کر لیا' تو پھر ملک شام پر حملہ آوری بجائے مفید ہونے کے مضر ثابت ہوگی' چنانچہ جنگ شام کو ملتوی کر کے خوارج کی طرف کوچ کیا' اور لشکر خوارج کے قریب پہنچ کر ان کے پاس پیغام بھیجا

تم میں سے جن لوگوں نے ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے ان کو ہمارے سپرد کر دو تاکہ ہم ان کو قصاص میں قتل کر دیں اور تم کو تمہارے حال پر چھوڑ کر اہل شام کی طرف روانہ ہوں' اس عرصہ میں جب تک کہ ہم جنگ اہل شام سے فارغ ہوں ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ کو راہ راست پر لے آئے۔

اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کئی بزرگ صحابیوں کو یکے بعد دیگرے خوارج کو نصیحت اور وعظ و پند کرنے کے لیے روانہ کیا' اور خوارج کے وفود کو بلا کر خود بھی نصیحت کی' کہ غلطی حکمین کے مقرر کرنے میں اگر ہوئی' تو باعث اصلی تم ہی لوگ تھے' اب جو کچھ گذرا اس کو فراموش کر دو' اور ہمارے ساتھ شامل ہو کر اہل شام سے لڑنے چلو۔

خوارج نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا کہ بے شک ہم لوگوں نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کی اور کافر ہوئے' لیکن توبہ کر کے پھر مسلمان ہو گئے' اب تم بھی جب تک گناہ کا اقرار کر کے توبہ نہ کرو گے کافر رہو گے' اور ہم تمہاری مخالفت میں کوئی کوتاہی نہ کریں گے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے' کہ میں اللہ پر ایمان لایا' ہجرت کی' خدا کی راہ میں جہاد کیا' میں کس طرح اپنے آپ کو کافر کہوں' آخر سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود لشکر خوارج کی طرف تشریف لے گئے' اور ان کو وعظ و پند فرمانے لگے' خوارج کے سرداروں نے یہ دیکھ کر ہمارے عوام پر کہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تقریر کا اثر نہ ہو جائے' بلند آواز سے اپنے لوگوں کو ہدایت کی کہ!

علی رضی اللہ عنہ کی باتوں کو ہرگز ہرگز نہ سنو' ان سے باتیں کرو' بلکہ اللہ کی ملاقات کے لیے دوڑو' یعنی لڑائی شروع کر دو۔

یہ حالت دیکھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے آئے' اور اپنے لشکر کو مرتب فرما کر ہر حصہ پر سردار مقرر کئے' اور سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو امان کا جھنڈا دے کر فرمایا کہ تم اس جھنڈے کو لے کر ایک بلند مقام پر کھڑے ہو جاؤ' اور بلند آواز سے اعلان کر دو کہ جو شخص بغیر جنگ کئے ہوئے چلا آئے گا اس کو امان دی جائے گی اور جو شخص کوفہ یا مدائن کی طرف چلا جائے گا وہ بھی محفوظ رہے گا' اس اعلان کو سن خوارج کے لشکر سے مروہ بن نوفل اشجعی پانچ سو سواروں کے ساتھ جدا ہو گیا' کچھ لوگ کوفہ کی طرف چل دیئے' کچھ مدائن کی طرف روانہ ہوئے کچھ امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے' غرض خوارج کے لشکر میں ایک تہائی سے بھی کم آدمی باقی رہ گئے' ان پر حملہ کیا گیا اور سب کو گھیر کر تہ تیغ کیا گیا' عبداللہ بن وہب زید بن حصین حرقوص بن زہیر' عبداللہ بن شجر' شریح بن اوفی وغیرہ خوارج کے تمام بڑے بڑے سردار مارے گئے' صرف نو آدمی خوارج کے زندہ بچ کر فرار ہوئے' باقی سب میدان جنگ میں لڑ کر مارے گئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ خارجیوں کی لاشوں کو بغیر دفن کئے ہوئے اسی طرح میدان میں چھوڑ کر واپس ہوئے اس لڑائی میں بظاہر خارجیوں کا پورے طور پر استیصال ہو چکا تھا اور اب کوئی خطرہ ان کی طرف سے باقی نہ رہا تھا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ نہروان سے فارغ ہو کر ملک شام کا عزم فرمایا تو اشعث بن قیس نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ فی الحال چند روز

کے لیے شام کے قصد کو ملتوی کر کے آرام کرنے کا موقع دیجئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کو ناپسند فرمایا' اور مقام نخیلہ میں آ کر قیام کیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص کوفہ میں نہ جائے' جب تک اہل شام پر فتح مندانہ ہو کر واپس نہ آئے' نخیلہ کے قیام میں لوگوں نے اس حکم کی خلاف ورزی کی اور لشکر گاہ کو خالی چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس طرح لشکر گاہ کو خالی دیکھ کر خود بھی کوفہ میں تشریف لے آئے اور سرداروں کو جمع کر کے اس سستی اور تن آسانی کی وجہ دریافت کی' بہت ہی کم لوگوں نے شام پر حملہ آوری کے لیے آمادگی ظاہر کی' باقی خاموش رہے' پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی اور ان کو جنگ شام کے لیے ترغیب دی' مگر سب نے خاموشی سے اس تقریر کو سنا' اور کسی قسم کی آمادگی و مستعدی کا مطلق اظہار نہ کیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ لوگوں کی اس سرد مہری کو دیکھ کر مجبوراً خاموش ہو گئے اور ملک شام پر حملہ آور نہ ہو سکے۔

أن قتال على الخوارج يوم النهروان كان فى هذه السنة، أعنى سنة سبع وثلاثين. قال ابن جرير :وأكثر أهل السير على أن ذلك كان فى سنة ثمان وثلاثين.

مصر کی حالت

جیسا کہ اوپر تحریر ہو چکا ہے' جنگ صفین کے وقت کے مصر کے عامل محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے' اور وہ اس لڑائی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حمایت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت میں کوئی خدمت انجام نہ دے سکے تھے کیونکہ وہ امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہواخواہوں کے ساتھ معرکہ آرائی اور اندرونی جھگڑوں میں گرفتار تھے' ہواخواہان عثمان نے معاویہ بن حدیج کو اپنا سردار بنا کر باقاعدہ مقابلہ اور معرکہ آرائی شروع کر دی اور ان کو کئی معرکوں میں کامیابی بھی حاصل ہو گئی تھی۔

جنگ صفین سے فارغ ہو کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اول مالک اشتر نخعی کو جزیرہ کی حکومت پر مامور کر کے بھیجا' لیکن چند روز کے بعد مالک کو مصر کی گورنری پر نامزد کر کے روانہ کیا' محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ خبر سنی کہ مالک اشتر مصر کی حکومت پر مامور ہو کر آ رہا ہے تو ان کو سخت ملال ہوا' اسی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس خبر کو سنا' تو وہ بھی بہت فکر مند ہوئے' کیونکہ وہ مالک اشتر کو صاحب تدبیر شخص سمجھتے اور جانتے تھے کہ مالک اشتر کے عصر پر قابض ہونے کے بعد مصر کا معاملہ بہت تکلیف دہ اور خطرناک صورت اختیار کرلے گا' مگر اتفاق کی بات کہ مالک اشتر کا مصر میں پہنچنے سے پہلے ہی راستہ میں انتقال ہو گیا اور محمد بن ابی بکر مصر پر بدستور قابض و متصرف رہے۔

مالک اشتر کے مرنے کی خبر سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ہم نے مالک اشتر کو مصر کی حکومت پر اس لیے نامزد نہیں کیا تھا کہ ہم تم سے ناراض تھے' بلکہ اس کا تقرر محض اس لیے عمل میں آیا تھا کہ وہ بعض سیاسی امور کو قابلیت سے انجام دے سکتا تھا جس کی حکومت مصر کے لیے ضرورت تھی' اب جب کہ اس کا راستے ہی میں انتقال ہو گیا' تو ہم تم ہی کو مصر کی حکومت کے لیے بہتر شخص سمجھتے ہیں' تم کو چاہیے کہ دشمنوں کے مقابلہ میں جرات و استقلال سے کام لو' اس خط کے جواب میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے لکھا کہ میں آپ کا تابع فرمان ہوں اور آپ کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہوں۔

یہ واقعات حکمین کے فیصلہ سنانے سے پہلے وقوع پذیر ہو چکے تھے، جب مقام اذرح میں حکمین کے فیصلے کا اعلان ہو گیا، تو اہل شام نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کر کے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اس سے ان کی قوت و شوکت میں پہلے سے اضافہ ہو گیا، اور انہوں نے معاویہ بن حدیج سے خط و کتابت کر کے اس جماعت کی ہمت افزائی کی جو محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے برسر پرخاش تھی، انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے اعانت و امداد طلب کی، یہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا منشا تھا، چنانچہ انہوں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو چھ ہزار کی جمعیت کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا، اور ایک خط بھی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے نام لکھ دیا، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر کے قریب پہنچ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط مع اپنے خط کے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے یہ دونوں خط سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ میں بھیج دیئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو جمع کر کے بہت کچھ ترغیب دی، مگر دو ہزار سے زیادہ آدمی مصر کی مہم کے لیے تیار نہ ہوئے آخر ان ہی دو ہزار کو مالک بن کعب کی سرداری میں مصر کی جانب روانہ کیا۔ ادھر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلہ پر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے دو ہزار کی جمعیت کنانہ بن بشر کی سرداری میں روانہ کر دی تھی، کنانہ بن بشر لشکر شام کے مقابلہ میں شہید ہو گئے، ان کے ہمراہی کچھ مارے گئے، کچھ ادھر ادھر بھاگ گئے۔

اس شکست کا حال سن کر محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے خود میدان جنگ کا قصد کیا، لیکن ان کے ہمراہیوں پر اہل شام کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ وہ بغیر لڑے ان کا ساتھ چھوڑ کر علیحدہ ہو گئے، محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو تنہا پا کر میدان جنگ سے واپس آ کر جبلہ بن مسروق کے مکان میں پناہ گزیں ہوئے، لشکر شام اور معاویہ بن حدیج کے ہمراہیوں نے آ کر جبلہ بن مسروق کے مکان کا محاصرہ کر لیا، محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ زندگی سے مایوس ہو کر نکلے اور دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گرفتار ہوئے، معاویہ بن حدیج نے ان کو قتل کر کے ایک مردہ گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا۔

اس حادثہ کی خبر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے جاسوس عبدالرحمن بن شبیب فزاری نے شام سے آ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سنائی، آپ نے اسی وقت مالک بن کعب کے واپس بلانے کے آدمی بھیجا، ادھر مالک بن کعب نے تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ حجاج بن برک بن عبداللہ غنمی انصاری مصر سے آتے ہوئے راستے میں ملے، انہوں نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے مارے جانے اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مصر پر قابض ہونے کا حال سنایا، اتنے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو جمع کر کے ایک تقریر فرمائی اور ان کو ملامت کی کہ تمہاری ہی سستی اور غفلت کے سبب مصر کا ملک ہاتھ سے جاتا رہا، مگر اس تقریر کو سن کر بھی اہل کوفہ خاموش رہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مصر اور شام دونوں کا خیال چھوڑ دیا، محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ ۳۸ھ میں مصر کے اندر مارے گئے تھے۔

»بعث معاوية عمرو بن العاص إلى ديار مصر ليأخذها من محمد بن أبي بكر الصديق. واستناب معاوية عمرا عليها، وذلك كما سنبينه. وقد كان علي، رضي الله عنه، استناب عليها قيس بن سعد بن عبادة، وانتزعها من يد محمد بن أبي حذيفة، وقد كان أخذها من ابن أبي سرح نائب عثمان عليها، وكان عثمان قد عزل عنها عمرو بن العاص، وكان عمرو هو الذي افتتحها، كما تقدم ذلك. ثم إن عليا عزل عنها قيس بن سعد، وولى عليها محمد بن

أبي بكر، وكان قيس كفئا لمعاوية وعمرو، فلما ولى محمد بن أبي بكر لم يكن فيه قوة تعادل معاوية وعمرا، وحين عزل قيس بن سعد عنها رجع إلى المدينة، ثم سار إلى علي بالعراق فكان معه. وكان معاوية يقول: والله لقيس بن سعد عند علي أبغض إلي من مائة ألف مقاتل تكون معه بدله. فلما فرغ علي من صفين، وبلغه أن أهل مصر قد استخفوا بمحمد بن أبي بكر ؛ لكونه شابا ابن ست وعشرين سنة، أو نحو ذلك عزم علي على رد قيس بن سعد« إليها، وكان علي قد جعله على شرطته. وقيل: إنه استمر بقيس عنده، وولى الأشتر النخعي مصر، وقد كان نائبه على الموصل ونصيبين، فكتب إليه فاستقدمه عليه، وولاه مصر. فلما بلغ معاوية تولية الأشتر النخعي مصر بدل محمد بن أبي بكر، وعلم أن الأشتر سيمنعها منه ؛ لجرأته وشجاعته، فسار الأشتر إليها، فلما بلغ القلزم استقبله الجايسار، وهو مقدم على الخراج فقدم إليه طعاما، وسقاه شرابا من عسل فمات منه، فلما بلغ ذلك معاوية وعمرا وأهل الشام قالوا: إن لله لجنودا من عسل.

وقد ذكر ابن جرير في تاريخه أن معاوية كان قد تقدم إلى هذا الرجل في أن يحتال على الأشتر ؛ فيقتله، ووعده على ذلك بأمور ففعل ذلك. وفي هذا نظر، وبتقدير صحته فإن معاوية يستجيز قتل الأشتر ؛ لأنه من قتلة عثمان، رضي الله عنه. والمقصود أن معاوية وأهل الشام فرحوا فرحا شديدا بموت الأشتر النخعي

ولما بلغ ذلك عليا تأسف على شجاعته وغنائه، وكتب إلى محمد بن أبي بكر باستقراره واستمراره بديار مصر، ولكنه ضعف جأشه مع ما كان فيه من الخلاف عليه من العثمانية الذين ببلد خربتا، وقد كانوا استفحل أمرهم حين انصرف علي من صفين وكان من أمر التحكيم ما كان، وحين نكل أهل العراق عن قتال أهل الشام معه.

وقد كان أهل الشام لما انقضت الحكومة بدومة الجندل سلموا على معاوية بالخلافة، وقوي أمرهم جدا.

فعند ذلك جمع معاوية أمراءه ؛ عمرو بن العاص، وشرحبيل بن السمط، وحبيب بن مسلمة، وعبد الرحمن بن خالد بن الوليد، والضحاك بن قيس، وبسر بن أبي أرطاة، وأبا الأعور السلمي، وحمزة بن سنان الهمداني، وغيرهم، فاستشارهم في المسير إلى مصر فاستجابوا له، وقالوا: سر حيث شئت فنحن معك.

وعين معاوية نيابتها لعمرو بن العاص إذا فتحها، ففرح بذلك عمرو، ثم قال لمعاوية: أرى أن تبعث إليهم رجلا معه جند مأمون عارف بالحرب، فإن بها جماعة ممن يوالي عثمان فيساعدونه على حرب من خالفهم، فقال معاوية: لكن أرى أن أبعث إلى شيعتنا ممن هنالك كتابا نعلمهم بقدومنا عليهم، ونبعث إلى مخالفينا كتابا ندعوهم فيه إلى الصلح. وقال معاوية لعمرو بن العاص: إنك يا عمرو رجل بورك لك في العجلة، وإني امرؤ بورك لي في التؤدة. فقال عمرو: اعمل ما أراك الله، وما أرى أمرك وأمرهم إلا سيصير إلى الحرب العوان.

فكتب عند ذلك معاوية إلى مسلمة بن مخلد الأنصاري، وإلى معاوية بن حديج السكوني - وهما رئيسا العثمانية ببلاد مصر وكانا ممن لم يبايع عليا، ولم يأتمر بأمر نوابه بمصر في نحو من عشرة آلاف - يخبرهم بقدوم الجيش إليهم سريعا، وبعث به مع مولى له يقال له: سبيع. فلما وصل الكتاب إلى مسلمة ومعاوية بن حديج فرحا به

وردا جوابه بالاستبشار والمعاونة والمناصرة له، ولمن يبعثه من الجيش.

فعند ذلك جهز معاوية عمرو بن العاص فى ستة آلاف، وخرج معه مودعا وأوصاه بتقوى الله والرفق والمهل والتؤدة، وأن يقتل من قاتل ويعفو عمن أدبر، وأن يدعو الناس إلى الصلح والجماعة، فإذا أنت ظهرت فليكن أنصارك آثر الناس عندك.

فسار عمرو فلما دخل مصر، اجتمعت عليه العثمانية فقادهم، و كتب إلى محمد بن أبي بكر :أما بعد، فتنح عنى بدمك، فإني لا أحب أن يصيبك مني ظفر ;فإن الناس قد اجتمعوا بهذه البلاد على خلافك ورفض أمرك، وندموا على اتباعك، فهم مسلموك لو قد التقت حلقتا البطان، فاخرج منها فإنى لك لمن الناصحين والسلام.

وبعث إليه عمرو أيضا بكتاب معاوية إليه :أما بعد، فإن غب البغي والظلم عظيم الوبال، وإن سفك الدم الحرام لا يسلم فاعله من النقمة فى الدنيا، والتبعة الموبقة فى الآخرة، وإنا لا نعلم أحدا كان أشد خلافا على عثمان منك حين تطعن بمشاقصك بين حشاشته وأوداجه، ثم أنت تظن أنى عنك نائم أو لفعلك ناس، حتى تأتى فتتأمر على بلاد أنت بها جارى، وجل أهلها أنصارى، وقد بعثت إليك بجيوش يتقربون إلى الله بجهادك، ولن يسلمك الله من القصاص أينما كنت، والسلام.

قال :فطوى محمد بن أبي بكر الكتابين، وبعث بهما إلى على وأعلمه بقدوم عمرو إلى مصر فى جيش من قبل معاوية ;فإن كانت لك بأرض مصر حاجة فابعث إلى بأموال ورجال، والسلام. فكتب إليه على يأمره بالصبر وبمجاهدة العدو، وأنه سيبعث إليه الرجال والأموال، ويمده بالجيوش. و كتب محمد بن أبي بكر إلى معاوية كتابا فى جواب ما قال وفيه غلظة. و كذلك كتب إلى عمرو بن العاص كتابا فيه كلام غليظ. وقام محمد بن أبي بكر فى الناس فخطبهم وحثهم على الجهاد ومناجزة من قصدهم من أهل الشام.

وتقدم عمرو بن العاص إلى مصر فى جيوشه، ومن لحق به من العثمانية، والجميع فى قريب من ستة عشر ألفا. وركب محمد بن أبي بكر فى قريب من ألفي فارس وهم الذين انتدبوا معه من أهل مصر، وقدم بين يدى جيشه كنانة بن بشر، فجعل لا يلقى أحدا من الشاميين إلا قاتلهم حتى يلحقهم مغلوبين إلى عمرو بن العاص، فبعث عمرو بن العاص إليه معاوية بن حديج، فجاءه من ورائه، وأقبل إليه الشاميون حتى أحاطوا به من كل جانب ; فترجل عند ذلك كنانة وهو يقول :{وما كان لنفس أن تموت إلا بإذن الله كتابا مؤجلا} [آل عمران 145 :] الآية [آل عمران 145 :]. ثم قاتل حتى قتل، وتفرق أصحاب محمد بن أبي بكر عنه، ورجع يمشى فرأى خربة فأوى إليها، ودخل عمرو بن العاص فسطاط مصر، وذهب معاوية بن حديج فى طلب محمد بن أبي بكر، فمر بعلوج فى الطريق فقال لهم :هل مر بكم أحد تستنكرونه؟ قالوا :لا. فقال رجل منهم :إنى رأيت رجلا جالسا فى هذه الخربة. فقال :هو هو ورب الكعبة. فدخلوا عليه فاستخرجوه منها -وقد كاد يموت عطشا- فانطلق أخوه عبد الرحمن بن أبي بكر إلى عمرو بن العاص، وكان قد قدم معه إلى مصر، فقال :أيقتل أخى صبرا؟ فبعث عمرو بن

العاص إلى معاوية بن حديج أن يأتيه بمحمد بن أبي بكر ولا يقتله. فقال معاوية : كلا والله، أيقتلون كنانة بن بشر وأترك محمد بن أبي بكر، وقد كان في من قتل عثمان، وقد سألهم عثمان الماء فلم يسقوه؟ وقد سألهم محمد بن أبي بكر أن يسقوه شربة من الماء. فقال معاوية :لا سقاني الله إن سقيتك قطرة من الماء أبدا ; إنكم منعتم عثمان أن يشرب الماء حتى قتلتموه صائما محرما، فتلقاه الله بالرحيق المختوم.

وقد ذكر ابن جرير، أن محمد بن أبي بكر نال من معاوية بن حديج هذا وشتمه، ومن عمرو بن العاص، ومن معاوية ومن عثمان بن عفان أيضا ; فعند ذلك غضب معاوية بن حديج، فقدمه فقتله، ثم جعله في جيفة حمار فأحرقه بالنار، فلما بلغ ذلك عائشة جزعت عليه جزعا شديدا، وضمت عياله إليها، وكان فيهم ابنه القاسم، وجعلت تدعو على معاوية وعمرو بن العاص دبر الصلوات.

»البدایۃ والنہایۃ« (10 / 654):

دوسرے صوبوں پر بھی قابض ہونے کی کوشش

مصر پر قبضہ کرنے کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوصلے پہلے سے زیادہ ترقی کر گئے' مصر کے بعد انہوں نے بصرہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حکومت سے نکالنے کی کوشش کی' بصرہ کی حالت بھی مصر سے مشابہ تھی' واقعہ جمل کی وجہ سے بہت سے اہل بصرہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناخوش اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کا معاوضہ طلب کرنا ضروری سمجھتے تھے' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن الحضرمی کو بصرہ کی طرف روانہ کیا اور سمجھایا کہ ان لوگوں کو جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے خوش نہیں ہیں' اور خون عثمان کے مطالبہ کو ضروری سمجھتے ہیں اپنی طرف جذب کریں' اور ان کی تالیف قلوب میں پوری کوشش عمل میں لا کر بصرہ پر قابض ہو جائیں۔

ابن حضرمی جب بصرہ پہنچے تو وہاں ان دنوں سیدنا عبداللہ بن عباس حاکم بصرہ موجود نہ تھے' وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ہوئے تھے' اس لیے عبداللہ بن الحضرمی کے لیے یہ بہت اچھا موقع تھا' چنانچہ بصرہ میں ایک طاقتور جمعیت ان کے ساتھ شامل ہوگئی۔

یہ خبر جب کوفہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی تو انہوں نے اعین بن ضبیعہ کو یہ ہدایت کر کے بھیجا کہ جس طرح ممکن ہو ابن الحضرمی کے گرد جمع ہونے والے لوگوں میں نا اتفاقی اور پھوٹ پیدا کرنے کی کوشش کرو' چنانچہ اعین بن ضبیعہ کو اپنی کوشش میں کامیابی حاصل ہوئی' عبداللہ بن الحضرمی بصرہ میں ۳۸ھ کے آخری ایام میں مقتول ہوئے۔

۳۹ھ میں اہل فارس نے یہ دیکھ کر بصرہ کے لوگوں میں اختلاف موجود ہے اور وہاں کچھ لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمدرد ہیں تو کچھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمدرد بھی پائے جاتے ہیں' بغاوت اختیار کر کے اپنے حاکم سہل بن حنیف کو نکال دیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ حاکم بصرہ کو لکھا کہ زیاد کو فارس کی حکومت پر روانہ کردو' چنانچہ زیاد نے فارس میں جا کر اہل فارس کو بزور شمشیر سیدھا کر دیا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان حالات کا جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے اور ان کے ساتھ مل کر لڑنے کے لیے لوگ آمادہ

نہ ہوئے تھے اور جابجا ان کے خلاف بغاوتوں کی سازشوں کے سامان نظر آتے تھے خوب فائدہ اٹھایا' اور اپنی سخاوت' درگذر' چشم پوشی' احسان' قدردانی' مآل اندیشی سے کام لینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا' مدینہ طائف اور یمن وغیرہ سے لوگ کھچ کھچ کر دمشق میں جمع ہونے لگے۔

انہوں نے نعمان بن بشیر کو عین التمر کی طرف بھیجا' وہاں کے والی مالک بن کعب کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی امداد نہ پہنچی' اور نعمان نے عین التمر کے علاقے پر قبضہ کرلیا۔

سفیان بن عوف کو ایک زبردست جمعیت دے کر مدائن کی طرف روانہ کیا' سفیان بن عوف نے انبار اور مدائن وغیرہ کے علاقوں سے مال واسباب لوٹ کر اور جس قدر خزانہ مل سکا سب لے کر دمشق کا رخ کیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر تعاقب کے لیے نکلے مگر سفیان بن عوف ہاتھ نہ آئے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت صرف عراق و ایران تک

اسی طرح سیدنا معاویہ نے بسر بن ابی ارطاۃ کو حجاز و یمن کی طرف روانہ کیا' اہل مدینہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت اختیار کی' اس کے بعد اہل مکہ اور اہل یمن نے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی اور عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو یمن کے دارالسلطنت صنعاء سے نکال دیا۔

غرض ۴۰ ھ کے ابتداء میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت یمن' حجاز' شام' فلسطین مصر وغیرہ ممالک پر قائم ہو چکی تھی اور ان مقبوضہ ممالک کی حکومت میں کسی قسم کی کمزوری و اضمحلال کے آثار بھی نہیں پائے جاتے تھے' نہ کسی بغاوت اور اندرونی مخالفت کا ان کو اندیشہ تھا۔

مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ دونوں شہروں کو غیر جانب دار اور آزاد چھوڑ دیا گیا تھا' یعنی ان شہروں میں نہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی نہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی' اور اس پر دونوں حضرات رضامند ہو گئے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حکومت عراق و ایران پر قائم تھی' مگر عراق میں عربی قبائل کی ایک بڑی تعداد ایسی تھی جو ان کی حکومت کے ساتھ دلی ہمدردی نہ رکھتے تھے' اسی طرح ایران میں بھی سازشوں اور بغاوتوں کا سلسلہ جاری تھا' ایران کے مجوسی لوگ اپنی گئی ہوئی سلطنت کے دوبارہ قائم کرلینے کے خواب ابھی تک دیکھ رہے تھے اور کسی موقع کو فوت ہونے نہ دیتے تھے۔

کوفہ' اور بصرہ جو دو مرکزی شہر سمجھے جاتے تھے خود ان میں بھی ایسے لوگ موجود تھے جن کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہمدردی تھی' سیدنا علی رضی اللہ عنہ اپنی شجاعت اور بلند ہمتی سے سب کچھ کرنا چاہتے' اور اپنی خلافت کو تمام عالم اسلامی کی ایک ہی شہنشاہی قائم کرنے کے خواہش مند تھے' لیکن ان کے ساتھیوں کی طرف سے عموماً پست ہمتی اور نافرمانی کا اظہار ہوتا تھا' جس کی وجہ سے وہ مجبور تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں عجمی لوگ زیادہ تھے' اور امیر معاویہ کی فوج میں عربی لوگوں کی کثرت تھی' حجاز و یمن کی حکومت قبضہ میں آ جانے سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حیثیت و اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ گئی تھی' تاہم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی ذاتی حیثیت و شجاعت اور

ان کی بزرگی وعظمت اس قدر بلند پایہ تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی ہمسری کے دعوے میں اپنے آپ کو کمزور پاتے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ خائف رہتے تھے۔

»فيها فرق معاوية بن أبي سفيان جيوشا كثيرة في أطراف معاملات علي بن أبي طالب، وذلك أن معاوية رأى بعد أن ولاه عمرو بن العاص الخلافة بعد اتفاقه هو وأبو موسى على خلع علي وعزله عن الأمر - أن ولايته صحيحة، وقد وقعت الموقع، فهو الذي تجب طاعته فيما يعتقده، ولأن أهل العراق قد خالفوا عليا فلا يطيعونه، ولا يأتمرون بأمره، فلا يحصل بمباشرته مقصود الولاية والإمارة، والحالة هذه، فأنا أولى منه ; إذ كانت كلمة أهل الشام ومصر مجموعة علي، وهم طائعون لي، يأتمرون بأمري، وكلمتي نافذة فيهم. فعند ذلك جهز الجيوش إلى أطراف مملكة علي، فكان ممن بعثه في هذه السنة النعمان بن بشير في ألفي فارس إلى عين التمر، وعليها مالك بن كعب في ألف فارس مسلحة لعلي، فلما سمعوا بقدوم الشاميين« ارفضوا عنه فلم يبق مع مالك إلا مائة رجل، فكتب عند ذلك إلى علي يخبره بأمر النعمان، فندب علي الناس إلى إغاثة مالك بن كعب، فتثاقلوا عليه ونكلوا، ولم يجيبوا إلى الخروج فخطبهم علي عند ذلك، فقال في خطبته : يا أهل الكوفة، كلما سمعتم بمنسر من مناسر أهل الشام قد أظلكم، انجحر كل امرء منكم في بيته، وغلق عليه بابه، انجحار الضب في جحره، والضبع في وجاره، المغرور والله من غررتموه، ومن فاز بكم فاز بالسهم الأخيب، لا أحرار عند النداء، ولا إخوان ثقة عند النجاء، إنا لله وإنا إليه راجعون، ماذا منيت به منكم؟ عمي لا تبصرون، وبكم لا تنطقون، وصم لا تسمعون، إنا لله وإنا إليه راجعون. ودهمهم النعمان بن بشير في ألفي مقاتل، وليس مع مالك بن كعب إلا مائة رجل قد كسروا جفون سيوفهم، واستقتلوا أولئك، فاقتتلوا قتالا شديدا، فبينما هم كذلك إذ جاءهم نجدة من جهة مخنف بن سليم مع ابنه عبد الرحمن بن مخنف في خمسين رجلا، فلما رآهم الشاميون ظنوا أنهم مدد عظيم، ففروا هرابا على وجوههم، فاتبعهم مالك بن كعب فقتل منهم ثلاثة أنفس، وذهب الباقون لا يلوون على أحد حتى قدموا الشام ولم يتم لهم ما رجوا من هذا الوجه.

وفيها : بعث معاوية سفيان بن عوف في ستة آلاف إلى هيت فيغير عليها، ثم يأتي الأنبار والمدائن. فسار حتى انتهى إلى هيت فلم يجد بها أحدا، ثم أتى الأنبار وبها مسلحة لعلي نحو من خمسمائة، فتفرقوا ولم يبق فيها إلا مائة رجل، فقاتلوا مع قلتهم وصبروا حتى قتل أميرهم -وهو أشرس بن حسان البكري- في ثلاثين رجلا من أصحابه، واحتمل الشاميون ما كان بالأنبار من الأموال وكروا راجعين إلى الشام، فلما بلغ عليا ما جرى لأهل الأنبار، ركب بنفسه فنزل بالنخيلة، فقال له الناس : نحن نكفيك ذلك يا أمير المؤمنين. فقال : والله ما تكفونني ولا أنفسكم، وسرح سعيد بن قيس في أثر القوم، فسار وراءهم حتى بلغ هيت فلم يلحقهم فرجع.

وفيها : بعث معاوية عبد الله بن مسعدة الفزاري في ألف وسبعمائة إلى تيماء وأمره أن يصدق أهل البوادي، ومن

امتنع من إعطائه فليقتله. ثم يأتي المدينة ومكة والحجاز. فسار إلى تيماء واجتمع عليه بشر كثير. فلما بلغ عليا خبره بعث المسيب بن نجبة الفزاري في ألفي رجل، فالتقوا بتيماء فاقتتلوا قتالا شديدا عند زوال الشمس، وحمل المسيب بن نجبة على ابن مسعدة فضربه ثلاث ضربات وهو لا يريد قتله بل يقول له: النجاء النجاء. فانحاز ابن مسعدة في طائفة من قومه إلى حصن هناك فتحصنوا به، وهرب بقيتهم إلى الشام، وانتهبت الأعراب ما كان جمعه ابن مسعدة من إبل الصدقة، وحاصرهم المسيب ثلاثة أيام، ثم ألقى الحطب على الباب، وألهب فيه النار، فلما أحسوا بالهلاك أشرفوا من الحصن، ومتوا إليه بأنهم من قومه، فرق لهم وأطفأ النار، فلما كان الليل فتح باب الحصن، وخرجوا منه هرابا إلى الشام، فقال عبد الرحمن بن شبيب للمسيب بن نجبة: سرحني ألحقهم. فقال: لا. فقال: غششت أمير المؤمنين وداهنت في أمرهم.

وفيها: وجه معاوية الضحاك بن قيس في ثلاثة آلاف، وأمره أن يغير على أطراف جيش علي، فبعث إليه علي حجر بن عدي في أربعة آلاف، وأنفق فيهم كل واحد خمسين درهما خمسين درهما، فالتقوا بتدمر فقتل حجر من أصحاب الضحاك تسعة عشر رجلا، وقتل من أصحاب حجر رجلان، وغشيهم الليل، فتفرقوا وانشمر الضحاك بأصحابه فارا إلى الشام.

وفيها: سار معاوية بنفسه في جيش كثيف حتى بلغ دجلة، ثم كر راجعا. ذكره محمد بن سعد، عن الواقدي بإسناده، وأبو معشر معه أيضا.

»البدایۃ والنهایۃ« (10/ 674):

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بصرہ سے رخصت ہونا

انہیں ایام یعنی ۴۰ ھ کے ابتدائی ایام میں ایک اور ناگوار واقعہ پیش آیا' یعنی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر بصرہ کی حکومت چھوڑ کر مکہ کی طرف چلے گئے۔

اس ناگوار واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ بصرہ سے ابو الاسود نے سیدنا عبداللہ بن عباس کی جھوٹی شکایت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ لکھ کر بھیجی کہ انہوں نے بیت المال کے مال کو آپ کی اجازت کے بغیر خرچ کر ڈالا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابو الاسود کو شکریہ کا خط لکھا کہ اس قسم کی اطلاع دینا اور عاملوں کی بے راہ روی سے آگاہ کرتے رہنا ہمدردی و عقیدت کی دلیل ہے' اور سیدنا عبداللہ ابن عباس کو لکھا کہ ہمارے پاس اس قسم کی اطلاع پہنچی ہے' تم جواب میں کیا کہتے ہو' عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے خط میں ابو الاسود کا حوالہ نہیں دیا گیا تھا۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواباً لکھا کہ آپ کو جو خبر پہنچی ہے وہ سراسر غلط اور بے بنیاد ہے' میں نے جو مال خرچ کیا ہے وہ میرا ذاتی مال تھا' اس کو بیت المال سے کوئی تعلق نہ تھا۔

سیدنا علی نے دوبارہ خط لکھا کہ اگر وہ تمہارا ذاتی مال تھا تو یہ بتاؤ کہ وہ تم کو کہاں سے اور کس طرح حاصل ہوا تھا اور تم نے اس کو کہاں رکھا تھا۔

اس خط کے جواب میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے لکھا' کہ میں ایسی گورنری سے باز آیا' آپ جس کو مناسب سمجھیں بصرہ کا عامل

مقرر کر کے بھیج دیں، میں نے جو مال خرچ کیا وہ میرا ذاتی مال تھا' اور میں اس کو اپنے اختیار سے خرچ کرنے کا اختیار رکھتا تھا' یہ لکھ کر وہ اپنا سامان درست کر کے بصرہ سے روانہ ہو گئے اور مکہ معظمہ پہنچ گئے۔

»حدثني عمر بن شبة، قال :حدثني جماعة عن أبي مخنف، عن سليمان ابن أبي راشد، عن عبد الرحمن بن عبيد أبي الكنود، قال :مر عبد الله بن عباس على ابي الأسود الدولي، فقال :لو كنت من البهائم كنت جملا، ولو كنت راعيا ما بلغت من المرعى، ولا أحسنت مهنته في المشي قال :فكتب أبو الأسود إلى علي:

أما بعد، فإن الله جل وعلا جعلك واليا مؤتمنا، وراعيا مستوليا، وقد بلوناك فوجدناك عظيم الأمانة، ناصحا للرعية، توفر لهم فيئهم، وتظلف نفسك عن دنياهم، فلا تأكل أموالهم، ولا ترتشي في أحكامهم، وإن ابن عمك قد أكل ما تحت يديه بغير علمك، فلم يسعني كتمانك ذلك، فانظر رحمك الله فيما هناك، واكتب إلي برأيك فيما أحببت أنته إليك والسلام.

فكتب إليه علي :أما بعد، فمثلك نصح الإمام والأمة، وأدى الأمانة، ودل على الحق، وقد كتبت إلى صاحبك فيما كتبت إلي فيه من أمره، ولم أعلمه أنك كتبت، فلا تدع أعلامي بما يكون بحضرتك مما النظر فيه للأمة صلاح، فإنك بذلك جدير، وهو حق واجب عليك، والسلام.

وكتب إلى ابن عباس في ذلك، فكتب إليه ابن عباس :أما بعد، فإن الذي بلغك باطل، وإني لما تحت يدي ضابط قائم له وله حافظ، فلا تصدق الظنون، والسلام.

قال :فكتب إليه علي :أما بعد، فأعلمني ما أخذت من الجزية، «ومن أين أخذت؟ وفيم وضعت؟

قال :فكتب إليه ابن عباس :أما بعد، فقد فهمت تعظيمك مرزأة ما بلغك أني رزأته من مال أهل هذا البلد، فابعث إلى عملك من أحببت، فإني ظاعن عنه والسلام.

» تاريخ الطبري = تاريخ الرسل والملوك، وصلة تاريخ الطبري« (141/5):

سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کی شہادت

انہیں ایام میں جب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بصرہ کی حکومت چھوڑ کر مکہ معظمہ میں چلے آئے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی سیدنا عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا معقول روزینہ مقرر کر دیا' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیدنا عقیل کے اس طرح جدا ہو جانے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جانے کا سخت ملال ہوا اور آپ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگی تیاریوں کو ضروری سمجھا' کوفیوں کو شام پر حملہ کرنے کی ترغیب دی اور اس مرتبہ کوفیوں پر آپ کی ترغیب کا یہ اثر ہوا کہ ساٹھ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر اس امر کی بیعت کی کہ ہم تا زیست آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے اور مارنے مرنے پر آمادہ رہیں گے' آپ ان ساٹھ ہزار کے علاوہ اور لوگوں کو بھی فراہم کرنے اور سامان حرب درست کرنے میں مصروف تھے' خارجیوں کی فوجی طاقت جنگ نہروان میں زائل ہو چکی تھی' بظاہر ان کی طرف سے کوئی اندیشہ

باقی نہ رہا تھا۔

خوارج کا خطرناک منصوبہ!

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جنگ نہروان میں خوارج کے صرف نو آدمی بچ گئے تھے ان نو آدمیوں نے جو خوارج میں امامت و سرداری کی حیثیت رکھتے تھے اول فارس کے مختلف مقامات میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوتوں اور سازشوں کو کامیاب بنانے کی کوششوں میں حصہ لیا' مگر جب کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی تو عراق حجاز میں آ کر ادھر ادھر آوارہ پھرنے لگے۔

آخر مکہ معظمہ میں عبدالرحمن بن ملجم مرادی' برک بن عبداللہ تمیمی' عمرو بن بکر تمیمی تین شخص جمع ہوئے' اور آپس میں مقتولین نہروان کا ذکر کر کے دیر تک افسوس کرتے رہے' پھر تینوں اس رائے پر متفق ہوئے کہ آؤ تین سب سے بڑے سرداروں کو جنہوں نے عالم اسلام کو پریشان کر رکھا ہے قتل کر ڈالیں' تینوں نے باہم عہد و پیمان کیا اور یہ قرار پایا کہ عبدالرحمن ابن ملجم مرادی مصری سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو' اور برک بن عبداللہ تمیمی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو' اور عمرو بن بکر تمیمی سعدی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حاکم مصر کو قتل کرے' اور یہ تینوں قتل ایک ہی تاریخ اور ایک ہی وقت میں وقوع پذیر ہوں' چنانچہ ۱۶ رمضان المبارک یوم جمعہ نماز فجر کا وقت مقرر ہوا' تینوں آدمی کوفہ' دمشق اور مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب رمضان المبارک کی مقررہ تاریخ آئی' تو برک بن عبداللہ تمیمی نے دمشق کی مسجد میں داخل ہو کر جب کہ امیر معاویہ نماز فجر کی امامت کر رہے تھے تلوار کا ایک ہاتھ مارا اور یہ سمجھ کر کہ تلوار کا ہاتھ کاری لگا ہے بھاگا' لیکن گرفتار کر لیا گیا' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زخمی تو ہوئے مگر زخم مہلک نہ تھا' چند روز کے علاج معالجہ سے اچھا ہو گیا' برک کو ایک روایت کے مطابق اسی وقت اور دوسری روایت کے موافق کئی برس کے بعد قید رکھ کر قتل کیا گیا' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد مسجد میں اپنے لیے محفوظ جگہ بنوائی' اور پہرہ بھی مقرر کیا۔

اسی مقرر تاریخ اور مقررہ وقت میں عمرو بن بکر نے مصر کی مسجد میں نماز فجر کی امامت کرتے ہوئے خارجہ بن ابی حبیبہ بن عامر کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سمجھ کر تلوار کے ایک ہی وار میں قتل کر دیا' اس روز اتفاقاً عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تھے' اور انہوں نے اپنی جگہ خارجہ بن حبیبہ ایک فوجی افسر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا' عمرو بن بکر نے سمجھا کہ یہی عمرو بن بن العاص رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کو قتل کیا۔

اسی روز کوفہ میں عبدالرحمن بن ملجم نے نماز فجر کے وقت مسجد میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا' اور اس زخم کے صدمہ سے دو روز کے بعد ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

تفصیل اس حادثہ جانکاہ کی یہ ہے کہ عبدالرحمن بن ملجم کوفہ میں آ کر اپنے دوستوں سے ملا' مگر کسی پر اپنے ارادہ کو ظاہر نہ کیا' آخر خوب سوچ سمجھ کر اپنے ایک دوست شبیب بن بجرۃ اشجعی پر اپنا راز ظاہر کیا اور اس سے امداد چاہی اور کہا کہ ہم کو مقتولین نہروان کے عوض سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہیے' اول تو شبیب نے اس ارادہ سے باز رکھنا چاہا' پھر کچھ متامل ہوا' اور آخر کار ابن ملجم کے کام میں امداد کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

قبیلہ تمیم کے دس آدمی جو خارجی ہو کر لشکر خوارج میں شامل تھے، جنگ نہروان میں مقتول ہوئے تھے، ان مقتولین کے عزیزوں اور رشتہ داروں کو جو کوفہ میں رہتے تھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے عناد اور ملال تھا۔ ابن ملجم ان لوگوں سے اکثر ملتا اور اکثر ان کے گھروں میں آتا جاتا رہتا تھا، اس نے ایک نہایت حسین و جمیل عورت دیکھی جس کا نام قطام تھا، اس عورت کا باپ اور بھائی دونوں انہیں دس مقتولین میں شامل تھے، ابن ملجم نے قطام کے پاس شادی کا پیغام بھیجا قطام نے کہا کہ پہلے مہر ادا کر دو تو میں نکاح کے لیے تیار ہوں، جب اس نے مہر کی مقدار دریافت کی گئی تو اس نے کہا کہ تین ہزار درہم، ایک لونڈی، ایک غلام اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا کٹا ہوا سر میرا مہر ہے، ابن ملجم تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قتل کی نیت سے آیا ہی تھا، اس نے کہ میں صرف آخری شرط پوری کر سکتا ہوں، باقی شرائط کی بجا آوری سے اس وقت مجبور ہوں۔ قطام نے کہا کہ اگر تم آخری شرط کو پوری کر دو، تو میں باقی چیزوں کو خود چھوڑتی ہوں، ابن ملجم نے کہا کہ اگر تو چاہتی ہے کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے قتل پر قادر ہو جاؤں تو اس راز کو کہیں فاش نہ کرنا، قطام نے راز کی حفاظت کا وعدہ کیا، اور اپنے رشتہ داروں میں سے ایک شخص وردان نامی کو ابن ملجم کے ساتھ مقرر کیا کہ وہ ابن ملجم کی مدد کرے۔

آخر مقررہ تاریخ یعنی ۱۶ رمضان المبارک جمعہ کا دن آپہنچا، اور ابن ملجم شبیب بن بجرہ اور وردان تینوں پچھلی رات سے مسجد کوفہ میں آئے، اور دروازہ کے قریب چھپ کر بیٹھ گئے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو حسب عادت نماز کے لیے آوازیں دیتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے، سب سے پہلے وردان نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا، مگر اس کی تلوار دروازہ کی چوکھٹ یا دیوار پر پڑی، اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھ گئے، ابن ملجم نے فوراً آگے لپک کر آپ کی پیشانی پر تلوار کا ہاتھ مارا جو بہت کاری پڑا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے زخم کھا کر حکم دیا کہ ان کو پکڑو، لوگ نماز کے لیے مسجد میں آچکے تھے، یہ حکم سنتے ہی دوڑ پڑے، وردان اور شبیب دونوں مسجد سے نکل کر بھاگے، مگر ابن ملجم مسجد سے باہر نہ نکل سکا وہ مسجد ہی کے ایک گوشہ میں چھپا اور گرفتار کر لیا گیا، شبیب کو ایک شخص حضرمی نے پکڑا، مگر وہ چھوٹ کر بھاگ گیا اور ہاتھ نہ آیا وردان بھاگ کر اپنے گھر کے قریب پہنچ چکا تھا کہ لوگوں نے جالیا اور وہیں قتل کر دیا۔

ابن ملجم گرفتار ہو کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا گیا، آپ نے حکم دیا کہ اگر میں اس زخم سے مر جاؤں تو تم بھی اس کو قتل کر دینا اور اگر میں اچھا ہو گیا تو خود جو مناسب سمجھوں گا کروں گا، پھر آپ نے بنو عبد المطلب کو وصیت کی کہ میرے قتل کو مسلمانوں کی خوں ریزی کا بہانہ نہ بنانا، صرف اسی ایک شخص کو جو میرا قاتل ہے قصاص میں قتل کر دینا۔

پھر سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے فرمایا، کہ اے حسن رضی اللہ عنہ اگر اس زخم کے صدمہ سے میں مر جاؤں تو تم بھی اس کی تلوار سے ایسا ہی ایک وار کرنا کہ اس کا کام تمام ہو جائے اور مثلہ ہرگز نہ کرنا کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

ابن ملجم کی تلوار کا زخم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی کنپٹی تک پہنچا تھا اور تلوار کی دھار دماغ تک اتر گئی تھی، مگر آپ جمعہ کے دن تک زندہ رہے، ہفتہ کے روز ۱۷ رمضان المبارک کو آپ نے وفات پائی، آپ کے وفات پانے سے پیشتر جندب بن عبداللہ نے آ کر عرض کیا کہ آپ ہم سے جدا ہو جائیں یعنی وفات پا جائیں تو کیا ہم سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں، آپ نے فرمایا کہ میں اس کے متعلق کچھ نہیں

کہتا' تم جومناسب سمجھنا کرنا۔

پھر حسنین کو بلا کر فرمایا کہ میں تم کو خدائے تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے اور دنیا میں مبتلا نہ ہونے کی وصیت کرتا ہوں' تم کسی چیز کے حاصل نہ ہونے پر افسوس نہ کرنا' ہمیشہ حق بات کہنا' یتیموں پر رحم اور بے کسوں کی مدد کرنا' ظالم کے دشمن اور مظلوم کے مددگار رہنا' قرآن شریف پر عامل رہنا' اور حکم خدا کی تعمیل میں ملامت کرنے والوں کی ملامت سے نہ ڈرنا۔

پھر محمد بن الحنفیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تم کو بھی ان ہی باتوں کی اور دونوں بھائیوں کی تعظیم مدنظر رکھنے کی وصیت کرتا ہوں' ان کا حق تم پر زیادہ ہے' ان کی منشاء کے خلاف تم کو کوئی کام نہیں کرنا چاہیے' حسنین رضی اللہ عنہ کی جانب مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کو بھی محمد بن الحنفیہ کے ساتھ ہمیشہ حسن سلوک اور رعایت کے ساتھ پیش آنا چاہیے' پھر ایک عام وصیت تحریر کرانے لگے' کہ وفات کا وقت آ گیا' اور سوائے لا الہ الا اللہ کے دوسرا کلمہ زبان مبارک سے نہ نکلا۔

»حدثني موسى بن عثمان بن عبد الرحمن المسروقي، قال :حدثنا عبد الرحمن الحراني أبو عبد الرحمن، قال: أخبرنا اسماعيل بن راشد، قال :كان من حديث ابن ملجم وأصحابه أن ابن ملجم والبرك بن عبد الله وعمرو بن بكر التميمي اجتمعوا، فتذاكروا أمر الناس، وعابوا على ولاتهم، ثم ذكروا أهل النهر، فترحموا عليهم، وقالوا: ما نصنع بالبقاء بعدهم شيئا! إخواننا الذين كانوا دعاة الناس لعبادة ربهم، والذين كانوا لا يخافون في الله لومة لائم، فلو شرينا أنفسنا فأتينا أئمة الضلالة فالتمسنا قتلهم، فأرحنا منهم « البلاد، وثأرنا بهم إخواننا! فقال ابن ملجم :أنا أكفيكم علي بن أبي طالب- وكان من أهل مصر- وقال البرك بن عبد الله :أنا أكفيكم معاوية بن أبي سفيان، وقال عمرو بن بكر :أنا أكفيكم عمرو بن العاص فتعاهدوا وتواثقوا بالله لا ينكص رجل منا عن صاحبه الذي توجه إليه حتى يقتله أو يموت دونه فأخذوا أسيافهم، فسموها، واتعدوا لسبع عشرة تخلو من رمضان أن يثب كل واحد منهم على صاحبه الذي توجه إليه، وأقبل كل رجل منهم إلى المصر الذي فيه صاحبه الذي يطلب.

فأما ابن ملجم المرادي فكان عداده في كندة، فخرج فلقي أصحابه بالكوفة، وكاتمهم أمره كراهة أن يظهروا شيئا من أمره، فإنه رأى ذات يوم أصحابا من تيم الرباب- وكان علي قتل منهم يوم النهر عشرة- فذكروا قتلاهم، ولقي من يومه ذلك امرأة من تيم الرباب يقال لها :قطام ابنة الشجنه- وقد قتل أباها وأخاها يوم النهر، وكانت فائقة الجمال- فلما رآها التبست بعقله، ونسي حاجته التي جاء لها، ثم خطبها، فقالت: لا أتزوجك حتى تشفي لي قال :وما يشفيك؟ قالت :ثلاثة آلاف وعبد وقينة وقتل علي بن أبي طالب، قال :هو مهر لك، فأما قتل علي فلا أراك ذكرته لي وأنت تريديني! قالت :بلى، التمس غرته، فإن أصبت شفيت نفسك ونفسي، ويهنئك العيش معي، وإن قتلت فما عند الله خير من الدنيا وزينتها وزينة أهلها، قال :فوالله ما جاء بي إلى هذا المصر إلا قتل علي، فلك ما سألت قالت :إني أطلب لك من يسند ظهرك، ويساعدك على أمرك، فبعثت

إلی رجل من قومها من تیم الرباب یقال له:

وردان فکلمته فأجابها، وأتی ابن ملجم رجلا من أشجع یقال له شبیب بن بجرة فقال له :هل لك فی شرف الدنیا والآخرة؟ قال :وما ذاك؟ قال :قتل علی بن أبی طالب، قال :ثکلتك أمك! لقد جئت شیئا إدا، کیف تقدر علی علی! قال :أکمن له فی المسجد، فإذا خرج لصلاة الغداة شددنا علیه فقتلناه، فإن نجونا شفینا أنفسنا، وأدرکنا ثأرنا، وإن قتلنا فما عند الله خیر من الدنیا وما فیها قال :ویحك! لو کان غیر علی لکان أهون علی، قد عرفت بلاءه فی الإسلام، وسابقته مع النبی ص وما أجدنی أنشرح لقتله قال :أما تعلم أنه قتل أهل النهر العباد الصالحین! قال :بلی، قال :فنقتله بمن قتل من إخواننا، فأجابه-فجاءوا قطام-وهی فی المسجد الأعظم معتکفة-فقالوا لها :قد أجمع رأینا علی قتل علی، قالت:

فإذا أردتم ذلك فأتونی، ثم عاد إلیها ابن ملجم فی لیلة الجمعة التی قتل فی صبیحتها علی سنة أربعین-فقال: هذه اللیلة التی واعدت فیها صاحبی أن یقتل کل منا صاحبه، فدعت لهم بالحریر فعصبتهم به، وأخذوا أسیافهم وجلسوا مقابل السدة التی یخرج منها علی، فلما خرج ضربه شبیب بالسیف.

فوقع سیفه بعضادة الباب أو الطاق، وضربه ابن ملجم فی قرنه بالسیف.

وهرب وردان حتی دخل منزله، فدخل علیه رجل من بنی أبیه وهو ینزع الحریر عن صدره، فقال :ما هذا الحریر والسیف؟ فأخبره بما کان وانصرف فجاء بسیفه فعلا به وردان حتی قتله، وخرج شبیب نحو أبواب کندة فی الغلس، وصاح الناس، فلحقه رجل من حضرموت یقال له عویمر، وفی ید شبیب السیف، فأخذه، وجثم علیه الحضرمی، فلما رأی الناس قد أقبلوا فی طلبه، وسیف شبیب فی یده، خشی علی نفسه، فترکه، ونجا شبیب فی غمار الناس، فشدوا علی ابن ملجم فأخذوه، إلا أن رجلا من همدان یکنی أبا أدماء أخذ سیفه فضرب رجله، فصرعه، [وتأخر علی، ورفع فی ظهره جعدة بن هبیرة بن أبی وهب، فصلی بالناس الغداة، ثم قال علی:

علی بالرجل، فأدخل علیه، ثم قال :أی عدو الله، ألم أحسن إلیك! قال :بلی، قال :فما حملك علی هذا؟ قال: شحذته أربعین صباحا، وسألت الله أن یقتل به شر خلقه، فقال ع :لا أراك إلا مقتولا به، ولا أراك إلا من شر خلقه].

وذکروا أن ابن ملجم قال قبل أن یضرب علیا-وکان جالسا فی بنی بکر ابن وائل إذ مر علیه بجنازة أبجر بن جابر العجلی أبی حجار، وکان نصرانیا،

وذکر ان محمد بن الحنفیه، قال : کنت والله انی لا صلی تلك اللیلة التی ضرب فیها علی فی المسجد الأعظم، فی رجال کثیر من أهل المصر، یصلون قریبا من السدة، ما هم إلا قیام ورکوع وسجود، وما یسأمون من أول اللیل إلی آخره، إذ خرج علی لصلاة الغداة، فجعل ینادی :أیها الناس، الصلاة الصلاة! فما أدری أخرج من السدة فتکلم بهذه الکلمات أم لا! فنظرت إلی بریق، وسمعت :الحکم لله یا علی لا لك ولا لأصحابك، فرأیت سیفا، ثم

رأيت ثانيا، ثم سمعت عليا يقول :لا يفوتنكم الرجل، وشد الناس عليه من كل جانب[قال :فلم أبرح حتى أخذ ابن ملجم وأدخل على علي، فدخلت فيمن دخل من الناس، فسمعت عليا يقول :النفس بالنفس، إن أنا مت فاقتلوه كما قتلني، وإن بقيت رأيت فيه رأيي]وذكر أن الناس دخلوا على الحسن فزعين لما حدث من أمر علي، فبينما هم عنده وابن ملجم مكتوف بين يديه، إذ نادته أم كلثوم بنت علي وهي تبكي :أي عدو الله، لا بأس على أبي، والله مخزيك! قال :فعلى من تبكين؟ والله لقد اشتريته بألف، وسممته بألف، ولو كانت هذه الضربة على جميع أهل المصر ما بقي منهم أحد.

» تاریخ الطبری = تاریخ الرسل والملوک، وصلۃ تاریخ الطبری «(5/143):

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قبر کا پتہ نہیں

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابن ملجم کو سیدنا حسن کی خدمت میں پیش کیا گیا اور انہوں نے ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کیا' سیدنا علی تریسٹھ سال کی عمر اور پورے پانچ سال کی خلافت کے بعد شہید ہوئے' سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ 'سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے آپ کو غسل دیا اور تین کپڑوں میں کفنایا' جن میں قمیص نہ تھی' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

بعض روایتوں کے بموجب مسجد کوفہ میں' بعض کی موافق اپنے مکان میں' بعض کی موافق کوفہ سے دس میل کے فاصلہ پر دفن کئے گئے۔

بعض روایتوں کی بموجب سیدنا حسن نے آپ کے جسد مبارک کو خارجیوں کے خوف سے کہ کہیں آپ کی بے حرمتی نہ کریں نکال کر ایک دوسری قبر میں پوشیدہ طور پر دفن کیا۔

ایک اور روایت کی موافق آپ کے تابوت کو مدینہ منورہ لے جانے لگے' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کریں' اثناء راہ میں وہ اونٹ جس پر آپ کا جنازہ تھا بھاگ گیا اور پھر کہیں اس کا پتہ نہ چلا' ایک اور روایت کے موافق وہ اونٹ طے کی سرزمین میں ملا' لوگوں نے اس کو پکڑ کر آپ کا جنازہ وہیں دفن کر دیا۔

غرض آج تک اتنے بڑے اور عظیم الشان شخص کے مزار کا صحیح حال کسی کو نہ معلوم ہوا کہ کہاں ہے' اس کی وجہ وہی معلوم ہوتی ہے کہ خارجیوں کے خوف سے آپ کو ایسی جگہ دفن کیا گیا جس کا حال عام لوگوں کو معلوم نہ ہوا' اس میں یہ بھی ایک حکمت الٰہی معلوم ہوتی ہے کہ بعد میں لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خدائی تک مرتبہ دینے میں تامل نہیں کیا اگر ان کے مزار کا صحیح علم ہوتا تو اس کو لوگ شرک کی منڈی بنائے بغیر ہرگز نہ رہتے جیسا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں' کہ بزرگوں کی قبروں کو لوگوں نے قبلہ اور بت بنا رکھا ہے اور مسلمان کہلا کر مشرکین مکہ سے کسی حالت میں کم نظر نہیں آتے' جس کا جی چاہے' سالانہ عرسوں کے موقعہ پر جو بزرگوں اور نیک لوگوں کی قبروں پر ہوتے ہیں مسلم نما مشرکوں کے کرتوتوں کا تماشا جا کر دیکھ آئے۔

وقد غسله ابناه الحسن والحسين وعبد الله بن جعفر، وصلى عليه الحسن، «ودفن بدار الإمارة بالكوفة ؛ خوفا

عليه من الخوارج أن ينبشوا عن جثته، هذا هو المشهور، ومن قال: إنه حمل على راحلته، فذهبت به فلا يدرى أين ذهبت. فقد أخطأ وتكلف ما لا علم له به، ولا يسيغه عقل ولا شرع، وما يعتقده كثير من جهلة الروافض من أن قبره بمشهد النجف، فلا دليل على ذلك ولا أصل له، ويقال: إنما ذاك قبر المغيرة بن شعبة حكاه الخطيب البغدادي عن أبي نعيم الحافظ، عن أبي بكر الطلحي، عن محمد بن عبد الله الحضرمي الحافظ، هو مطين، أنه قال: لو علمت الشيعة قبر هذا الذي يعظمونه بالنجف لرجموه بالحجارة، هذا قبر المغيرة بن شعبة.

قال الواقدي: حدثني أبو بكر بن عبد الله بن أبي سبرة، عن إسحاق بن عبد الله بن أبي فروة قال: سألت أبا جعفر محمد بن علي الباقر: كم كان سن علي يوم قتل؟ قال: ثلاثا وستين سنة. قلت: أين دفن؟ قال: دفن بالكوفة ليلا، وقد غبي عني دفنه. وفي رواية عن جعفر الصادق أنه كان عمره يوم قتل ثمانية وخمسين سنة. وقد قيل: إن عليا دفن قبلي المسجد الجامع من الكوفة. قاله الواقدي. والمشهور أنه دفن بدار الإمارة. وقيل: بحائط جامع الكوفة. وقد حكى الخطيب البغدادي عن أبي نعيم الفضل بن دكين أن الحسن والحسين حولاه فنقلاه إلى المدينة فدفناه بالبقيع عند قبر زوجته فاطمة أمهما. وقيل: إنهم لما حملوه على البعير ضل منهم، فأخذته طيئ يظنونه مالا، فلما رأوا أن الذي في الصندوق ميت، ولم يعرفوا من هو دفنوا الصندوق بما فيه، فلا يعلم أحد أين قبره.

البداية والنہایة« (11 / 17):

ازواج واولاد

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے باوقات مختلف 9 بیویاں کیں جن سے چودہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں پیدا ہوئیں' آپ کا پہلا نکاح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا' جن کے بطن سے دو لڑکے حسن وحسین رضی اللہ عنھم اور دو لڑکیاں زینب رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فوت ہونے کے بعد آپ نے ام البنین بنت حرام کلابیہ سے نکاح کیا' جن کے بطن سے عباس رضی اللہ عنہ جعفر رضی اللہ عنہ' عبداللہ رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ چار لڑکے پیدا ہوئے۔

تیسرا نکاح آپ نے لیلیٰ بنت مسعود بن خالد سے کیا' جن کے بطن سے عبیداللہ رضی اللہ عنہ وابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

چوتھا نکاح آپ نے اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہ سے کیا' جن کے بطن سے محمد الاصغر رضی اللہ عنہ اور یحییٰ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے' یہ آخر الذکر آٹھوں بھائی معرکہ کربلا میں اپنے بھائی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ شہید ہوئے۔

پانچواں نکاح آپ نے امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہ بن الربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدشمس سے کیا' جن کی ماں زینب بنت رسول اللہ تھیں' ان کے بطن سے محمد الاوسط پیدا ہوئے۔

چھٹا نکاح آپ نے خولہ بنت جعفر سے کیا' جو قبیلہ بنو حنیفہ سے تعلق رکھتی تھیں' ان کے بطن سے محمد الاکبر پیدا ہوئے' جن کو محمد بن الحنفیہ بھی کہتے

ہیں۔

ساتواں نکاح آپ نے صہبا بنت ربیعہ تغلبیہ سے کیا' جن کے بطن سے ام الحسن' رملۃ الکبریٰ اور ام کلثوم صغریٰ پیدا ہوئیں۔

آٹھواں نکاح آپ نے ام سعید بنت عروہ بن مسعود ثقفیہ سے کیا جن سے تین صاجزادیاں پیدا ہوئیں۔

نواں نکاح آپ نے بنت امراء القیس بن عدی بن کلبی سے کیا' جن کے بطن سے صرف ایک لڑکی پیدا ہو کر کم سنی میں فوت ہو گئیں۔

مندرجہ بالا لڑکیوں کے سوا اور بھی لڑکیاں تھیں جن کے نام نہیں معلوم ہو سکے' ایک لڑکے آپ کے عون بن علی بھی تھے' جن کی نسبت بیان کیا گیا کہ وہ بھی اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

سلسلہ نسب آپ کا صرف حسن رضی اللہ عنہ 'حسین رضی اللہ عنہ 'محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ 'عباس رضی اللہ عنہ اور جعفر رضی اللہ عنہ سے چلا' باقیوں کی نسل باقی نہ رہی۔

قال الإمام أحمد :حدثنا حجاج ثنا إسرائيل، عن أبي إسحاق، عن هانئ بن هانئ، عن علي قال» :لما ولد الحسن جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال :"أروني ابني، ما سميتموه؟ "فقلت :سميته حربا. فقال :"بل هو حسن". فلما ولد الحسين قال :"أروني ابني، ما سميتموه؟ "فقلت :سميته حربا. قال :"بل هو حسين". فلما ولد الثالث جاء النبي صلى الله عليه وسلم فقال :أروني ابني، ما سميتموه؟ "فقلت :حربا. فقال :"بل هو محسن". ثم قال :"إني سميتهم باسم ولد هارون ;شبر وشبير ومشبر «". وقد رواه محمد بن سعد، عن يحيى بن عيسى التيمي، عن الأعمش، عن سالم بن أبي الجعد قال :قال علي : كنت رجلا أحب الحرب، فلما ولد الحسن هممت أن أسميه حربا. فذكر الحديث بنحو ما تقدم، لكن لم يذكر الثالث. وقد ورد في بعض الأحاديث أن عليا سمى الحسن أولا بحمزة وحسينا بجعفر، فغير اسميهما رسول الله صلى الله عليه وسلم.

فأول زوجة تزوجها علي، رضي الله عنه، فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم، بنى بها بعد وقعة بدر، فولدت له الحسن وحسينا، ويقال :ومحسنا. ومات وهو صغير، وولدت له زينب الكبرى، وأم كلثوم الكبرى، وهي التي تزوج بها عمر بن الخطاب كما تقدم، ولم يتزوج علي على فاطمة حتى توفيت بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم بستة أشهر، فلما ماتت تزوج بعدها بزوجات كثيرة ;منهن من توفيت في حياته ومنهن من طلقها وتوفي عن أربع، كما سيأتي.

فمن زوجاته أم البنين بنت حزام وهو أبو المحل بن خالد بن ربيعة بن الوحيد بن كعب بن عامر بن كلاب، فولدت له العباس وجعفرا وعبد الله وعثمان، وقد قتل هؤلاء مع أخيهم الحسين بكربلاء، ولا عقب لهم سوى العباس.

ومنهن ليلى بنت مسعود بن خالد بن مالك، من بني تميم، فولدت له عبيد الله وأبا بكر. قال هشام بن الكلبي وقد قتلا بكربلاء أيضا. وزعم الواقدي أن عبيد الله قتله المختار بن أبي عبيد يوم المذار.

ومنهن أسماء بنت عميس الخثعمية، فولدت له يحيى ومحمدا الأصغر. قاله ابن الكلبي. وقال الواقدي: ولدت له يحيى وعونا. قال الواقدي: فأما محمد الأصغر فمن أم ولد.

ومنهن أم حبيب بنت ربيعة بن بجير بن العبد بن علقمة، وهي أم ولد من السبي الذين سباهم خالد بن الوليد من بني تغلب حين أغار على عين التمر فولدت له عمر - وقد عمر خمسا وثمانين سنة - ورقية.

ومنهن أم سعيد بنت عروة بن مسعود بن معتب بن مالك الثقفي، فولدت له أم الحسن ورملة الكبرى.

ومنهن ابنة امرء القيس بن عدي بن أوس بن جابر بن كعب بن عليم بن كلب الكلبية، فولدت له جارية، فكانت تخرج مع علي إلى المسجد وهي صغيرة، فيقال لها: من أخوالك؟ فتقول: وه وه تعني بني كلب.

ومنهن أمامة بنت أبي العاص بن الربيع بن عبد العزى بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصي، وأمها زينب بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي التي كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحملها وهو في الصلاة; إذا قام حملها، وإذا سجد وضعها - فولدت له محمدا الأوسط.

وأما ابنه محمد الأكبر فهو ابن الحنفية، وهي خولة بنت جعفر بن قيس بن مسلمة بن عبيد بن ثعلبة بن يربوع بن ثعلبة بن الدئل بن حنيفة بن لجيم بن صعب بن علي بن بكر بن وائل، سباها خالد أيام الصديق أيام الردة، من بني حنيفة، فصارت لعلي بن أبي طالب، فولدت له محمدا هذا، ومن الشيعة من يدعي فيه الإمامة والعصمة، وقد كان من سادات المسلمين، ولكن ليس بمعصوم ولا أبوه معصوم، بل ولا من هو أفضل من أبيه من الخلفاء الراشدين قبله ليسوا بواجبي العصمة. والله أعلم.

وقد كان لعلي أولاد كثيرة آخرون من أمهات أولاد شتى، فإنه مات عن أربع نسوة وتسع عشرة سرية، رضي الله عنه، فمن أولاده، رضي الله عنهم، ممن لا يعرف أسماء أمهاتهم; أم هانئ، وميمونة، وزينب الصغرى، ورملة الصغرى، وأم كلثوم الصغرى، وفاطمة، وأمامة، وخديجة، وأم الكرام، وأم جعفر، وأم سلمة، وجمانة، ونفيسة.

قال: ابن جرير فجميع ولد علي أربعة عشر ذكرا وسبع عشرة أنثى. قال الواقدي: وإنما كان النسل من خمسة; وهم الحسن والحسين ومحمد ابن الحنفية والعباس ابن الكلابية وعمر ابن التغلبية، رضي الله عنهم أجمعين.

»البدایۃ والنہایۃ« (11/24):

خلافت علوی پر ایک نظر

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان عالی جاہ و بلند پایہ بزرگوں کے خاتم تھے، جن کے بعد کوئی شخص باقی نہ رہا، جس کی عزت و عظمت تمام عالم اسلامی میں مسلم ہو اور وہ جرات و ہمت کے ساتھ نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کر سکے، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال سنا تو فرمایا، اب عرب لوگ جو چاہیں سو کریں، کیونکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد ایسا کوئی باقی نہ رہا کہ ان کو کسی برے کام سے منع کرے گا، اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام

ترک کر دیا تھا' بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم ایک ناصح اور واعظ کی حیثیت سے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے' اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جو لوگوں کو نبیوں اور پیغمبروں کی طرح حکم دیتے تھے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ پالیسی اور چالاکی سے قطعاً پاک اور مبرا تھے' ان کے نزدیک حق اور سچ کو تسلیم کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا' وہ ابتداء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو سب سے زیادہ حق دار خلافت سمجھتے تھے' لہٰذا انہوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کا اظہار کر دیا' اور چند روز تک سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی' پھر ان ہی ایام میں جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ان کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج پر آمادہ کرنا چاہا' تو انہوں نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو نہایت حقارت کے ساتھ جھڑک دیا' کیونکہ وہ اس فعل کو برا جانتے تھے' جب ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی' کہ خلافت کے معاملہ میں کسی رشتہ داری کو کوئی دخل نہیں ہے' بلکہ اس کے لیے اور ضروری باتیں قابل لحاظ ہیں' اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کے مستحق تھے' تو خود بخود آ کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے' اور بیعت ہونے کے بعد وہی سب سے زیادہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے معین و مددگار اور دل سے فرماں بردار تھے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں سب سے زیادہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے مشوروں کی قدر کرتے' اور اعاظم امور میں عموماً ان ہی کی رائے کو قابل عمل جانتے تھے۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی انہوں نے ہمیشہ سچے اور اچھے مشورے دیئے' اور اس بات کی مطلق پروانہ کی کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ان کے مشورے پر عمل کرتے ہیں یا دوسرے کی بات مانتے ہیں' انہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعض کاموں کو قابل اعتراض پایا تو بلا تامل ان پر اعتراض بھی کیا۔

لوگوں نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تو جہاں تک ان کے نزدیک یہ احتجاج جائز تھا' وہاں تک انہوں نے اس کو اطمینان کی نظر سے دیکھا اور جس قدر حصہ انہوں نے جائز نہ سمجھا اسی قدر اس کی مخالفت کی اور روکنا چاہا' مدینہ منورہ میں جب بلوائیوں کا زور و شور دیکھا' اور ناشدنی علامات ظاہر ہوئے' تو انہوں نے چالاکی اور چالبازی کے ساتھ اپنی پوزیشن صاف دکھانے کے لیے کوئی تدبیر نہیں کی بلکہ صرف اپنی پاک طینتی اور صاف باطنی پر مطمئن رہے۔

شہادت عثمانی رضی اللہ عنہ کے بعد جب لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی تو چونکہ وہ اب اپنے آپ کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ اس عہدہ جلیلہ کا مستحق سمجھتے تھے' لہٰذا انہوں نے کسی کسر نفسی اور تکلف کو کام میں لانے اور انکار کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے وقت ان کو توقع تھی کہ مجھ کو خلیفہ منتخب کیا جائے گا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی اس احتیاط نے کہ خلافت اسلامی میں کسی رشتہ داری کو قطعاً کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی قابلیت کو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں مؤخر کر دیا' تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اقرار پر ثابت قدم رہنا ضروری سمجھا' اور بلا اظہار مخالفت بیعت عثمانی

میں داخل ہو گئے۔

غرض سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے تمام کاموں سے آفتاب نصف النہار کی طرح یہ امر ثابت ہے کہ وہ جس بات کو حق اور سچ جانتے تھے‘اس کے حق اور سچ کہنے میں کسی مصلحت اور پالیسی کی وجہ سے تامل کرنا ہرگز ضروری نہ سمجھتے تھے‘ان کا چہرہ ان کے قلب کی تصویر اور ان کا ظاہر ان کے باطن کا آئینہ تھا‘ وہ ایک شمشیر برہنہ تھے‘اور حق کو حق کہنے میں کبھی نہ چوکتے تھے‘اگر ان کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو وہ اپنے آپ کو قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت بہت کچھ بچا کر رکھتا اور بیعت خلافت کے وقت بڑی بڑی احتیاطیں عمل میں لاتا‘اسی طرح بیعت خلافت کے بعد عام افواہوں کے اثر کو زائل کرنے اور بنو امیہ کی مخالفانہ کوششوں کو ناکام رکھنے کی غرض سے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور مالک اشتر وغیرہ چند بلوائی سرداروں کا قصاص عثمانی میں قتل کرا دینا اور زیر سیاست لانا زیادہ کچھ مشکل نہ تھا‘ کیونکہ عالم اسلامی اس معاملہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تائید کے لیے مستعد تھا‘لیکن ان کو ایسی پختہ شہادتیں نہ مل سکیں‘ جن کی بنا پر وہ ان لوگوں کو شرعاً زیر قصاص لا سکتے‘لہٰذا انہوں نے تامل فرمایا‘اور اس تامل سے جو فتنے پیدا ہوئے ان سب کا مقابلہ کیا مگر اپنے نزدیک جس کام کو ناکردنی سمجھا تھا اس کو ہرگز نہ کیا۔

خفیہ سازشیں

منافقوں اور خفیہ سازشیں کرنے والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی مسلمانوں کو کئی مرتبہ پریشانیوں میں مبتلا کیا‘لیکن وہ اپنے پلید و ناستودہ مقاصد میں ناکام و نامراد ہی رہے‘عہد صدیقی رضی اللہ عنہ اور عہد فاروقی میں یہ شریر لوگ کوئی قابل تذکرہ حرکت نہ کر سکے‘ عہد عثمانی میں ان کو پھر شر انگیزی کے مواقع میسر آ گئے‘اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا تمام عہد خلافت ان ہی شریروں کی شرارتوں کے پیدا کئے ہوئے ہنگاموں میں گذرا۔

اگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اور بھی مواقع ملتے‘اور ان کی شہادت کا واقعہ اس قدر جلد عمل میں نہ آتا‘ تو یقیناً وہ چند روز کے بعد تمام مفسدوں کی مفسدہ پردازیوں پر غالب آ کر عالم اسلامی کو ان اندرونی ہنگامہ آرائیوں سے پاک صاف کر دیتے‘ کیونکہ ان کے عزم و ہمت اور استقلال وشجاعت میں کبھی کوئی فرق نہیں پایا گیا‘ وہ مشکلات کا مقابلہ کرنے اور ان پر غالب آنے کے لیے ہمیشہ مستعد پائے جاتے تھے‘کسی وقت بھی ان کے قلب پر پوری مایوسی اور پست ہمتی طاری نہ ہو سکتی تھی‘اور یہ وہ بات تھی جس کی توقع کسی دوسرے شخص سے ایسے حالات میں ہرگز نہیں ہو سکتی تھی‘وہ لوگوں کی دھوکہ بازیوں‘ چالاکیوں‘اور پست ہمتیوں کے متعلق بھی اب تجربہ حاصل کر چکے تھے‘وہ ان باتوں سے بھی واقف ہو چکے تھے جن کے نتائج ان کی توقع کے خلاف برآمد ہوئے تھے‘لیکن مشیت ایزدی اور حکم الٰہی یہی تھا کہ وہ جلد شہادت پائیں‘اور بنو امیہ کے لیے میدان خالی چھوڑ جائیں۔

بنو امیہ کا قبیلہ اپنے آپ کو ملک عرب کا سردار اور بنو ہاشم کو اپنا رقیب سمجھتا تھا‘ اسلام نے ان کے مفاخر کو مٹا اور بھلا دیا تھا‘ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت نے ان کو پھر چونکا دیا اور وہ اپنی کھوئی ہوئی سیادت کو واپس لانے کے لیے تدابیر سوچنے میں مصروف ہو گئے‘ اور منافقوں کی سازشوں نے ان کی تدابیر کو عملی جامہ پہنانے اور کامیاب بنانے میں امداد پہنچائی‘ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت

میں جو ناگوار اور ناشدنی حالات پیدا ہو چکے تھے' ان حالات کو روبہ صلاح کرنے اور پہلی حالت دوبارہ قائم کرنے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو زیادہ پریشانی اٹھانی پڑی اور وہ زیادہ وقت یعنی اپنا تمام عہد خلافت صرف کرنے پر بھی ان مشکلات پر غالب نہ ہونے پائے تھے کہ شہید ہوئے۔

مشاجراتِ صحابہ (رض) اور اہل سنت والجماعت کا موقف

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان پیش آنے والے اختلافات وحروب کو مشاجراتِ صحابہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مشاجراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں اہل السنہ والجماعہ کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حسنِ ظن رکھا جائے، ان پر کسی قسم کا طعن نہ کیا جائے، کیوں کہ صحابہ کرام کے جن دو فریقوں میں اختلافات ہوئے، اس کی بنیاد اجتہاد تھا، جن دو جماعتوں کے درمیان جنگ ہوئی ان میں سے ہر ایک فریق اپنے آپ کو حق پر اور فریق مخالف کو باغی سمجھتا تھا، اور باغیوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے قرآنی طریقہ پر عمل پیرا ہوا۔ لیکن اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور اپنے اجتہاد میں مصیب تھے، جب کہ ان کے مدمقابل اجتہادی چوک کا شکار ہوئے، تاہم فریقین میں سے کسی ایک کا بھی مقصد دنیاوی اغراض نہ تھے، جس کے نتیجہ میں دونوں ہی عند اللہ ماجور ہوں گے، ان شاءاللہ!

باقی مشاجرات کے معاملے میں سکوت اختیار کرنا چاہیے، بحث مباحثہ، لعن طعن کرنا بزبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ممنوع ہے۔

"المعجم الکبیر للطبرانی" میں ہے:

"عن ابن مسعود أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "إذا ذُكر أصحابي فأمسكوا، وإذا ذكرت النجوم فأمسكوا، وإذا ذكر القدر فأمسكوا)". (۹۶/۲)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: جب میرے اصحاب کا (یعنی ان کے باہمی اختلافات وغیرہ کا) ذکر چھڑے تو باز آجاؤ، اور جب ستاروں کا ذکر چھڑے تو باز آجاؤ، اور جب تقدیر کا ذکر چھڑے تو رک جاؤ، (یعنی اس میں زیادہ غور وخوض اور بحث ومباحثہ نہ کرو)۔

فتح الباری لابن حجر میں ہے:

"واتفق أهل السنة على وجوب منع الطعن على أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك، ولو عرف المحق منهم؛ لأنهم لم يقاتلوا في تلك الحروب إلا عن اجتهاد، وقد عفا الله تعالى عن المخطئ في الاجتهاد، بل ثبت أنه يؤجر أجراً واحداً، وأن المصيب يؤجر أجرين".

(کتاب الفتن باب إذا التقى المسلمان، ۱۳/ ۴۳)

ترجمہ: اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ صحابہ کے مابین واقع ہونے والے حوادث کی بنا پر ان میں کسی ایک صحابی پر طعن وتشنیع سے اجتناب واجب ہے، اگرچہ یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں صحابی کا موقف موقفِ حق تھا؛ کیوں کہ انہوں نے ان لڑائیوں میں صرف اپنے اجتہاد کی بنا پر حصہ لیا اور اللہ نے مجتہد مخطی کو معاف فرما دیا ہے، بلکہ یہ بات ثابت ہے کہ مجتہد کے اجتہاد میں خطا ہو جائے تب بھی اسے ایک گنا اجر ملے

گا، اور جس کا اجتہاد درست ہوگا اسے دوگنا اجر ملے گا۔

بلوغ الأمانی من أسرار الفتح الربانی شرح الفتح الربانی لترتیب مسند الإمام أحمد بن حنبل الشیبانیمیں ہے:

"(قال النووی:)... واعلم أن الدماء التی جرت بین الصحابة رضی الله عنهم لیست بداخلة فی هذا الوعید، و مذهب أهل السنة و الحق :إحسان الظن بهم و الإمساك عما شجر بینهم و تأویل قتالهم، و أنهم مجتهدون متأولون لم یقصدوا معصیة و لا محض الدنیا، بل اعتقد کل فریق أنه المحق و مخالفه باغ، فوجب علیه قتاله لیرجع إلی امر الله، و کان بعضهم مصیباً و بعضهم مخطئاً معذوراً فی الخطأ؛ لأنه لاجتهاد، و المجتهد إذا أخطأ لا إثم علیه، و کان علی رضی الله عنه هو المحق المصیب فی تلك الحروب، هذا مذهب أهل السنة، و کانت القضایا مشتبهةً حتی أن جماعة من الصحابة تحیروا فیها فاعتزلوا الطائفتین و لم یقاتلوا و لم یتیقنوا الصواب، ثم تأخروا عن مساعدتهم، و الله اعلم".

(باب إحسان النیة علی الخیر ومضاعفة الاجر بسبب ذلک وماجاء بسبب العزم والهم، ١٩/ ٧، ط : دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

ترجمہ :اہلِ سنت اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں حسن ظن رکھا جائے، ان کے آپس کے اختلافات میں خاموشی اور ان کی لڑائیوں کی تاویل کی جائے۔ وہ بلا شبہ سب مجتہد اور صاحبِ رائے تھے معصیت اور نافرمانی ان کا مقصد نہ تھا اور نہ ہی محض دنیا طلبی پیش نظر تھی، بلکہ ہر فریق یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہی حق پر ہے اور دوسرا باغی ہے اور باغی کے ساتھ لڑائی ضروری ہے؛ تاکہ وہ امر الٰہی کی طرف لوٹ آئے، اس اجتہاد میں بعض راہ صواب پر تھے اور بعض خطا پر تھے، مگر خطا کے باوجود وہ معذور تھے؛ کیوں کہ اس کا سبب اجتہاد تھا اور مجتہد سے گر خطا سرزد ہوجائے تو اس پر گناہ نہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں حق پر تھے اہلِ سنت کا یہی موقف ہے، یہ معاملات بڑے مشتبہ تھے، یہاں تک کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت اس پر حیران و پریشان تھی جس کی بنا پر وہ فریقین سے علیحدہ رہی اور قتال میں انہوں نے حصہ نہیں لیا۔ فقط واللہ اعلم

فتوی نمبر : 144008200546

دارالافتاء : جامعہ علوم اسلامیہ علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موقف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی معروف کتاب ''منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ القدریۃ، ۴۴۹، ۴۴۸/ ۴'' میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین ہونے والے قتال کے بارے میں سلف کے موقف کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

"ولهذا کان من مذاهب أهل السنة الإمساك عما شجر بین الصحابة فإنه قد ثبتت فضائلهم ووجبت موالاتهم ومحبتهم وما وقع منه ما یکون لهم فیه عذر یخفی علی الإنسان ومنه ما تاب صاحبه منه ومنه ما یکن مغفورا فالخوض فیما شجر یوقع فی نفوس کثیر من الناس بغضا وذما ویکون هو فی ذلك مخطئا بل عاصیا فیضر نفسه ومن خاض معه فی ذلك کما جری لأکثر من تکلم فی ذلك فإنهم تکلموا بکلام لا یحبه الله ولا

رسوله إما من ذم من لا يستحق الذم وإما من مدح أمور لا تستحق المدح ولهذا كان الإمساك طريقة أفاضل السلف."

"یعنی مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں خاموشی اہل سنت کا مذہب ہے کیونکہ ان کے فضائل ثابت اور ان سے تعلق ومحبت واجب ہے، ان سے جن واقعات کا صدور ہوا ہے ان کے بارے میں ان کے نزدیک ایسے عذر ہوں گے جو اکثر لوگوں سے مخفی ہیں، ان میں سے بعض تائب ہو گئے اور بعض مغفور ہیں۔ ان کے باہمی جھگڑوں میں بحث ونظر کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بہت سے لوگوں کے دلوں میں ان کے خلاف بغض ومذمت پیدا ہو جائے گی اور یوں وہ شخص خطا کار بلکہ گنہگار ہو گا اور اپنے ساتھ اس کو بھی نقصان میں مبتلا کرے گا جو اس کے ساتھ اس بارے میں بحث وتکرار کرے گا۔ جیسا کہ اکثر کلام کرنے والوں کے بارے میں مشاہدہ کیا گیا ہے وہ عموماً ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ناپسند کرتے ہیں جو فی الواقع مستحق ذم نہیں ان کی مذمت کرتے ہیں اور جو قابل مدح نہیں ان کی مدح کرتے ہیں۔ اسی لئے افاضل سلف کا طریقہ یہی رہا ہے کہ اس بارے میں گفتگو نہ کی جائے۔"

امام ابوزرعہ، عبداللہ بن عبدالکریم، رازی (200 – 264ھ) اور امام ابوحاتم، محمد بن ادریس، رازی (195 – 277ھ) رحمہا اللہ کا موقف

امام ابوزرعہ، عبداللہ بن عبدالکریم، رازی (200-264ھ) اور امام ابوحاتم، محمد بن ادریس، رازی (195-277ھ) رحمہا اللہ اہل سنت کا اجماعی عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

أدركنا العلماء في جميع الأمصار حجازا، وعراقا، ومصرا، وشاما، ويمنا، فكان من مذهبهم ... والترحم على جميع أصحاب محمد، صلى الله عليه وسلم، والكف عما شجر بينهم

"ہم نے حجاز وعراق، مصر وشام اور یمن تمام علاقوں کے علمائے کرام کو دیکھا ہے، ان سب کا مذہب یہ تھا کہ ۔۔۔ محمد ﷺ کے تمام صحابہ کے لیے رحمت کی دعا کرنا اور ان کے درمیان ہونے والے اختلافات سے اپنی زبان بند رکھنی چاہیے۔"

[کتاب أصل السنة واعتقاد الدين لابن أبي حاتم، ٦١، ٧]

امام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ (1115 – 1206ھ) کا موقف

امام محمد بن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ (1115-1206ھ) فرماتے ہیں:

وأجمع أهل السنة على السكوت عما شجر بين الصحابة رضي الله عنهم. ولا يقال فيهم إلا الحسنى. فمن تكلم في معاوية أو غيره من الصحابة فقد خرج عن الإجماع.

"اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے گی۔ ان کے بارے میں صرف اچھی بات کہی جائے گی۔ لہٰذا جس شخص نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کے بارے میں زبان کھولی، وہ اجماعِ اہل سنت کا مخالف ہے۔"

[مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ص ۳۱۷ :]

امام محمد بن حبیب الاندرانی رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ کا موقف

امام محمد بن حبیب الاندرانی رحمہ اللہ امام احمد رحمہ اللہ سے اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وترحم على جميع أصحاب محمد صغيرهم وكبيرهم وحدث بفضائلهم وأمسك عما شجر بينهم.

کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے کے حق میں رحمت کی دعاء کرو، ان کے فضائل بیان کرو اور ان کے درمیان ہونے والے مشاجرات سے اجتناب کرو۔

رواہ "محمد بن أبي يعلى الفراء البغدادي الحنبلي أبو الحسين" في "طبقات الحنابلة"، ۱/۲۹۴

امام ابوالحسن اشعری (المتوفی ۳۲٤ :ھ) کا موقف

امام ابوالحسن اشعری (المتوفی ۳۲٤ :ھ) فرماتے ہیں:

"ونتولى سائر أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ونكف عما شجر بينهم."

"ہم تمام صحابہ سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے مشاجرات میں زبان بند رکھتے ہیں۔"

[الإبانة عن أصول الديانة ص ۲٤٦:]

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ (۵۶۱ھ) کا موقف

شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ (۵۶۱ھ) فرماتے ہیں:

"واتفق أهل السنة على وجوب الكف عما شجر بينهم، والإمساك عن مساوئهم، وإظهار فضائلهم ومحاسنهم، وتسليم أمرهم إلى الله -عز وجل- على ما كان وجرى من اختلاف علي وطلحة والزبير وعائشة ومعاوية -رضي الله عنهم- على ما قدمنا بيانه."

"اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے مشاجرات سے خاموشی اختیار کی جائے اور ان کی کمزوریوں پر خاموش رہنا اور ان کے فضائل ان کی خوبیوں کو بیان کرنا واجب ہے اور حضرت علی، طلحہ، زبیر، عائشہ، معاویہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلاف ہوا اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہئے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔"

رواہ "عبدالقادر الجیلانی" فی "الغنیۃ لطالبی طریق الحق عزوجل" ص ۱۶۳ :

حافظ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی (رحمہ اللہ) (ت ۷٤۸ھ) کا موقف

حافظ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان الذہبی (رحمہ اللہ) (ت ۷٤۸ھ) فرماتے ہیں:

فَسَبِيْلُنَا الكَفُّ وَالاسْتِغْفَارُ لِلصَّحَابَةِ، وَلَا نُحِبُّ مَا شَجَرَ بَيْنَهُم، وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْهُ«

"ہمارا منہج یہ ہے کہ صحابہ کرام کے (اختلافات کے) بارے میں زبان بند رکھی جائے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی جائے، ان کے

مابین جوبھی اختلافات ہوئے، ہم ان کا تذکرہ پسند نہیں کرتے، بلکہ ایسے طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں۔“

[سیر أعلام النبلاء ۔ ط الرسالة، ۳۹/۳]

مزید فرماتے ہیں:

وَكَانَ النَّاسُ فِي الصَّدْرِ الأَوَّلِ بَعْدَ وَقْعَةِ صِفِّيْنَ عَلَى أَقْسَامٍ:

أَهْلُ سُنَّةٍ: وَهُم أُوْلُو العِلْمِ، وَهُم مُحِبُّوْنَ لِلصَّحَابَةِ، كَافُّوْنَ عَنِ الخَوضِ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُم؛ كَسَعْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَمُحَمَّدِ بنِ سَلَمَةَ، وَأُمَمٍ. ثُمَّ شِيْعَةٌ: يَتَوَالَوْنَ، وَيَنَالُوْنَ مِمَّنْ حَارَبُوا عَلِيّاً، وَيَقُوْلُوْنَ: إِنَّهُم مُسْلِمُوْنَ بُغَاةٌ ظَلَمَةٌ. ثُمَّ نَوَاصِبُ: وَهُمُ الَّذِيْنَ حَارَبُوا عَلِيّاً يَوْمَ صِفِّيْنَ، وَيُقِرُّوْنَ بِإِسْلاَمِ عَلِيٍّ وَسَابِقِيْه، وَيَقُوْلُوْنَ: خَذَلَ الخَلِيْفَةَ عُثْمَانَ. فَمَا عَلِمتُ فِي ذَلِكَ الزَّمَانِ شِيْعِيّاً كَفَّرَ مُعَاوِيَةَ وَحِزْبَهُ، وَلاَ نَاصِبِيّاً كَفَّرَ عَلِيّاً وَحِزْبَهُ، بَلْ دَخَلُوا فِي سَبٍّ وَبُغْضٍ، ثُمَّ صَارَ اليَوْمَ شِيْعَةُ زَمَانِنَا يُكَفِّرُوْنَ الصَّحَابَةَ، وَيَبْرَؤُوْنَ مِنْهُم جَهلاً وَعُدوَاناً، وَيَتَعَدَّوْنَ إِلَى الصِّدِّيْقِ - قَاتَلَهُمُ اللهُ.

وَأَمَّا نَوَاصِبُ وَقْتِنَا فَقَلِيْلٌ، وَمَا عَلِمتُ فِيْهِم مَنْ يُكَفِّرُ عَلِيّاً وَلاَ صَحَابِيّاً«

”واقعہ صفین کے بعد صدرِ اوّل کے لوگ تین اقسام میں بٹ گئے تھے؛ ایک اہل سنت جو تمام صحابہ کرام سے محبت رکھتے تھے اور ان کے باہمی اختلافات میں ٹانگ اڑانے سے باز رہتے تھے، جیسا کہ سیدنا سعد، سیدنا ابن عمر، محمد بن سلمہ اور دیگر بہت سے لوگ۔ دوسرے شیعہ جو اہل بیت سے محبت کا دم بھرتے تھے اور جن لوگوں کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی ہوئی، ان کی گستاخی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ باغی اور ظالم مسلمان ہیں۔ تیسرے ناصبی لوگ جو صفین والے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑے تھے اور سیدنا ابو بکر و عمر کو مسلمان سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ میرے علم میں اُس دور کا کوئی شیعہ ایسا نہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کو کافر قرار دیتا ہو، نہ اس دور کا کوئی ناصبی ایسا تھا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہو، بلکہ وہ صرف مخالفین پر سب و شتم کرتے تھے اور دل میں ان کے لیے بغض رکھتے تھے۔ پھر یہ دور آیا کہ ہمارے زمانے کے شیعہ اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی کی بنا پر صحابہ کرام کو کافر کہتے ہوئے ان سے براءت کا اعلان کرنے لگے۔ وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ظلم و زیادتی پر مبنی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے۔ رہے ناصبی تو وہ ہمارے دور میں بہت کم رہ گئے ہیں۔ میرے علم کے مطابق ان میں سے کوئی بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کو کافر قرار نہیں دیتا۔“

[سیر أعلام النبلاء ۔ ط الرسالة، ۳۷۴/۵]

نیز لکھتے ہیں:

بَلْ سَبِيْلُنَا أَنْ نَستغفِرَ لِلْكُلِّ، وَنُحِبُّهُم، وَنَكُفَّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُم

’ہمارا منہج یہ ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں، سب سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے مابین جو اختلافات ہوئے، ان سے زبان بند رکھتے ہیں۔“

[سیر أعلام النبلاء ۔ط الرسالۃ،۳۷۰/۷]

امام أبو بکر أحمد بن إبراہیم بن إسماعیل بن العباس بن مرداس ال إسماعیلی الجرجانی (رحمہ اللہ) (ت ۳۷۱ ھ) کا موقف

امام أبو بکر أحمد بن إبراہیم بن إسماعیل بن العباس بن مرداس ال إسماعیلی الجرجانی (رحمہ اللہ) (ت ۳۷۱ ھ) محدثین کرام کا عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والکف عن الوقیعة فیهم، وتأول القبیح علیهم، ویکلونهم فیما جری بینهم علی التأویل إلی الله عزّ وجل"

''ائمہ حدیث صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کے بارے میں اپنی زبان بند رکھتے ہیں، بری باتیں ان پر نہیں تھوپتے اور اجتہادی طور پر ان کے مابین جو بھی ناخوشگوار واقعات ہوئے، ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑتے ہیں۔''

[اعتقاد أئمة الحدیث،ص ۷۹ :،رقم ۳۸ :]

مشاجراتِ صحابہ (رض) اور ہماری ذمہ داری

سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی معرکہ آرائیوں اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ وسیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیوں وغیرہ کو ہم لوگ اپنے زمانہ کی مخالفتوں اور لڑائیوں پر قیاس کر کے بہت کچھ دھوکے اور فریب میں مبتلا ہو جاتے ہیں' ہم ان بزرگوں کے اخلاق کو اپنے اخلاقی پیمانوں سے ناپنا چاہتے ہیں' حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے

خوب غور کرو اور سوچو کہ جنگ جمل کے موقع پر سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے کس عزم وہمت کے ساتھ مقابلہ اور معرکہ آرائی کے لیے تیاری کی تھی' لیکن جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث یاد دلائی گئی' تو کس طرح وقت کے وقت پر جب کہ ایک زبردست فوج جاں نثاروں کی ان کے قبضے میں تھی وہ میدان جنگ سے جدا ہو گئے' ان کو غیرت بھی دلائی گئی ان کو بزدل بھی کہا گیا' پھر وہ لڑائی اور میدان جنگ کو کھیل تماشے سے زیادہ نہ سمجھتے تھے' ان کی شمشیر خارشگاف ہمیشہ بڑے بڑے میدانوں کو سر کرتی رہی تھی' مگر انہوں نے کسی چیز کی بھی پروا دین و ایمان کے مقابلہ میں نہ کی' انہوں نے ایک حدیث سنتے ہی اپنی تمام کوششوں' تمام امیدوں' تمام اولعزمیوں کو یک لخت ترک کر دیا۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ اہل علم جو مسلمانوں میں بڑی عزت وتکریم کا مقام رکھتے ہیں' اگر کسی مسئلہ میں ایک دوسرے کے مخالف ہو جائیں' تو برسوں مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے' ایک دوسرے کی ہر طرح تذلیل وتنقیص کرتے اور بعض اوقات کچہریوں میں مقدمات دائر کر دیتے ہیں۔ گالیاں دینا اور اپنے حریف کو برا کہنا اپنا حق سمجھتے ہیں' مگر یہ سراسر محال ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک اپنی غلطی تسلیم کر لے اور اپنے حریف کی سچی بات تسلیم کر کے لڑائی جھگڑے کا خاتمہ کر دے۔

جنگ صفین اور فیصلہ حکمین کے بعد ایک مرتبہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک استفتاء بھیجا اور فتویٰ طلب کیا کہ خنثیٰ مشکل کی میراث کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھ بھیجا' کہ اس کی پیشاب گاہ کی صورت سے حکم میراث جاری ہوگا' یعنی اگر پیشاب گاہ مردوں کی مانند ہے تو حکم مرد کا ہوگا اور اگر عورت کی مانند ہے تو عورت کا حکم

ہوگا۔

بصرہ میں جنگ جمل کے بعد آپ داخل ہوئے تو قیس بن عبادہ نے عرض کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں' کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا تھا کہ میرے بعد تم خلیفہ بنائے جاؤ گے' کیا یہ بات درست ہے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات غلط ہے' میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہرگز جھوٹ نہیں بول سکتا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھ سے یہ وعدہ فرماتے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کیوں خلیفہ بننے دیتا اور کیوں ان کی بیعت کرتا۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر قیامت تک حق و باطل کی معرکہ آرائی اور لڑائی کا سلسلہ جاری رہا ہے اور جاری رہے گا' رحمانی اور شیطانی دونوں گروہ دنیا میں ہمیشہ پائے گئے اور پائے جائیں گے' ارباب حق اور ارباب باطل کا وجود دنیا کو کبھی خالی نہیں چھوڑ سکتا' اور یہی حق و باطل کا مقابلہ ہے' جس کی وجہ سے نیکوں کے لیے ان کی نیکی کا اجر مرتب ہوتا ہے اور مومن کے ایمان کی قدر خدا تعالیٰ کی جناب میں کی جاتی ہے' مومنوں اور مسلمانوں کی تعریف خدائے تعالیٰ نے قرآن مجید میں {أُمَّةً وَّسَطًا} (البقرۃ ۲ : /۱۴۳) فرمائی ہے' اسلام میانہ روی سکھاتا اور افراط و تفریط کے پہلوؤں سے بچاتا ہے۔

بہت سے لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں افراط و تفریط کے پہلوؤں کو اختیار کر کے گمراہ ہو گئے ہیں' ان گمراہ لوگوں میں سے ایک گروہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف پہلو پر اس قدر زور دیا کہ اپنی مخالفت کو عداوت' بلکہ ذلیل ترین عناد کے درجہ تک پہنچا دیا اور خدائے تعالیٰ کے اس برگزیدہ بندے کو گالیاں دینے میں تامل نہ کر کے اپنی گمراہی اور خسران و خذلان میں کوئی کمی نہ رکھی اس گروہ کو ناصبی کہا جاتا ہے۔

دوسرے گروہ نے ان کی محبت میں ضرورت سے زیادہ مبالغہ کر کے ان کو خدائی کے مرتبہ تک پہنچا دیا اور ایک بندے کو خدائی صفات کا مظہر قرار دے کر دوسرے پاک اور نیک بندوں کو گالیاں دینا اور برا کہنا ثواب سمجھا' اور اس طرح اپنی گمراہی کو حد کمال تک پہنچا کر پہلے گروہ کا ہمسر بن گیا اس گروہ کو رافضی (شیعہ) کہا جاتا ہے۔

اس معاملہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا وجود بہت کچھ سیدنا مسیح علیہ السلام کے وجود سے مشابہ نظر آتا ہے' کیونکہ یہودی ان کی مخالفت کے سبب گمراہ ہوئے' اور عیسائی ان کی محبت و تعظیم میں مبالغہ کرنے اور ان کو خدائی تک کا مرتبہ دینے میں گمراہ ہوئے۔

سچے پکے مسلمان جس طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں افراط و تفریط کے پہلوؤں یعنی یہود و نصاریٰ کے عقائد سے بچ کر طریق اوسط پر قائم ہیں' اسی طرح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں بھی وہ خارجیوں، ناصبیوں اور شیعوں کے عقائد سے محترز رہ کر طریق اوسط پر قائم ہیں اس گروہ اھل سنت والجماعت کہا جاتا ہے۔

جس طرح صحابہ کرام کو آج کے مسلمانوں' مولویوں اور صوفیوں پر قیاس کرنا غلطی ہے' اسی طرح ان کو عالم انسانیت سے بالا تر ہستیاں سمجھنا اور انسانی کمزوریوں سے قطعاً مبرا یقین کرنا بھی غلطی ہے' آخر وہ انسان تھے' کھانے' پینے' پہننے' سونے کی تمام ضرورتیں ان کو اسی طرح لاحق تھیں' جس طرح تمام انسانوں کو ہوا کرتی ہیں' صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا تو کہنا ہی کیا' خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنے انسان

ہونے کا اقرار اور بشر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے پر فخر تھا، ہم روزانہ اپنی نمازوں میں اشھد ان محمد عبدہ و رسولہ کہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد خدا ہونے کا اقرار کرتے اور بندہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔

ہاں! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معصوم عن الخطاء اور جامع جمیع کمالات انسانیہ یقین کرتے اور نوع انسان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو سب سے بہتر کامل و مکمل نمونہ جانتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اقتداء میں سعادت انسانی تک پہنچنے کا طریق مانتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت وہ برگزیدہ جماعت ہے جنہوں نے براہ راست، بلاتوسط غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے نمونہ کو دیکھا، اور ہدایت یاب وسعادت اندوز ہوئے، لیکن چونکہ وہ نبی نہ تھے، معصوم بھی نہ تھے، ان کی استعدادیں بھی مختلف تھیں، لہٰذا ان میں ایک طرف صدیق رضی اللہ عنہ وفاروق رضی اللہ عنہ نظر آتے ہیں تو دوسری طرف ان کی جماعت میں معاویہ رضی اللہ عنہ ومغیرہ رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں، ایک طرف ان میں عائشہ رضی اللہ عنہا وعلی رضی اللہ عنہ جیسے فقیہ موجود ہیں، تو دوسری طرف ان میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے راوی ومحدث بھی پائے جاتے ہیں، ایک طرف ان میں عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسے سیاسی لوگ ہیں، تو دوسری طرف ان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے متقی وزاہد بھی پائے جاتے ہیں، پس مختلف استعدادوں کی بنا پر اگر ان کے کاموں اور کارناموں میں ہمیں کوئی اختلاف نظر آئے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے اختلاف کو اپنے لیے صبر وسکون کیساتھ سامان رحمت بنالیں اور عجلت وکوتاہ فہمی کے ذریعہ باعث گمراہی نہ بننے دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ۳۰ھ تک یعنی ۲۰ سال برابر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کو دنیا میں فتوحات حاصل ہوتی رہیں، اور ہر سال بلکہ ہر مہینہ کوئی نہ کوئی ملک یا صوبہ مفتوح ہو کر اسلامی سلطنت میں شامل ہوتا رہا، اس بیس سالہ فتوحات نے براعظم ایشیاو افریقہ کے قریباً تمام متمدن ممالک کو اسلامی حکومت کے دائرہ میں داخل کر دیا تھا اور اسلامی سیادت تمام دنیا میں مسلم ہو چکی تھی، ۳۰ھ سے ۴۰ھ تک فتوحات کا سلسلہ قریباً رکا رہا اور اس دس سال کی مدت میں مسلمانوں کے اندر آپس کے جھگڑے اور اندرونی نزاعات برپا رہے، چشم ظاہر بین اس دس سالہ مدت کو سراسر زیان ونقصان ہی محسوس کرتی ہے، لیکن فہم وفراست اور غور وتامل کے لیے اس میں بہت سی بھلائیاں اور خوبیاں پوشیدہ ہیں۔

وہ بیس سالہ فتوحات جس طاقت کے ذریعہ حاصل ہوئیں وہ طاقت نتیجہ تھی اس روحانیت اور اس تعلیم کا جو اسلام اور قرآن مجید کے ذریعہ صحابہ کرام کو حاصل ہوئی تھیں، اور یہ اندرونی اور فتنے جس چیز نے پیدا کئے تھے وہ نتیجہ تھا اس طاقت کا جو مادیت اور اس دنیا کے باشندے ہونے کی وجہ سے ہر انسان میں پیدا ہو سکتی ہے، ان دس سالہ رکاوٹوں اور اندرونی جھگڑوں نے عالم اسلام کے لیے اسی طرح قوت اور سامان نمونہ بہم پہنچایا، جس طرح موسم خزاں میں درخت اپنے نشونما کے مادے جمع کر لیتا ہے اور موسم بہار کے آنے پر پھل، پھول اور پتے پیدا کرتا ہے، اگر ان ابتدائی ایام میں مسلمان آپس کی لڑائیوں اور تباہیوں کے نظارے نہ دیکھ لیتے، اور ان کی تاریخ کے ابتدائی صفحات میں وہ دس سالہ دردانگیز صفحہ موجود نہ ہوتا، تو آگے چل کر قرون اولیٰ کے بعد جب کبھی وہ ایسی زبردست ٹھوکر کھاتے تو ایسے حواس باختہ ہوتے اور اس طرح گرتے کہ پھر کبھی سنبھل ہی نہ سکتے۔

ٹھوکریں کھانا، آپس میں اختلاف کا پیدا ہونا، بھائی کا بھائی سے لڑنا، خانہ جنگی کے شعلوں کا گھروں کے اندر بلند ہونا، ہابیل وقابیل کے زمانہ کی انسانی سنت ہے، اور بنی نوع انسان جب تک اس ربع مسکون میں آباد ہے یہ چیز بھی اس دنیا میں برابر موجود رہے گی۔

حق و باطل کی جنگ جس طرح دنیا میں جاری رہی ہے، اسی طرح روحانیت کے کم زور اور مادیت کے نمایاں ہوجانے پر حامیانِ حق کے اندر تھوڑے تھوڑے وقفوں کے بعد کھٹ پٹ ہوتی رہی ہے، سیدنا موسیٰ علیہ السلام بھی جب سیدنا ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال کھینچ سکتے، یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائی کنوئیں میں گرا سکتے، اور چند درہموں کے عوض فروخت کرسکتے، اور حواریانِ مسیح علیہ السلام میں سے بعض بروایت اناجیل مروجہ خود سیدنا مسیح علیہ السلام کے خلاف گواہی دے سکتے ہیں، تو اربابِ حق کی اندرونی مخالفتوں اور صحابہ کرام کے مشاجرات پر حیران ہونے اور تعجب کرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، آپس کی مخالفتوں اور لڑائی جھگڑوں سے نوع انسان کبھی کلی محفوظ نہیں ہوسکتی۔

پس یہ فطری تقاضا اگر صحابہ کرام کے زمانہ میں ظہور پذیر نہ ہوتا تو بعد میں آنے والی نسلوں کے لیے اندرونی نزاعات کی مصیبت سے گذر کر پھر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے، گر کر پھر سنبھلنے، رک کر پھر چلنے کا موقع نہیں رہتا، اور اسلام آج اپنی اصلی حالت میں تلاش کرنے سے بھی کسی کو نہ مل سکتا، دوسرے الفاظ میں اس مضمون کو یوں بھی ادا کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ کی مخالفتیں اسلامی حکومت کی آئندہ زندگی کے لیے اس ٹیکہ کی مثال تھیں، جو چیچک سے محفوظ رہنے کے لیے بچوں کے لگایا جاتا ہے، یا طاعون سے بچنے کے لیے لوگوں کے جسم میں ٹیکہ کے ذریعہ طاعونی مادہ داخل کیا جاتا ہے، چنانچہ یہ ٹیکہ بھی بہت مفید ثابت ہوا اور اس کی ناگوار یاد آج تک مسلمانوں کے لیے درس عبرت بن کر ہر تباہی و بربادی کے بعد ان کو پھر مستعد اور چوکس بناتی رہتی ہے۔ بنو امیہ اور بنو عباس کی مخالفت، بنو عباس کے عہد خلافت میں سادات کا خروج، سلجوقیوں اور دیلمیوں کی رقابت، غزنویوں اور غوریوں کی لڑائیاں فاطمیین وموحدین کی کشمکش، عثمانیوں اور صفویوں کی زور آزمائیاں، افغانوں اور مغلوں کی معرکہ آرائی، غرض ہزارہا خانہ جنگیاں ہیں، جن میں سے ہر ایک مسلمانوں کی تباہی و برباد کا کافی سامان رکھتی تھی، اور ہر موقع پر غیروں کی طرف سے یہی حکم لگایا جاتا کہ اب مسلمان سنبھلنے اور ابھرنے کے قابل نہیں رہے، لیکن دنیا نے ہمیشہ دیکھا کہ وہ سنبھلے اور ابھرے، انہوں نے مایوسی کو کافروں کا حصہ سمجھا اور اپنے آپ کو ہمیشہ امیدوں سے پر استقامت واستقلال سے لبریز رکھا، اسلام کی عزت پر اور اسلام کی بقا کو اپنی بقا پر ترجیح دی۔

ہلاکو نے بغداد کو برباد کیا، تو مسلمانوں نے فوراً ہلاکو کی اولاد کو اسلام کے قلوب سے آباد کردیا، عالم عیسائیت نے متحد ومتفق ہوکر بیت المقدس مسلمانوں سے چھین لیا مگر صلاح الدین ایوبی نے تمام یورپی طاقتوں کو نیچا دکھا کر اس مقدس شہر کو واپس لے لیا، انگورہ کے میدان نے بایزید یلدرم کی تمام اولوالعزمیوں کو عملی جامہ پہنا دیا۔

غرض خلافت راشدہ کے آخری دس سال میں جو کچھ ظہور میں آیا اس نے مسلمانوں کو آئندہ کے لیے زیادہ باہمت، زیادہ صعوبت کش، زیادہ سخت جان، زیادہ مستقل مزاج، زیادہ اولوالعزم بنایا، بہر حال سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ کی لڑائیوں کو اگر اسلام اور عالم اسلام کے لیے نقصان رساں کہتے ہو، تو کم از کم ان کے فوائد کو بھی گو وہ نقصان کے مقابلہ میں کم ہی کیوں نہ ہوں بالکل فراموش نہ کردو۔

دن کے ساتھ رات، روشنی کے دامن میں تاریکی، بہار کی آغوش میں خزاں، گل کے پہلو میں خار، شیر کی خوبصورت اور دل ربا شکل و وضع میں درندگی، سانپ کی دل کش صورت و رفتار میں سم قاتل، اور دریا کی جواہرات بھری تہہ میں غرقابی و ہلاکت موجود پائی جاتی ہے، ایمان کی نعمت کا ہم کو مطلق احساس نہ ہوتا، اگر کفر کی لعنت دنیا میں موجود نہ ہوتی، چاندنی رات ہم کو ہرگز مسرور نہ کرسکتی اگر شب دیجور سے ہم کو واسطہ نہ پڑا کرتا۔

غرض کہ خدائے تعالیٰ نے ہر خوبی کے دامن سے ایک برائی کو باندھ دیا ہے، اور ہر نوش میں ایک نیش رکھ دیا ہے، اسی اصول پر کارخانہ عالم چل رہا ہے، خلافت اسلامیہ یا حکومت و سلطنت اسلامیہ نوع انسان کے لیے دنیا میں ایک نعمت کہی جاسکتی ہے، جب کہ چاند اور سورج کے چہروں کو بھی گہن کی سیاہی سے مفر نہیں ہے، تو اس نعمت کو مکدر کرنے اور زوال و نکال میں مبتلا کرنے کے سامان بھی اگر دنیا میں موجود ہوتے رہے ہوں تو ہم کو حیران و پریشان نہیں ہونا چاہیے۔

(5) سیدنا حسن رضی اللہ عنہ

نام ونسب وفضائل وغیرہ

حسن بن علی بن ابی طالب خلفاء راشدین میں سب سے آخری خلیفہ سمجھے جاتے ہیں' آپ نصف شعبان ۳ ھ میں پیدا ہوئے آپ کی صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھی' آپ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا' زمانہ جاہلیت میں یہ نام کسی کا نہ تھا' امام بخاری نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممبر پر تشریف رکھتے تھے' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں بیٹھے تھے' آپ کبھی لوگوں کی طرف اور کبھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے تھے' اور فرماتے تھے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے' اور یہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرائے گا۔ (بخاری)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھے پر بٹھا رکھا تھا' ایک شخص راستے میں ملا' اس نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا کہ میاں صاجزادے تم نے کیا اچھی سواری پائی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اہل بیت میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ مشابہ تھے' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔

حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنْ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ صَلَّى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْعَصْرَ ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِي فَرَأَى الْحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَحَمَلَهُ عَلَى عَاتِقِهِ وَقَالَ بِأَبِي شَبِيهٌ بِالنَّبِيِّ لَا شَبِيهٌ بِعَلِيٍّ وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ

ابو عاصم عمر ابن ابی ملیکہ حضرت عقبہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر (رض) نے ایک دن عصر کی نماز پڑھی اس کے بعد مسجد سے نکلے تو حسن (رض) کو دیکھا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر (رض) نے ان کو (اٹھا کر) کندھوں پر بٹھالیا اور کہا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مشابہ ہو علی (رض) کے مشابہ نہیں حضرت علی کھڑے ہوئے ہنس رہے تھے۔

صحیح بخاری: جلد دوم: حدیث نمبر 796 حدیث مرفوع

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ اسْتَقْبَلَ وَاللَّهِ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ مُعَاوِيَةَ بِكَتَائِبَ أَمْثَالِ الْجِبَالِ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ إِنِّي لَأَرَى كَتَائِبَ لَا تُوَلِّي حَتَّى تَقْتُلَ أَقْرَانَهَا فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ وَكَانَ وَاللَّهِ خَيْرَ الرَّجُلَيْنِ أَيْ عَمْرُو إِنْ قَتَلَ هَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ وَهَؤُلَاءِ هَؤُلَاءِ مَنْ لِي بِأُمُورِ النَّاسِ مَنْ لِي بِنِسَائِهِمْ مَنْ لِي بِضَيْعَتِهِمْ فَبَعَثَ إِلَيْهِ رَجُلَيْنِ مِنْ قُرَيْشٍ مِنْ بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ سَمُرَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَامِرِ بْنِ كُرَيْزٍ فَقَالَ اذْهَبَا إِلَى هَذَا الرَّجُلِ فَاعْرِضَا عَلَيْهِ وَقُولَا لَهُ وَاطْلُبَا إِلَيْهِ فَأَتَيَاهُ فَدَخَلَا عَلَيْهِ فَتَكَلَّمَا وَقَالَا لَهُ فَطَلَبَا

إِلَيْهِ فَقَالَ لَهُمَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِنَّا بَنُو عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَدْ أَصَبْنَا مِنْ هَذَا الْمَالِ وَإِنَّ هَذِهِ الْأُمَّةَ قَدْ عَاثَتْ فِي دِمَائِهَا قَالَا فَإِنَّهُ يَعْرِضُ عَلَيْكَ كَذَا وَكَذَا وَيَطْلُبُ إِلَيْكَ وَيَسْأَلُكَ قَالَ فَمَنْ لِي بِهَذَا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ فَمَا سَأَلَهُمَا شَيْئًا إِلَّا قَالَا نَحْنُ لَكَ بِهِ فَصَالَحَهُ فَقَالَ الْحَسَنُ وَلَقَدْ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرَةَ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ إِلَى جَنْبِهِ وَهُوَ يُقْبِلُ عَلَى النَّاسِ مَرَّةً وَعَلَيْهِ أُخْرَى وَيَقُولُ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنْ الْمُسْلِمِينَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ إِنَّمَا ثَبَتَ لَنَا سَمَاعُ الْحَسَنِ مِنْ أَبِي بَكْرَةَ بِهَذَا الْحَدِيثِ

عبداللہ بن محمد سفیان ابوموسیٰ بواسطہ حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ واللہ حسن بن علی (رض) معاویہ (رض) کے سامنے پہاڑوں کی طرح فوجیں لے کر آئے عمرو بن عاص نے کہا کہ میں ایسی فوج دیکھ رہا ہوں جو پیٹھ نہیں پھیرے گی جب تک اپنے مقابل کو قتل نہ کرلیں حضرت معاویہ (رض) نے جو دونوں میں یعنی بہتر تھے عمرو بن عاص سے کہا کہ اے عمرو اگر ان لوگوں نے ان لوگوں کو اور اس طرف کے لوگوں نے اس طرف کے لوگوں کو قتل کردیا تو لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کون کرے گا؟ کون ان کی بیویوں کی نگرانی کرے گا؟ کون ان کی جائیداد کا انتظام کرے گا؟ چنانچہ حضرت حسن (رض) کے پاس قریش کے دو آدمی جو بنی عبدشمس میں سے تھے یعنی عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز کو بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جاؤ اور صلح پیش کرو اور ان سے گفتگو کر کے ان کو صلح کی طرف بلاؤ دونوں ان کے پاس آئے گفتگو کی اور صلح چاہی حضرت حسن (رض) بن علی (رض) نے ان دونوں سے کہا کہ ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہم نے بہت کچھ مال خرچ کیا ہے اور یہ لوگ اپنے خونوں میں مبتلا ہو چکے ہیں ان دونوں نے کہا کہ وہ آپ کے سامنے صلح پیش کرتے ہیں اور اسی کے طالب اور خواہاں ہیں حضرت حسن (رض) نے فرمایا کہ پھر اس کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ ان دونوں نے کہا ہم اس کے ذمہ دار ہیں چنانچہ حضرت حسن (رض) نے جب بھی کہا کہ اس کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ تو ان دونوں نے کہا کہ ہم اس کے ذمہ دار ہیں چنانچہ حضرت حسن (رض) نے ان سے صلح کرلی حسن بصری نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابوبکرہ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن بن علی (رض) آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پہلو میں تھے آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی ان کی طرف رخ کرتے اور کہتے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرادے گا مجھ سے علی بن عبداللہ نے بیان کیا کہ حسن کا ابوبکرہ سے سننا میرے نزدیک اسی حدیث سے ثابت ہے۔

صحیح بخاری: جلد اول: حدیث نمبر 2590 حدیث مرفوع

»الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، أَبُو مُحَمَّدٍ الْهَاشِمِيُّ السَّيِّدُ، ریحانة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وَابْنُ بِنْتِهِ السَّيِّدَةِ فَاطِمَةَ«.

» تاریخ ال إسلام - ت تدمری «(33/4):

خصائل حمیدہ

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نہایت حلیم، صاحب وقار، صاحب حشمت اور نہایت سخی تھے، فتنہ وخون ریزی سے آپ کو سخت نفرت تھی، آپ نے پیادہ پا پچیس حج کیئے، حالانکہ اونٹ گھوڑے آپ کے ہمراہ ہوتے تھے۔

عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ صرف سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ہی ایک ایسے شخص تھے کہ جب بات کرتے تھے تو میں چاہتا تھا کہ آپ باتیں کیئے جائیں، اور اپنا کلام ختم نہ کریں، اور آپ کی زبان سے میں نے کبھی کوئی فحش کلمہ نہیں سنا۔

مروان بن الحکم جب مدینہ کا عامل تھا اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ بھی بعد ترک خلافت مدینہ ہی میں رہتے تھے تو مروان نے ایک مرتبہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کی زبانی کہلا بھجوایا کہ تیری مثال خچر کی سی ہے (نعوذ باللہ) کہ جب اس سے پوچھا جائے کہ تیرا باپ کون تھا تو وہ کہتا ہے کہ میری ماں گھوڑی تھی، آپ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں یہ بات کبھی نہ بھولوں گا کہ تو مجھے بلا سبب گالیاں دیتا ہے، آخر ایک روز تجھ کو اور مجھ کو خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہے، اگر تو اپنے قول میں سچا ہے، تو خدائے تعالیٰ تجھ کو سچ بولنے کی جزائے خیر دے اور اگر تو جھوٹا ہے تو خوب یاد رکھ کہ خدائے تعالیٰ سب سے زیادہ منتقم ہیں، جریر ابن اسماء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، تو مروان آپ کے جنازہ پر رونے لگا، حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تو تو روتا ہے اور زندگی میں ان کو ستاتا رہا، مروان نے کہا جانتے بھی ہو، میں اس شخص کے ساتھ ایسا کرتا تھا جو پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم تھا۔

علی بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ اپنا مال راہ خدا میں خیرات کیا اور تین مرتبہ نصف نصف خیرات کر دیا، یہاں تک کہ ایک جوتا رکھ لیا، ایک دے دیا، ایک موزہ رکھ لیا، اور ایک دے دیا، آپ عورتوں کو طلاق بہت دیا کرتے تھے، بجز اس کے جس کو آپ سے محبت ہو جاتی، حتیٰ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ سے کہنا پڑا کہ تم میرے بیٹے حسن کو لڑکیاں نہ دو، لیکن ہمدان نے کہا کہ ہم سے یہ نہ ہوگا کہ لڑکیاں ان کے نکاح میں نہ دیں۔

ایک مرتبہ آپ کے سامنے ذکر ہوا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تونگری سے مفلسی کو اور تندرستی سے بیماری کو زیادہ عزیز رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ خدا ان پر رحم کرے، میں تو اپنے آپ کو بالکل خدا کے ہاتھ میں چھوڑتا ہوں اور کسی بات کی تمنا نہیں کرتا، وہ جو کچھ چاہے کرے مجھے دخل دینے کی کیا مجال ہے۔

آپ نے ربیع الاول ۴۱ھ میں خلافت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تو اس کے بعد آپ کے دوست جب آپ کو عار المسلمین کے نام سے پکارتے تو آپ فرمایا کرتے کہ عار (شرمندگی) نار (دوزخ) سے بہتر ہے۔

ایک شخص نے آپ سے کہا کہ اے مسلمانوں کے ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام ہو، تو آپ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں کا ذلیل کرنے والا نہیں ہوں، بلکہ مجھے یہ اچھا نہ معلوم ہوا کہ تم کو ملک کے لیے قتل کرا دیتا۔

جبیر بن نفیر کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ سے کہا کہ افواہ ہے کہ آپ پھر خلافت کے خواہشمند ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جب اہل عرب کے سر میرے ہاتھ میں تھے جس سے چاہتا لڑا دیتا اس وقت میں نے محض خوشنودی الٰہی کے لیے خلافت چھوڑ دی، تو اب محض اہل حجاز کو خوش کرنے کے لیے کیوں قبول کرنے لگا تھا۔

آپ نے ماہ ربیع الاول ۵۰ھ میں وفات پائی' بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی شہادت زہر کے ذریعہ ہوئی' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے ہر چند آپ سے معلوم کرنا چاہا کہ آپ کو کس نے زہر دیا' مگر آپ نے نہ بتلایا اور فرمایا کہ جس پر میرا شبہ ہے اگر وہی میرا قاتل ہے تو خدائے تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے' ورنہ میرے واسطے کوئی کیوں ناحق قتل کیا جائے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قابل تذکرہ واقعات

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے وفات کے وقت دریافت کیا گیا تھا کہ آپ کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی جائے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے حال میں مشغول ہوں' تم جس کو پسند کرو اس کے ہاتھ پر بیعت کر لینا' لوگوں نے اس کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق اجازت سمجھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی' سب سے پہلے قیس ابن سعد ابن عبادہ نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا' اس کے بعد اور لوگ بھی آآ کر بیعت کرنے لگے' بیعت کے وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ لوگوں سے اقرار لیتے جاتے تھے کہ میرے کہنے پر عمل کرنا' جس سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرنا اور جس سے میں صلح کروں تم بھی اس سے صلح کرنا۔

»وفي هذه السنة - أعني سنة أربعين - بويع الحسن بن علي بعد قتل أبيه. وأول من بايعه قيس بن سعد الأنصاري، وقال له: ابسط يدك أبايعك على كتاب الله وسنة نبيه، وقتال المحلين. فقال الحسن: على كتاب الله وسنة رسوله فإنهما يأتيان على كل شرط. فبايعه الناس. وكان الحسن يشترط عليهم: إنكم مطيعون تسالمون من سالمت، وتحاربون من حاربت. فارتابوا بذلك وقالوا: ما هذا لكم بصاحب وما يريد هذا إلا القتال«.

»الكامل في التاريخ - ت تدمري« (751/2):

اس بیعت کے بعد ہی اہل کوفہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ ان کا ارادہ جنگ کرنے کا نہیں معلوم ہوتا' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے لیے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا لقب اختیار کیا اور اگرچہ وہ اہل شام سے فیصلہ حکمین کے بعد ہی بیعت خلافت لے چکے تھے' لیکن اب دوبارہ پھر تجدید بیعت کرائی۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ جب سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے تھے' تو انہوں نے کہا تھا کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز ملحدین سے جہاد کرنے پر بیعت کرتا ہوں' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تھا کہ قتال و جہاد وغیرہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہیں' ان کے علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں' اسی فقرہ سے اہل کوفہ کو مذکورہ سرگوشی کا موقع ملا تھا' اور ان کو شبہ ہو گیا تھا کہ یہ جنگ کی طرف مائل نہیں ہوتے۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تجدید بیعت کے کام سے فارغ ہو کر اور ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر دمشق سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس پیغام بھیجا کہ صلح جنگ سے بہتر ہے اور مناسب یہی ہے کہ آپ مجھ کو خلیفہ وقت تسلیم کر کے میرے ہاتھ بیعت کر لیں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر کہ سیدنا امیر معاویہ کوفہ کا عزم رکھتے ہیں چالیس ہزار کا لشکر اپنے ہمراہ لیا اور کوفہ سے روانہ ہوئے' منزلیں طے

کرتے ہوئے جب مقام دیرِ عبدالرحمن میں پہنچے تو قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار کی جمعیت سے بطور مقدمۃ الجیش آگے روانہ کیا' ساباط مدائن میں پہنچ کر لشکر کا قیام ہوا تو وہاں کسی نے یہ غلط خبر مشہور کر دی کہ قیس بن سعد مارے گئے' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے یہاں ایک روز قیام کیا تاکہ سواری کے جانوروں کو آرام کرنے کا موقع مل جائے' اس جگہ آپ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد و ثنا کے بعد کہا کہ۔

لوگو تم نے میرے ہاتھ پر اس شرط کے ساتھ بیعت کی ہے کہ صلح و جنگ میں میری متابعت کرو گے' میں خدائے برتر و توانا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ کو کسی سے بغض و عداوت نہیں' مشرق سے مغرب تک ایک شخص بھی مجھ کو ایسا نظر نہیں آتا کہ میرے دل میں اس کی طرف سے رنج و ملال اور نفرت و کراہت ہو' اتفاق و اتحاد' محبت و سلامتی اور صلح و اصلاح کو میں نا اتفاقی اور دشمنی سے بہرحال بہتر سمجھتا ہوں۔

امام حسن رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ

اس تقریر کو سن کر خوارج اور منافقین نے فوراً لشکر میں یہ بات مشہور کر دی کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرنا چاہتے ہیں پھر ساتھ ہی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں پر کفر کا فتویٰ لگانے کی رسم منافقوں اور سبائیوں کی ایجاد کردہ رسم ہے' انہیں لوگوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر بھی کفر کا فتویٰ لگایا تھا' کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ آج ہمارے زمانے کے بڑے بڑے اعلم العلماء اور افضل الفضلاء کہلانے والے جبہ پوش مفتی منافقوں اور مسلم نما یہودیوں کی اس پلید سنت کے زندہ رکھنے اور امت محمدیہ کے شیرازہ کو اپنی تکفیر بازی و فتویٰ گری کے خنجر سے پارہ پارہ اور پریشان کرنے میں پوری مستعدی و سرگرمی کو کام میں لا رہے ہیں' انا اللہ وانا الیہ راجعون

غرض اس کفریہ فتوے کا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے لشکر پر یہ اثر ہوا کہ تمام لشکر میں ہلچل مچ گئی' کوئی کہتا تھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کافر ہو گئے' کوئی کہتا تھا کہ کافر نہیں ہوئے' آخر کار کافر کہنے والوں کا زور ہو گیا اور انہوں نے اپنے مخالف خیال لوگوں پر زیادتی اور مار دھاڑ شروع کر دی' پھر بہت سے لوگ کافر کافر کہتے ہوئے سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے خیمے میں گھس آئے اور ہر طرف سے آپ کا لباس پکڑ پکڑ کر کھینچنا شروع کیا' یہاں تک کہ آپ کے جسم پر تمام لباس پارہ پارہ ہو گیا' آپ کے کاندھے پر سے چادر کھینچ کر لے گئے' اور ہر چیز خیمے کی لوٹ لی' یہ حال دیکھ کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ فوراً اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور قوم ربیعہ و ہمدان کو آواز دی' یہ دونوں قبیلے آپ کی حمایت و حفاظت کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور بدمعاشوں کو آپ کے پاس سے دفع کرنے میں کامیاب ہوئے' کچھ دیر کے بعد وہ شور و شر جو لشکر میں برپا تھا فرو ہوا وہاں سے آپ شہر مدائن کی طرف روانہ ہوئے' راستے میں ایک خارجی نے جس کو جراح بن قبیصہ کہتے تھے موقع پا کر آپ کے ایک نیزہ مارا جس سے آپ کی ران زخمی ہوئی' آپ کو ایک چارپائی یا سر پر اٹھا کر مدائن کے قصر ابیض میں لائے اور وہیں آپ مقیم ہوئے' عبداللہ بن حنظل اور عبداللہ بن ظبیان نے جراح بن قبیصہ خارجی کو قتل کیا' قصر ابیض میں آپ کے زخم کا علاج جراحوں نے کیا اور جلد یہ زخم اچھا ہو گیا۔

قیس بن سعد جو بارہ ہزار کا لشکر لے کر بطور مقدمۃ الجیش آگے روانہ ہوئے تھے مقام انبار میں مقیم تھے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے آ

کر ان کا محاصرہ کر لیا، اور عبداللہ بن عامر کو تحریک صلح کے لیے مدائن کی طرف بطور مقدمۃ الجیش روانہ کیا، ادھر مدائن میں پہنچ کر اور اپنے لشکر والوں کی یہ بدتمیزیاں دیکھ کر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ پہلے ہی صلح کا ارادہ کر کے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک قاصد یعنی عبداللہ بن حارث بن نوفل کو جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے مع درخواست صلح روانہ کر چکے تھے۔

عبداللہ بن عامر کو مدائن کے قریب پہنچا ہوا سن کر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لیے معہ لشکر مدائن سے نکلے، عبداللہ بن عامر نے اپنے مقابلہ پر لشکر کو آتا ہوا دیکھ کر اور قریب پہنچ کر اہل عراق کو مخاطب کر کے کہا کہ میں لڑنے کے لیے نہیں آیا ہوں، میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقدمۃ الجیش ہوں اور امیر معاویہ انبار میں بڑے لشکر کے ساتھ مقیم ہیں، تم لوگ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچاؤ اور عرض کرو کہ عبداللہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہے کہ لڑائی سے ہاتھ روکو تاکہ ہلاکت سے بچ جائیں، سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ بات سنی تو مدائن میں واپس چلے آئے اور عبداللہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کرنے اور خلافت سے دست بردار ہونے پر آمادہ ہوں بشرطیکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میری چند شرطیں منظور کر لیں جن میں سب سے مقدم یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب وسنت پر عامل رہنے اور سابقہ مخالفتوں کو فراموش کر کے کسی کے جان و مال سے تعرض نہ کرنے اور ہمارے طرف داروں کو جان کی امان دینے کا وعدہ کر لیں، والصلح خیر۔

عبداللہ بن عامر یہ سن کر فوراً سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس گئے اور کہا کہ چند شرطوں کے ساتھ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ تفویض خلافت پر آمادہ ہیں، سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا، وہ شرطیں کیا ہیں، عبداللہ بن عامر نے کہا کہ پہلی شرط یہ ہے کہ جب تم فوت ہو جاؤ تو تمہارے بعد خلافت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ملے، دوسری شرط یہ ہے کہ جب تک تم زندہ رہو ہر سال پانچ لاکھ درہم سالانہ بیت المال سے امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجتے رہو، تیسری شرط یہ ہے کہ علاقہ اہواز و فارس کا خراج امام حسن رضی اللہ عنہ کو ملا کرے۔

یہ تینوں شرطیں عبداللہ بن عامر نے بطور خود سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے پیش کر کے پھر وہ شرطیں سنائیں جو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عامر سے کہلا کر بھجوائی تھیں۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھ کو یہ تمام شرطیں منظور ہیں، اور سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ ان کے علاوہ بھی کوئی اور شرط پیش کریں گے تو وہ بھی مجھ کو منظور ہے کیونکہ ان کی نیت نیک معلوم ہوتی ہے، اور وہ مسلمانوں میں صلح و آشتی کے خواہاں نظر آتے ہیں، یہ کہہ کر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک سفید کاغذ پر اپنی مہر و دستخط ثبت کر کے عبداللہ بن عامر کو دیا اور کہا کہ یہ کاغذ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ جو جو شرطیں آپ چاہیں اس کاغذ پر لکھ لیں میں سب کو پورا کرنے کے لیے تیار ہوں۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ صلح پر آمادہ ہیں تو وہ ان کے پاس آئے اور اس ارادے سے باصرار باز رکھنا چاہا، لیکن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے کو پسند نہ فرمایا، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے سے اہل کوفہ اور اہل عراق کو دیکھ رہے تھے، دوسری طرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انتظام ملکی اور نظام حکومت کی مضبوطی بھی ان کے پیش نظر تھی، لہٰذا صلح کے ارادے پر قائم رہے۔

صلح نامہ

جب عبداللہ بن عامر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مہری و دستخطی کاغذ لے کر آئے اور تمام پیش کردہ شرائط کا تذکرہ کیا تو سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس شرط کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد میں خلیفہ بنایا جاؤں کیونکہ اگر مجھ کو خلافت کی خواہش ہوتی تو میں اسی وقت کیوں اس کے چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتا' اس کے بعد اپنے کاتب کو بلایا' اور صلح نامہ لکھنے کا حکم دیا' جو اس طرح لکھا گیا۔

یہ صلح نامہ حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے درمیان لکھا جاتا ہے' دونوں مندرجہ ذیل باتوں پر متفق اور رضامند ہیں۔

امر خلافت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد مسلمان مصلحت وقت کے مطابق جس کو چاہیں گے خلیفہ بنائیں گے' معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور زبان سے سب اہل اسلام محفوظ و مامون رہیں گے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سب کے ساتھ نیک سلوک کریں گے' سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلقین اور ان کے طرفداروں سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی تعرض نہ کریں گے' حسن بن علی رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اور ان کے متعلقین کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی ضرر نہ پہنچائیں گے اور یہ دونوں بھائی اور ان کے متعلقین جس شہر اور جس آبادی میں چاہیں گے سکونت اختیار کریں گے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے عاملوں یا گماشتوں کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ ان کو اپنا محکوم سمجھ کر اپنے کسی ذاتی حکم کی تعمیل کے لیے مجبور کریں' صوبہ اہواز کا خراج حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو امیر معاویہ پہنچاتے رہیں گے' کوفہ کے بیت المال میں جس قدر روپیہ اب موجود ہے' وہ سب امام حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ کی ملکیت سمجھا جائے گا' وہ اپنے اختیار سے اس پر جس طرح چاہیں گے تصرف کریں گے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بنو ہاشم کو انعام و عطیہ میں دوسروں پر مقدم رکھیں گے۔

اس عہد نامہ پر عبداللہ بن الحارث بن نوفل اور عمرو بن ابی سلمہ وغیرہ کئی اکابر کے دستخط بطور گواہ اور ضامن کے ہوئے' جب یہ صلح نامہ مرتب ہو کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقام انبار میں پہنچا' تو وہ بہت خوش ہوئے' وہاں سے محاصرہ اٹھا کر اور قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کو آزاد چھوڑ کر کوفہ کی طرف روانہ ہوئے' قیس بن سعد رضی اللہ عنہ بھی اسی روز شام کو معہ اپنے ہمراہیوں کے کوفہ میں پہنچ گئے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی جامع مسجد میں پہنچ کر امام حسن رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ سے بیعت لی' قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کیا اور مسجد میں نہ آئے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس بھی ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر اور دستخط ثبت کر کے بھیج دیا اور کہلا بھجوایا کہ جو کچھ تمہاری شرطیں ہوں اس پر لکھ لو مجھ کو منظور ہوں گی' انہوں نے صرف اپنی اور اپنے ہمراہیوں کی جان کی امان چاہی' مال وغیرہ مطلق طلب نہ کیا' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوراً ان کی شرط کو منظور کر لیا' اس کے بعد انہوں نے اور ان کے ہمراہیوں نے بھی آ کر بیعت کر لی۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی بیعت سے انکار کیا' سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اصرار ہوا تو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے

معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حسین رضی اللہ عنہ سے اصرار نہ کریں آپ کی بیعت کرنے کے مقابلہ میں ان کو اپنا فخر عزیز تر ہے یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے لیکن بعد میں پھر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی اس سفر میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ حسن رضی اللہ عنہ سے فرمائش کیجئے کہ وہ مجمع عام کے روبرو ایک خطبہ بیان فرمائیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس رائے کو پسند کیا اور ان کی درخواست کے موافق سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ۔

مسلمانو! میں فتنے کو بہت مکروہ رکھتا ہوں اپنے جد امجد کی امت میں فساد اور فتنے کو دور کرنے اور مسلمانوں کی جان و مال کو محفوظ رکھنے کے لیے میں نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی اور ان کو امیر اور خلیفہ تسلیم کیا۔

اگر امارت اور خلافت ان کا حق تھا' تو ان کو پہنچ گیا اور اگر یہ میرا حق تھا' تو میں نے ان کو بخش دیا۔

ثم روى عن الزهري أنه قال :لما بايع أهل العراق الحسن بن علي طفق يشترط عليهم :إنكم سامعون مطيعون، مسالمون من سالمت، محاربون من حاربت. فارتاب به أهل العراق وقالوا :ما هذا لكم بصاحب. فما كان عن قريب حتى طعنوه فأشووه. فازداد لهم بغضا، وازداد منهم ذعرا، فعند ذلك عرف تفرقهم واختلافهم عليه، وكتب إلى معاوية يسالمه ويراسله في الصلح بينه وبينه على ما يختاران.

وقال البخاري في كتاب الصلح :حدثنا عبد الله بن محمد، ثنا سفيان، عن أبي موسى قال :سمعت الحسن يقول: استقبل والله الحسن بن علي معاوية بن أبي سفيان بكتائب أمثال الجبال، فقال عمرو بن العاص :إني لأرى كتائب لا تولي حتى تقتل أقرانها. فقال معاوية، وكان والله خير الرجلين :أي عمرو، إن قتل هؤلاء هؤلاء، وهؤلاء هؤلاء، من لي بأمور الناس؟ من لي بضيعتهم؟ من لي بنسائهم؟ فبعث إليه رجلين من قريش من بني عبد شمس؛ عبد الرحمن بن سمرة وعبد الله بن عامر. فقال :اذهبا إلى هذا الرجل فاعرضا عليه، وقولا له، واطلبا إليه. فأتياه فدخلا عليه فتكلما، وقالا له، وطلبا إليه. فقال لهما الحسن بن علي :إنا بنو عبد المطلب قد أصبنا من هذا المال، وإن هذه الأمة قد عاثت في دمائها. قالا :فإنه يعرض عليك كذا وكذا، ويطلب إليك ويسألك. قال :فمن لي بهذا؟ قالا :نحن لك به. فما سألهما شيئا إلا قالا :نحن لك به. فصالحه. قال الحسن :ولقد سمعت أبا بكرة يقول» :رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر والحسن بن علي إلى جنبه، وهو يقبل على الناس مرة وعليه أخرى، ويقول :"إن ابني هذا سيد، ولعل الله أن يصلح به بين فئتين عظيمتين من المسلمين« "قال البخاري :قال لي علي بن المديني :إنما ثبت عندنا سماع الحسن من أبي بكرة بهذا الحديث.

قلت :وقد روى هذا الحديث البخاري في كتاب الفتن، عن علي بن عبد الله، وهو ابن المديني، وفي فضائل الحسن، عن صدقة بن الفضل، ثلاثتهم عن سفيان. ورواه أحمد عن سفيان، وهو ابن عيينة، عن إسرائيل بن موسى البصري به. ورواه أيضا في دلائل النبوة عن عبد الله بن محمد، وهو ابن أبي شيبة ويحيى بن آدم، كلاهما عن حسين

بن علي الجعفي، عن إسرائيل، عن الحسن، وهو البصري، به. وأخرجه أحمد وأبو داود والنسائي من حديث حماد بن زيد، عن علي بن زيد، عن الحسن البصري به. ورواه أبو داود أيضا والترمذي من طريق أشعث، عن الحسن به، وقال الترمذي: حسن صحيح. وقد رواه النسائي من طريق عوف الأعرابي وغيره، عن الحسن البصري مرسلا.

وقال أبو الحسن علي بن محمد المدائني: كان تسليم الحسن الأمر لمعاوية في الخامس من ربيع الأول سنة إحدى وأربعين. وقال غيره: في ربيع الآخر. ويقال: في غرة جمادى الأولى. فالله أعلم. قال: وحينئذ دخل معاوية إلى الكوفة فخطب الناس بها بعد البيعة.

وذكر ابن جرير أن عمرو بن العاص أشار على معاوية أن يأمر الحسن بن علي أن يخطب الناس ويعلمهم بنزوله عن الأمر لمعاوية، فأمر معاوية الحسن، فقام في الناس خطيبا، فقال في خطبته بعد حمد الله والثناء عليه والصلاة على رسوله صلى الله عليه وسلم: أما بعد، أيها الناس، فإن الله هداكم بأولنا، وحقن دماءكم بآخرنا، وإن لهذا الأمر مدة، والدنيا دول، وإن الله تعالى قال لنبيه صلى الله عليه وسلم {وإن أدري لعله فتنة لكم ومتاع إلى حين} [الأنبياء: 111]. فلما قالها غضب معاوية وأمره بالجلوس، وعتب على عمرو بن العاص في إشارته بذلك، ولم يزل في نفسه منه لذلك. والله أعلم.

فأما الحديث الذي رواه الترمذي في "جامعه": حدثنا محمود بن غيلان، ثنا أبو داود الطيالسي، ثنا القاسم بن الفضل الحداني، عن يوسف بن سعد قال: قام رجل إلى الحسن بن علي بعد ما بايع معاوية فقال: سودت وجوه المؤمنين -أو: يا مسود وجوه المؤمنين- فقال: لا تؤنبني رحمك الله; فإن» النبي صلى الله عليه وسلم أري بني أمية على منبره، فساءه ذلك فنزلت {إنا أعطيناك الكوثر} [الكوثر: 1] يا محمد. يعني نهرا في الجنة، ونزلت {إنا أنزلناه في ليلة القدر - وما أدراك ما ليلة القدر - ليلة القدر خير من ألف شهر} [القدر: 1-3] يملكها بعدك بنو أمية يا محمد. قال القاسم: فعددنا فإذا هي ألف شهر، لا تزيد يوما ولا تنقص. ثم قال الترمذي: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من حديث القاسم بن الفضل، وهو ثقة، وثقه يحيى القطان وابن مهدي. قال: وشيخه يوسف بن سعد -ويقال: يوسف بن مازن- رجل مجهول. قال: ولا يعرف هذا الحديث بهذا اللفظ إلا من هذا الوجه.

فإنه حديث غريب بل منكر جدا، وقد تكلمنا عليه في كتاب "التفسير" بما فيه كفاية، وبينا وجه نكارته، وناقشنا القاسم بن الفضل فيما ذكره، فمن أراد ذلك فليراجع "التفسير". والله أعلم.

وقال الحافظ أبو بكر الخطيب البغدادي ثنا إبراهيم بن مخلد بن جعفر، ثنا محمد بن أحمد بن إبراهيم الحكيمي، ثنا عباس بن محمد، ثنا أسود بن عامر، ثنا زهير بن معاوية، ثنا أبو روق الهمداني، ثنا أبو الغريف قال: كنا في مقدمة الحسن بن علي اثني عشر ألفا بمسكن مستميتين، تقطر أسيافنا من الجد« على قتال أهل الشام وعلينا أبو العمرطة، فلما جاءنا صلح الحسن بن علي كأنما كسرت ظهورنا من الغيظ، فلما قدم الحسن بن علي الكوفة قال له رجل منا يقال له: أبو عامر سفيان بن الليل: السلام عليك يا مذل المؤمنين. فقال: لا تقل هذا يا أبا

عامر ،لست بمذل المؤمنين، ولكنى كرهت أن أقتلهم على الملك.

ولما تسلم معاوية البلاد ودخل الكوفة وخطب بها، واجتمعت عليه الكلمة فى سائر الأقاليم والآفاق، ورجع إليه قيس بن سعد أحد دهاة العرب، وقد كان عزم على الشقاق، وحصل على بيعة معاوية عامئذ الإجماع والاتفاق، ترحل الحسن بن على، ومعه أخوه الحسين وبقية إخوتهم وابن عمهم عبد الله بن جعفر من أرض العراق إلى أرض المدينة النبوية، على ساكنها أفضل الصلاة والسلام، وجعل كلما مر بحى من شيعتهم يبكتونه على ما صنع من نزوله عن الأمر لمعاوية، وهو فى ذلك مصيب بار راشد ممدوح، وليس يجد فى صدره حرجا ولا تلوما ولا ندما، بل هو راض بذلك مستبشر به، وإن كان قد ساء هذا خلقا من ذويه وأهله وشيعته، ولا سيما بعد ذلك بمدد، وهلم جرا إلى يومنا هذا. والحق فى ذلك اتباع السنة ومدحه فيما حقن به دماء الأمة، كما مدحه على ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم، كما تقدم فى الحديث الصحيح، ولله الحمد والمنة.

»البداية والنهاية« (11/ 140):

»فلما انتهى كتاب الحسن إلى معاوية أمسكه، وكان قد أرسل عبد الله بن عامر وعبد الرحمن بن سمرة بن حبيب بن عبد شمس إلى الحسن قبل وصول الكتاب ومعهما صحيفة بيضاء مختوم على أسفلها، وكتب إليه: أن اشترط فى هذه الصحيفة التى ختمت أسفلها ما شئت فهو لك.

فلما أتت الصحيفة إلى الحسن اشترط أضعاف الشروط التى سأل معاوية قبل ذلك وأمسكها عنده. فلما سلم الحسن الأمر إلى معاوية طلب أن يعطيه الشروط التى فى الصحيفة التى ختم عليها معاوية، فأبى ذلك معاوية وقال له: قد أعطيتك ما كنت تطلب.

فلما اصطلحا قام الحسن فى أهل العراق فقال: يا أهل العراق إنه سخى بنفسى عنكم ثلاث: قتلكم أبى، وطعنكم إياى، وانتهابكم متاعى.

وكان الذى طلب الحسن من معاوية أن يعطيه ما فى بيت مال الكوفة، ومبلغه خمسة آلاف ألف، وخراج دارابجرد من فارس، وأن لا يشتم عليا، فلم يجبه عن الكف عن شتم على، فطلب أن لا يشتم وهو يسمع، فأجابه إلى ذلك ثم لم يف له به أيضا، وأما خراج دارابجرد فإن أهل البصرة منعوه منه وقالوا: هو فيئنا لا نعطيه أحدا، وكان منعهم بأمر معاوية أيضا«. ولما دخل معاوية الكوفة قال له عمرو بن العاص ليأمر الحسن أن يقوم فيخطب الناس ليظهر لهم عيه. فخطب معاوية الناس ثم أمر الحسن أن يخطبهم. فقام فحمد الله بديهة ثم قال: أيها الناس إن الله هداكم بأولنا وحقن دماءكم بآخرنا، وإن لهذا الأمر مدة والدنيا دول، وإن الله عز وجل، قال لنبيه: {وإن أدرى لعله فتنة لكم ومتاع إلى حين} [الأنبياء: 111]. فلما قاله قال له معاوية: اجلس، وحقدها على عمرو وقال: هذا من رأيك.

»الکامل فی التاریخ - ت تدمری« (6/3):

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیشگوئی

اس کے بعد صلح کے تمام مدارج طے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی بھی جو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی نسبت آپ نے ارشاد فرمائی تھی پوری ہو گئی کہ "میرا یہ بیٹا سردار ہے اور خدائے تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا" سیدنا حسن رضی اللہ عنہ منبر سے اترے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بیساختہ ان سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ

ابو محمد! آپ نے آج اس قسم کی جواں مردی اور بہادری دکھائی ہے' کہ ایسی جواں مردی اور بہادری آج تک کوئی بھی نہ دکھا سکا۔

یہ صلح ۴۱ھ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چھ ماہ بعد وقوع پذیر ہوئی' اس لیے ۴۱ھ کو عام الجماعت کے نام سے موسوم کیا گیا۔

بعد تکمیل صلح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے دمشق کی جانب روانہ ہوئے' اور جب تک سیدنا حسن رضی اللہ عنہ زندہ رہے' ان کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بڑی تکریم و تعظیم کا برتاؤ کیا اور برابر ان کی خدمت میں حسب قرارداد صلح نامہ روپیہ بھیجتے' امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے کوفہ سے واپس چلے جانے کے بعد اہل کوفہ نے آپس میں یہ چرچا کرنا شروع کیا کہ یہ صوبہ اہواز کا خراج تو ہمارا مال غنیمت ہے' ہم سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ہرگز نہ لینے دیں گے' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سن کر اہل کوفہ کو جمع کیا اور ان کے سامنے تقریر کی کہ

اے اہل عراق میں تم سے بار بار درگذر کر چکا ہوں' تم نے میرے باپ کو شہید کیا' میرا گھر بار لوٹا' مجھے نیزہ مار کر زخمی کیا' تم دو قسم کے مقتولین کو یاد رکھتے ہو ایک وہ لوگ جو صفین میں مقتول ہوئے' دوسرے وہ جو نہروان کے مقتولین کا معاوضہ طلب کر رہے ہیں' معاویہ نے جو معاملہ تم سے کیا ہے اس میں تمہاری کوئی عزت بھی نہیں' اور انصاف بھی یہی ہے' پس اگر تم موت پر راضی ہو' تو میں اس صلح کو فسخ کر دوں اور تیغ تیز کے ذریعہ فیصلہ طلب کروں' اور اگر تم زندگی کو عزیز رکھتے ہو' تو پھر میں اس صلح پر قائم رہوں۔

یہ سنتے ہی ہر طرف سے آوازیں آنے لگیں' کہ صلح قائم رکھئے' صلح قائم رکھئے' بات یہ تھی' کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کی کم ہمتی اور بیوقوفی سے خوب واقف تھے' انہوں نے صرف دھمکی سے ان کو سیدھا کرنا مناسب سمجھا۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اب بلا اختلاف عام عالم اسلام کے خلیفہ ہو گئے' سیدنا سعد بن ابی وقاص جو معاملات ملکی سے قطع تعلق کر کے اونٹوں اور بکریوں کے چرانے اور گوشہ نشینی کے عالم میں مصروف عبادت رہتے تھے انہوں نے بھی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی' غرض کوئی ایسا قابل تذکرہ شخص باقی نہ رہا جس نے جلد یا کچھ تامل کے بعد سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ وقت تسلیم کر کے بیعت نہ کی ہو۔

بعد انعقاد صلح سیدنا حسن رضی اللہ عنہ چند روز کوفہ میں رہے' پھر کوفہ کی سکونت ترک کر کے معہ جملہ متعلقین مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے' اہل کوفہ تھوڑی دور تک بطریق مشایعت ہمراہ آئے' مدینہ آ کر پھر آپ نے کبھی کسی دوسری جگہ کی سکونت کا قصد نہیں فرمایا۔

» فبايعوا لمعاوية، وانصرف عنهم قيس بن سعد، وقد كان صالح الحسن معاوية على أن جعل له ما في بيت ماله وخراج دارابجرد على الا يشتم علي وهو يسمع وأخذ ما في بيت ماله بالكوفة، وكان فيه خمسة آلاف ألف. «

وكان عمرو بن العاص حين اجتمعوا بالكوفة قد كلم معاوية، وأمره أن يأمر الحسن أن يقوم ويخطب الناس، فكره ذلك معاوية، وقال :ما تريد إلى ان يخطب الناس؟ فقال عمرو :لكني أريد أن يبدو عيه للناس، فلم يزل عمرو بمعاوية حتى أطاعه، فخرج معاوية فخطب الناس، ثم أمر رجلا فنادى الحسن بن علي، فقال :قم يا حسن فكلم الناس، فتشهد في بديهة أمر لم يروفيه، ثم قال :أما بعد، يا أيها الناس، فإن الله قد هدا كم بأولنا، وحقن دماء كم بآخرنا، وإن لهذا الأمر مدة، والدنيا دول، وإن الله تعالى قال لنبيه ص» :وإن أدري لعله فتنة لكم ومتاع إلى حين«، فلما قالها قال معاوية :اجلس، فلم يزل ضرما على عمرو، وقال :هذا من رأيك ولحق الحسن بالمدينة.

حدثني عمر، قال :حدثنا علي بن محمد، قال :سلم الحسن بن علي ع إلى معاوية الكوفة، ودخلها معاوية لخمس بقين من ربيع الأول، ويقال من جمادى الأولى سنه احدى واربعين.

» تاریخ الطبر ی = تاریخ الرسل والملوک، وصلة تاریخ الطبر ی «(160/5):

زہر کی حقیقت

۵۰ ھ یا ۵۱ ھ میں آپ نے وفات پائی' عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے زہر دیا تھا' مگر جب کہ خود سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بھی تحقیق نہ ہو سکا کہ زہر کس نے دیا اور کیوں دیا تو دوسروں کا حق نہیں ہے کہ وہ سیکڑوں ہزاروں برسوں کے بعد یقینی طور پر اسے مجرم قرار دیں۔

»قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ :قَالَ قَتَادَةُ، وَأَبُو بَكْرِ بْنُ حَفْصٍ :سَمَّ الْحَسَنَ زَوْجَتُهُ بِنْتُ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسٍ.

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ :كَانَ ذَلِكَ بِتَدْسِيسِ مُعَاوِيَةَ إِلَيْهَا، وَبَذَلَ لَهَا عَلَى ذَلِكَ، وَكَانَ لَهَا ضَرَائِرُ.

قُلْتُ :هَذَا شَيْءٌ لَا يَصِحُّ فَمَنِ الَّذِي اطَّلَعَ عَلَيْهِ؟«

» تاریخ ال إسلام - ت تدمری «(40/4):

وفات کے وقت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ تک خلافت پہنچی اور تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور یہ معاملہ طے نہ ہوا' اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوت اور خلافت ہمارے خاندان میں نہیں رہ سکتیں' یہ بھی ایک اندیشہ ہے کہ سفہائے کوفہ تم کو یہاں سے نکالنے کی کوشش کریں گے تم ان کے فریب میں نہ آنا' میں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا تھا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہونے کی اجازت دے دیں' اس وقت تو انہوں نے مان لیا تھا اب لوگوں کا خیال ہے کہ تم پوچھو گے تو نہ مانیں گی' مگر میرے بعد تم ان سے پھر دریافت کرنا' اگر وہ اجازت نہ دیں تو اصرار نہ کرنا''۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے بسروچشم منظور ہے' لیکن جب مروان نے یہ خبر سنی کہی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے' تو وہ مانع ہوا' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مسلح ہو کر چلے' مگر سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آکر سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کو سمجھایا

اور کشت وخون کے ارادے سے باز رکھا' چنانچہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ ماجدہ سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنھا کے پاس دفن کر دیا گیا' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے نو بیٹے اور چھ بیٹیاں کل پندرہ اولاد تھیں۔

وفي الطيوريات عن سليم بن عيسى قارء أهل الكوفة قال :لما حضرت الحسن الوفاة جزع فقال له الحسين :يا أخي ما هذا الجزع؛ إنك ترد على رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلى علي وهما أبواك وعلى خديجة وفاطمة وهما أماك، وعلى القاسم والطاهر وهما خالاك، وعلى حمزة وجعفر وهما عماك. فقال له الحسن :أي أخي إني داخل في أمر من أمر الله تعالى لم أدخل في مثله، وأرى خلقًا من خلق الله لم أر مثله قط.

وإني والله ما أرى أن يجمع الله فينا النبوة والخلافة، فلا أعرفن ما استخلفك سفهاء الكوفة فأخرجوك، وقد كنت طلبت من عائشة رضي الله عنها أن أدفن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت :نعم، فإذا مت فاطلب ذلك إليها وما أظن القوم إلا سيمنعونك، فإن فعلوا فلا تراجعهم فلما مات أتى الحسين إلى أم المؤمنين عائشة رضي الله عنها فقالت :نعم وكرامة، فمنعهم مروان، فلبس الحسين ومن معه السلاح حتى رده أبو هريرة، ثم دفن بالبقيع إلى جنب أمه رضي الله عنها«.

» تاریخ الخلفاء « (ص 148):

خلافت حسنی پر ایک نظر

بعض مؤرخین نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی شش ماہ خلافت کو خلافت راشدہ میں شامل نہیں سمجھا' کیونکہ وہ قلیل مدت کے لیے تھی' اور نامکمل تھی' نامکمل کہنا اس لیے نادرست ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو بھی پھر تو نامکمل کہہ کر خلافت راشدہ سے خارج کرنا پڑے گا' حالانکہ یہ جائز نہیں' مدت خلافت کا کم ہونا بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اگر صبر وسکون کے ساتھ نظر ڈالی جائے' تو وہ خلافت راشدہ کا نہایت ہی اہم حصہ ہے اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت اگرچہ ملکی فتوحات اور جنگ و پیکار کے ہنگاموں سے خالی ہے' لیکن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جنگ کے میدان گرم کئے اور خون کے دریا بہائے بغیر اسلام اور عالم اسلام کو اس قدر فائدہ پہنچا دیا' جو شاید بیسیوں برس کی خلافت اور سینکڑوں لڑائیاں لڑنے کے بعد بھی نہیں پہنچایا جا سکتا تھا۔

خدمت اسلام کے اعتبار سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ یقینا خلفاء راشدین کے پہلو بہ پہلو جگہ پانے کا حق رکھتے تھے' انہوں نے دس سال کی خانہ جنگی کو جس کے دور ہونے کی توقع تھی یک لخت دور کر دیا' انہوں نے منافقوں اور مسلم نما یہودیوں کی شرارتوں اور ریشہ دوانیوں کو جو دس سال سے نشونما پا کر اب بہت طاقتور اور عظیم الشان ہو چکی تھیں' یکا یک درہم برہم کر دیا اور شرارت پیشہ لوگ حیران ومبہوت ہو کر ان کا منہ تکنے لگے۔

انہوں نے دس سال سے رکی ہوئی فتوحات اسلامی کو پھر جاری ہونے کا موقع دیا' انہوں نے مشرکین کے اطمینان کو جو دس سال سے

مسلمانوں کی خانہ جنگی کا تماشا مزے لے کر دیکھ رہے تھے برباد کر دیا۔

انہوں نے ان خارا شگاف تلواروں اور آہن گداز نیزوں کا رخ دشمنان اسلام کی طرف پھیر دیا' جو اس سے پہلے مسلمانوں کی گردنیں اڑانے اور سینے زخمی کرنے میں مصروف تھے' خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے بھی بڑھ کر بہادری کا نمونہ دکھایا' جب کہ کوفہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی' ان کے اپنے ان مختصر الفاظ سے کہ۔

اگر امارت وخلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا حق تھا تو ان کو پہنچ گیا اور اگر یہ میرا حق تھا' تو میں نے ان کو بخش دیا۔

نہ صرف اسی زمانے کے مسلمانوں کو عظیم الشان درس معرفت حاصل ہوا بلکہ قیامت تک کے لیے مسلمانوں کی رہبری کا عظیم الشان کام انجام دینے کی غرض سے خونخوار و بے پناہ سمندروں کی تاریکیوں میں ایک لائٹ ہاؤس قائم ہو گیا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس ہزار جنگجو فوج موجود تھی' یہ فوج خواہ کیسے ہی بے وقوف اور متلون مزاج لوگوں پر مشتمل ہو' اور ان سے کیسی ہی گستاخیاں بھی سرزد ہوئی ہوں' لیکن اہل شام اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے لڑنے اور مارنے مرنے کا حلف سب اٹھائے ہوئے تھے' ایسی حالت میں ایک ۳۷ سال جوان العمر جنگ آزمودہ اور بہادر باپ کا بیٹا اپنے باپ کے رقیب اور مدمقابل سے دو دو ہاتھ کئے بغیر ہرگز نہیں رہ سکتا تھا' سیدنا حسن رضی اللہ عنہ یہ بھی جانتے تھے کہ تمام عالم اسلام اس بات سے واقف ہے کہ ہمارے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر محبت تھی' اور ان کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ اس بات کا موقع حاصل تھا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کی حمایت وہمدردی کو تھوڑی سی مدت اور بڑی آسانی سے اپنی طرف جذب کر سکیں' ہم چشموں بھائیوں' ماتحتوں' جنگی افسروں کی ترغیب اور صلح کی حالت میں طعن وتشنیع بھی ان کے لیے دامن گیر تھے' وہ خود سپہ سالاری کی قابلیت اور شہنشاہی کی اہلیت بخوبی رکھتے' اولو العزمی اور بلند ہمتی اس عمر کا خاصہ ہے' لیکن خدائے تعالیٰ کی ہزاروں ہزار رحمتیں' بے شمار رحمتیں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی روح پر نازل ہوں' کہ انہوں نے اخلاص' ایثار اور خدمت اسلام کا وہ بہترین نمونہ امت محمدیہ رضی اللہ عنہ کے لیے چھوڑا' جس کی توقع خیر البشر اور جامع جمیع کمالات انسانیہ کے نواسے سے ہو سکتی تھی۔

اے حسن رضی اللہ عنہ تو نے مسلمانوں کے دو ٹکڑوں کو آپس میں ملا کر ایک کر دینے کا وہ عظیم الشان کام کیا ہے' جو دو لخت شدہ کرۂ زمین کے جوڑنے' شق شدہ آسمان کا باہم جوڑ ملانے سے بھی زیادہ مشکل کام تھا' اے حسن رضی اللہ عنہ! تو نے اپنی مدت خلافت میں کوئی میدان کارزار گرم نہیں کیا' لیکن تو نے دنیا کے تمام بہادروں' تمام شمشیر زنوں' تمام سپہ سالاروں' تمام ملک گیروں' تمام شیر افگنوں کی سرداری حاصل کر لی' اے حسن رضی اللہ عنہ! تیرے ہی فعل حسن کا نتیجہ ہے' کہ مسلمانوں نے بحر روم اور بحر روم کے جزیروں پر قبضہ کیا' قسطنطنیہ کی فصیل تک پہنچ کر عیسائی شہنشاہی کو ذلیل وفضیحت کیا' طرابلس الغرب' مراکو' اسپین' سندھ' افغانستان اور ترکستان وغیرہ ممالک اسلامی حکومت میں شامل ہو گئے۔

وأفضل الناس بعد النبيين عليهم الصلاة والسلام أبو بكر الصديق ثم عمر بن الخطاب الفاروق ثم عثمان بن عفان ذو النورين ثم علي بن أبي طالب المرتضى رضوان الله عليهم أجمعين۔

وخلافة النبوة ثلاثون سنة منها خلافة الصديق سنتان وثلاثة اشهر وخلافة عمر عشر سنين ونصف وخلافة عثمان اثنتا عشرة سنة وخلافة على اربع سنين وتسعة اشهر وخلافة ابنه ستة اشهر واول ملوك المسلمين معاوية وهو افضلهم لكنه انما صار اماما حقا لما فوض اليه الحسن بن على الخلافة فان الحسن بايعه اهل العراق بعد موت ابيه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الى معاوية والقصة مشهورة وفى الكتب المبسوط مستورة"۔

(المفاضلۃ بین الصحابۃ، ص68:،

دار العلوم دیو بند کا فتوی

سوال:

میرا سوال ہے کہ کیا اہل سنت ک نز دیک خلفاء چار ہیں یا زاید ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کی صرف حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان وحضرت علی رض خلفاء الراشدین ہیں بعض کہتے ہیں کہ ایک حدیث جسمیں خلفاء کا وقت تیس سال ہے الخلافۃ بعدی فی اُمتی ثلاثون سنۃ ثم ملک بعد ذلک (مسند احمد، ابو یعلی، ترمذی، ال جامع الصغیر 3341) وہ اس حدیث کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حضرت حسن کی چھ ماہا خلافت بھی خلافت راشدہ میں داخل ہے اور حضرت حسن بھی خلفاء الراشدین میں ہیں بعض کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان بھی خلفاء الراشدین میں ہیں ا) صحیح قول بتادیں کہ کون کون خلفاء الراشدین میں ہیں۔

۲) حضرت عمر بن عبد العزیز کو بھی خلفاء الراشدین میں کیوں شامل کیا جاتا ہے۔

۳) نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام کی تیس سال حدیث کے مطابق تو عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ خلفاء میں شامل نہیں ہونے چاہیئے لیکن ہم اہل سنت کے یہاں آپکو خلفاء الراشدین میں کیوں شامل کرتے۔

۴) نیز اگر حضرت حسن بن علی پانچویں خلیفہ الراشد ہیں تو حضرت عمر بن عبد العزیز کو پانچواں خلیف الراشد کیوں کہتے ہیں وضاحت فرمادیں۔

جواب نمبر 600273 :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نب ء پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ بلا فصل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ،ان کے بعد حضرت عمر ،ان کے بعد حضرت عثمان غنی ،اوران کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں، بالترتیب یہ چاروں حضرات خلفاء راشدین ہیں جن کی خلافت کی پیشن گوئی قرآن کریم میں دی گ ء ہے،اور سوال میں ذکر کردہ حدیث کہ میرے بعد خلافت ۳۰ سال رہے گی اس کے بعد بادشاہت اور ملوکیت شروع ہوجائے گی اس سے مراد خلافت راشدہ ہے جس کی مدت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر جا کر ختم ہوجاتی ہے؛ کیونکہ مستند تاریخی کتابوں میں یہ بات درج ہے کہ خلفاء اربعہ کی خلافت کی مدت ۲۹ سال اور ۶ ماہ پر جا کر ختم ہوجاتی ہے ابھی چونکہ ۳۰ سال پورا ہونے میں تقریباً چھ ماہ باقی تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوگئی تھی ان کی شہادت کے

بعد اکثر مسلمانوں نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ نے تقریباً ٦ ماہ خلافت کی جب خلافت کے 30 سال مکمل ہو گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشن گوئی کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کرتے ہوئے خلافت کی ذمہ داری ان کے حوالے کر دی تھی اس اعتبار سے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا زمانہ بھی خلافت راشدہ میں داخل ہوگا، اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خلفاء راشدین میں شامل ہونگے، لہذا جو لوگ مذکورہ حدیث کے حوالے سے حضرت حسن کی خلافت کو خلافت راشدہ میں داخل کر کے ان کو خلیفہ راشد کہتے ہیں ان کی بات درست ہے، لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلفاء راشدین کی فہرست میں شامل نہ ہوں گے؛ کیونکہ خلافت راشدہ کے لئے ہجرت کرنا شرط ہے جیسا کہ" ازالۃ الخلفاء عن خلافۃ الخلفاء ج/١/ص/١٠ میں اس کی صراحت کی گئی ہے چنانچہ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں" از جملہ لوازم خلافت خاصہ آنست کہ خلیفہ از مہاجرین اولین باشد" اور یہ شرط حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میں مفقود ہے؛ اس لئے ان کو خلفاء راشدین میں شمار کرنا درست نہ ہوگا، رہا مسئلہ حضرت عمر بن عبد العزیز کو خلفاء راشدین میں شمار کرنے کا مسئلہ تو چونکہ خلفاء راشدین میں شمار ہونے کے لئے صحابی ہونا ضروری ہے جیسا کہ آپ کے مسائل اور ان کا حل ج/١/ص ٣٣٠ پر اس کی صراحت کی گئی ہے اور یہ شرط حضرت عمر بن عبد العزیز کے اندر مفقود ہے؛ کیونکہ وہ صحابی نہیں ہیں بلکہ تابعی ہیں اس لئے ان کو خلفاء راشدین میں شمار کرنا درست نہ ہوگا جہاں تک تعلق ہے اہل سنت والجماعت کے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کو خلفاء راشدین میں شامل کرنے کا تو اگرچہ بعض اہل السنۃ الجماعت حضرات نے ان کو خلفاء راشدین میں شمار کیا ہے مگر اس معنیٰ کر نہیں کہ یہ بھی اس حدیث کا مصداق ہیں جس میں خلافت راشدہ کی پیشن گوئی دی گئی ہے بلکہ وہ حضرات ان کو اس اعتبار سے خلیفہ راشد کہتے ہیں کہ یہ بذات خود عادل اور خیر خواہی کرنے والے اچھے خلیفہ تھے اور ان کی خلافت میں رشد پائی جاتی تھی، اور ان کی خلافت، خلافت راشدہ کے مشابہ تھی اس اعتبار سے انہوں نے ان کو خلیفہ راشد کہا ورنہ درحقیقت یہ خلفاء راشدین کے مصداق نہیں ہیں۔

حدثني سفينة قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: "الخلافة في امتي ثلاثون سنة ثم يكون ملك" ثم قال لي سفينة: امسك خلافة ابي بكر وخلافة عمر اثنتي عشرة سنة وستة اشهر، وخلافة عثمان اثنتي عشرة سنة، وخلافة علي رضي الله عنه تكملة الثلاثين قلت: معاوية؟ قال: كان اول الملوك وتابعه حماد بن سلمة عن سعيد بن جمهان (المدخل الى سنن الكبرى للبيهقي: باب اقاويل الصحابة رضي الله عنهم: ج١/ص ١١٦) واخرجه البيهقي في المدخل عن سفينة ان اول الملوك معاوية رضي الله عنه والمراد بخلافة النبوة هي الخلافة الكاملة وهي منحصرة في الخمسة فلا يعارض الحديث لا يزال هذا الدين قائما حتى يملك اثني عشر خليفة لان المراد به مطلق الخلافة والله اعلم (عون المعبود وحاشية ابن القيم: باب في الخلفاء/٢١/٠٦٢) الحسن بن علي آخر الخلفاء بنصه (ازالة الخفاء ص ٣٤١ هو آخر الخلفاء الراشدين بنص جده صلى الله عليه وسلم خليفة حق وامام عدل وصدق تحقيقا لما اخبر له جده الصادق المصدق يقوله الخلافة الخ منصوصا عليها وقام عليه اجماع من ذكر فلا مرية من حقيقتها اه (صواعق محرقه: ص ١٨) لما قال العلامة ملا علي القاري رحمه الله: وخلافة النبوة ثلاثون سنة _ منها خلافة الصديق سنتان وثلاثة اشهر وخلافة عمر عشر سنين ونصف

وخلافة عثمان اثنتا عشرة سنة وخلافة علی اربع سنین وتسعة اشهر وخلافة ابنه ستة اشهر واول ملوك المسلمین معاویة وهو افضلهم لکنه انما صار اماما حقا لما فوض الیه الحسن بن علی الخلافة فان الحسن بایعه اهل العراق بعد موت ابیه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الی معاویة والقصة مشهورة وفی الکتب المبسوط مستورة (شرح الفقه الاکبر ص ۸۶، ۹۶)

واللہ تعالیٰ اعلم

دارالافتاء،

دارالعلوم دیوبند

پیارے نبی ﷺ کا پیارا شہزادہ

اے حسن رضی اللہ عنہ! تو نے عالم اسلام میں زندگی کی روح پھونک دی۔

اے حسن رضی اللہ عنہ! تو نے اپنی شرافت کا نمونہ دکھا کر کشت اسلام کو از سر نو سرسبز کیا۔

اے حسن رضی اللہ عنہ! مسلمانوں کی ہر ایک کامیابی، مسلمانوں کی ہر ایک فتح مندی، مسلمانوں کی ہر ایک سربلندی تیری روح پر رحمت الٰہی کی ایک بارش بن جاتی ہوگی۔

اے فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ کے لاڈلے، اے خاندان ابی طالب کے ماہتاب، اور اے امت مسلمہ کے چشم و چراغ میری روح تیری محبت میں گداز ہے، میرا دل تیری عزت و عظمت سے لبریز ہے، میرے جسم کے ہر رونگٹے، اور میرے بدن کے ہر ذرے سے تیری مدح و ثنا کا ایک شور برپا ہے، تیری بہادری کوہ ہمالیہ سے زیادہ عظیم الشان ہے، تیری مردانگی بحرالکاہل سے زیادہ شوکت و جبروت رکھتی ہے۔

او اشجع الناس، اور او اہل جنت کے سردار! میری طرف سے لا تعداد سلام وصلوٰۃ و برکات قبول فرما، اور قیامت کے دن او بہادر مجھ کو بھول نہ جا، والسلام

خلافت راشدہ کے متعلق چند جملے!

خلافت راشدہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ خلفاء راشدین میں سے ہر ایک خلیفہ مسلمانوں کی صاحب الرائے جماعت کے انتخاب سے مقرر ہوتا تھا، اگر کسی خلیفہ کو اس کے پیشتر خلیفہ نے پہلے ہی سے نامزد اور تجویز کیا تو یہ نامزدگی اور تعین بھی صاحب الرائے حضرات سے مشورہ لینے کے بعد عمل میں آتا تھا، جس میں وراثت اور خاندانی حقوق کو مطلق دخل انداز نہیں ہونے دیا جاتا تھا، دوسری خلافتوں میں طرز پسندیدہ نہیں پائی گئی، بلکہ وراثت و ولیعہدی کی نامعقول رسم جاری ہوگئی۔

خلافت راشدہ میں مسلمانوں کو معاملات حکومت اور انتظام سلطنت میں دخل دینے، اعتراض کرنے، جواب طلب کرنے، مشورہ دینے کا پورا پورا حق حاصل تھا، لیکن بعد کی خلافتوں میں یہ حق مسلمانوں کو نہیں مل سکا۔

خلافت راشدہ میں خلفاء راشدین کی حیثیت ظاہری، ان کا لباس، ان کا مکان، ان کی سواری، ان کی خوراک، ان کی نشست و برخاست سب عام

لوگوں کی مانند ہوتی تھی' خلیفہ کو دوسرے لوگوں پر کوئی فوقیت حاصل نہ تھی' لیکن بعد کی خلافتوں میں خلیفہ کی شان شاہانہ اور دوسروں سے بہت برتر و اعلیٰ ہوتی تھی۔

خلافت راشدہ میں خلفاء اپنے اختیار سے ایک پائی بھی اپنی ذات کے لیے یا بلا استحقاق کسی اپنے عزیز و رشتہ دار کے لیے خرچ نہیں کر سکتے تھے' لیکن بعد کی خلافتوں میں عام طور پر خلیفہ بیت المال کا مالک سمجھا جانے لگا اور اپنے اختیار سے لوگوں کو بلا استحقاق بھی انعام و اکرام دیتا' اور کوئی اعتراض کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

خلفاء راشدین سب کے سب جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ہمیشہ رہتے تھے' بعد کی خلافتوں میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی قابل تذکرہ صحابی خلیفہ نہ تھا۔

خلفاء راشدین سب کے سب ان لوگوں میں سے تھے' جو جنتی ہونے کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سن چکے تھے' لیکن بعد کی خلافتوں میں ایسے صحابہ نہیں پائے گئے' خلفاء راشدین کو مسلمانوں کی صلاح و فلاح کا خیال سب سے زیادہ تھا وہ اعلاء کلمۃ اللہ اور اجراء احکام شرع کے سب سے زیادہ خواہاں تھے' لیکن ملک گیری کا نصب العین نہ تھا۔

خلفاء راشدین ملکوں کے محاصل اور مال غنیمت کی آمدنی کو خزانہ میں ذخیرہ رکھنے کے عادی نہ تھے' جس قدر مال و دولت آتی وہ سب مسلمانوں کی تقسیم کر دیتے' یا مسلمانوں کی بہتری کے کاموں میں خرچ کر دیا کرتے تھے' یہاں تک کہ بیت المال کا تمام مال خرچ کر کے بیت المال میں جھاڑوں دلوا دیا کرتے تھے' لیکن بعد میں قائم ہونے والی خلافتوں کی حالت اس کے خلاف رہی۔

خلفاء راشدین ہمیشہ خود حج کے لیے جاتے اور وہاں عالم اسلام کے ہر حصے اور ہر گوشے سے آئے ہوئے مسلمانوں سے ملتے اور ان کی ضرورتوں اور شکایتوں سے واقف ہو کر وہاں کے عاملوں کی قابلیت اور نا قابلیت سے واقف ہوتے' ضروری احکام جاری کرتے اور اس طرح حج کے موقع پر عظیم الشان اجتماع سے فائدہ اٹھا کر اپنے فرائض کو پورا کرتے' اگر کسی ضروری کام یا مجبوری کی وجہ سے خود حج کے لیے نہ جا سکتے' تو اپنا قائم مقام بھیج کر ان ضرورتوں کو پورا کر لیتے تھے' لیکن خلافت راشدہ کے بعد حج کے اجتماع عظیم سے خلفاء نے یہ فائدہ اٹھانا ترک کر دیا۔

خلفاء راشدین دار الخلافہ میں خود ہی نمازوں کی امامت کرتے اور جمعہ کا خطبہ بیان فرماتے تھے' لیکن بعد میں صرف خلافت بنو امیہ میں یہ رسم باقی رہی ان کے علاوہ باقی خلافتوں میں خلفاء نے نمازوں کی امامت اور جمعہ کے خطبے دوسرے کے ذمہ ڈال دیئے۔

خلفاء راشدین کے زمانے میں مسلمانوں کے اندر الگ الگ مذہبی فرقے اور جماعتیں قائم نہ تھیں' آپس میں اختلاف بھی ہوتا تھا لیکن دین و ملت اور عقائد کے معاملے میں ان گروہ بندیوں کا نام و نشان بھی نہ تھا جو بعد میں پائی گئیں' اور آج شیعہ' سنی وہابی' حنفی' شافعی' قادری' چشتی وغیرہ سینکڑوں فرقے اپنی الگ الگ حیثیتیں قائم رکھنے پر مصر نظر آتے ہیں۔

خلفاء راشدین کے زمانے میں مذہب اور شریعت کے مقابلہ میں کسی رشتہ داری' قومیت' ہم وطنی وغیرہ کی کوئی حقیقت نہ تھی' ان کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بھائی' بھائی کی پرواہ نہیں کرتا' باپ بیٹے کی رعایت ضروری نہیں سمجھتا' جب کہ دین و ملت کا معاملہ درمیان میں آ

جائے، ہر شخص کو رائے کی آزادی حاصل تھی، خلیفہ کو سرِ منبر معمولی طبقہ کا آدمی روک اور ٹوک سکتا تھا، بعد میں رائے کی یہ آزادی اور دین وملت کی یہ پاس داری کم ہوگئی تھی۔

خلفاء راشدین اپنے آپ کو مسلمانوں کا بادشاہ نہیں سمجھتے تھے، بلکہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کا خادم سمجھ کر ان کی خدمت کرتے اور مسلمانوں کا چرواہا اور چوکیدار سمجھ کر ان کی پاسبانی کرتے اور مسلمانوں کو اپنی اولاد سمجھ کر ان پر شفقت فرماتے تھے، مسلمانوں کو اپنا غلام نہیں جانتے تھے اور ان سے غلاموں کی طرح اپنے احکام کی تعمیل نہیں کراتے تھے، بعد کی خلافتوں میں اس کے برعکس حالات پیدا ہوئے، اور خلفاء نے اپنے آپ کو قیصر وکسریٰ کا نمونہ بنا کر ظاہر کیا۔

خلفائے راشدین کی حکومت وسلطنت دینوی اعتبار سے قیصر وکسریٰ کی طرح قہر وجبر کی حکومت نہ تھی، دینی معاملات میں بھی وہ بہ اختیار خود کچھ نہیں کر سکتے تھے، جب کسی دینی مسئلہ میں اختلاف یا شبہ پیدا ہوتا تو وہ دوسرے صحابہ رضی اللہ عنھم کو بلا کر ان سے دریافت کرتے اور جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو جاتی اسی کے موافق احکام جاری کرتے، اور اگر کسی دینی معاملہ میں ان سے غلطی ہو جاتی اور بعد میں ان کو اپنی غلطی کا احساس وعلم ہوتا تو فوراً اس کی اصلاح کر لیتے تھے، غرض دینی و دینوی ہر دو پہلوؤں میں ان کی سیادت وحکومت آج کل کی جمہوری حکومتوں کے صدر اور آج کل کے دینی علماء کی سیادت وحکومت آج کل کی جمہوری حکومتوں کے در اور آج کل کے دینی علماء کی سیادت وحکومت سے بھی بہت ہی کم تھی، ان کا کام شریعت کے احکام کا نفاذ اور امن وامان کا قائم رکھنا تھا ان کے زمانے میں لوگوں کو ہر قسم کی جائز آزادی حاصل تھی اور ہر چھوٹے سے چھوٹے معاملہ میں ہر شخص ان سے جواب طلب کر سکتا تھا، ان کو اپنے احکام کے نافذ کرنے کے لیے کسی طاقت اور فوج کی ضرورت نہ تھی، بلکہ ہر شخص ان کے حکم کو چاہے وہ اس کے خلاف ہو خود ہی اپنے اوپر جاری اور صادر کر لیتا اور اس کی تعمیل کرتا تھا، جو دلیل اس امر کی ہے کہ ان کی حکومت محبت اور عقیدت کی بنیاد پر قائم تھی، خوف ودہشت اور قہر وجبر کے ذریعہ قائم نہ تھی۔

لیکن بعد کی خلافتوں میں احکام شرع کے نفاذ وقیام کا کام خلفاء نے خود چھوڑ کر مولویوں، مفتیوں اور قاضیوں کے سپرد کر دیا، مساجد کے خطیب وامام الگ مقرر ہوئے، فوج اور خزانے کا اختیار اپنے قبضہ میں رکھ کر ان دونوں قوتوں کا استعمال مطلق العنان ہو کر شروع کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی حکومت وسلطنت قہر وجبر وخوف ودہشت پر قائم ہوئی، لوگوں کی جائز آزادی چھن گئی، مذہبی احکام کے نفاذ وقیام میں بھی افہام وتفہیم اور رفع شکوک کی جائز آزادی لوگوں سے سلب ہوگئی، یہ وجہ ہے کہ آج کسی شخص کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی، کہ ایک معمولی نواب یا رئیس کی جس قدر ہیبت لوگوں کے دلوں پر طاری ہے اور وہ جس قدر اس کی تعظیم وتکریم بجالانا ضروری سمجھتے ہیں، خلفاء راشدین کی اس قدر ہیبت اور اس قدر تعظیم وتکریم بھی خوف ودہشت کی وجہ سے کسی کے قلب پر طاری نہ تھی، بلکہ ان کی ہیبت وعظمت شفیق استاد اور والدین کی ہیبت وعظمت کے مانند تھی، شیر مردم اور نار مردم کش کی مانند نہ تھی، آج ایک صوفی، ایک مفتی ایک جبہ پوش مولوی کے قول وفعل پر نکتہ چینی کرتے ہوئے لوگ جس قدر ڈرتے اور خوف زدہ ہوتے ہیں، لیکن خلفاء راشدین کے قول فعل پر اگر ذرا بھی شبہ ہوتا تھا تو لوگ آزادانہ اعتراض اور نکتہ چینی کرتے تھے۔

خلافت راشدہ کے زمانے میں جس قدر ممالک میں اسلام پھیل گیا تھا اور دنیا کے جن جن حصوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا قدم پہنچ گیا تھا' اس کی برکت سے آج تک بھی ان تمام ملکوں کی غالب آبادی کا مذہب اسلام ہی ہے' جو ممالک خلافت راشدہ کے بعد مفتوح ہوئے اور جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے قدم نہیں پہنچے' ان ملکوں کے مسلمانوں کی اسلامی عصبیت اور ان ملکوں میں اسلامی عظمت اور اس کا استحکام اس درجہ پر نہیں پایا جاتا' اس حقیقت پر غور کرنے سے اس روحانی اثر و طاقت کا کچھ کچھ اندازہ ہوسکتا ہے' جو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا ہوگئی تھی۔

ذکر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین...... کلام اقبال میں

لفظ اسلاف، اقبال کے کلام میں

اقبال کی شاعری خلف کو سلف سے قریب کرتی ہے۔ ان معنوں میں کہ اقبال امت مسلمہ کی عظمت رفتہ کے متجس و شائق تھے۔ کلام اقبال کا قاری، اقبال کے ساتھ کبھی عرب کے صحرا نشینوں کو اسلام کی عظمت کے جھنڈے لہراتے ہوئے دیکھتا ہے، کبھی یرموک کے میدان میں ایک جوان کو شوق شہادت سے بے قرار پاتا ہے، کبھی طارق بن زیاد کو رب ذوالجلال سے مناجات کرتے سنتا ہے، کبھی عبدالرحمن اول کو اندلس میں کھجور کا پودا لگا کر اپنے تاثرات بیان کرتے دیکھتا ہے، کبھی ترکانِ عثمانی کی سطوتوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آتا ہے اور کبھی جمال الدین افغانی اور سعید حلیم پاشا حالت نماز میں دکھائی دیتے ہیں۔ الغرض اقبال کی شاعری آتش رفتہ کا سراغ ہے۔ خود کہتے ہیں:

میں کہ میری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ
میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو[1]

کلام اقبال میں اسلاف کا لفظ کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ بلاشک وشبہ اسلاف سے مراد ملت کے وہ زعماء ہیں جنہوں نے مختلف جہات سے اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ لیا ہے۔ تاہم بہت سے اشعار میں اسلاف کا لفظ خالص صحابہ کرامؓ ہی کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ "خطاب بہ جوانانِ اسلام" (بانگ درا) میں نوجوان مسلم کو خطاب کرتے ہوئے اقبال دعوت فکر دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصل کو پہچانے۔ ایک لمحے کے لیے وہ اس کے سامنے عرب کے صحرا نشینوں کا نقشۂ زندگی کھینچ دیتے ہیں جنہوں نے اپنے فقر کے ساتھ پوری دنیا کو اللہ کے سامنے جھکا دیا تھا۔ عرب کے ان صحرا نشینوں نے، جن کا اول بلاشبہ طبقہ صحابہ تھا، دنیا کو ایک نیا حیات آفرین تمدن دیا۔ لیکن نوجوان مسلم اپنی اصل سے اتنا دور جا چکا ہے کہ اس کے تخیل میں بھی اسلاف کی شانِ جلال و جمال نہیں آسکتی۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اسلاف سے جو دولت فکر و نظر پائی تھی، اس کی ناقدری کی، تو ہم پستیوں میں گر گئے۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

(خطاب بہ جوانان اسلام، بانگ درا[2])

گویا اقبال اسلاف کا تذکرہ کر کے اتباع صحابہؓ پر زور دیتے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی زندگیاں ہر شک وشبہ سے بالا اور لائق پیروی ہیں۔ یہی وہ ہستیاں تھیں جنہوں نے اپنے گفتار و کردار، معاملات وعبادات اور دعوت و جہاد سے اسلام کا سکہ ساری دنیا میں بٹھا دیا۔ صحابہؓ ہی وہ مبارک ہستیاں تھیں جو نجومِ ہدایت قرار پائیں اور ہر دور میں رسول اللہ (ﷺ) اور امت کے درمیان تعلق جوڑنے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں۔ اس بات کے ثبوت میں کہ اقبال نے اسلاف کا لفظ استعمال کر کے طرزِ صحابہؓ اپنانے پر زور دیا ہے، جواب شکوہ کا مندرجہ ذیل بند ملاحظہ فرمائیے:

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے
تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے؟
حیدریؓ فقر ہے، نہ دولت عثمانیؓ ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے؟
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر[1]

اقبال کے نزدیک ملت اسلامیہ کی عظمت رفتہ کی بازیابی اور اتحاد و یگانگت کا حصول انہی پاکباز اسلاف کے اتباع سے ممکن ہے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر[2]

(خضر راہ، بانگ درا[3])

اقبال اپنے عہد کے مسلمان کو اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ وہ صحابہ کرامؓ کو معیار بنائیں۔ وہ صحابہ کی سیرت کے مختلف پہلو، مثلاً زورِ حیدری اور دولتِ عثمانیؓ، اجاگر کرتے ہیں تاکہ انہیں اپنایا جاسکے۔ اس فکر کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

"آدمی کسی کے طریقے کو اختیار کرنا چاہے تو ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرے جو دنیا سے جا چکے ہیں اور یہ لوگ نبیؐ کے صحابہؓ ہیں جو کہ اس امت میں سب سے بہترین اور سب سے زیادہ نیک دل اور سب سے زیادہ علم والے اور سب سے کم تکلف برتنے والے تھے۔" (حیاۃ الصحابہؓ، باب صحابہؓ کی صفات کے بارے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال)

سادگی سے پر اور تصنع سے دور پاک طینت، مقصد میں انہماک اور لایعنی مباحث سے پرہیز، سیرت صحابہ کے وہ تابناک پہلو ہیں جو اقبال کو یہ دعا کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں:

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریک زمرۂ لا یحزنوں، کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں

مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

(بال جبریل)

شکوہ اور جواب شکوہ میں صحابہؓ کا ذکر

اپنی مشہور نظم "شکوہ" میں اقبال نے خدائے پاک سے امت کی تنزلی اور ناگفتہ بہ صورتحال کا رونا رویا ہے اور" جواب شکوہ" میں ان کے اسباب پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ دونوں ہی نظمیں ذکر صحابہؓ سے پر ہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ" شکوہ" صحابہ کی قربانیوں کا خاکہ پیش کرتی ہے اور "جواب شکوہ" سے اسوۂ صحابہؓ پر عمل کی ترغیب ملتی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ بطور دلیل' شکوہ' کے صرف تین بند پیش کیے جاتے ہیں۔ دین اسلام کے فروغ، کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے صحابہ نے کیا کیا؟ ملاحظہ فرمائیں:

ہم سے پہلے تھا عجب تیرے جہاں کا منظر

کہیں مسجود تھے پتھر، کہیں معبود شجر

خوگرِ پیکرِ محسوس تھی انساں کی نظر

مانتا پھر کوئی ان دیکھے خدا کو کیونکر؟

تجھ کو معلوم ہے لیتا تھا کوئی نام تیرا؟

قوتِ بازوئے مسلم نے کیا کام تیرا!

کلمہ حق کی سربلندی کے لیے صحابہ کرام طاغوتی طاقتوں سے جس طرح ٹکرائے، اقبال نے ان واقعات کا ذکر بھی کیا ہے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ قلعہ خیبر کا ہے جو یہود کا خاص علاقہ تھا، اس کے علاوہ شہر قیصر یعنی قسطنطنیہ ہے جس پر حملوں کا آغاز سیدنا امیر معاویہؓ کے دور میں ہوا اور جس کی فتح بالآخر سلطان محمد فاتح کے ہاتھوں ہوئی۔ اسی طرح ایران جس کی فتح سیدنا عمر فاروقؓ کے دور میں ہوئی، صحابہؓ کی شجاعت و اولوالعزمی کی چند مثالیں ہیں۔ اب "شکوہ" کا یہ بند ملاحظہ فرمائیں:

تو ہی کہہ دے کہ اکھاڑا درِ خیبر کس نے

شہر قیصر کا جو تھا اس کو کیا سر کس نے؟

توڑے مخلوق خداوندوں کے پیکر کس نے؟

کاٹ کر رکھ دیے کفار کے لشکر کس نے؟

کس نے ٹھنڈا کیا آتش کدۂ ایراں کو؟

کس نے پھر زندہ کیا تذکرۂ یزداں کو؟

ایک اور بند میں صحابہؓ کے اللہ اور اس کے رسول e سے عشق کا بیان کیا ہے۔ فارس کے سلمان فارسیؓ، قرن کے اویس قرنیؒ (جو قول معتبر

کے مطابق صحابی نہیں بلکہ تابعی تھے) اور حبشہ کے سیدنا بلال حبشیؓ جنہوں نے اللہ اور رسول پاکؐ کی محبت کو اس کے ماسوا پر غالب کر دیا تھا، ان کا ذکر سنیے:

تجھ کو چھوڑا کہ رسول عربیؐ کو چھوڑا؟
بت گری پیشہ کیا؟ بت شکنی کو چھوڑا؟
عشق کو عشق کی آشفتہ سری کو چھوڑا؟
رسم سلمان و اویس قرنی کو چھوڑا؟
آگ تکبیر کی سینوں میں دبی رکھتے ہیں
زندگی مثل بلالِ حبشیؓ رکھتے ہیں[1]

"شکوہ" کے یہ اشعار شاعر کو ان اسباب و وجوہ کا عرفان عطا کرتے ہیں جو امت کے فکر و عمل کے زوال کا باعث بنے۔ "جوابِ شکوہ" کا بنظر غائر مطالعہ اسوۂ صحابہ کو اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ ایک بند میں اس بات پر عار دلائی گئی ہے کہ دورِ حاضر کا مسلمان فلسفۂ ضرورت کی بھینٹ چڑھ گیا ہے۔ رسول اللہ (e) جن حیات بخش و تمدن آفریں اصول و ضوابط کے ساتھ بھیجے گئے تھے، ان کو چھوڑ کر غیروں کے عادات و اطوار کو اپنانے پر فخر سمجھا جانے لگا ہے۔ صحابہ کے طرزِ حیات سے اظہارِ بیزاری عام ہے اور رائج الوقت رسوم و رواج پر چلنا باعث امتیاز سمجھ لیا گیا ہے۔

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟
مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار؟
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار؟
ہوگئی کس کی نگہ طرزِ سلف سے بیزار؟
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں[2]

اقبال مسلمان کو اس بات کی ترغیب دیتے ہیں کہ وہ اپنی باطنی کیفیات کو منہاجِ صحابہؓ پر لانے کیلئے محنت کریں۔ قوم میں وعظ و نصیحت، ذکر و فکر اور اذان جیسے مبارک اعمال اگرچہ باقی ہیں، مگر بے روح۔ یہی وجہ ہے کہ رحمتِ الٰہی متوجہ نہیں ہوتی۔ ہمیں باطن میں بھی عشق و محبت، یقین اور اخلاص کی وہ شمع جلانی پڑے گی جو صحابہ کے قلب کو منور کیے ہوئی تھی، اس کے بغیر حالات کا درست ہونا ممکن نہیں۔

واعظِ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی، شعلہ مقالی نہ رہی

رہ گئی رسمِ اذاں روحِ بلالی نہ رہی

فلسفہ رہ گیا، تلقینِ غزالی نہ رہی

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

یعنی وہ صاحبِ اوصافِ حجازی نہ رہے[1]

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت مقدسہ کا ایک درخشاں پہلو ایثار ہے۔ و یوثرون علٰی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ۔ اپنی جان پر سختی برداشت کر کے دوسروں کی ضروریات پوری کرنا صحابہ کا وصفِ خاص ہے۔ فقرِ حیدریؓ کی شان ہو یا دولت عثمانیؓ کی آن، جو کچھ تھا اسلام اور مسلمانوں کے لیے وقف۔ نہ اس میں بھوک حائل تھی، نہ پیاس، نہ سردی نہ گرمی، نہ خوشی نہ غم۔

راہِ خدا میں سب کچھ خرچ کر کے بھی ان کے دل خیر میں سبقت کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ اب ان صفات عالیہ کو اپنانے کی ترغیب اقبال نے جس طرح دی ہے، وہ دیکھئے:

ہر کوئی مست مئے ذوقِ تن آسانی ہے

تم مسلماں ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے

حیدری فقر ہے، نہ دولتِ عثمانی ہے

تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر[1]

ابھی تک ہم نے کلام اقبال میں ذکر صحابہؓ پر عمومی نظر ڈالی ہے، اب ہم ان صحابہؓ کرام کا الگ الگ ذکر کریں گے، جن کے ذریعے سے اقبال نے اپنا پیغام سمجھانا چاہا ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ... آں کلیم اولِ سینائے ما[1]

اقبال مرحوم نے اپنے کلام میں متعدد جگہ صدیق اکبرؓ کا تذکرہ کیا ہے اور آپ کے ذریعے سے دل مسلم کو تحریک بخشی ہے۔ اقبال آپ کو اسلام کے نور ہدایت کا کلیم اول کہتے ہیں:

آں امن الناس بر مولائے ما

آں کلیم اول سینائے ما

ہمتِ او کشتِ ملت را چو ابر

ثانی اسلام و غار و بدر و قبر

(در تفسیر سورہ اخلاص/ رموز)[1]

(ان کے احسانات ہمارے آقاؐ پر سب لوگوں سے زیادہ تھے۔ وہ جو ہمارے طور سینا (نور اسلام) کے پہلے کلیم تھے۔ ان کی ہمت نے ملت کی کھیتی کے لیے ابر کا کام کیا۔ وہ جو اسلام، غارِ ثور، میدان بدر اور قبر میں بھی حضورؐ کے ساتھ ہیں۔)

اقبال نے متعدد جگہوں پر حضرت صدیق اکبرؓ کے رسول پاکؐ کے ساتھ والہانہ عشق کا تذکرہ کیا ہے۔ عشق مصطفی کے جذبے نے آپ کے لیے بڑی بڑی قربانیوں کو آسان کر دیا تھا۔ چنانچہ بانگِ درا کی نظم" صدیقؓ " وفا کا ایک لطیف درس ہے۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول پاکؐ نے جنگ کی تیاری کے لیے مسلمانوں کو عطیات دینے کی ترغیب دی۔ سیدنا عمرؓ اپنا آدھا مال اس اُمید کے ساتھ لے آئے کہ آج تو وہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے آگے بڑھ جائیں گے لیکن حضرت صدیق اکبرؓ اپنا سارا ہی مال اٹھا لائے۔

اتنے میں وہ رفیق نبوت بھی آگیا
جس سے بنائے عشق و محبت ہے استوار
لے آیا اپنے ساتھ وہ مردِ وفا سرشت
ہر چیز جس سے چشم جہاں میں ہو اعتبار
مِلکِ یمین و درہم و دینار و رخت و جنس
اسپ قمر سم و شتر و قاطر و حمار
بولے حضورؐ چاہیے فکر عیال بھی
کہنے لگا وہ عشق و محبت کا راز دار
اے تجھ سے دیدہ مہ و انجم فروغ گیر
اے تیری ذات باعثِ تکوین روزگار
پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسولؐ بس[1]

کلام اقبال میں سوزِ صدیقؓ کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اللہ کے پاک نام کی سربلندی، رسول کریمؐ کی حمایت ونصرت اور مقصد کی لگن" سوزِ صدیقی" کے وہ عناصر ہیں جو خودی کی تعمیر میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ چنانچہ جہاں اقبال سوزِ دروں کی دعا مانگتے ہیں تو خود ہی بطورِ مثال سوزِ صدیقیؓ کا ذکر کرتے ہیں:

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے
دلِ مرتضیٰؓ سوزِ صدیقؓ دے
جگر سے وہی تیر پھر پار کر
تمنا کو سینوں میں بیدار کر

(ساقی نامہ/ بالِ جبریل)

"پیامِ مشرق" میں اقبال امیر امان اللہ خان کو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ وہ حق تعالیٰ سے حضرات صدیقؓ و علیؓ کا سوز مانگیں تا کہ ملت کو ایک بار پھر صراطِ مستقیم پر گامزن کیا جا سکے:

سوزِ صدیق و علی از حق طلب
ذرہ عشقِ نبیؐ از حق طلب

(حق تعالیٰ سے حضرات صدیق و علی کا سوز اور عشق نبی کا ذرہ مانگ)

ایک اور جگہ امیر مذکور کو تلقین کرتے ہیں کہ وہ حضرات شیخین کے اصولوں کو رواج دیں اور ایک بار پھر گلستانِ ملت کے مرجھائے ہوئے پھولوں کو رعنائی بخشیں۔

تازہ کن آئینِ صدیقؓ و عمرؓ
چوں صبا بر لالہ صحرا گزر

(پیامِ مشرق)

(حضرات صدیق و عمرؓ کے آئین کو تازہ کر اور صحرا میں کھلے ہوئے پھول سے صبا کی مانند گزر جا)

حضرت صدیقؓ کی سیرت کا ایک اور پہلو ملاحظہ فرمائیں:

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر
از نبیؐ تعلیمِ لاتحزن بگیر
ایں سبق صدیق را صدیق کرد
سرخوش از پیمانہ تحقیق کرد
از رضا مسلم مثالِ کوکب است
ذرۂ ہستی تبسم بر لب است

(اے وہ شخص جو غم کے قید خانے میں اسیر ہے، جناب رسول پاکؐ کے ارشاد لاتحزن (غم نہ کھا) سے سبق حاصل کر۔ اس سبق نے صدیقؓ کو صدیق کر دیا اور وہ حق الیقین کی مے سے سرمست ہو گئے۔ اللہ کی رضا پر راضی رہنے سے مسلمان ستارے کی مانند ہو جاتا ہے اور راہِ زندگی میں ہمیشہ متبسم رہتا ہے)

رموزِ بےخودی ہی میں اقبالؒ نے سورۂ اخلاص کی تفسیر کے باب میں عالم خواب سے حضرت ابوبکرؓ کے افادات کو نقل کیا ہے:

گفت تا کے در ہوس گردی اسیر
آب و تاب از سورۂ اخلاص گیر

اینکہ در صد سینہ پیچید یک نفس

سرے از اسرارِ توحید است وبس

رنگ او برکن مثالِ اوشوی

در جہاں عکس جمالِ اوشوی

آنکہ نامِ تو مسلماں کردہ است

از دوئی سوئے یکی آوردہ است

خویشتن را ترک وافغاں خواندۂ

وائے برتو آنچہ بودی، ماندۂ

وارہاں نامیدہ را از نامہا

ساز باخم درگزر از جامہا

اے کہ تو رسوائے نام افتادۂ

از درختِ خویش خام افتادۂ

بایکی ساز، از دوئی بردار رخت

وحدتِ خود را مگرداں لخت لخت

(خلاصۂ مطالب مثنوی/ رموزِ بے خودی)

انہوں (حضرت صدیقؓ) نے فرمایا کہ تو کب تک ہوس کا قیدی رہے گا۔ سورۂ اخلاص سے حرارت اور چمک حاصل کر، یہ توحید کے اسرار کا ایک سر ہے جو سینکڑوں سینوں میں ایک ہی سانس کی طرح آتا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رنگ اپنا، اسی کی مانند ہو کر تو اس کے جمال کا عکس بن جائے گا۔ یہ جو اس نے تیرا نام مسلمان رکھا ہے اس سے تجھے کثرت سے وحدت کی جانب لایا گیا ہے۔ تو اپنے آپ کو ترک وافغان کہتا ہے، افسوس ہے تجھ پر تو جو تھا وہی رہا۔

امتِ مسلمہ کو ان ناموں سے چھٹکارا دلا خم (اسلام) سے اپنی نسبت قائم رکھ، پیالوں پر نہ جا۔ تو جو ان ناموں میں پڑ کر رسوا ہو چکا ہے، تو درخت اسلام سے کچے پھل کی طرح گر چکا ہے۔ توحید کو اپنا اور دورنگی کو خیر باد کہہ۔ اپنی وحدت کے ٹکڑے ٹکڑے نہ کر۔

کہا اقبال نے شیخ حرم سے

تہ محراب مسجد سو گیا کون

ندا مسجد کی دیواروں سے آئی

فرنگی بت کدے میں کھو گیا کون؟

بشکریہ محدث لائبریری

قرآن کے آئینے میں ہستی کے قرینے
تا حد نظر پھیلے ہیں انمول خزینے
ہیں مثل ستاروں کے مری بزم کے ساتھی
اصحاب کے بارے میں یہ فرمایا نبی نے
ہیں آپ کے ہاتھوں ہی سے ترشے ہوئے ہیرے
اسلام کے دامن میں یہ تابندہ نگینے
بعد ان کی محبت کے سفر صرف تھکن ہے
منزل کوئی پائے گا نہ پائی ہے کسی نے

جناب نصر اللہ مہر صاحب

اختتامیہ؛؛

اللہ تبارک وتعالی میری اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر قبولیتِ عامہ عطاء فرما دیجئے، اور تمام پڑھنے والوں کے لئے حق اور سچ جاننے کا ذریعہ بنا دیجئے۔

(آمین)

المفتی؛ ابو صہیب نثار عفی عنہ

1446ھ 2024ء